خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ

تین سو سے زیادہ جنگوں اور مہمات پر محیط منفرد و مستند کتاب

حصہ سوم

فتوحات مصر و افریقہ و دیگر

مصنف

میجر (ر) امیر افضل خاں

مدیر و ناشر

ارشد قریشی

بانی تصوف فاؤنڈیشن

المعارف
تصوف فاؤنڈیشن
لاہور
۱۴۱۹ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنین کو جنگ (جہاد) کی ترغیب دو ۔ (فرمانِ الٰہی)

تصوف فاؤنڈیشن
١٤١٩ھ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللّٰہ تَعَالیٰ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْم

کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَھُوَ کُرْہٌ لَّکُمْ

تم (لوگوں) پر جنگ (جہاد) کو فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناپسند ہے۔ (فرمانِ الٰہی)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لِیْ حِرْفَتَانِ اَلْفَقْرُ وَالْجِھَادُ

میرے دو ہُنر (ہتھیار) ہیں فقر اور جہاد۔ (فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم)

تصوف فاؤنڈیشن

Marfat.com

Marfat.com

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ

تین سو سے زیادہ جنگوں اور مہمات پر محیط منفرد و مستند کتاب

حصہ سوم

فتوحات مصر و افریقہ و دیگر

مصنف

میجر (ر) امیر افضل خان

مدیر و ناشر

ارشد قریشی

بانی تصوف فاؤنڈیشن

تصوف فاؤنڈیشن
المعارف
بشیر لاہور
۱۴۱۹ھ

Marfat.com

شاہکار کتب جہاد

۲۹۷۶۹۲
خ ۶۹۱
۱۵۸۱۳۳۲

شمارہ (۵)

مدیر و ناشر

ابونجیب حاجی محمد ارشد قریشی

بانی تصوف فاؤنڈیشن ۷۵۹۹۵۴۳

جملہ حقوق محفوظ

ناشر ——— تصوف فاؤنڈیشن ۲۴۹ ار این سمن آباد

طابع ——— زاہد بشیر پرنٹرز-لاہور

ایڈیشن ——— ۲۰۰۲ء/ ۱۴۲۲ھ (۵۰۰)

قیمت ——— مجلد [redacted] روپے

تقسیم کار ——— المعارف گنج بخش روڈ، لاہور، پاکستان۔

آئی ایس بی این ۹۶۹-۵۰۶-۰۴۰-۴

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بو لہبی

گیارہ ستمبر کو امریکہ کے تجارتی (ورلڈ ٹریڈ سنٹر) اور دفاعی (پینٹا گون) مراکز کی تباہی مکافاتِ عمل کا نتیجہ تھی لیکن امریکہ نے اس واقعہ کو بہانہ بنا کر دہشت گردی کے خاتمہ کی آڑ لے کر ایک طویل المیعاد نظریاتی و عسکری جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔ وہ اسے صلیبی جنگ' تہذیبوں کا تصادم' آزادی کی جستجو یا دہشت گردی کے خلاف جنگ کوئی بھی نام دے' درحقیقت یہ کفر اور اسلام کی جنگ ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے پانچ ہفتہ کی شدید ترین بمباری اور خون ریزی کے بعد افغانستان کو تباہ اور طالبان کی اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ امریکہ پہلے ہی یہ واضح کر چکا ہے کہ یہ سلسلہ افغانستان پر نہیں رکے گا بلکہ ساٹھ ممالک پر محیط ہوگا۔ اسلامی ممالک کی تعداد ستاون ہے اس میں فلسطین' چیچنیا اور کشمیر شامل کر لیں تو یہ تعداد ساٹھ ہو جاتی ہے۔ گویا اس جنگ کے اہداف نامزد کئے جا چکے ہیں۔ امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف اس جنگ کے عرصہ کا تعین نہیں کیا ہے لیکن امریکہ کے پالیسی ساز یہود نواز حلقے جنگ کو پچاس سال پر محیط دیکھتے ہیں۔ ظاہر ہے پچاس سال افغانستان جیسے ملک کو فتح کرنے یا دہشت گردوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے درکار نہیں ہیں بلکہ یہ عرصہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے عمل کو روکنے اور عالم اسلام میں روز افزوں جذبۂ جہاد کو سرد کرنے کے لئے مطلوب ہے۔ ایٹمی پاکستان اسلام کا قلعہ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عنوان ہے اس لئے براہ راست اس یلغار کی زد میں ہے۔ عالم اسلام اتحاد اور جہاد سے لیس ہو کر ہی اس یلغار کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ لیکن جہاد صرف جذباتی عمل نہیں ہے بلکہ ایک خاص ماحول کی پیداوار ہوتا ہے۔ یہ ماحول اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک امت کا ہر فرد یا اکثریت اسلام کے عطا کردہ نظام حیات کے مطابق پوری زندگی بسر نہ کرے۔ گیارہ ستمبر کے بعد دنیا بدل گئی ہے مسلم امّہ کو بھی بدلنا ہوگا' اسلام اور عالم اسلام کی بقا کے لئے اب جہاد ناگزیر ہو گیا ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "لِیْ حِرْفَتَانِ اَلْفَقْرُ وَالْجِهَادُ" کی تعمیل میں تصوف فاؤنڈیشن نے فقر و تصوف کے ساتھ ساتھ اب جہاد و فن حرب پر بھی کتابیں شائع کرنے کا عزم کیا ہے۔ پہلے مرحلے میں "شاہکار کتب جہاد" سلسلہ کی حسب ذیل تین کتابوں کا سیٹ جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے شائع کیا جا رہا ہے ان کتابوں کے مصنف اس موضوع پر اتھارٹی اور یہ کتابیں بلاشبہ شاہکار کتب ہیں۔

(۱) جہاد: جہاد اور فن حرب کے متعلق قرآن مجید کے رہنما و عالمگیر اصول از بریگیڈیر گلزار احمد

(۲) رسول اللہؐ کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ از میجر امیر افضل خاں

(۳) خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ (چار جلدیں) از میجر امیر افضل خاں

جہاد اور فن حرب پر یہ شاہکار کتب ملٹری اور جہادی ٹریننگ کے لئے بہترین نصاب ہے۔ حالات کا تقاضا ہے کہ جہاد اور فن حرب کو تعلیمی اداروں اور دینی مدارس کے نصاب میں شامل کیا جائے اور موجودہ حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے مسلم ملّہ کو جہاد کے لئے تیار کیا جائے۔ یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ پہلی کتاب "جہاد" تیس سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ "رسول اللہؐ اور خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمت عملی اور تدبیرات کا عسکری تجزیہ" پر مشتمل باقی پانچ کتابیں بھی بیس سال قبل آرمی ایجوکیشن پریس نے آرمی کے لئے شائع کی تھیں۔ اب تصوف فاؤنڈیشن ان نایاب اور لازوال کتابوں کو منظر عام پر لا رہا ہے۔ انتہائی محدود وسائل کی وجہ سے یہ کتابیں محدود تعداد میں شائع کی جا رہی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کتابوں کی وسیع اشاعت ہو اور جہاد اور فن حرب پر مزید کتابیں شائع کی جائیں۔ اس سلسلے میں دردمند مخیّر حضرات کو تعاون کی دعوت ہے۔ آخر میں ان دوستوں اور عزیزوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ان کتابوں کی اشاعت میں مدد کی ہے اللہ تعالیٰ اس کار خیر کو ان کے لئے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین۔ وما علینا الاّ البلاغ۔

ارشد قریشی

بانی تصوف فاؤنڈیشن لاہور

یکم رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ / ۱۷ نومبر ۲۰۰۱ء

Marfat.com

بسلسلۂ جلالِ مصطفیٰ ﷺ

خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمتِ عملی اور تدبیرات کا تجزیہ

کتاب سوم

فتوحاتِ مصر، افریقہ اور متفرق

ریٹائرڈ میجر امیر افضل خان

آرمی ایجوکیشن پریس

Marfat.com

اسلام کے

غازیوں اور شہیدوں

کے نام

بہ آں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما بہ رسانید ، ہر کجا ہستند

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمتِ عملی کا تجزیہ

(حصّہ سوم)

مصر و افریقہ اور متفرق علاقوں کی فتوحات

فہرست مضامین

		ص
۱	پیش لفظ	
۲	پہلا باب ۔ مصر کی فتوحات ، حکمتِ عملی اور تجویز	۱
۳	دوسرا باب ۔ سکندریہ کی فتح اور پورا مصر آغوشِ اسلام میں	۳۹
۴	تیسرا باب ۔ جناب فاروقِ اعظمؓ کی شہادت اور جناب عثمان ذوالنورینؓ کی خلافت	۷۳
۵	چوتھا باب ۔ افریقہ کی مزید فتوحات	۹۹
۶	پانچواں باب ۔ شام کے محاذ کی مزید فتوحات	۱۳۵
۷	چھٹا باب ۔ کوفہ کے امراءؔ اور محاذ کی جنگی کارروائیاں	۱۵۹
۸	ساتواں باب ۔ بصرہ کے امراءؔ اور محاذ کی جنگی کارروائیاں	۱۸۷
۹	آٹھواں باب ۔ قرآنِ پاک کی اشاعت	۲۰۷
۱۰	نواں باب ۔ آزادیٔ فکر اور آزادیٔ عمل	۲۱۵
۱۱	دسواں باب ۔ فتنہ و فساد کا مرکزِ اسلام کی طرف رُخ	۲۵۳
۱۲	گیارھواں باب ۔ مفسدین کا مرکزِ اسلام میں داخلہ اور جناب عثمانؓ کی شہادت	۲۶۵
۱۳	اشاریہ	۲۸۵

Marfat.com

خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمتِ عملی کا تجزیہ

(حصّہ سوم)

نقشہ جات

صفحہ

۱۔ نقشہ اوّل۔ جناب فاروقِ اعظمؓ کی مصر کی فتوحات کے لئے حکمتِ عملی ۱۶-ا

۲۔ نقشہ دوم۔ حضرت عمروؓ بن عاص کی کمک پہنچنے سے پہلے کی کارروائی۔ ۲۴-ا

۳۔ نقشہ سوم۔ عینِ شمس کی جنگ کے دو مرحلے ۳۰-ا

۴۔ نقشہ چہارم۔ اسلامی لشکر کی سکندریہ کی فتح اور ڈیلٹا پر قبضہ ۵۰-ا

۵۔ نقشہ پنجم۔ ۲۰ اور ۲۱ ہجری میں خلیفہ دوم کی فتوحات کی حکمتِ عملی اور اسلامی لشکروں کے محاذ اور تیاری ۵۲-ا

۶۔ نقشہ ششم۔ مسلمانوں کی شمالی افریقہ کی فتوحات۔ دو مرحلے ۱۲۰-ا

۷۔ نقشہ ہفتم۔ ٹیونس یا کارتھیج کا علاقہ اور سبیطلہ کا محلِ وقوع۔ ۱۲۶-ا

۸۔ نقشہ ہشتم۔ سبیطلہ کی جنگ کا خاکہ۔ دو مرحلے ۱۲۸-ا

۹۔ نقشہ نہم۔ اسلامی تاریخ کے پہلے ملے جلے برّی و بحری حملے، اور قبرص پر حملہ ۱۴۸-ا

۱۰۔ نقشہ دہم۔ مسلمانوں اور رومیوں کی پہلی دو بحری جنگیں۔ ۱۵۴-ا

۱۱۔ نقشہ یازدہم۔ کوفہ کے محاذ کی ذمہ داری کا علاقہ اور طبرستان و آذربائیجان کی مہمات۔ ۱۶۶-ا

۱۲۔ نقشہ دوازدہم۔ بصرہ کے محاذ کی ذمّہ داری کا علاقہ۔ مکران، سیستان، خراسان اور جرجان کی مہمات و کابل و زبلستان کی فتوحات۔ ۱۹۲-ا

Marfat.com

تعارف

خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمتِ عملی اور تدبیرات کے تجزیہ پر مبنی سلسلۂ کتب کی تیسری جلد پیشِ نظر ہے۔ فاضل مصنّف نے اِس کتاب میں حضرت عثمانؓ کے زمانے کی فتوحات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا ہے۔ مسلمانوں کے بحری طاقت بننے کے جائزے کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے دَورِ خلافت کی تفصیلات کا تجزیہ ایک نئے انداز سے کیا گیا ہے، جو مصنّف کی ذاتی تحقیق اور آراء پر مبنی ہے اور جی ایچ کیو کی کسی پالیسی یا سوچ کا غمّاز نہیں۔ یہ سلسلۂ کتب جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، شائع کرانے کا مقصد ایک نئے اندازِ فکر کو جِلا دینا ہے جو اسلامی تاریخ پر تحقیق کرنے والے اصحاب کے لئے دعوتِ فکر اور باعث حوصلہ افزائی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اِس کتاب میں دیئے گئے تجزیات کا مطالعہ عام قارئین اور تاریخِ اسلام کے طالب علموں کے لئے مفید ہوگا۔ اور تحقیق میں نئی راہیں متعیّن کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔ فلسفۂ جنگ ایک وسیع مضمون ہے اور اس میں ابھی تک کام کرنے کے وسیع مواقع موجود ہیں خاص طور پر اسلامی جنگی حکمتِ عملی اور تدبیرات کا تجزیہ تاریخِ اسلام سے وابستہ مصنّفین کو دعوتِ فکر دیتا ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنی تحقیق سے پڑھنے والوں کے علمی ذوق کی پیاس بجھائیں۔

بریگیڈیئر عبدالمجیب

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیش لفظ

تشکر

اللہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ " جلال مصطفےٰ " کے سلسلہ کی تیسری جلد بھی مکمل ہو گئی یہ سب کچھ کسی معجزہ سے کم نہیں ہیں ایک دفعہ پھر اپنے تمام ساتھیوں اور ان صاحبان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر سر بسجود ہوتا ہوں ۔ جن کو اللہ تعالےٰ اس کار خیر میں شرکت کی سعادت عطا کر رہا ہے اور اللہ کے حبیبؐ پر لاکھوں درود و سلام کے ساتھ اس سلسلہ کتب کا مختصر تعارف کراتا ہوں ۔

تعارف

اس سلسلہ کی پہلی کتاب فتوحات عراق و ایران کو بیان کرتی ہے اور دوسری کتاب فتوحات شام و فلسطین کو ۔ اور یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فتوحات مصر و افریقہ و متفرق علاقوں کی فتوحات پر ہے ، اس لئے اس کے تانے بانے پہلی دونوں کتابوں کے ساتھ ملائے گئے ہیں مصر کی فتح ، نہ صرف شام و فلسطین کی فتوحات کو قائم رکھنے کے لئے ایک اہم ضرورت تھی بلکہ عرب شریف کے دفاع کے لئے بھی ضروری تھا کہ مصر اور اس کے گرد و نواح کو فتح کیا جائے ۔ اور مصر سے آگے فتوحات کی اس لئے ضرورت تھی کہ بحیرہ روم پر تسلط قائم کیا جائے ۔ یہ تو حکمت عملی کی باتیں تھیں اور اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کا نفاذ تھا ۔ اس لئے اس کتاب کے پہلے حصہ میں یہ مقاصد سامنے رکھے گئے ہیں کہ قارئین سلسلہ در سلسلہ واقعات کو سمجھیں ۔

انہی دنوں جناب فاروق اعظمؓ کی وفات اور جناب عثمانؓ کی خلافت نے کچھ تبدیلیاں لائیں جس کے کچھ فوری اثرات تھے اور کچھ بعد میں ظاہر ہوئے چنانچہ اس کو بھی ترتیب وار بیان کیا گیا ہے ۔ دونوں محاذوں پر جو فتوحات ہو چکی تھیں ، ان کو نہ صرف

Marfat.com

قائم رکھنا تھا بلکہ آگے بڑھانا تھا۔ جس کو تین الگ ابواب میں بیان کیا گیا ہے۔

بحری جنگیں

ان میں سے شام کا محاذ نہ صرف اس لیے اہم تھا کہ آگے اناطولیہ اور آرمینیا کی طرف پیش قدمی ہوئی۔ بلکہ مسلمان پہلی دفعہ سمندروں میں بھی داخل ہوئے۔ اور اگر ایک طرف قبرص اور روڈس وغیرہ کے لیے ملی جلی بری و بحری کارروائی کی گئی جس کو آج کل ہم کمانڈو اپریشن کہتے ہیں تو دوسری طرف خالص بحری جنگوں کی طرح بھی ڈالی گئی۔ جن میں سے ایک کارروائی تو مصر کے ساحل کے نزدیک تھی لیکن یہ کارروائی بعد میں گہرے سمندروں اور اناطولیہ کے ساحل تک بھی پھیل گئی۔ جس کے بعد مشرقی بحیرہ روم پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

ایران و عراق کا محاذ

مشرقی محاذ یعنی ایران و عراق پر جنگ نے وہ وسعت اختیار کی کہ ہم اس کو دو الگ الگ ابواب یعنی کوفہ اور بصرہ کے محاذ کے تحت بہت مختصر طور پر بیان کر رہے ہیں۔ کہ یہاں پر حکمت عملی کے تحت فتوحات کے نتائج اور نتائج کے اثرات پر بہت مختصر تبصرہ ہے۔ کوفہ کے محاذوں کی وسعت کی یہ حالت تھی کہ ایک طرف شام کے محاذ سے لے کر جزیرہ، آرمینیا اور جھیل کیسپین تک پھیلا ہوا تھا تو دوسری طرف طبرستان اور خراسان کے محاذوں تک جا کر اس کی حدود ملتی تھیں بصرہ کا محاذ آگے دو محاذوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک طرف دریائے جیحوں اور سیحوں تک پہنچا ہوا تھا کہ اسی زمانے میں کابل، غزنی، بلکہ رزمک اور بنوں کے نزدیک میراں شاہ والے علاقوں میں پھیلا ہوا تھا۔ کہ وہاں پر صحابہ کرامؓ جو فوت ہوئے ان کی قبریں موجود ہیں۔ تو دوسری طرف ساحل سمندر اور فارس سے ہوتے ہوئے مکران میں دریائے سندھ کے مغرب کی طرف کوہ سلیمان اور قندھار تک پھیلا ہوا تھا۔

اشاعت قرآن۔

میدان جنگ اور محاذوں کی اتنی وسعت اور لشکروں کے اتنے سفر جو حضرت عثمانؓ کے

Marfat.com

زمانے میں ہوئے آپؓ کے زمانے سے پہلے کسی دنیاوی حاکم کے زمانے میں نہ ہوئے۔ اور پھر اتنے وسیع علاقوں میں زبان اور عمل کی وحدت پیدا کرنے کے لئے آپؓ نے قرآن پاک کے ایک ہی نسخہ کی اشاعت کا جو بندوبست اور طریق کار اختیار کیا، وہ آپؓ اور آپ کے رفقا کی ایک ایسی خدمت ہے جس کے وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل کے پہلو کا جائزہ پیش کر کے ایک مکمل باب میں طریقِ کار اور تبصرہ کیا گیا ہے کہ اس زمانے میں ہماری حکمت عملیاں ایسی وحدت کی مرہونِ منت تھیں۔

فتنہ و فساد

ایسی عظیم فتوحات اور ایسی وحدتِ فکر کے باوجود حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخری تین سال فتنہ و فساد کی نظر ہو گئے اور ہمیں ایسی سزا ملی کہ اب بھی یہ سلسلہ کبھی کبھی جاری ہو جاتا ہے۔ یعنی حضرت عثمانؓ کی خلافت کے پہلے نو سال اسلام کی تاریخ کے زریں ابواب ہیں لیکن فتنہ نے بھی کون کسر چھوڑی تو حالات نے ایسے تضاد والی شکل کیوں اختیار کی، اس پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ بے شک اس میں مشیت ایزدی بھی تھی اور ہر بات میں ایسا ہوتا ہے کہ یہ عالم خلق ہے اور عالم امر نہیں۔ اگر حق باطل پر مکمل طور پر حاوی ہو جاتے تو پھر اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے جو امتحان کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ یا خیر و شر کی الگ نشاندہی کر دی ہے اور ہدایت دے دی ہے کہ یہ خیر و صراط مستقیم ہے۔ اس کو اختیار کریں، تو حق کے آجانے کے بعد صرف صراطِ مستقیم ہی باقی رہ جاتا ہے، اس لئے یہ عالم بھی عالم امر کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ تو امتحان والا معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔

ہمارے فلسفہ حیات کے اس بنیادی اصول کے عملی پہلوؤں کے علاوہ، فتنہ و فساد آزادی فکر کی شیطنیت، سازشں اور انسانی کمزوریوں پر آخری ابواب میں مکمل بحث کی گئی ہے کہ یہ فتنہ و فساد آگے حضرت علیؓ کی خلافت میں بھی جاری رہا۔ اور ہماری چوتھی کتاب کے سارے تانے بانے اسی فتنہ و فساد سے شروع ہوتے ہیں۔ امت کے لئے اس میں بڑے اسباق ہیں کہ ہم نے کون سی غلطیاں کیں۔ اور جناب عثمانؓ اور جناب علیؓ نے ایسے خراب حالات میں بھی ہمارے مرکز کو سہارا دیا۔ اور صراطِ مستقیم سے ذرا بھر بھی نہ ہٹے۔ کچھ لوگ حیران ہو جاتے ہیں کہ ایسے عظیم صحابہؓ کے ہوتے ہوئے بھی حالات صحیح صورت کیوں نہ اختیار کر سکے۔ اس سلسلہ میں بھی جوابات اور جائزے پیش کرنے

Marfat.com

کی کوشش کی گئی ہے۔ اور چوتھی کتاب میں تو کانی سوالات کے جوابات ہوں گے۔ جن کا خدا حافظ ہاں پر ہے۔ اس کتاب میں سب سے بڑا سبق جو نکالا گیا ہے وہ یہ ہے کہ قوم نے جب بھی اسلامی فلسفہ حیات کے اصولوں سے بے راہروی اختیار کی تو نتیجہ فتنہ و فساد یا ذلت کی گھڑیوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔

تاریخ و راوی

بے شک طبری کی کتاب کو واقعات کے لئے مرکزی طور پر استعمال کیا گیا، لیکن افریقہ کی فتوحات کے لئے ابن خلدون اور متعدد مصری مورخین کی تاریخوں سے بھی استفادہ کرنا پڑا۔ اور مصری تاریخوں سے استفادہ بھی دوسروں کے حوالے کے ذریعے سے کیا۔ اسی طرح کانی مغربی مورخین کی تاریخوں سے بھی مدد لینا پڑی۔ لیکن اشاعت قرآن اور فتنہ و فساد کے سلسلہ میں صرف اپنی تاریخوں یا دانشوروں کے مطالعوں کا استعمال کیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کی شان

بے شک حضور پاکؐ کے رفقا کی شان بیان کرنے کی ہم گنہگاروں کے بس کی بات نہیں لیکن عجیب و غریب بات یہ ہے کہ اس مطالعہ و تجسس کے بعد حضرت عثمانؓ کی شان کی جو بلندیاں اس گنہگار پر وارد ہوئیں، ان کو لکھ کر خود راقم کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اکثر معترضین کی باتوں نے اس سے پہلے کئی دفعہ راقم کو بھی خاموش کر دیا تھا، اور جواب واللہ اعلم دینا پڑا تھا لیکن یہاں اسلام کے معطر باغ سے جب جناب عثمانؓ کی شان کو تلاش کیا، تو اپنی یہ تمام کوتاہیاں ختم ہو گئیں اور جناب عثمانؓ کی شان کی معطر خوشبو نے میرے ارد گرد کے ماحول کو بھی خوشبو سے بھر دیا۔ اور معترضین کی ساری ''افلاطونی'' لبو کی نظر آتی ہے۔

حقائق ابدی پر اساس ہے اس کی
یہ زندگی ہے نہیں ہے طلسم افلاطوں! (اقبالؒ)

امیر افضل خان

Marfat.com

پہلا باب

مصر کی فتوحات۔ حکمت عملی اور تجویز

ابتدایہ

مصر کی فتح، شام و فلسطین کی فتوحات کا نتیجہ ہے۔ اسلام میں ویسے بھی فتح کا کوئی اختتامی مقام نہیں ہوتا یہ عمل جاری و ساری رہتا ہے۔ بہر حال اس کی ضرورت بھی تھی۔ عسکری تاریخ کے طالب علموں کو معلوم ہے کہ اکثر جنگوں کی وجوہات بھی کچھ اسی قسم کی ہوتی ہیں۔ کوئی فوجی جرنیل۔ جب کسی علاقے کو فتح کر لیتا ہے۔ تو وہ اپنی حکومت سے اور آگے بڑھنے کی اجازت مانگتا ہے۔ اور اس کے لئے وہ کئی سبب اور وجوہات پیش کرتا ہے۔ البتہ ایک سبب جو اکثر پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہوتا کہ اس مفتوحہ علاقے پر قبضہ تب رکھا جا سکے گا جب آگے بڑھ کر فلاں فلاں ملک یا علاقوں پر ضرور قبضہ کیا جائے۔ اس لئے خالص دنیاوی حکمت عملی کو بھی اگر ذہن میں رکھا جائے، تو شام اور فلسطین میں فتوحات کو قائم رکھنے کے لئے مصر کی فتح ضروری تھی۔ گو اسلام میں فتوحات اللہ اور رسولؐ کے احکام کو نافذ کرنے کے لئے حاصل کی جاتی ہیں، اور علاقے اس لئے فتح کئے جاتے ہیں کہ وہاں کے لوگوں کو دنیاوی بادشاہوں یا حکمرانوں کی غلامی سے چھڑا کر اپنے پیدا کرنے والے خالق کی غلامی میں دے دیا جائے۔

مصر کی فتح کی بنیاد

دراصل مصر کو فتح کرنے کی بنیاد حضور پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خود۔ اپنے زمانے میں رکھ گئے تھے۔ آپؐ نے مختلف ممالک کے بڑے بڑے بادشاہوں کے علاوہ کئی باجگذار حاکموں کو بھی اسلام کی دعوت دی جیسے علاقہ شام میں روم کے باجگذار بادشاہ جبلہ یا شرجیل کو اسی طرح آپؐ نے سکندریہ کے حاکم یا مصر کے باجگذار بادشاہ مقوقس کو بھی اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی۔ حضور پاکؐ کا سفیر بننے کا یہ شرف جناب حاطبؓ بن ابو بالتہ کو نصیب ہوا تھا۔ جو مقوقس کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے سکندریہ گئے تھے۔ مقوقس کے جواب کے سلسلہ

Marfat.com

میں مورخین خاموش ہیں کہ اس نے کیا جواب دیا۔ البتہ مقوقس نے چار نوجوان مصری عورتوں کو باندیوں کے طور پر حضور پاکؐ کی خدمت میں بھیجا۔ تین باندیاں حضور پاکؐ نے صحابہ کرام میں بانٹ دیں۔ لیکن ان باندیوں کے اپنے یا خاندانی نام یا جن صحابہ کرامؓ کو یہ عطا کی گئیں ان کے نام یا حالات کہیں سے معلوم نہ ہو سکے[1]۔ البتہ جو باندی حضور پاکؐ نے اپنے پاس رکھی اس کا نام ماریہ قبطیہؓ تھا اور اہل یورپ اس کو (MARY COPTS) کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ کا تعلق مصر کے قبطی عیسائیوں سے تھا۔ لیکن شاہِ روم یا سکندریہ کا حاکم قدامت پسند یونانی گرجا کے پیرو عیسائی تھے۔ ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے حضور پاکؐ کے بیٹے جناب ابراہیمؓ پیدا ہوئے جو زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے۔

تاریخی پہلو

کسی ملک پر کچھ لکھنے سے پہلے اس ملک کے جغرافیہ اور تاریخ کا بیان ضروری ہوتا ہے لیکن ہم بہت مختصر طور پر جغرافیہ کو آگے جا کر فتح کی ضرورت کے تحت بیان کریں گے لیکن تاریخ کا ہمارا مختصر بیان بھی بامقصد ہے کہ ہم اس کو فلسفہ حق کے تابع کریں گے۔ تمام غیر ملکی مبصر یا دانشور مصر کے نام کا ذکر کرتے ہی اہرام مصر پر جا پہنچتے ہیں اور اس سلسلہ میں یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ "دنیا وقت سے ڈرتی ہے اور وقت اہرام مصر سے ڈرتا ہے"۔ (نعوذ باللہ) یہ باطل تلمیحات ہیں۔ اسلام کے لحاظ سے "وقت" یا "دہر" کو برا کہنے کی اجازت نہیں۔ اور اصل سب کچھ "زمان" پر ہی منحصر ہے کہ وہی "طول" ہے اور "مکان" "عرض" ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے قرآن پاک میں "زمان و مکان" کے سلسلہ میں ایک طرف ایک دن اور دوسری طرف ہزاروں سالوں کو برابر بتایا اور یہی چیزیں ہماری سمجھ سے کافی مشکل ہیں۔ بہرحال غیروں سے اس اختلاف کے بعد ہم مصر کی پرانی اور باطل تہذیب کو علامہ اقبالؒ کے چند شعروں کے ذریعہ ہی بیان پر اکتفا کریں گے۔

ع خود ابوالہول نے یہ نکتہ سکھایا مجھ کو ۔ وہ ابوالہول کہ ہے صاحب اسرارِ قدیم!

---

[1] ابن سعد البتہ صرف دو باندیوں کا ذکر کرتا ہے اور اس کے مطابق دوسری باندی کا نام سیرینؓ تھا۔ جو حضور پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اسلام کے عظیم شاعر جناب حسانؓ بن ثابت کو بخش دیں، جن کے بطن سے عظیم محدث جناب عبدالرحمٰنؓ پیدا ہوئے۔

Marfat.com

دفعتہً جس سے بدل جاتی ہے تقدیر امم ۔ ہے وہ قوت کہ حریف اس کی نہیں عقلِ حکیم!
ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی ۔ کبھی شمشیرِ محمدؐ ہے، کبھی چوبِ کلیم علیہ !

فلسفہ حق

چنانچہ ہم چوبِ کلیمؑ اور شمشیرِ محمدؐ سے معاملات کو آگے چلائیں گے۔ مصر کے ساتھ ہمارا تعلق حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے شروع ہوتا ہے۔ جناب ام المومنین حضرت ہاجرہ کا تعلق مصر سے تھا۔ آگے چل کر ہم آپ کے خاندان اور آپ کے حریف خاندان کے مقامات کا ذکر بھی کریں گے۔ حضرت ابراہیمؑ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک ام المومنین حضرت ہاجرہ اور دوسری حضرت سارہ۔ ام المومنین حضرت ہاجرہ کے بطن سے جناب اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے اور ان کو حضرت ابراہیمؑ مکہ میں آباد کر گئے۔ اہلِ قریش یعنی حضور پاکؐ کا خاندان حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہے۔

حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے۔ جس کا ذکر قرآنِ پاک میں بھی ہے کہ آپ کو اولاد کی امید نہ تھی اور جب فرشتوں نے یہ بشارت دی تو آپ حیران رہ گئیں۔ حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ تھے اور حضرت یعقوبؑ کے بیٹے حضرت یوسفؑ کی پوری کہانی قرآنِ پاک کی سورۃ یوسف میں موجود ہے کہ آپ کو جب بھائیوں نے بیچ دیا تو تجار ان کو مصر لے گئے۔ لیکن بعد میں حضرت یعقوبؑ کا سارا خاندان ادھر ہی آباد ہو گیا۔ قرآنِ پاک میں ان لوگوں کو بنو اسرائیل کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ پھر ایک ایسا زمانہ آیا کہ ان لوگوں کے ساتھ بڑا بدتر سلوک کیا جاتا تھا اور فرعونِ مصر ان کے بچوں کو قتل کر دیتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے کس طرح بنو اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائی اور فرعون کس طرح غرق ہوا وغیرہ یہ سب واقعات قرآنِ پاک کی متعدد سورۃ میں موجود ہیں۔ اور اس زمانے میں بنو اسرائیل مصر سے نکل کر زیادہ تر فلسطین میں آباد ہو گئے تھے۔

اس کے بعد مصر پر بخت نصر نے بھی حملہ کیا اور حضرت عیسےٰؑ کی پیدائش سے ساڑھے پانچ سو سال پہلے ایرانیوں نے بھی مصر کو فتح کر لیا تھا۔ لیکن ہم ان تفصیلات میں نہیں جائیں گے۔ ہم صرف اس پر اکتفا کریں گے کہ حضرت عیسےٰؑ کی پیدائش سے بہت پہلے مصر سلطنتِ روم کا حصہ بن چکا تھا۔ یہ سب پیونک جنگوں کے بعد ہوا۔

Marfat.com

چونکہ جنگیں اہل روم اور کارتھیج کے درمیان ہوئیں۔ عسکری تاریخ کے طالب علم ایسے جنگوں کے شرکار ہنی بال اور سکیپیو وغیرہ کی کارروائیوں کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں لیکن یہاں اتنا کافی ہوگا کہ اہل روم (موجودہ اطالیہ) اہل کارتھیج (موجودہ ٹیونس) پر غالب آئے اور اس کے بعد مصر تک کا علاقہ اہل روم کی عملداری میں چلا گیا۔ ہم دوسری کتاب میں واضح کر چکے ہیں کہ قسطنطنیہ کی حکومت جس کے ساتھ ہمیں شام کی فتوحات کے سلسلے میں واسطہ پڑ چکا ہے اور اب مصر اور افریقہ کے سلسلے میں بھی واسطہ رہے گا یہی لوگ سلطنت روم کے جانشین ہیں۔ چوتھی صدی عیسوی میں روم کے بادشاہ قسطنطین نے اپنا دارالخلافہ قسطنطنیہ کو بنایا۔ ہم یہ بھی واضح کر چکے ہیں کہ اہل یورپ اپنے احساس کمتری کی وجہ سے ان کو لاکھ دفعہ چھوٹا روم کہیں یا بازنطینی، ہم ان کو اہل روم ہی کہیں گے کہ قرآن پاک میں ان کے لئے یہ الفاظ آئے ہیں۔

حضور پاکؐ کے زمانے میں اہل روم یعنی قیصر روم ہی دراصل مصر اور شمالی افریقہ کے اصلی حکمران تھے اس کا ذکر جلالِ مصطفےٰؐ [1] میں ہو چکا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حضور پاکؐ جب مکہ میں ہی تھے تو ۶۱۰ء عیسوی میں ایرانیوں نے مصر پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ ان جنگوں کی وجہ سے تھا جو ایران اور روم کے درمیان جاری تھیں اور کفار نے خوشی منائی کہ ایرانی جیت رہے ہیں۔ لیکن سورۂ روم جو مکہ میں نازل ہوئی اس میں واضح بیان تھا کہ اہلِ روم دوبارہ کامیاب ہو جائیں گے اور پانچ ہجری تک ایرانی مصر سے پسپا ہو چکے تھے اور قیصرِ روم نے مصر پر مکمل قبضہ کر لیا تھا بلکہ قیصرِ روم نے ایرانیوں کے خلاف فتح حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو اس قدر مضبوط سمجھا کہ اس نے عیسائیوں کے تمام فرقوں میں وحدت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اہلِ روم قدامت پسند عیسائی یا یونانی گرجا والے عیسائی کے نام سے موسوم تھے اور ان کے عقائد مصری عیسائیوں سے، جو قبطی عیسائی کے نام سے موسوم تھے، بالکل مختلف تھے۔

مقوقسِ بادشاہ مصر

قیصر روم نے مصر کی باجگذار بادشاہت ایک پادری کے حوالے کی جو آرمینیا کا رہنے والا

---

۱ - صفحہ ۱۹۸

Marfat.com

تھا۔ اہل یورپ اس کو سائرس کا نام دیتے ہیں لیکن مسلمان مورخین نے اس کو مقوقس کہا ہے اور ہم بھی نام استعمال کریں گے۔ مسلمان سفیر کے مقوقس کے پاس جانے سے پہلے حضرت مغیرہ بن شعبہ جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے، ایک دفعہ مصر گئے انہوں نے مقوقس کے ٹھاٹھ باٹھ کا ذکر یوں کیا تھا "کہ وہ سمندر کے کنارے ایک سائبان کے نیچے سکندریہ میں بیٹھا کرتا تھا۔ حفاظت کی یہ حالت تھی کہ اس کو ملنے والے تمام لوگوں یعنی نو وارد لوگوں کو کشتی کے ذریعہ سمندر راستعمال کر کے اس کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ مقوقس نے قبطی عیسائیوں پر کچھ ظلم بھی ڈھائے تھے اور ان کو زبردستی قدامت پسند عیسائی بنانے کی کوشش بھی کی"۔

مسلمانوں کی حکمت عملی

حصہ دوم میں مسلمانوں کی شام و فلسطین کی فتوحات کے سلسلے میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ مسلمان فلسطین اس کے ساحلی علاقوں اور صحرائے سینا کی بجائے پہلے اردن کے مشرقی ریگستانی علاقوں میں پیش قدمی کرتے رہے۔ اس سے ایک مقصد یہ حاصل ہو رہا تھا کہ مسلمان مشرق میں آسانی کے ساتھ عراق کے محاذ کے ساتھ رابطہ قائم کئے ہوئے تھے۔ مسلمان اس وقت ساحلی علاقوں کی طرف پیش قدمی کر کے مصر کی طرف کوئی تیسرا محاذ کھولنے کو تیار نہ تھے۔

عمروؓ بن عاص کا فلسطین میں تقرر

حصہ دوم کے دوسرے باب میں یہ وضاحت بھی کر دی گئی تھی کہ فلسطین کے علاقوں میں جناب عمروؓ بن عاص کے تعین کرنے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ بڑے منجھے ہوئے سیاست دان تھے۔ اسلام لانے سے پہلے بھی وہ شام، فلسطین اور مصر سمیت افریقہ کے کئی علاقوں سے واقف تھے اس لئے شام کی فتوحات شروع کرنے سے پہلے جناب عمروؓ بن عاص کو فلسطین اس لئے بھیجا گیا، کہ وہ مصر کے علاقوں اور ساحلی علاقوں پر بھی کڑی نظر رکھیں۔ لیکن جیسا کہ حصہ دوم میں واضح کر دیا گیا ہے۔ شام و فلسطین کی فتوحات میں کافی دیر لگ گئی کیونکہ مقابلہ قیصر روم کے ساتھ تھا، جس نے پہلے اجنادین والے راستے سے اسلامی لشکروں کو ختم کرنے کی کوشش کی پھر شمالی شام میں لاؤ لشکر تیار رکھے تاکہ

Marfat.com

مسلمانوں کو تہس نہس کر دے لیکن اس کا عظیم لشکر یرموک میں پاش پاش ہو گیا اس لئے جناب عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص، جناب خالد رضی اللہ عنہ اور جناب ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ان سب جنگوں میں مصروف رہے اور مصر کی فتح کی طرف دھیان نہ دے سکے۔

ایک دلچسپ کہانی

یہاں پر ایک دلچسپ کہانی کا ذکر موزوں رہے گا۔ جناب عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص اسلام لانے سے پہلے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ مصر اور فلسطین کے درمیان صحرائے سینائی میں آتے ہوتے تھے۔ سکندریہ کے شرفا میں سے ایک آدمی کی آپ نے جان بچائی، ایک دفعہ صحرا میں پانی پلا کر اور دوسری دفعہ ایک زہریلے سانپ کے حملے سے۔ اس شخص کی وساطت سے آپ کو سکندریہ دیکھنے کا موقع ملا اور وہاں پر اس زمانے میں ایک بہت بڑا میلہ لگا ہوا تھا، جس میں صرف شرفا ہی شرکت کر سکتے تھے چنانچہ عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص بھی اپنے میزبان کے ساتھ اس "دربارِ خاص" میں شریک ہوئے۔ اس میلہ کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں ایک سنہری گیند یا "سونے کا انڈا" اوپر پھینکا جاتا تھا اور جو آدمی اس کو گرنے سے پہلے حاصل کر لیتا وہ اپنی موت سے پہلے مصر کا حاکم ضرور بنتا تھا۔ چنانچہ جب یہ گیند اوپر پھینکا گیا تو جناب عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے پکڑ لیا اور اپنے میزبانوں کو حیران کر دیا کہ وہ لوگ یہ بات سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ عرب کا ایک شتربان کبھی مصر کا حاکم بن سکے گا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد جناب عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص نے جب اسلام کے پھیلاؤ کو دیکھا اور پہلے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے ساتھ تبرک آئے یا بعد میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو شام کی سرحد پر تعین کیا، تو ممکن ہے آپ رضی اللہ عنہ اس وقت سے مصر پر نظر رکھے ہوئے ہوں، ورنہ عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص جیسے مدبر اور فوجی ماہر، مرتدین کے خلاف یا عراق کی جنگوں میں ضرور شامل ہوتے اور اب بھی یہ روایت ہے کہ فتح بیت المقدس کے بعد جناب عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص، نے جناب فاروق رضی اللہ عنہ اعظم سے مصر کی طرف پیش قدمی کی اجازت مانگی۔ ہماری اس کتاب کے علاوہ چونکہ کتاب میں بھی مصر اور جناب عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص میں یہ "رشتہ" قائم رہے گا۔

Marfat.com

مصر کی فتح کی ضرورت

بیشتر ازیں یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ شام و فلسطین کی فتوحات کو قائم رکھنے کے لئے مصر کو فتح کرنا ضروری تھا، ورنہ مصر کے ساحل سے اہل روم کسی وقت بھی فلسطین کے ساحل پر افواج اتار سکتے تھے مسلمان اس وقت تک سمندروں میں داخل نہ ہوئے تھے اور سمندروں میں داخل ہونے کے لئے کچھ تیاری کرنا پڑتی ہے اور اس کے لئے بندرگاہوں اور بحری بیڑہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ شام و فلسطین کا ساحل تقریباً ایک سیدھی لائن میں ایسا تھا جیسے کسی دریا کا کنارہ ہوتا ہے، اور مسلمان اس دریا کے کنارے بیٹھے تھے اس "دریا" یعنی بحیرہ روم کی وسعت کی کوئی حد نہ تھی اور اس پر اہل روم کا بندرگاہوں، جزیروں اور بحری بیڑہ کے ذریعہ قبضہ تھا۔ اب اسلام کو صرف خشکی تک یا خشکی ہی میں تو محدود نہ کرنا تھا اس لئے بحیرہ روم پر قبضہ ضروری تھا۔

کتاب اول میں عراق کی فتوحات کے سلسلہ میں کاظمہ کی جنگ کا ذکر ہے، جسے جنگ سلاسل بھی کہتے ہیں۔ وہاں پر ساتویں اور آٹھویں باب میں واضح کیا گیا ہے، کہ کاظمہ سے آگے نکل کر مسلمانوں نے ابلہ یا بصرہ کا رخ نہ کیا اور اگر قبضہ رکھا بھی تو محدود علاقے میں رکھا۔ اور پہلے حیرہ فتح کیا۔ اس زمانے میں خلیج فارس کے نزدیک صرف حربی مظاہرے جاری رکھے گئے۔ لیکن مدائن پر قبضہ ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے مشرق اور جنوب کا رخ کیا اور ساحلی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ بحیرہ عرب کی طرف سے کوئی خاص خطرہ نہ تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے آہستہ آہستہ خلیج فارس کے دونوں کناروں پر قبضہ کر لیا۔ اور خلیج فارس مسلمانوں کا علاقہ بن گیا۔

مغربی محاذ پر اجنادین کی فتح کے بعد مسلمانوں نے بحیرہ روم کے کسی ساحلی علاقہ میں الجھنا پسند نہ کیا۔ پہلے اوپر تک انطاکیہ اور بیروت کے علاقوں کو فتح کیا اور آخر میں بندرگاہ قساریہ پر قبضہ کیا۔ تو بحیرہ روم کے ایک ساحل یعنی مشرقی ساحل پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ سمندر میں ابتاً آگے بڑھنے کے لئے، بحیرہ روم کے جنوبی ساحل پر بھی قبضہ کی ضرورت تھی اور اب شام کے ملک سے آگے اناطولیہ کے پہاڑی علاقوں میں پیش قدمی کی بجائے، مصر کو فتح کرنا آسان ہو گیا تھا۔

Marfat.com

مصر کی مدینہ شریف سے نزدیکی

مصر کے ساتھ اہل روم کا رابطہ بذریعہ سمندر رہتا، مصر میں ریگستان بھی تھا اور مصر کے درمیانی علاقوں کو فتح کرنے کے بعد یہ علاقے مدینہ شریف سے نزدیک ہوجاتے تھے۔ حکمت عملی کے طور پر بھی مصر اور اس کے جنوبی علاقوں کو فتح کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ اس طرح مسلمان بحیرۂ قلزم کے دونوں کناروں پر بھی قابض ہو سکتے تھے۔

ساتھ ہی ایک دفاع یا حفظِ ماتقدم کا پہلو بھی ہے۔ اگر مصر اور بحیرہ قلزم کے مغربی کنارہ پر قبضہ نہ کیا جاتا تو مسلمانوں کے مرکز مدینہ شریف اور خانہ کعبہ کے خلاف کسی وقت بھی افریقہ یا مصر سے کوئی بحری فوج بھیجی جا سکتی تھی۔ جدہ کی طرف سے تو کافی خطرات موجود تھے اور حضور پاکؐ کے زمانے میں کچھ شرپسند جدہ میں اکٹھے بھی ہو گئے تھے اور نویں ہجری میں حضور پاکؐ نے ایک مہم[1] ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے جدہ بھیجی تھی۔

جناب فاروق اعظمؓ کی مصر کے بارے میں پالیسی

جناب فاروق اعظمؓ جب بیت المقدس تشریف لے گئے، تو انہوں نے مصر کے سلسلے میں جناب عمروؓ بن عاص کے ساتھ مشورہ کیا، کہ مصر کی طرف سے رومیوں کے خطرات کے ساتھ کیسے نپٹا جائے۔ جناب عمروؓ بن عاص نے صلاح دی کہ مصر کو جلد سے جلد فتح کیا جائے۔ یہ معمولی بات ہے اور بڑی تھوڑی فوج کے ساتھ مصر فتح کیا جا سکتا ہے۔ جناب فاروقؓ نے جناب عمروؓ کو بتایا کہ اس سلسلے میں وہ مدینہ شریف میں مجلس مشاورت کے ساتھ صلاح کر کے کوئی فیصلہ کریں گے۔ لیکن اس زمانے میں ابھی شام و فلسطین کے ساحل پر قساریہ اور بیروت وغیرہ بھی فتح نہ ہوئے تھے۔ اس لئے بیت المقدس کی فتح کے بعد پہلے شام کے ساحل پر بندرگاہوں کی طرف زیادہ توجہ دی گئی کیونکہ اس کی ضرورت بھی تھی قساریہ کے محاصرہ نے یہ ظاہر کر دیا، کہ جب تک مصر فتح نہیں کیا جاتا بلکہ سمندر میں آگے بڑھ کر قبرص (CYPRUS) وغیرہ کے جزیرے بھی فتح نہیں کئے جاتے، اس وقت تک شام و فلسطین کے ساحل پر رومی حملے کرتے رہیں گے حضرت عمرؓ نے شام کے علاقے کے کم از کم تین اور کچھ روایات کے مطابق

[1] جلال مصطفےٰ صفحہ ۳۳۴۔

Marfat.com

چار سفر کئے اور ہر دفعہ جابیہ تک تشریف لے آئے۔ اور ہم اس کا ذکر حصہ دوم میں کر چکے ہیں۔ ملک شام میں اس زمانے میں بڑے واقعات ہوئے۔ مسلمانوں نے جزیرہ، شمالی شام اور ساحلی علاقوں کو فتح کیا۔ پھر طاعون کی وبا بھی پھیلی، جس سے مسلمانوں کے کئی سپہ سالار یکے بعد دیگرے طاعون کا شکار ہو گئے۔ ان میں جناب ابوعبیدہؓ۔ آپ کے چچیرے بھائی اور خالہ زاد بھائی عیاضؓ بن غنم۔ عظیم صحابی اور اسلام کے عالم جناب معاذؓ بن جبل۔ کاتب وحی اور عظیم صحابی جناب شرجیلؓ بن حسنہ اور جناب معاویہؓ کے بڑے بھائی جناب یزیدؓ بن ابوسفیانؓ شامل ہیں۔ اس لئے شام کی امارت بھی جناب عمروؓ بن عاص کے پاس چلی گئی جنہوں نے پہاڑوں میں جا کر لشکروں کو وبا سے بچا لیا۔ بہرحال ان واقعات کی وجہ سے مصر کی فتوحات میں دیر لگ گئی۔

روایت ہے کہ جناب عمر فاروقؓ جب آخری دفعہ شام تشریف لائے تو جناب عمروؓ بن عاص ہی سپہ سالار تھے اور دونوں کے درمیان مصر کو فتح کرنے کی حکمت عملی کے بارے میں فیصلہ ہوا، اور اس کے بعد شام کی امارت جناب معاویہؓ کے سپرد کر کے جناب عمروؓ بن عاص مصر کی فتح کی تیاری کرنے لگ گئے۔ جناب عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ وہ مدینہ پہنچ کر پورے احکام جاری کریں گے۔

جناب فاروقؓ کی مدینہ میں مشاورت

چنانچہ روایت ہے کہ جناب فاروقؓ نے مصر کی فتح کے سلسلے میں مدینہ شریف میں اپنی مجلس مشاورتؓ سے صلاح کی کہ اب مسلمان ایک نئے براعظم میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ جناب فاروق اعظمؓ نے جناب علی مرتضیؓ اور جناب زبیرؓ بن عوام سے الگ خاص طور پر مشورہ کیا۔ دونوں عظیم صحابہ کرامؓ نے مصر کی فتح کی ضرورت کے حق میں رائے دی۔ لیکن جناب فاروقؓ دل سے کچھ اس طرح چاہتے تھے کہ جناب زبیرؓ بن عوام مصر کی سپہ سالاری بھی قبول فرمائیں اور انہوں نے جناب زبیرؓ کو یہ پیشکش کر دی۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ جناب فاروقؓ یہ چاہتے تھے کہ جس طرح ایران اور شام کی سپہ سالاری عشرہ مبشرہ سے جناب سعدؓ اور جناب ابوعبیدہؓ نے کی، اسی طرح مصر کی سپہ سالاری جناب زبیرؓ کریں۔ ایک اور نکتہ یہ تھا کہ شام میں لشکر کی تعداد بہت کم ہو چکی تھی۔ طاعون کی وبا کے علاوہ سرحدوں پر کافی زیادہ افواج الجھی ہوئی تھیں۔ ان حالات میں مصر کی فتح کے لئے مجاہدین کو بھی مدینہ

Marfat.com

شریف اور ممالک عرب سے جانا تھا۔

جناب زبیرؓ کا جواب

جناب زبیرؓ نے کہا "اے امیرالمومنین! بخدا مجھے امارت کی بجائے، جنگ میں ویسے شرکت میں زیادہ سرور محسوس ہوتا ہے۔ شام کی جنگوں میں، میں یرموک کے بعد حمص سے بھی آگے تک گیا اور جہاد میں مصروف رہا۔ لیکن اب وہاں جہاد میں کچھ جمود آ گیا ہے۔ اس لئے واپس آ گیا ہوں۔ اب مصر کے جہاد میں شرکت کے لئے تیار ہوں اور عمروؓ بن عاص کے ماتحت کسی جگہ بھی مجاہدین کے ساتھ جنگ میں شرکت کر سکتا ہوں" چنانچہ خلیفۂ دوم نے جناب زبیرؓ کو مجاہدین اکٹھے کرنے کا حکم دیا۔ اور عمروؓ بن عاص نے سکندریہ دیکھا ہوا تھا اور ان کی نظر بھی سکندریہ پر تھی۔ لیکن جناب فاروقؓ نے حکم دیا کہ لشکر صرف پانچ ہزار کا ہوگا اور ساتھ سواری کے لئے اتنے اونٹ اور گھوڑے ہوں کہ یہ لشکر متحرک رہ سکے اور آپ اپنے آپ کو کسی بڑی جنگ میں نہ الجھائیں۔ دریائے نیل کے مشرق ہی کی طرف رہیں۔ زیادہ تر حربی مظاہرے کئے جائیں اور کمک کا انتظار کیا جائے۔ مدینہ سے جناب زبیرؓ بن عوام مصر کی فتح کے لئے ایک بڑا لشکر تیار کر رہے تھے۔

خلیفہ دوم کی حکمت عملی

جناب فاروق اعظمؓ کو معلوم تھا کہ مصر کو فتح کرنے کے بعد اسلامی سلطنت کو بہت زیادہ وسعت مل جائے گی۔ اور اتنے علاقوں اور ممالک پر قبضہ قائم رکھنے کے لئے ان علاقوں میں اعلیٰ پایہ کی سول حکومت اور نظام کی بھی ضرورت ہوگی بلکہ مدینہ شریف اور باقی عرب علاقوں کے تمام مسلمانوں کو ایک نظام میں باندھنے کی ضرورت ہوگی تاکہ کسی بھی مسلمان کو کسی وقت اس کی قابلیت کے لحاظ سے کسی مفتوحہ ملک میں کسی کام کے لئے بھیجا جا سکے۔ حضور پاکؐ کے زمانے میں اس طریق کار پر عمل شروع ہو چکا تھا۔ لیکن اس زمانے میں آمَنّا وصَدَّقنا کے تحت لوگ ہر کام کے لئے جلد تیار ہو جاتے تھے۔ جناب صدیق اکبرؓ کے زمانے میں بھی یہ روایات جاری رہیں۔ لیکن آخر لوگوں کی کچھ ترجیحات ہوتی ہیں کہ وہ کیا کرنا چاہیں گے اور کس علاقے میں جانا چاہیں گے اور اس پہلو پر حصہ اول اور

Marfat.com

حصہ دوم دونوں میں سیر حاصل تبصرہ کیا جا چکا ہے۔

حضرت عمرؓ نے لوگوں کو ایک نظام میں باندھنے کے لئے ضابطوں کے ساتھ پوری قوم کو اللہ کی فوج بنانا تھا تاکہ کسی بھی کو کسی وقت ضرورت کی جگہ پر بھیجا جا سکے۔ اس لئے آپؓ نے رائے شماری کرائی اور وظیفے مقرر کئے تاکہ اس کام میں آسانی ہو۔ اہل یورپ اس زمانے میں ایسی باتیں پڑھ کر حیران ہوتے ہیں کہ اس زمانے میں جب لکھنے کے لئے کوئی کاغذ نہ ملتا تھا۔ مالیات اور رائے شماری کا بامقصد حساب کتاب جاری کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ لیکن اس سب نظام میں بنیادی باتیں یہ تھیں کہ مسلمان حد سے زیادہ دیانت دار تھے اور اطاعت امیر کے جذبہ سے سرشار تھے۔ ان کی زبان کی وقعت کاغذ کے پرزہ سے زیادہ تھی۔ گو حضور پاکؐ فرما گئے تھے کہ بہتر ہوتا ہے کہ یاد رکھنے کے لئے لکھ لیا جائے۔ چنانچہ یہ سویلین نظام فتوحات کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا کام دیتا تھا۔ لیکن ہم اس سے زیادہ اس کی تفصیل میں نہ جائیں گے اور صرف اتنا کہنے پر اکتفا کریں گے کہ دینِ فطرت کے لحاظ سے ہر مسلمان اللہ کا سپاہی ہے اور اس کو قومی ربط و ضبط میں باندھ کر قومی ضرورت کے مطابق استعمال کیا جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(سورۃ آل عمران ۱۹۹)

اے ایمان والو صبر کرو اور باہم مصابرہ کرو اور باہمی رابطہ رکھو (یعنی ایک دوسرے کے ساتھ بندھے رہو) اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔

جناب فاروقؓ یہ بھی جانتے تھے کہ مسلمان اللہ کے ساتھ عہد کر چکے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالٰے کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پھیلانا ہے۔ لیکن ایسا کرنے کے لئے کسی ترتیب اور نظام کی ضرورت تھی۔

سرزمین مصر کا فوجی تجزیہ

حضرت عمرؓ کو معلوم تھا کہ سرزمین مصر میں طاقت کی کشش کا مرکز سکندریہ تھا جہاں مقوقس رہتا تھا اور جس کا مختصر ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ نقشہ اول میں سکندریہ کے محل وقوع اور مصر کے مدینہ شریف کے ساتھ جغرافیائی رابطہ کو بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ ساتھ ہی مصر اور فلسطین کی سرحد بھی اس

Marfat.com

نقشہ میں موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ سکندریہ پر سمندر سے کسی بحری بیڑہ سے حملہ کیا جاتا کیوں کہ فلسطین سے آگے بڑھ کر ڈیلٹا کے راستے سکندریہ کو فتح کرنا ناممکن تھا۔ ایسا کرنے کے لئے درجن سے زیادہ چھوٹے چھوٹے دریا عبور کرنا پڑتے اور ڈیلٹا کی دلدل میں مسلمان مجاہدین پھنس کر رہ جاتے مسلمانوں کے پاس کوئی بحری طاقت بھی نہ تھی کہ وہ سمندر کے راستے سکندریہ پر حملہ کر سکتے۔

سکندریہ کی اہمیت

دارالحکومت ہونے کے علاوہ سکندریہ ایک بہت بڑی بندرگاہ بھی تھا۔ گو سکندریہ کے نزدیک ایک پرانا شہر فوقی بندرگاہ کے طور پر موجود تھا لیکن موجودہ سکندریا ار جیسا اس زمانے میں تھا شہر سکندر یونانی نے آباد کیا یا اس کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کی تفصیل میں ہم اگلے باب میں جائیں گے۔ یہاں پر اتنا کہنا کافی ہوگا کہ اس شہر میں مختلف قوموں کے لوگ آباد تھے اور یہ شہر جیسا کہ نقشہ اول اور دوم سے ظاہر ہے۔ ایسی جگہ پر ہے جہاں دریائے نیل کے ڈیلٹا کا سب سے مغربی معاون سمندر میں گرتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک جھیل بھی ہے۔ اور اس زمانے میں بھی یہ شہر مصر کے تمام زرخیز علاقوں کے ساتھ دریائی اور خشکی والے راستوں سے اس طرح ملا ہوا تھا، کہ مصر کی ساری دولت وہاں پہنچ جاتی تھی۔ چنانچہ سکندریہ کی اہمیت اہل روم یا غیروں کے لئے تو بہت زیادہ تھی لیکن اگر کسی طرح سے سکندریہ کا رابطہ مصر کے زرخیز علاقوں یا مصر کے دل سے کاٹ دیا جاتا، تو پھر سکندریہ خالی بندرگاہ ہی رہ جاتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کے نقطۂ نگاہ سے سکندریہ کی نسبت مصر کے درمیانی شہروں مصر، باب الیون، جیزہ، اور منف کی بہت زیادہ اہمیت تھی۔ اور ہم ان شہروں کو مصر کا دل کہیں گے۔

مصر کا دل

نقشہ دوم کا غور سے مطالعہ کرنے کے بعد چند مشہور شہر نظر آتے ہیں جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ یہ تمام کے تمام بڑے تاریخی شہر ہیں۔ اور موجودہ قاہرہ بھی اسی جگہ ہے۔ ان شہروں کی تاریخی پہلو سے بھی واقفیت ضروری ہے۔ سب سے پہلے عین شمس کا شہر نظر آتا ہے۔ اس کو اہل یورپ ھیلو-پولس کہتے ہیں یہ شہر ان لوگوں نے آباد کیا تھا جنہوں نے ام المومنین حضرت ہاجرہؑ کے شاہی خاندان کو شکست دی تھی اور مصر کی حکومت کے لئے انہوں نے اس شہر کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ آگے باب الیون

Marfat.com

کا شہر نظر آتا ہے جس کو اہل یورپ بابل کہتے ہیں۔ اور یہ نام اہل یورپ نے سلطنتِ روم کے زمانے سے اس شہر کو دیا ہوا ہے۔ بابل یا بابل کی تہذیب کا تعلق ملک عراق سے ہے لیکن یورپین مورخ کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں بابل کے علاقہ سے قیدی وہاں رہے تو جگہ کا نام بابل پڑ گیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ بخت نصر کو اس جگہ اور بابل میں کچھ مشابہت نظر آئی تو اس نے اس کا نام بابل رکھا لیکن ہم اپنی کتاب میں اس کو اسلامی نام باب الیون سے ہی موسوم رکھیں گے۔ البتہ سب سے زیادہ اہمیت شہر مصر کو ہے، جس کی وجہ سے پورے ملک کو بھی مصر کہتے ہیں۔ اس جگہ مسلمانوں نے فسطاط کی چھاؤنی آباد کی۔ اور کئی سو سال بعد مسلمانوں نے موجودہ قاہرہ کے شہر کی بنیاد رکھی۔ یہی جگہ مصر کا دل ہے اور اس کی وجہ تسمیہ کچھ اس طرح ہے۔

مصر کی وجہ تسمیہ

روایت ہے کہ حضرت نوحؑ کے تین بیٹے تھے۔ سام، حام اور یافث۔ سام بہت خوش قسمت تھے اور انہی کی اولاد سے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ اور یہ چیز پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ ہمارے آقا حضور پاکؐ، اور باقی بڑے بڑے پیغمبر یعنی حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسےؑ، حضرت عیسےؑ سب حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں۔ حضرت نوحؑ، اپنے بیٹے حام کو بھی کچھ عطا کرنا چاہتے تھے اور ان کو کئی دفعہ پکارا۔ لیکن وہ بہت سست مزاج تھے اور بیٹھے رہتے تھے البتہ ان کے پوتے مصر بن بسر نے جب اپنے پردادا جناب نوحؑ کی آواز سنی تو لبیک کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت نوحؑ نے ان کے لئے دعا کی تو وہی ملکِ مصر کے قائد ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ملک مصر کو زرخیزی اور ان کے نام سے موسوم کر دیا۔ آگے جو منف شہر کا ذکر اکثر آئے گا اس شہر کی بنیاد بھی جناب مصر نے رکھی۔

دریائے نیل کا مغربی کنارہ

منف کو چھوڑ کر باقی تمام شہر جن کا اب تک ذکر ہو چکا ہے وہ دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر ہیں۔ منف مغربی کنارہ پر ہے۔ حضرت یوسفؑ اسی شہر میں عزیزِ مصر کے وزیر اعظم تھے کہ اس زمانے میں یہی دار الخلافہ تھا۔ روایت ہے کہ حضرت یوسفؑ کے ستر رشتہ دار یہاں آ کر آباد ہوئے۔ اور حضرت موسےؑ کے زمانے میں اس خاندان کی جس کو بنی اسرائیل کہتے ہیں، تعداد چھ لاکھ کے قریب تھی۔ اور ان کو حضرت

Marfat.com

موسیٰؑ فلسطین لے گئے۔ ویسے یہ روایت بھی ہے کہ حضرت یوسفؑ پہلے عین شمس میں آئے۔ عین شمس پرانے مصر کے فرعونوں کی عبادت گاہ بھی تھی کہ وہاں پر سورج کی پرستش ہوتی تھی۔

منف کے نیچے نقشہ دوم میں فیوم کا شہر ہے۔ روایت ہے کہ یہ شہر حضرت یوسفؑ نے بسایا۔ ویسے یہاں پر دریائے نیل میں کئی جزیرے بھی ہیں اور خاص کر ایک جزیرہ روضہ کا ذکر آگے کثرت سے آئے گا۔ اور ایک پایاب یعنی دریا کو عبور کرنے والی مشہور جگہ بھی ہے جس کو ام ذنین کہتے ہیں۔ یہ تھے وہ متعلقات جو مسلمانوں کی حکمت عملی کے طور پر ان کے لئے زیادہ اہم تھے۔ لیکن ساتھ ہی ان مقامات کے ساتھ چونکہ ہمارا تاریخی رشتہ بھی حق کے فلسفہ کی وجہ سے ہے، اس لئے ایسی تاریخ کا ذکر ضروری تھا۔

مصر کے سیاسی حالات

مصر میں قدیم زمانے سے مختلف قوموں کے لوگ آباد رہے ہیں۔ جن میں بربر، یونانی، رومی (یعنی اطالیہ کے رہنے والے) نوبین یعنی سوڈانی یا حبشی زیادہ مشہور ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ تعداد قبطی لوگوں کی تھی جن کو قبط بھی کہا جاتا تھا۔ مصر میں حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی آمد اور ام المومنین حضرت ہاجرہؓ کا مصری ہونے وغیرہ کا ذکر آچکا ہے۔ حضرت یوسفؑ کی آمد، فرعون مصر اور حضرت موسیٰؑ کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ یہاں اتنا مزید کہا جاتا ہے کہ جوانی کے زمانے میں حضرت عیسیٰؑ بھی اپنی والدہ محترمہ حضرت مریمؑ کے ساتھ مصر میں تشریف لے گئے تھے اور انہوں نے بھی چند دن بابلیون میں گزارے۔ لیکن لوگوں نے عیسائی مذہب پہلی صدی عیسوی کے آخری ایام میں اختیار کیا۔ پھر بھی کافی لوگ بے دین تھے۔ اہل روم نے البتہ عیسائیت کو سرکاری طور پر چوتھی صدی عیسوی میں اختیار کیا۔ جب ان کے بادشاہ قسطنطین نے اپنا دارالخلافہ روم سے قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) میں تبدیل کیا۔

مصر کے عیسائی یا قبطی عیسائی، قدیم عیسائی تھے اور ان کے فلسفہ میں غیروں کے کچھ زیادہ اثرات نہ تھے۔ حضور پاکؐ نے بھی قبطی عیسائیوں کے لئے اچھے الفاظ فرمائے اور حکم دیا تھا کہ جب مصر کو فتح کرنا

ملے ان کا مکمل ذکر چوتھے باب میں آئے گا۔

Marfat.com

تو قبطی عیسائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا کہ وہ ہمارے رشتہ دار ہیں۔ یہ رشتہ صرف اُمّ المومنین حضرت ہاجرہؓ اور ماریہ قبطیہؓ کی رنبہ سے نہ تھا بلکہ حضرت یوسفؑ نے بھی ایک قبطی شہزادی سے شادی کی تھی۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور پاکؐ نے فرمایا کہ قبطی مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد بھی کریں گے۔

روم یعنی مصر کے حاکم عیسائیوں اور قبطی عیسائیوں کے عقیدوں میں کافی فرق تھا۔ جس کی تفصیل میں جاکر ہم کسی کے عقیدے کو ٹھیس پہنچانا پسند نہ کریں گے لیکن اتنا کہیں گے کہ یہ اختلافات اس بات پر تھے کہ کیا حضرت عیسےٰؑ انسان تھے یا خداوند یسوع مسیح۔ یا انسان بھی تھے اور خدا بھی تھے۔ اسی طرح حضرت مریمؑ کے سلسلہ میں بھی سخت اختلافات تھے۔ بلکہ ایک دوسرے کے خلاف تبرّے کیے جاتے تھے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ہرقل کو جب ایرانیوں کے خلاف فتح نصیب ہوئی تو اس نے تمام عیسائیوں میں وحدت پیدا کرنے کی کوشش بھی کی۔ وہ خود اور ارباب حکومت یونانی گرجا والے عیسائی تھے، اور قبطی عیسائی کہتے تھے کہ ان لوگوں نے مذہب کو تماشہ بنا دیا ہے اور وہ ہر قسم کے افسانوں اور بے تکی باتوں کو مذہب میں لے آتے ہیں۔ عیسائیوں کے موجودہ گروہ یعنی رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ بھی یونانی گرجا کی شاخ ہیں۔ البتہ پروٹسٹنٹ میں کچھ "بدعتیں" اور چرچ آف انگلینڈ بین بین ہے۔

ہرقل نے مصر کی حکومت ایک پادری کے سپرد کر دی جس کو اہل یورپ سائرس اور مسلمان مقوقس کہتے ہیں اور وہ سکندریہ میں رہتا تھا۔ تمام مورخین کا کہنا ہے کہ وہ آرمینیا کے رہنے والا تھا اور یونانی گرجا کا پیرو تھا، اور ہرقل نے اس کو حکم دیا کہ وہ عیسائیوں کو ایک گرجا یا ایک عقیدہ کے تحت متحد کر دے۔ اس نے یہ کام سختی سے شروع کیا اور قبطی عیسائیوں کے بڑے بڑے پادریوں کو قتل بھی کر دیا جن میں سکندریہ کے بڑے پادری بنجمین کا بھائی مناس بھی شامل تھا۔ بنجمین خود ریگستان میں بھاگ گیا لیکن اپنے پادریوں کو حکم دے گیا کہ ان کے لئے رومی عیسائیوں کی نسبت آنے والے مسلمان بدرجہا بہتر ہیں اور ان کی مدد کرنا۔ اس طرح ہمارے آقا حضور پاک محمد مصطفےٰؐ کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ اور یہ تھے مصر کے سیاسی اور اندرونی حالات جس زمانے میں مسلمان صرف اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا نام بلند کرنے کے لئے پر تول رہے تھے۔

Marfat.com

مسلمانوں کی تجویز

اپنی حکمت عملی پر عملدرآمد کے لئے مسلمانوں کی تجویز یہ تھی کہ جناب عمروؓ بن عاص شام سے پیشقدمی کریں اور آرنش کے راستے پہلے فرما[ع۱] تک آئیں۔ اور پھر جنوب میں مصر اور باب الیون کے علاقوں میں حربی مظاہرے کریں۔ اسی دوران جناب زبیرؓ بن عوام ایک بڑا لشکر لے کر ایلہ (عقابہ) کے راستے پیش قدمی کریں۔ یعنی باب الیون اور منف وغیرہ پر۔ اور سکندریہ تب فتح کیا جائے جب اس کام کے لئے تیاری مکمل ہو جائے۔ اس تجویز کا بڑا فائدہ یہ تھا کہ مصر کے دل پر قبضہ ہو جانے کے بعد سکندریہ میں رومی حکومت ڈیلٹا کے علاقوں میں سے اور مصر کے زرخیز علاقوں کی پیداوار سے محروم ہو بیٹھتی تھی وہ بحری جہاز جو سکندریہ اس لئے آتے تھے کہ وہاں سے مصر کا غلہ، اور کپاس یورپ لے جاتے تھے ان کی تجارت بھی ختم ہو جاتی تھی۔ چنانچہ مسلمانوں کی پیش قدمی کی تجویز کو نقشہ دوم پر دکھایا گیا ہے۔

پیش قدمی کا راستہ

نقشہ دوم پر حضرت عمروؓ بن عاص کی مصر کے دل کی طرف پیش قدمی کا جو راستہ دکھایا گیا ہے وہ پرانی عسکری تاریخی روایات کے مطابق تھا۔ سکندر یونانی نے بھی یہی راستہ اختیار کیا تھا اور مصر کے دل پر قبضہ کر کے پھر شمال کی طرف مڑا اور سکندریہ کا شہر آباد کیا۔ ایرانیوں نے چند سال پہلے مصر پر قبضہ کے لئے یہی راستہ استعمال کیا تھا۔ ویسے اس راستے کے ساتھ ہمارے روحانی تعلقات بھی ہیں کہ ہمارے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ نے جب مصر کا سفر کیا تو یہی راستہ استعمال کیا۔ بلکہ حضرت یوسفؑ کو فروخت کرنے والے سوداگروں نے بھی یہی راستہ استعمال کیا اور بعد میں آپ کے بھائیوں اور سارے خاندان نے بھی یہی راستہ استعمال کیا۔

روایت ہے کہ جناب عمروؓ بن عاص نے دس ذوالحجہ اٹھارہ ہجری میں فلسطین کی سرحد کو پار کیا اور اس دن گیارہ یا بارہ دسمبر سن ۶۳۹ عیسوی تھا۔ اس وجہ سے چند مورخین نے مصر کی فتح اٹھارہ ہجری میں

ع۱ فرما کو اہل یورپ پلاسیم کہتے ہیں۔

Marfat.com

صفحہ ۱۶-ا

نقشۂ اوّل۔ جناب فاروق اعظمؓ کی مصر کی فتح کی حکمت

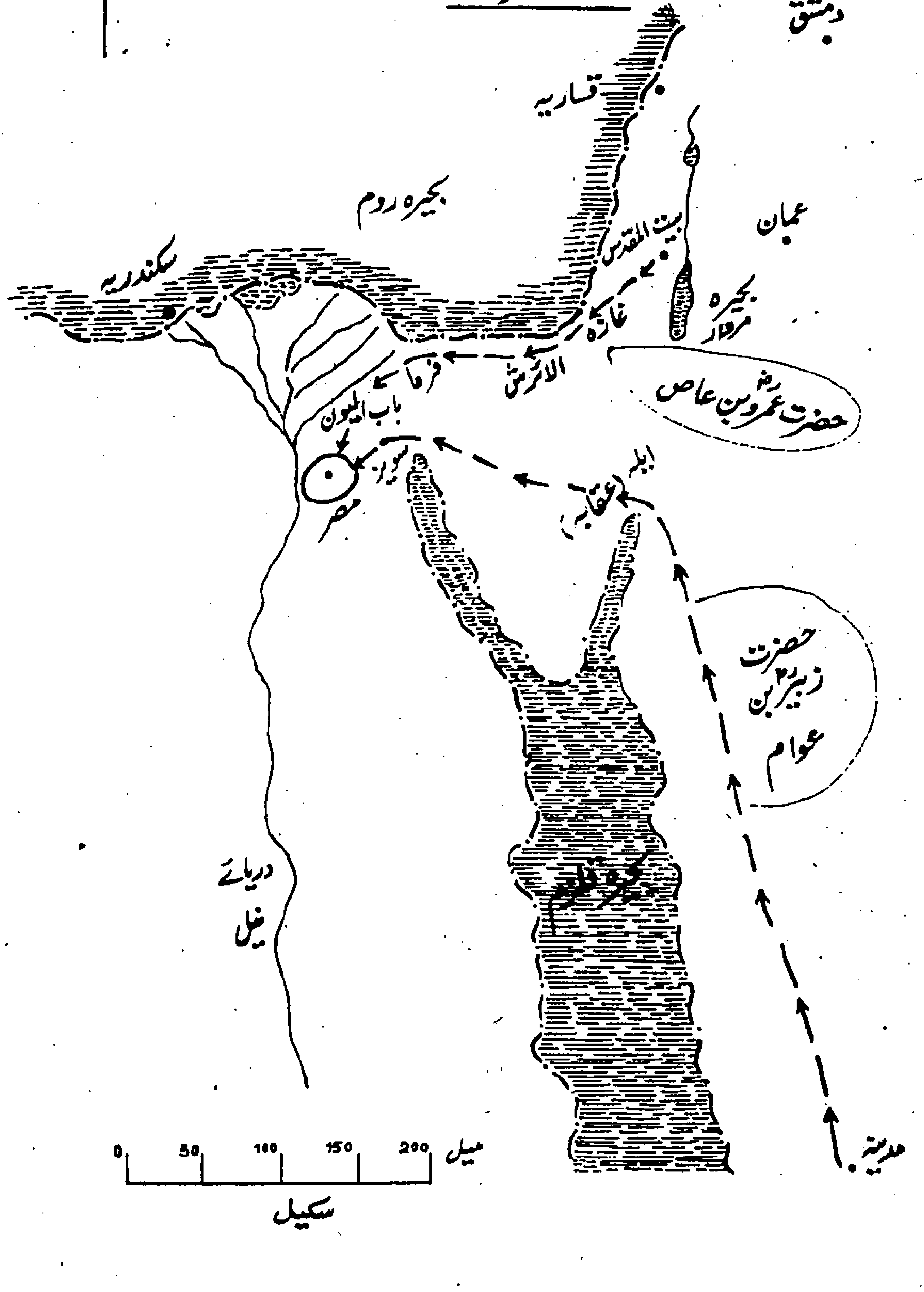

Marfat.com

لکھ دی۔ کچھ نے وہ تاریخ لکھی جس دن شہر مصر فتح ہوا اور کچھ نے وہ تاریخ جب سکندریہ فتح ہوا۔ بلکہ بعض نے مصر کی فتح کو ۲۴ ہجری میں بتایا جب سکندریہ دوسری دفعہ فتح ہوا۔ آگے کئی لوگوں نے ان تاریخوں کو اختلاف کی صورت میں پیش کر دیا لیکن یہاں کوئی اختلاف نہیں۔ اس زمانے میں سن ہجری کا تعین ہو چکا تھا اور ہم ہر واقعہ کے ساتھ اس کی تاریخ بھی لکھ دیں گے۔

مورخین کی ایک عجیب و غریب روایت

کچھ مورخین نے فتوحاتِ مصر کے سلسلہ میں ایک عجیب و غریب روایات لکھی ہے کہ عمروؓ بن عاص کو مصر میں پیش قدمی کی اجازت دینے کے بعد جناب فاروقؓ نے جناب عثمانؓ سے اس کا ذکر کیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ عمروؓ بن عاص خود مختار امیر بننا چاہتا ہے اور اس کی بڑی خواہشات ہیں۔ اور ان خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ کسی حفاظتی اقدام کا خیال نہ کرے گا۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو انہوں نے ایک تیز رفتار قاصد، عقبہؓ کے ہاتھ جناب عمروؓ بن عاص کو چٹھی لکھ کر روانہ کی کہ اگر مصر کی سرحد میں داخل نہیں ہوئے تو مت داخل ہو اور یہ فوج کشی نہ ہوگی۔ لیکن اگر داخل ہو چکے ہو تو پھر اللہ تعالےٰ کا نام لے کر آگے بڑھتے جاؤ۔ جناب عمروؓ کوچ میں تھے اور گو قاصد راستے میں مل گیا لیکن چٹھی پڑاؤ پر پہنچنے کے بعد کھولی۔ یہ پڑاؤ مصر کی سرحد میں تھا اس نے فوج کشی کی گئی۔

تبصرہ

یہ روایت اتنی نامکمل یا مہمل ہے کہ اس پر تبصرہ ضروری ہے۔ اول تو عمروؓ بن عاص کے بارے میں ہم ہر کتاب میں کافی کچھ لکھ چکے ہیں اور کسی نے کبھی ان کی تدبر پر شک نہیں کیا اور وہ ہر کام میں قدم پھونک پھونک کر رکھتے تھے۔ اس لئے حضرت عثمانؓ کبھی ایسا تبصرہ نہ کرتے کہ جناب عمروؓ بن عاص حفاظت کا بھی خیال نہ کریں گے۔ دوم حضرت عمرؓ نے پہلے سب مشیروں سے مشورہ کر لیا تھا اور اجازت دینے کے بعد حضرت عثمانؓ کے ساتھ الگ مشورہ کرنا مہمل نظر آتا ہے۔ پھر مصر کا ملک بھی قیصر روم کی سلطنت کا حصہ تھا۔ اور مصر کے اندر داخل ہونے یا چند میل ادھر ادھر ہونے سے کوئی نئی جنگ تو نہ چھڑ رہی تھی۔ اہل روم کے ساتھ تو جنگِ موتہ کے وقت سے جنگ جاری تھی۔

Marfat.com

اس کے علاوہ عام طور پر مورخین ایسی حالتوں میں خط کا متن نقل کرتے ہیں اور یہاں صرف خط کے مضمون کا ذکر ہے۔ اس لئے الفاظ پر شک ہو سکتا ہے۔ دراصل ایسی مثال، کسی نے جناب عمروؓ بن عاص کی ہوشیاری یا تدبر کو، بیان کرتے وقت پیش کر دی کہ مصر کی فوج کشی اور فتح سب کچھ انہی کی تجویز کے تحت تھا ورنہ خلیفۂ وقت نے توان کو آخری وقت تک روکنے کی کوشش کی۔ اور ہمارے سامنے پہلے بھی ایسی روایات آئی ہیں، کہ جناب فاروقؓ کو جناب عمروؓ بن عاص نے اس طرف مائل کیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہا جاتا ہے کہ جناب مثنیٰؓ نے جناب صدیق اکبرؓ کو عراق کی فتح کی طرف مائل کیا۔ لیکن ہمارے لحاظ سے یہ سب مشورے تھے۔

ایک مبصر کی حاشیہ آرائی

اس جائزہ کے بعد ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ یہ ایک بے معنی روایت ہے۔ لیکن اس زمانے کے ایک مبصر نے اس روایت کے بل بوتے پر اپنی مصر کی فتوحات کی کتاب میں ایک پورا باب لکھ ڈالا ہے۔ جس کا عنوان ہی تبدیل "یا" نارضامند خلیفہ" ہے یعنی انگریزی کے لفظ RELUCTANT-CALIPH استعمال کئے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت عمرؓ مصمم ارادہ نہ رکھتے تھے۔ اور فیصلہ کر لینے کے بعد بھی تذبذب کا شکار رہتے تھے۔ اس لئے اس واقعہ کا مزید جائزہ پیش سر کے حالات کی مزید گہرائی میں جانے کی ضرورت ہے۔

دراصل بات یہ تھی کہ حضرت عمروؓ بن عاص کا لشکر تو ایک جیش المقدم اور متحرک دستہ تھا۔ اصل لشکر جناب زبیرؓ بن عوام کا تھا جس نے مدینہ شریف سے آنا تھا۔ حکمت عملی کے تحت مصر کو فتح کرنے کا وقت آگیا تھا۔ اور اب زماں و مکاں کے معاملہ کے رابطے جوڑنے تھے کہ دونوں لشکر کس وقت اور کس جگہ مل کر کارروائی شروع کریں۔ نقشہ اول اور نقشہ دوم کا مطالعہ ظاہر کرے گا کہ یہ دونوں لشکر جا کر مصر کے دل میں اکٹھے ہوئے۔ بلکہ زماں کے لحاظ حضرت عمروؓ بن عاص کافی عرصہ متحرک کارروائیاں کرتے رہے تو جناب زبیرؓ کا لشکر کافی عرصہ بعد میں جا کر پہنچا۔ تو یہ بالکل ممکن ہے کہ خلیفہ دوم نے جناب عمروؓ بن عاص کی طرف کوئی قاصد بھیجا ہو کہ اگر مصر کی سرحد میں داخل نہیں ہوئے ہو اور دشمن کے ساتھ کوئی ٹکراؤ نہیں ہوا تو جناب زبیرؓ کا انتظار کر لو۔ لیکن اگر ملک مصر میں داخل ہو چکے تو پھر محدود جارحانہ اور تحرکانہ

Marfat.com

کارروائیاں جاری رکھو اور جناب زبیرؓ کی کمک کا انتظار کرو۔ یہ سب کچھ جناب فاروقؓ کی حکمت عملی کی اعلےٰ اسٹرح کے تحت آتا ہے۔ اور اس میں نہ "بے دلی" ہے اور نہ "نارضامندی"۔

جناب زبیرؓ بن عوام کی کمک

نقشہ اول اور نقشہ دوم دونوں پر جناب زبیرؓ کی کمک کے پیش قدمی والے راستہ اور دونوں لشکر کے باہمی ملاپ کو واضح کردیا گیا ہے۔ جناب زبیرؓ کے لشکر کی نفری کچھ مورخین نے آٹھ ہزار اور کچھ نے بارہ ہزار لکھی ہے۔ جلال الدین سیوطی کا جائزہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے مصر والے تمام لشکر کی تعداد بارہ ہزار سے زیادہ نہ تھی اور چونکہ جناب عمروؓ کے لشکر کی تعداد چار، پانچ ہزار کے قریب تھی اس لئے جناب زبیرؓ کے لشکر کی تعداد آٹھ ہزار سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ یہاں ایرانی "ہزار مرد" کی نقل میں کچھ مورخین اور مبصرین یہ لفاظی بھی کر گئے کہ جناب زبیرؓ از خود، اور آپ کے لشکر میں جناب عبادہؓ بن صامت، جناب مقدادؓ بن الاسود اور جناب خریجہؓ بن خذافہ میں سے ہر ایک ہزار مجاہدین کے برابر تھا۔ بے شک چاروں صحابہ کرامؓ اولین مسلمانوں میں سے ہیں اور جنگِ بدر میں بھی شرکت کی۔ لیکن اسلام کا فلسفہ اجتماعی ہے اور وہ قرآن پاک میں موجود ہے کہ اگر ہو گے ایک سو تو غالب آؤ گے ایک ہزار پر اس لئے ہم مجاہدین کو الگ الگ ناپنے اور تولنے کے اصول کو نہیں مانتے۔ اسی طرح قاصد کے لئے بھی احکام تھے کہ اگر سخت ضرورت ہو تو پیغام پڑاؤ پر دیا جائے۔ اور یہ بالکل ممکن ہے کہ حضرت عمروؓ بن عاص کو پیغام تب ملا ہو جب وہ پڑاؤ پر پہنچے ہوں۔

جناب عمروؓ بن عاص کا کوچ

جناب عمروؓ بن عاص نے کوچ جاری رکھا اور ان کو کوئی خاص مسئلہ پیش نہ آیا۔ اہل روم نے سب کچھ سکندریہ میں رکھا ہوا تھا۔ وہ سکندریہ کو ناقابلِ تسخیر بھی سمجھ رہے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ مسلمان ڈیلٹا سے آگے نہ بڑھ سکیں گے، اور مسلمانوں کے پاس کوئی بحری طاقت بھی نہ تھی کہ سکندریہ پر سمندر کے راستے سے حملہ کر سکیں۔ ان کو اس کی بھی زیادہ امید نہ تھی کہ مسلمان مصر کے دل کی طرف کوئی زیادہ پیش قدمی کریں گے۔ ان کے تمام تر قلعہ جات دریا کے کنارے تھے اور ان کو معلوم تھا کہ مسلمان محاصرہ کو ناپسند کرتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے جناب عمروؓ کے لشکر کی پیش قدمی پر کوئی زیادہ

Marfat.com

توجہ نہ دی۔ انہوں نے اس کو ایک حربی مظاہرہ ہی سمجھا۔ ویسے بھی مسلمان ہلکے پھلکے اور متحرک تھے اور رومیوں کو خیال تھا، کہ اگر کبھی مسلمانوں نے جنوب کا رخ کیا تو محاصرہ توڑ سامان کے بغیر ایسا نہ کریں گے۔

فرما کی جنگ

جناب عمروؓ آرتش سے آگے فرما پہنچے جو ایک بندرگاہ تھی۔ لیکن اس جگہ کی آب و ہوا اتنی اچھی نہ تھی اور اہل روم نے یہاں معمولی سا قلعہ بنایا ہوا تھا۔ جس میں کچھ فوج رہتی تھی۔ اس کی تعداد کے بارے میں مورخین خاموش ہیں۔ مسلمانوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن ان کو کوئی زیادہ جلدی نہ تھی۔ انہیں کمک کا انتظار تھا اور نقشہ اول و دوم سے ظاہر ہوگا کہ مدینہ کا فاصلہ کافی دور تھا اور راستہ وقت تک کمک روانہ بھی نہ ہوئی تھی۔ یہ محرم انیس ہجری کا واقعہ ہے۔ پہلے تو رومی کچھ ڈر گئے تھے کہ شام میں لگاتار شکستیں کھانے کی وجہ سے انہوں نے اندازہ لگایا ہوگا کہ مصر پر بھی یلغار ہونے والا ہے اور عمروؓ بن عاص کی فوج کوئی ہراول دستہ ہے۔ بڑی فوج آنے والی ہوگی۔ اس لئے وہ قلعہ بند ہو گئے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان لشکر کو پیچھے سے کوئی کمک وغیرہ نہیں آئی تو رومی لشکر نے ایک آدھ دفعہ قلعہ سے باہر نکل کر اسلامی لشکر پر دھاوے کئے۔ مسلمان پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ کہ وہ وقت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ رومیوں نے اس کو مسلمانوں کی کمزوری سمجھا اور ایک دفعہ کچھ زیادہ ہی باہر نکل آئے۔ مسلمان موقع کی تاک میں تھے۔ انہوں نے لشکر کے بڑے حصہ کو الجھا رکھا اور کچھ مجاہدین نے آگے بڑھ کر قلعہ کے دروازہ پر قبضہ کر لیا اور مسلمان فرما شہر میں داخل ہو گئے۔ رومی کچھ تو مارے گئے، کچھ قیدی بنے اور زیادہ تر تعداد کشتیوں میں بیٹھ کر سکندریہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

فرما کے قلعہ کی مسماری

مسلمانوں کو فرما کے ساتھ کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ اس کو پکی فوجی چھاؤنی بھی نہ بنانا چاہتے تھے۔ وہ وہاں پر کوئی قلعہ بند فوج بھی نہ رکھنا چاہتے تھے۔ ان کی تجویز کے مطابق ان کے لئے قلزم یا

Marfat.com

سویز کے مقامات زیادہ اہم تھے۔ وہ مدینہ شریف کے ساتھ سیدھا رابطہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ مسلمانوں کے پاس کوئی بحری طاقت نہ تھی اور رومی کسی بھی وقت اس بندرگاہ پر آ کر قبضہ کر سکتے تھے۔ اور قبضہ کرنے کے بعد فرما کے قلعہ کو اپنی حفاظت کے لئے استعمال کر سکتے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں نے فرما کے قلعہ کی تمام دیواریں مسمار کر دیں۔ فوجی حکمت عملی اور تدبیرات کے طور پر اس کارروائی کو آج کل بھی Denial Plan کہتے ہیں کہ جو چیز اپنے استعمال کی نہ ہو اسے ناکارہ کر دو تاکہ دشمن اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔ مسلمانوں نے اس پر جلدی عمل کیا کہ وہ جنوب کی طرف کوچ کر رہے تھے۔ ویسے عام طور پر جنگ کے دوران "ناکارہ تجویز" پر عمل پیرا ہونے کے بڑے اصول اور طریق کار ہیں۔ لیکن ہم ان کی تفصیل میں نہ جائیں گے۔ اور صرف اس پر اکتفا کریں گے کہ اس تجویز کو میدان جنگ سے لیکر بڑے بڑے شہروں تک عملی جامہ پہنانے کے لئے امن کے زمانہ میں بڑی تیاری کی ضرورت ہوتی ہے اور ترجیحات مقرر کی جاتی ہیں کہ کونسا کام کس وقت کیا جائے گا۔ مسلمان اس زمانے میں بھی اس اصول کو بڑی اچھی طرح سے سمجھتے تھے۔

جناب عمروؓ بن عاص کو مدینہ سے کمک ملنے کی امید ربیع الاول کے بعد تھی اور ایسی کمک عین شمس کے قریب ملنے کی امید تھی اور جناب عمروؓ بن عاص نے البتہ مخبروں کو سویز اور قلزم کے علاقے میں بھیج دیا کہ کمک کے آنے کی خبر دیں اور خود "مصر کے دل" کی طرف روانہ ہو گئے۔ پہلی جھڑپ بلبیب کے مقام پر ہوئی جو عین شمس سے شمال کی طرف ہے۔ لیکن آگے جہاں اسلامی لشکر جاتا۔ رومی فوج قلعہ بند ہو جاتی۔ عین شمس۔ باب الیون ہر جگہ رومی قلعہ بند ہونا شروع ہو گئے۔ جناب عمروؓ بن عاص کے متحرک دستوں کے بارے میں دشمن نے یہ اندازہ لگایا جیسے یہ کوئی جیش المقدم ہے اور کوئی بڑا لاؤ لشکر آنے والا ہے۔ اب جناب عمروؓ بن عاص اس پوزیشن میں بھی نہ تھے کہ کسی جگہ کا محاصرہ کر لیتے۔ اس طرح ان کی کم نفری والی بات سامنے آ جاتی۔ صرف باب الیون میں رومی لشکر کی تعداد دس، پندرہ ہزار کے قریب تھی اور اگر جناب عمروؓ بن عاص کسی ایک جگہ تنگ پڑاؤ کر لیتے تو جنگ میں الجھ جاتے۔ اب تک انہوں نے اپنی تمام تر کارروائی کو حرکت کے محور کے گرد رکھا تھا کہ انہوں نے اپنا ارادہ کسی پر ظاہر نہ کیا۔ لیکن مصر کے دل میں پہنچ جانے کے بعد وہ اگر واپس مڑتے تو رومیوں کے حوصلے بڑھ جاتے اور وہ جناب عمروؓ بن عاص کا تعاقب کرتے۔

Marfat.com

نرالی تجویز

چنانچہ جناب عمروؓ بن عاص نے ایک نرالی تجویز اپنائی آپ نے ام الدنین کے مقام پر سے دریائے نیل کو عبور کیا اور منف سے گزر کر اپنی حرکت کو جنوب میں فیوم کے مقام تک جاری رکھا وہاں کے رومی فوجی متحرک مسلمانوں کو دیکھ کر قلعہ بند ہو گئے۔ فیوم کے مقام پہ بھی سخت اور مضبوط قلعہ تھا اور متحرک مسلمان دستوں کو کوئی ایسا چھوٹا قلعہ تو نہ مل سکا جس کو وہ سر کر لیتے۔ لیکن راستے میں جو رومی ملا اس کو تہ تیغ کر دیا۔ غنیمت کا کافی سامان ہاتھ لگا۔ غلہ اور کھانے پینے کی کافی چیزیں میسر آگئیں۔ حربی مظاہرہ کو دیکھ کر رومی سہم گئے۔ لیکن دریائے نیل کے مغرب میں زیادہ دیر ٹھہرنا فوجی حکمت عملی کے لحاظ سے صحیح کارروائی نہ تھی۔ اس لئے جب حرکت اور زیادہ نہ کی جا سکی تو مسلمان واپس مڑے۔ اس ساری کارروائی کو نقشہ دوم میں دکھایا گیا ہے۔

تبصرہ

یہ کارروائی خراب نتائج بھی پیدا کر سکتی تھی۔ اور اگر رومی ہمت کر جاتے اور مغرب کی فوج جناب عمروؓ بن عاص کو دریا کے مغرب میں الجھا لیتی اور مشرق میں جب جناب زبیرؓ پہنچے تو مشرقی قلعوں کی فوج ان کا قلع قمع کر سکتی تھی۔ لیکن ایسا اس فوج کے ساتھ ہو سکتا ہے جو چوکنی نہ ہو اور کسی ایک جگہ پڑاؤ ڈال لے۔ مسلمان متحرک تھے۔ اور وہ دشمن کو ردِ عمل کا موقع نہ دیتے تھے جب جناب عمروؓ بن عاص فیوم پہنچے تو جناب زبیرؓ سویز پہنچ چکے تھے اور پہلے اس سے کہ رومی کوئی ردِ عمل سوچتے جناب عمروؓ بن عاص اور جناب زبیرؓ کے درمیان رابطہ قائم ہو چکا تھا۔ یعنی جناب عمروؓ بن عاص نے دریا کو پار کیا اور جیسا کہ نقشہ دوم پر دکھایا گیا ہے انہوں نے عین شمس کے مشرق میں سویز سے آگے بڑھنے والی جناب زبیرؓ کی کمک کے ساتھ ملاپ قائم کیا اور دونوں لشکر آپس میں مل گئے۔ ہمارے ایک ہمعصر نے مورخین کے بیان سے تمام کارروائی کے تانے بانے کچھ اور طرح سے جوڑے ہیں کہ جناب عمروؓ بن عاص نے دریا کو واپس عبور کر کے باب الیون کا محاصرہ کر لیا اور جب اس میں ناکامی ہوئی تو پھر مدینہ شریف سے کمک طلب کی اور جناب زبیرؓ کا لشکر آیا۔ ہمارے لحاظ سے

١٥٨٣٣٢

Marfat.com

ان کا زمان و مکان کا معاملہ یہاں ٹھیک نہیں تھا اور حکمت عملی کے تحت یہ تجزیہ غلط معلوم ہوتی ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سب کاروائی جناب عمر فاروقؓ کی حکمت عملی کے تحت ہو رہی تھی اور جناب عمروؓ بن عاص اکیلے اپنی پانچ یا چار ہزار کی فوج کے ساتھ مصر کے دل پر کیسے قبضہ کر لیتے جب خود مقوقس پندرہ ہزار کی فوج لے کر باب الیون پہنچ چکا تھا اور کم از کم چار یا پانچ ہزار فوج وہاں پہلے موجود تھی۔ اور ظاہر ہے کچھ رومی لشکر منف اور فیوم کے مقام پر بھی تھے۔ البتہ وہ سب ڈرے بیٹھے تھے۔ لیکن یہ مبصر لکھ دیتے ہیں کہ رومی، عمروؓ بن عاص کے چھوٹے سے لشکر کو دیکھ کر ہنستے تھے کہ وہ چند ہزار نفوس کے ساتھ ان کا محاصرہ کر رہے ہیں۔ ہم اس کو افسانہ کہیں گے۔

عین شمس کی لڑائی

چنانچہ ہمارے لحاظ سے جناب عمروؓ نے جناب زبیرؓ کے لشکر کو اپنی کمانڈ میں لینے کے بعد اہل روم کے ساتھ جو پہلی لڑائی لڑی وہ عین شمس اور باب الیون کے مقامات کے درمیان ایک جگہ لڑی گئی اور نقشہ سوم میں اس جنگ کے دو رستوں کے خاکے بھی موجود ہیں۔ ہمارے یہ مبصر اس جنگ کو بھی باب الیون کی جنگ کا نام دیتے ہیں۔ لیکن باب الیون کا باقاعدہ محاصرہ کرنا پڑا جس کا ذکر بعد میں تفصیل سے آئے گا کہ وہ جگہ بعد میں فتح ہوئی۔ یہ جنگ عین شمس کے نزدیک رجب انیس ہجری میں ہوئی۔ عین شمس ایک شہری آبادی تھی اور وہاں ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ جس پر مسلمانوں کا قبضہ بھی ہو گیا تھا۔ مسلمان عین شمس کے قریب پڑاؤ کئے ہوئے تھے اور رومیوں کی کوئی بیس ہزار کے قریب فوج وہاں سے دس میل دور باب الیون میں ٹھہری ہوئی تھی عین ممکن ہے کہ جناب عمروؓ بن عاص کے فیوم وغیرہ سے واپس آنے کے بعد مقوقس پندرہ ہزار فوج لے آیا اور پہلے وہاں صرف پانچ ہزار فوج ہی ہو اور اسی وجہ سے جناب عمروؓ بن عاص کی دیکھ بھال اور متحرک کاروائیوں میں پہلے تو یونانی مخل نہ ہو سکے لیکن اب جو انہوں نے دیکھا کہ عین شمس کے مقام پر اسلامی لشکر کی تعداد کوئی تیرہ یا چودہ ہزار کے قریب ہے تو انہوں نے اس فوج کا قلع قمع کرنے کے بارے میں سوچا۔ ان کے پاس کوئی بیس ہزار فوج تھی اور مقوقس کے علاوہ اس فوج کا رومی کمانڈر انچیف بھی وہاں موجود تھا۔ اس کا نام تھیوڈرس تھا لیکن مسلمان اس کو منذفور کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ہم منذفوری کہیں گے۔ مگر مسلمان اس کو زہریلا سانپ بھی کہتے تھے۔

Marfat.com

چنانچہ رومیوں نے فیصلہ کیا کہ ایک دن باب الیون سے نکل کر مسلمانوں کے پوزیشن پر حملہ کر دیں۔ باب الیون اور عین شمس کے درمیان فاصلہ تقریباً دس میل تھا لیکن مسلمان عین شمس سے آگے اونچی زمین اور کھلے میدان میں تھے۔ ان کے مشرق کی طرف مقدم کی پہاڑی تھی۔ دوسرے لفظوں میں جب رومی باب الیون سے آگے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کرتے تو رومیوں کے دائیں ہاتھ پر مقدم کی پہاڑی ان کو حفاظت مہیا کرتی اور بائیں ہاتھ پر دریائے نیل اور اس کے کنارے کے باغ۔ اس لئے رومی اپنی تعداد کی وجہ سے بڑے پر امید تھے کہ وہ مسلمانوں کو تہس نہس کر دیں گے۔

مسلمانوں کی تجویز

رومی البتہ قلعہ کے اندر تھے اور باہر کی زمین کو وہ صرف دن کے وقت دیکھ سکتے تھے مسلمانوں نے عین شمس کے شہر پر تو مکمل قبضہ کر لیا لیکن مسلمان باب الیون کا محاصرہ نہ کرنا چاہتے تھے، اس طرح مسلمانوں کی کل بارہ یا چودہ ہزار فوج رومی فوج سے آدھی بھی نہ تھی۔ پھر باب الیون کا محاصرہ صرف تین طرف سے ہو سکتا تھا چوتھی طرف دریا تھا۔ مسلمان یہ چاہتے تھے کہ ان کی کم تعداد دیکھ کر کس طرح رومی قلعہ سے باہر نکل کر ان پر حملہ آور ہوں۔ اور پھر مسلمان ان کے گرد گھیرا ڈال کر انہیں ختم کر دیں گے۔ کچھ مبصرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ رومی اکثر باہر نکل کر حملہ آور ہوتے رہتے تھے اور ایک دن جب وہ حملہ کے لئے باہر نکلے تو مسلمانوں نے ان کو گھیرا ڈال کر تہس نہس کر دیا۔ یہ روایات ہمارے فوجی ذہن کو اپیل نہیں کرتیں کہ جو فوج قلعہ میں پناہ گزیں ہو وہ ہر روز ایسا کرے گی۔ ایسی افواج ایک آدھ کوشش میں حملہ آور یا محاصرین کو ختم کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس لئے ممکن ہے کہ ایسی کارروائی ایک سے زیادہ دفعہ کی گئی ہو کہ پہلی درکتابوں میں واضح کر دیا گیا ہے کہ محاصرہ کی بھی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں نے دیکھ بھال والا محاصرہ اور خشکی کے راستوں کی ناکہ بندی کی ہوئی تھی۔ اہل روم کی تقریباً بیس ہزار کی فوج باب الیون کے قلعہ اور روضہ کے جزیرہ میں محصور تھی، جہاں رسد صرف دریا کے راستے سے حاصل کی جاتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے تجویز بنائی کہ قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا جائے۔

Marfat.com

شمال

نقشہ دوم :- حضرت عمروؓ بن عاص کی حضرت زبیرؓ کی کمک پہنچنے سے پہلے کی کارروائی اور دریائے نیل کو عبور کرنا

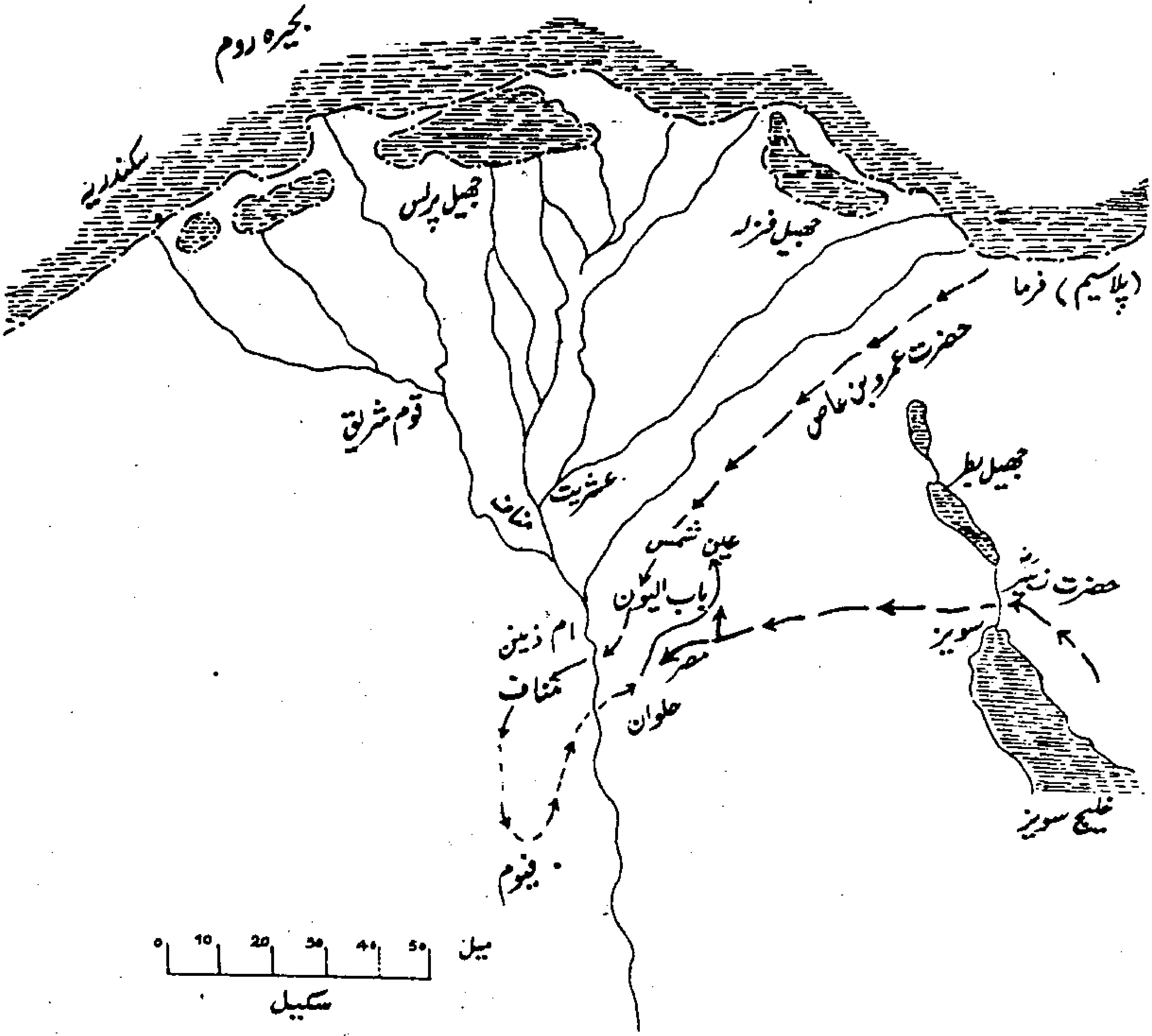

Marfat.com

مسلمان چوکنے اور باخبر تھے۔ ان کے مخبر رومی لشکر کے اندر بھی موجود تھے کہ قبطی مصریوں کی ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ تھیں چنانچہ انہوں نے حملہ والے متوقع دن سے ایک رات پہلے رات کے وقت دو فوجی دستے قلعہ کے دائیں مکتم یا مقدم کی پہاڑی اور بائیں کھجوروں کے جھنڈ میں چھپا دیئے۔ دائیں والے دستہ کے کمانڈر جناب خریجہؓ تھے اور بائیں والے دستہ کے امیر کا نام کسی کتاب میں نہیں مل سکا۔ بہرحال دستوں کو اس ہوشیاری سے چھپایا گیا کہ رومیوں کو اس کی کوئی خبر نہ مل سکی۔ نقشہ سوم کے خاکہ مرحلہ اول میں اس تجویز کی نشاندہی کی گئی ہے۔

جنگ کی کارروائی

چنانچہ مقررہ دن صبح سویرے اہلِ روم کے لشکر نے باب الیون کے قلعہ سے نکل کر اپنے سامنے صحرا کا رخ کیا جہاں پر اسلامی لشکر عین شمس سے دو تین میل آگے پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ دونوں لشکروں کے درمیان کوئی پانچ، چھ میل کا فاصلہ ہوگا۔ رومی قلعہ سے نکل کر کھلی نامیشتی میں مسلمانوں پر حملہ کے لئے تیار ہو کر آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کا رخ شمال کی طرف تھا۔ آگے سے اسلامی لشکر نے بھی صف بندی کی۔ اور پھر دونوں لشکر گتھم گتھا ہو گئے۔ اسی دوران مسلمانوں کے وہ دستے، جو مشرق میں مکتم (مقدم) پہاڑی کے پیچھے چھپے ہوئے تھے، انہوں نے جناب خریجہؓ کے ماتحت نعرۂ تکبیر کی صدا لگا کر رومیوں کی پچھلی طرف حملہ کر دیا۔ لیکن رومیوں کو اپنی تعداد پر کچھ زیادہ ہی بھروسہ تھا۔ انہوں نے مغرب کی طرف سے کچھ فوج ہٹا کر اپنا رخ شمال مشرق کی طرف کر دیا۔ اور مقابلہ کے لئے ڈٹ گئے۔ لیکن اب اُس اسلامی دستہ کی باری تھی، جو مغرب میں درختوں میں چھپا ہوا تھا۔ انہوں نے رومیوں کی پچھلی طرف اور بائیں بازو پر حملہ کر دیا۔ نقشہ سوم کے خاکہ میں دوسرا مرحلہ اس تمام کارروائی کی ایک جھلک ہے۔

؎۱ مقدم یا مکتم کی پہاڑی کا نام حضرت نوحؑ کے پڑپوتے مصر کے بیٹے مکتم یا مقدم کے نام پر ہے کہ وہ اس پہاڑی پر آ کر رہتے تھے۔ اس پہاڑی کا ذکر انجیل مقدس میں بھی ہے اور یہ پہاڑی ہمیشہ مقدس رہی۔ آج کل بھی وہاں بہت بڑا قبرستان ہے۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔

Marfat.com

یہ لڑائی اہلِ روم کو بڑی مہنگی پڑی۔ چہار گوشہ دفاع تو لڑائی کی ایک اہم ضرورت ہے۔ لیکن چومکھی لڑائی لڑنا بڑا مشکل کام ہوتا ہے۔ ایسی لڑائی کسی مقصد کے تحت لڑی جا سکتی ہے۔ اور جس حالت سے رومی دوچار تھے، ان کے لئے صرف ایک ممکنہ مدعا یا طریقِ کار باقی رہ جاتا تھا کہ چومکھی لڑائی لڑیں اس طرح کہ سارا زور دے کر عقب کی طرف باب الیون کے قلعہ کے دروازوں تک پہنچنے کی کوشش کی۔ اگر گھیرا توڑ کر دائیں یا بائیں نکلتے تو مسلمان قلعہ کے دروازوں پر قبضہ کر لیتے رہے تک سامنے مسلمانوں کی بڑی صفوں کو چیر کر تباہ کرنے والا مقصد تو ختم ہو چکا تھا۔ سمجھنے والی بات یہ ہے کہ لڑائی عمل سے جیتی جاتی ہے اور عمل یہ تھا کہ سامنے والی مسلمان صفوں کو تباہ کر دیا جائے۔ اس عمل یا مدعا کو حاصل کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔ حالات تبدیل ہو گئے تھے۔ رومی فوج کا سپہ سالار منذفور (تھیوڈرس) سمجھدار آدمی تھا اور قلعہ میں رومی فوج کچھ نہ کچھ موجود تھی چنانچہ منذفور نے حکم دیا کہ "پیچھے مڑ کر قلعہ کے دروازہ تک پہنچو اور واپس قلعہ بند ہو جاؤ۔" افراتفری بے پناہ تھی۔ رومی گھبراہٹ میں ایک دوسرے کے اوپر گر رہے تھے۔ صرف ایک فائدہ یہ تھا کہ مسلمان دستے جنہوں نے رومیوں کے عقب پر حملہ کیا تھا۔ ان کی تعداد کم تھی۔ اس لئے منذفور اور کافی رومی قلعہ باب الیون کے دروازہ تک پہنچ گئے اور قلعہ کے اندر داخل ہونا شروع کر دیا۔ رومی فوج کا زیادہ نقصان البتہ مسلمانوں کی بڑی فوج نے کیا جس پر انہوں نے حملہ کیا تھا وہ اب رومی فوج کے عقب میں تھے اور پسپا ہونے والی رومی فوج پر وہ بڑھ بڑھ کر وار کر رہے تھے۔

عین شمس کی لڑائی کے ثمرات

عین شمس کی لڑائی میں رومیوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا اور بیس ہزار کے لشکر سے کم از کم چودہ پندرہ ہزار آدمی باہر نکلے تھے۔ ان میں سے آدھے بھی واپس نہ جا سکے۔ نقصان کی صحیح تعداد نہیں معلوم ہو سکی۔ اب مسلمانوں نے حضور پاکؐ سے سیکھے ہوئے طریقہ کے مطابق اپنی فتح کے ثمرات وصول کرنے شروع کئے۔ سب سے پہلے انہوں نے شہر مصر کی طرف پیش قدمی کی تو اہل شہر نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ اس طرح دریائے نیل کے مشرق میں باب الیون کے قلعہ کو چھوڑ کر باقی سب علاقے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ ہمارے اس معرکے سارے تجربے یہاں آ کر ختم ہو جاتے ہیں جس کے مطابق

Marfat.com

جناب عمروؓ نے چار ہزار کے لشکر کے ساتھ قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ رومی جو بارہ ہزار اسلامی لشکر پر پل پڑے بھلا وہ چار یا پانچ ہزار کے لشکر کو کیسے خاطر میں لاتے۔ بہرحال وہ مبصر یہاں آ کر رومیوں کی شکست کی ذمہ داری ان کو غلط مرتبہ پر ڈال دیتے ہیں۔ اور ہم یہ اضافہ کریں گے کہ جناب عمروؓ کی متحرکانہ کارروائی نے رومی والوں کو کچھ سوچنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اور جب رومیوں نے مسلمانوں کو "ساکن" دیکھا تو حملہ کیا لیکن جناب عمروؓ مقابلے کے لئے تیار تھے۔

اس کے بعد جناب عمروؓ نے دریائے نیل کو پھر عبور کیا اور جیزہ و منف کے مقامات پر قبضہ کیا اور کچھ دستوں کو خشکی والے راستے فیوم بھیجا۔ ان میں ایسے مجاہدین شامل تھے جو فیوم تک پہلے حربی مظاہرہ کر چکے تھے۔ لیکن رومیوں نے جب فیوم میں عین شمس کی لڑائی کا حال سنا تو انہوں نے مسلمان دستوں کو خشکی پر دیکھ کر اپنی کشتیوں کو دریا میں ڈال دیا۔ دریائے نیل میں تھوڑی تھوڑی طغیانی شروع ہو چکی تھی۔ رومی باب الیون سے گزرتے ہوئے ترانہ پہنچ گئے۔ مسلمان ان کا دریا میں تعاقب نہ کر سکے۔ لیکن فیوم شہر کے لوگوں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ غیر مشروط طور پر صلح کر لی۔ اس کے بعد جناب عمروؓ بن عاص نے کچھ دستوں کو شمال میں ڈیلٹا کے علاقوں کی طرف بھیجا جنہوں نے عشریب اور مناف کے شہروں تک کے علاقے پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور مصر کے زرخیز ترین علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔

اب شعبان اور رمضان کے مہینے تھے۔ ادھر اگست کا مہینہ آ گیا اور دریائے نیل میں طغیانی بڑھ گئی۔ ڈیلٹا کے دریا پانی سے بھر گئے اور ڈیلٹا کا تمام تر علاقہ دلدل میں تبدیل ہو گیا۔ یہ سیلاب یا طغیانی علاقے کے لئے باعث رحمت تھی کہ دریائے نیل کی مٹی ہی زرخیزی کا سبب ہے اور اس کا پانی ہی فصلوں کی جان ہے۔ لیکن ان مہینوں میں ان علاقوں میں فوجی کارروائی مشکل تھی۔ ان حالات میں مسلمان شمال کی طرف کوئی بڑی کارروائی کرنے کے قابل نہ تھے۔ چنانچہ مسلمانوں نے باب الیون کا محاصرہ کر لیا۔ گو مسلمان محاصرہ کو پسند نہ کرتے تھے، لیکن اس کے بغیر کوئی اور کارروائی نظر نہ آتی تھی۔

Marfat.com

باب الیون کا محاصرہ

مسلمان اب محاصرہ بہتر طور پر کر سکتے تھے۔ اب دریائے نیل اور اس کے دونوں کناروں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ لیکن باب الیون کوئی معمولی قلعہ نہ تھا۔ کچھ مورخین کے حساب سے اس کے دو دفاع تھے۔ ایک اندرونی اور دوسرا بیرونی۔ یعنی قلعہ کی دیواروں کے باہر ایک کھائی تھی جس کو دریائے نیل کے پانی سے بھر دیا جاتا تھا۔ خیال ہے کہ بیس ہزار کی نفری قلعہ کے اندر نہ سما سکتی ہوگی۔ گو قلعہ کی اونچائی کی وجہ سے کئی منزلیں بنائی جا سکتی تھیں اور ساتھ روضہ کا جزیرہ تھا اور وہاں الگ قلعہ تھا۔ اس لئے ممکن ہے کہ بیس ہزار کی نفری کو قلعہ کے اندر رکھا جا سکتا ہوگا۔ گو اس وقت نفری کوئی دس ہزار کے قریب رہ گئی تھی۔ کیونکہ کافی نفری قلعہ سے باہر نکل کر ماری جا چکی تھی۔ بیرونی یا دوسرا دفاع تقریباً ہر قلعہ کا ہوتا ہے۔ کسی کا نزدیک سے اور کسی کو دور دور پکٹوں کی مدد سے۔ بہرحال قلعہ عام طور پر ایک اہم زمین پر ہوتا ہے۔ اور گو آج کل قلعہ جات کا دفاع میں تصور نہیں ہے۔ لیکن اصول وہی ہیں کہ اہم زمین کا بھرپور دفاع کیا جاتا ہے۔ البتہ ذرائع اور طریق کار میں تبدیلی آگئی ہے

سکندریہ کا گورنر یا باجگذار بادشاہ منتوقس بھی اس قلعہ میں موجود تھا۔ اور اس قلعہ کی دیواریں تقریباً ساٹھ فٹ اونچی تھیں اور دیواروں کی موٹائی کم از کم آٹھ فٹ تک تھی۔ قلعہ کے دو بہت اونچے برج بھی تھے۔ قلعہ نے زیادہ زمین نہ گھیری ہوئی تھی۔ اس کا طول تقریباً ایک ہزار فٹ کے قریب تھا اور عرض چار سو سے پانچ سو فٹ تک۔ قلعہ کی ایک طرف دریائے نیل بہتا تھا۔ اور جنوبی دروازہ دریائے نیل میں کھلتا تھا۔ وہاں پر چند کشتیاں موجود رہتی تھیں کہ سامنے روضہ کے جزیرہ میں آنے جانے میں آسانی ہو۔ وہاں پر بھی ایک چھوٹا سا قلعہ تھا اور اس میں بھی فوج اور کچھ اعلیٰ افسر رہتے تھے۔ اور دفاع کے لحاظ سے وہ بہتر جگہ تھی۔ بہرحال دونوں قلعوں کا آپس میں بہترین رابطہ تھا۔

رومیوں کے پاس کھانے پینے کا کافی سامان موجود تھا اور مسلمان دریا کی پوری ناکہ بندی نہیں کر سکتے تھے۔ چوری چھپے لوگ رومیوں کو سامان پہنچا سکتے تھے۔ گو مسلمانوں کا دریا کے دونوں کناروں پر قبضہ تھا۔ لیکن دریا سے چوڑے پاٹ کی دیکھ بھال رات کو مشکل ہو جاتی تھی۔

۱؎ ۔ پہلی کتاب بارہویں باب میں انبار کی لڑائی اور چوبیسویں باب میں جلولہ کی لڑائی میں کھائی کی وضاحت موجود ہے۔

Marfat.com

مقوقس کی صلح کی کوشش

سکندریہ کا گورنر مقوقس البتہ کسی طرح سے کوئی سمجھوتہ کر کے وہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔ اس کو معلوم تھا کہ مصر کی قبطی آبادی اس کے خلاف ہے۔ اور جو کچھ ان کے ساتھ ہوا تھا اس وجہ سے ان کے دل میں مقوقس اور رومیوں سے بڑی نفرت تھی۔ مقوقس کو کچھ تو اپنی غلطی کا اندازہ ہو گیا تھا اور کچھ شاید اس کو کسی ذریعے سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کا مقابلہ مشکل ہے۔ اس لئے وہ صلح پر تلا ہوا تھا۔ مصر کی قبطی آبادی بھی مسلمانوں کو ناپسند کرتی تھی ان کو معلوم تھا کہ مسلمان کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بناتے اور رومیوں کی طرح دوسروں کے عقائد میں دخل اندازی بھی نہیں کرتے۔

چنانچہ مقوقس نے مسلمانوں کی طرف صلح کے پیغام بھیجنے شروع کر دیئے۔ مقوقس سمجھدار آدمی تھا اس نے صلح کی بات چیت کے لئے روضہ کے قلعہ کو پسند کیا۔ کہ باب الیون میں سارے لشکر کو حالات سے دور رکھا جائے۔ وہاں سے اس نے قبطی لوگوں کے ایک وفد کو مسلمانوں کے پاس بھیجا تاکہ صلح کی کوئی بات ہو جائے۔ مسلمانوں نے اپنی مشہور تین شرطیں دہرا دیں کہ اوّل اسلام لے آؤ۔ اسلام میں داخل نہیں ہوتے تو جزیہ دو اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو تلوار فیصلہ کرے گی۔ لیکن مقوقس نے گزارش کی کہ مسلمان کوئی وفد بھیجیں۔

جناب عبادہؓ بن صامت کی سفارت

جناب عمروؓ بن عاص نے اس کام کے لئے جناب عبادہؓ بن صامت کو سفیر مقرر فرمایا۔ ان کا ذکر جناب زبیرؓ کے لشکر کے سلسلہ میں ہو چکا ہے۔ آپ کا قد چھ فٹ سے بھی زیادہ اور رنگ کالا سیاہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دل روشن کر دیا تھا۔ اس وجہ سے ان کے جلال کی یہ حالت تھی کہ ان کو دیکھ کر دشمن کانپنا شروع کر دیتے تھے اہل روم کو کچھ غلط فہمی بھی ہوئی کہ جناب عبادہؓ حبشی النسل تھے۔ بلکہ یہ غلط فہمی دور بھی نہ ہو سکی کہ مغربی مورخین ان کو حبشی ہی کہتے ہیں اور جنرل گلب جیسے مورخ نے بھی ان کو حبشی النسل قرار دیا اور یہ لکھا کہ رومیوں پر رعب پڑ گیا کہ مسلمانوں میں رنگ و نسل کی کوئی تمیز نہیں اور ایک حبشی بھی ان کا امیر ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

جناب عبادہؓ بن صامت انصار تھے اور بیعت عقبہ ثانی میں موجود تھے اور حضور پاکؐ نے انصار کے جو بارہ نقیب مقرر فرمائے آپ ان میں سے ایک تھے اور آپ کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔شاید حبشی ہونے کا شک مسلمان مورخین کے دل میں بھی ہوسکتا ہے کہ ابن اسحاق نے آپ کے حسب ونسب کے سلسلے میں صرف پردادا تک نام لکھا اور باقی نقیبوں کی طرح دس بارہ پشتوں کا ذکر نہ کیا۔اور بعد کے مورخین نے رنگ کی وجہ سے آپ کو کسی انصار قبیلہ کا حلیف سمجھ لیا ہو۔یہ شجرہ نسب مکمل نہ تھا۔بہرحال ابنِ ہشام نے اپنے اضافوں میں شجرۂ نسب بھی مکمل کر دیا ہے اور اس میں کسی شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔بے شک آپ انصار سے ہیں۔

مقوقس کا تجزیہ

مقوقس مسلمانوں کے ساتھ صلح کا خواہاں ضرور تھا لیکن وہ آرمینیا کا رہنے والا تھا۔اور پھر بھی ایشیائیوں کی نفری میں آتا تھا۔رومی جن میں زیادہ یونانی تھے وہ بھی ایک غلط فہمی کا شکار تھے۔ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں نے شام وفلسطین کو اس لئے فتح کر لیا کہ وہاں ریگستان تھے۔مصر میں جب دریائے نیل میں طغیانی آجائے گی اور آگے سمندر ہے تو اس علاقے میں مسلمان رومیوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔اس لئے انہوں نے مقوقس کو کہا کہ وہ مسلمانوں پر اپنی طاقت کا رعب ڈالے۔

چنانچہ مقوقس نے کہا "تم مسلمانوں کو ابھی اہلِ روم کی اصلی طاقت کے ساتھ واسطہ نہیں پڑا۔اس لئے بہتر ہے کہ جو کچھ حاصل کیا ہے اس کو لے کر اپنے ملک میں واپس چلے جاؤ۔ورنہ مسلمان بری طرح شکست سے دوچار ہوں گے۔اور ہاں، اگر مسلمان واپس جانے پر تیار ہو جائیں تو ان کو ان کے خلیفہ اور امرا کے لئے کچھ تحائف بھی دیے دیئے جائیں گے۔"

جناب عبادہؓ بن صامت نے کہا "سنو۔اے آرمینیا والے! ہم صرف اللہ تعالےٰ کی راہ میں لڑتے ہیں۔اور دولت کو ہمارے ہاں کچھ حیثیت حاصل نہیں۔اس دنیا کی کچھ حقیقت نہیں۔ہم تو دوسری دنیا یا آخرت کے لئے سب کچھ کرتے ہیں۔"

یہ سن کر مقوقس کی رہی سہی دانائی بھی ختم ہوگئی۔اور چپکے سے اپنے ایک ساتھی کو کہا کہ "اللہ

سے۱ جلال مصطفےٰ صفحہ ۳۰ سے استفادہ کریں۔

Marfat.com

نقشہ سوم

عین شمس کی جنگ

پہلا مرحلہ

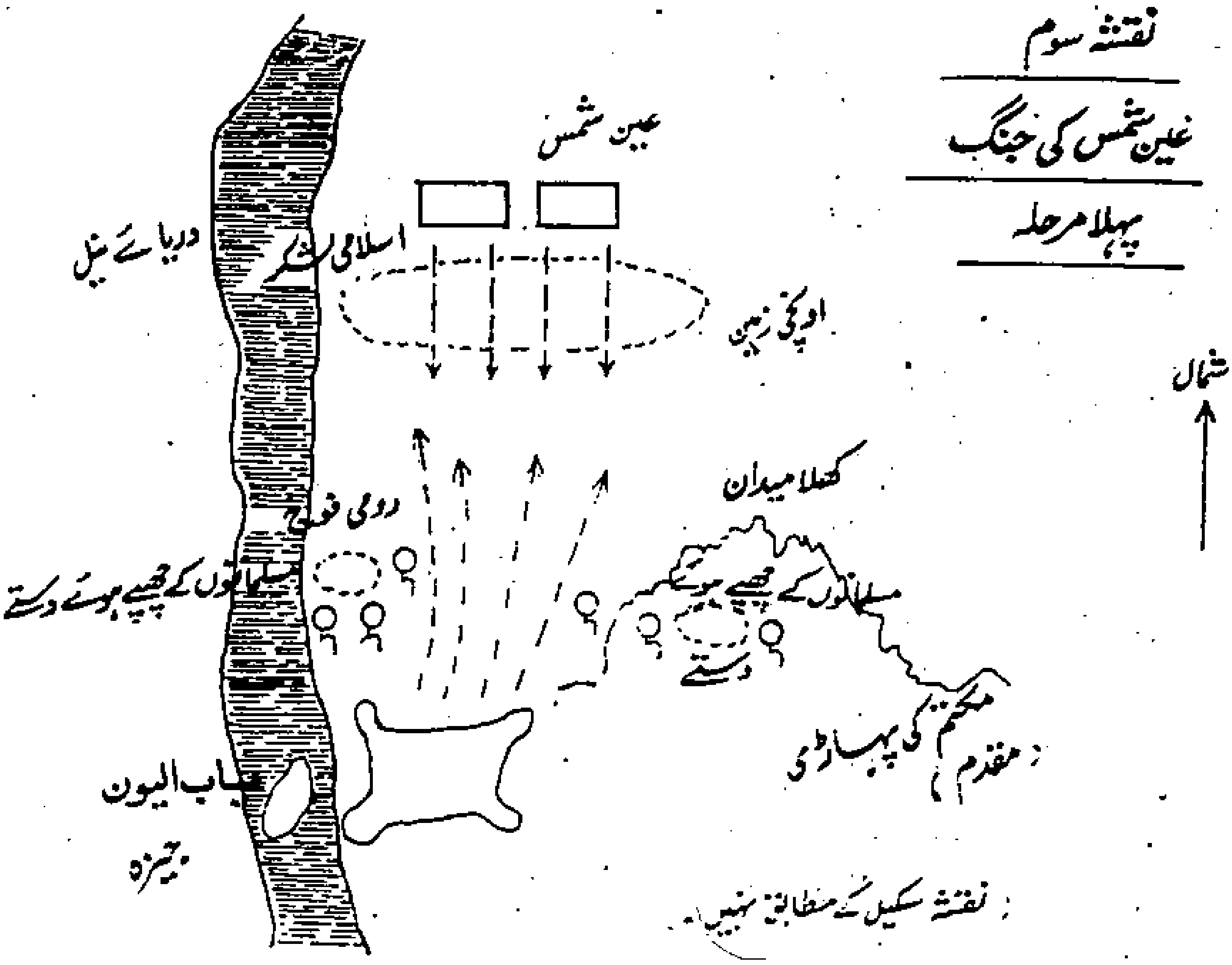

نقشہ سکیل کے مطابق نہیں۔

عین شمس کی جنگ

دوسرا مرحلہ

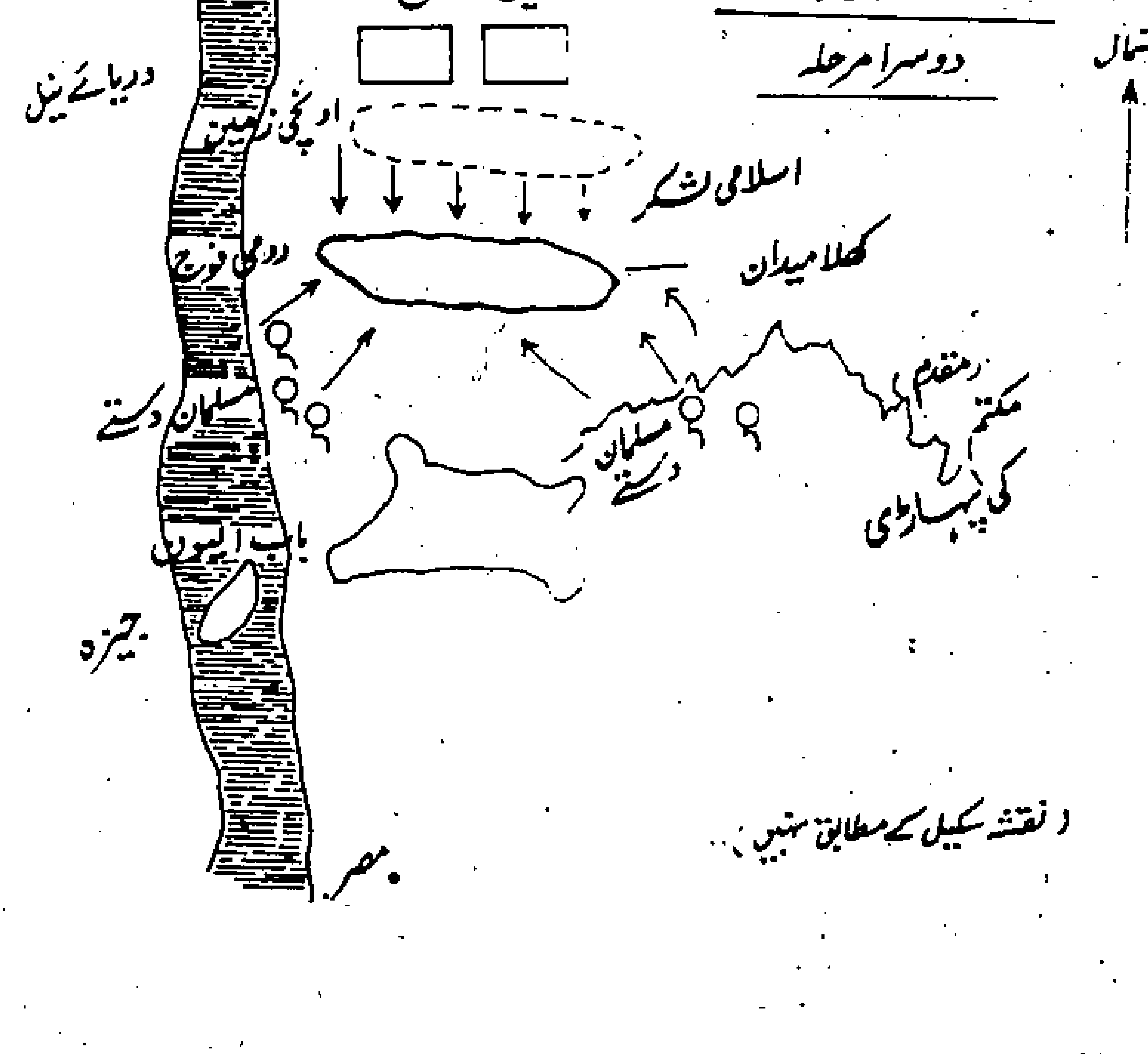

نقشہ سکیل کے مطابق نہیں۔

Marfat.com

تعالیٰ نے ان لوگوں کو دنیا کو تہس نہس کرنے کے لئے بھیج دیا ہے۔"

معلوم ہوتا ہے کہ مقوقس کو کچھ خود آگاہی تھی یا کسی عیسائی راہب کے ذریعے آنے والے واقعات کے بارے میں باخبر تھا۔ لیکن ظاہری طور پر اپنا رعب قائم رکھنے کے لئے جناب عبادہؓ بن صامت کو کہنے لگا "آپ نے ہمارے لشکر ابھی نہیں دیکھے۔ بہتر یہ ہے کہ ان کے آنے سے پہلے کچھ تحفے اور رقم لے کر یہاں سے چلے جاؤ" اس پر جناب عبادہؓ بن صامت نے کہا: "نفری اور تعداد کو ہم کوئی وقعت نہیں دیتے۔ ہم تو شہادت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ ہم کبھی ایسی دعا نہیں مانگتے کہ خیر و خیریت سے اپنے بیوی بچوں کے پاس پہنچ جائیں۔ اپنی کم تعداد کی ہم نے کبھی فکر نہیں کی۔

اس کے بعد جناب عبادہؓ بن الصامت اٹھ کھڑے ہوئے اور زور سے کہا "کہ سنو ہم تو صرف ان تین شرائط کے قائل ہیں، جو ہمارے سپہ سالار نے آپ کے وفد پر واضح کر دی تھیں۔ میں تو صرف یہ پوچھنے آیا ہوں کہ تمہیں ان تین میں سے کون سی شرط منظور ہے۔

اب تو مقوقس کی طبیعت بالکل صاف ہو گئی۔ لیکن اس کے رومی ساتھی حوصلہ میں تھے اور وہ صلح پر تیار نہ تھے ورنہ مقوقس تو جزیہ دینے پر تیار تھا چنانچہ مقوقس نے ان کو راہ راست پر لانے کی ترکیب سوچ لی اور جناب عمروؓ بن عاص سے چار دن کی مہلت مانگی۔ لیکن جناب عمروؓ بن عاص نے فرمایا کہ مسلمان صرف تین دن کی مہلت دیتے ہیں اور اس فیصلہ پر لڑائی تین دن کے لئے رک گئی۔

کچھ مورخین نے ایک اور کہانی بھی لکھی ہے کہ جناب عمروؓ بن عاص ذاتی طور پر مقوقس کے ساتھ بات کرنے گئے تھے۔ اور رومی سپہ سالار مندفور نے ایک تجویز بنائی کہ جب مسلمانوں کا سپہ سالار قلعہ سے باہر نکل رہا ہو تو ایک بڑا پتھر اس کے سر پر پھینک دیا جائے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ اس کی موت کسی حادثہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔ لیکن جناب عمروؓ بن عاص رومیوں کی باتوں سے ان کے مکر و فریب کو بھانپ گئے اور انہوں نے رومیوں کو کہا کہ وہ اپنے تمام امرا کو قلعہ دکھانا چاہتے ہیں کہ یہ ناقابلِ تسخیر ہے اور پھر واپس چلے جائیں گے۔ رومیوں نے سوچا کہ اس طرح سب امرا کو تہ تیغ کرنے کا بڑا اچھا موقع مل جائے گا وغیرہ واللہ اعلم بالصواب ہمارے پاس ایسی رومی شرارت کو جھٹلانے کی کوئی وجوہ نہیں۔ کہ رومیوں نے شام کی جنگوں میں دغابازی کرنے کی کوشش کی تھی۔

Marfat.com

جنگ میں داؤ یا دھوکے کی اجازت ہے۔ لیکن بدعہدی اور دغا بازی کی اجازت نہیں۔ دونوں کے اور بدعہدی میں فرق سمجھنا ضروری ہے۔ دھوکا ایک چال یا داؤ بھی ہو سکتا ہے۔ جو جنگ کے طریق کار کا حصہ ہوتا ہے اور جنگی کارروائی میں شامل ہوتا ہے کہ دایاں ہاتھ دکھانا اور بایاں مارنا وغیرہ لیکن دغا بازی یا بدعہدی اپنے اصول اور وعدہ کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور دشمن اس کی توقع نہیں کر رہا ہوتا۔ مسلمان اس اصول پر سختی سے قائم رہتے تھے۔ غیر البتہ کہتے ہیں کہ جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے۔

بہرحال اگلے ابواب میں سکندریہ کی جنگ کے سلسلہ میں جناب عمروؓ بن عاص کے بارے ایک اور کہانی بھی آئے گی کہ ایک دفعہ وہ کس طرح گھیرے میں آ گئے اور وہاں رومی وعدہ پر قائم رہے اس لئے ہمیں اس کہانی پر یقین نہیں آ رہا۔ اور شاید مقوقس بھی اتنا گیا گزرا ہوا آدمی نہ تھا۔

رومیوں کا ایک اور حملہ

تین دن جنگ بند رہی۔ چوتھے دن رومیوں نے سوچا کہ بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے کیونکہ شاید وہ جنگ کے بند ہونے سے کچھ سست ہو گئے ہوں گے۔ چنانچہ رومیوں نے قلعہ سے باہر نکل کر محاصرہ کرنے والی فوج پر حملہ کر دیا۔ مسلمان چوکنے تھے۔ جیسے ہی رومی باہر نکلے، انہوں نے سب کو تہ تیغ کر دیا اور بڑی مشکل سے چند لوگ جان بچا کر واپس قلعہ میں پہنچے اور قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ رومیوں کو عین شمس کی لڑائی اور اس حملہ سے بھی ایک فائدہ حاصل ہو گیا تھا کہ ان کے اتنے آدمی مارے گئے کہ قلعہ کے اندر جو خوراک باقی تھی وہ اب باقی جوانوں کے لئے زیادہ عرصہ کے لئے کافی تھی۔ اور گو رومیوں میں اب لڑنے یا حملہ کرنے کی سکت باقی نہ رہ گئی تھی۔ لیکن اب وہ زیادہ دیر تک محصور ضرور رہ سکتے تھے۔

مقوقس کی سکندریہ کو روانگی

مقوقس نے آخری چال کے طور پر جزیہ دینے پر رضامندی ظاہر کر دی۔ لیکن ساتھ ہی یہ گزارش کی کہ معاہدہ تب ہوگا جب قیصر روم سے اس کی منظوری مل جاتے۔ مسلمان اس بات پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ مقوقس بہ شرائط لے کر باب الیون سے کشتی کے ذریعے دریائے نیل کو استعمال کرتے ہوئے سکندریہ

Marfat.com

روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر ایک قاصد کے ذریعے ہرقل کو حالات سے آگاہ کیا اور معاہدہ کی منظوری کی درخواست کی مغربی مؤرخین کے مطابق ہرقل نے مقوقس کو سکندریہ سے قسطنطنیہ بلا لیا اور وہاں نہ صرف اس کو برطرف کر دیا بلکہ اس کی سخت بے عزتی کی کہ اس نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی حکمت عملی صحیح نہیں بنائی اور مصر کی قبطی رعایا کے ساتھ بھی اچھا سلوک نہیں کیا۔ ورنہ مسلمان اس طرح سارے مصر کے دل پر اتنی جلدی نہ چھا جاتے۔

ویسے ہرقل سنجیدہ آدمی تھا اور مغربی مورخین یا مبصرین کی یہ رائے کہ ہرقل نے حالات کی ساری ذمہ داری مقوقس پر ڈال دی، کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ ہرقل کے تدبر پر ہم دوسری کتاب میں سیر حاصل تبصرہ کر چکے ہیں۔ اور اس کتاب کا شاید ہی کوئی ایسا باب ہو جس میں ہرقل کی تجاویز کا تجزیہ نہ پیش کیا گیا ہو۔ اور اس میں ہمارے لئے بڑے سبق ہیں کہ مسلمانوں کا دشمن کوئی معمولی آدمی نہ تھا۔ ہرقل کی یزدجرد کے دادا خسرو پرویز کے خلاف کامیابی تاریخ عالم کی ایک کامیاب ترین مثال ہے اور ایک فیصلہ کن حکمت عملی ہے۔ ہرقل بڑا حقیقت پسند آدمی تھا۔ اسلام کو بھی سمجھ گیا تھا اور اسلام قبول کرنے پر بھی تیار ہو گیا تھا جس کا ذکر دوسری کتاب میں موجود ہے۔ لیکن حُبِ دنیا اور حُبِ سلطنت کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور دینِ فطرت میں داخل نہ ہوا۔ گو اس نے مسلمانوں کے خلاف تمام لڑائیوں میں اعلیٰ پایہ کے تدبر اور مہارت کا مظاہرہ کیا۔ لیکن مسلمانوں کی فراست کے سامنے اس کا تدبر اور اس کی طاقت دونوں مار کھا گئے۔ کیونکہ مسلمان عشقِ حق کے ولولہ سے سرشار تھے۔

؎ عشق تو دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق ۔ عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات!

(اقبالؒ)

لیکن بوڑھے ہرقل نے بسترِ مرگ پر بھی اپنی سلطنت کو سہارا دینے کی کوشش کی اور معاہدہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ایسا کرنے کے لئے مقوقس کو برطرف کرنا ضروری ہو جاتا تھا۔ دراصل ہرقل مصر کو اس طرح اپنے ہاتھوں سے جاتا دیکھنے کے لئے تیار نہ تھا۔ مسلمانوں کی کاروائیوں نے اس کو حیران کر دیا تھا۔ وہ تدبر سے خالی نہ تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا کہ باب الیون پر قبضہ کرنے کے بعد سارا مصر مسلمانوں کے پاؤں تلے آ جائے گا اور اہل روم سکندریہ میں بھی نہ ٹھہر سکیں گے۔

Marfat.com

ہرقل کی موت

چنانچہ معاہدہ کے تسلیم نہ ہونے کی خبر جب مصر پہنچی تو مسلمانوں نے محاصرہ اور سخت کر دیا۔ لیکن ہرقل زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکا۔ صفر بیس ہجری میں وہ مر گیا۔ مغربی مورخین کے حساب سے اس دن گیارہ فروری ۶۴۱ء عیسوی تھی۔ اور ہم اس حساب کتاب کو صحیح سمجھتے ہیں۔ جن مصنفین نے ہرقل کی موت سکندریہ کے محاصرہ کے زمانے میں بتائی ہے۔ ان کا خیال کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ وہ لوگ یہ بھی بتاتے ہیں کہ مقوقس بھی سکندریہ میں موجود تھا۔ ہرقل نے اگر مقوقس کو برطرف کر دیا تھا تو اس کی زندگی میں وہ سکندریہ کیسے واپس آ جاتا۔ تو ان کا زماں و مکاں کا یہ حساب بھی صحیح نہیں بنتا۔ صحیح یہ ہے کہ مسلمانوں نے انیس ہجری کے آخری مہینوں میں باب الیون کا محاصرہ کیا۔ صفر میں محاصرہ کو کئی دن ہو چکے تھے کہ ہرقل مر گیا۔ تو ظاہر ہے ہرقل باب الیون کے محاصرہ کے وقت ہی مرا تھا۔

باب الیون کی فتح

مسلمانوں نے ہرقل کے مرنے کی خبر ربیع الاوّل بیس ہجری میں سنی اور باب الیون کی فضائیں نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھیں۔ مسلمانوں نے بہت اونچی سیڑھیاں بنوالی تھیں اور اب ضرورت اس بات کی تھی کہ ان سیڑھیوں کو اچانک قلعہ کے سامنے لے جایا جائے۔ اور کچھ مجاہدین بارش کا پہلا قطرہ بن کر ان سیڑھیوں کی مدد سے قلعہ کے اوپر چڑھ جائیں۔ چنانچہ جناب زبیرؓ نے بارش کا پہلا قطرہ بننے کے لئے شہادت پر بیعت کی۔ اس سے پہلے بھی مجاہدین اسلام شہادت پر کئی دفعہ بیعت کر چکے تھے۔ سب سے پہلے صحابہ کرامؓ نے جنگِ احد میں شہادت پر بیعت کی اور اس کے بعد جنگ جسر اور جنگِ یرموک میں بھی ایسے واقعات پیش آئے۔ جن کا ذکر پہلی اور دوسری کتاب میں ہو چکا ہے۔ چنانچہ مجاہدین نے جناب زبیرؓ کی قیادت میں ساٹھ فٹ اونچے قلعہ کے ساتھ اچانک تیزی سے سیڑھیاں لگا کر اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ تلواریں سب کے ہاتھوں میں تھیں۔ اور مجاہدین قلعہ کے اوپر پشتے پر پہنچ گئے اور جو سامنے آیا۔ اس کو تہ تیغ کر دیا۔ رومیوں نے دائیں بائیں سے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ لیکن ایک دفعہ مجاہدین قلعہ پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تو ان

Marfat.com

کی تعداد بڑھتی ہی چلی گئی۔

چند لمحوں کے بعد جب قلعہ کے اوپر والے پشتوں سے نعرۂ تکبیر کی صدا گونجنے لگی تو رومی سالار نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مورخین نے یہ نہیں لکھا کہ یہ سالار مندفور تھا یا کوئی اس کا نائب تھا۔ بہرحال فیصلہ یہ ہوا کہ رومی تمام ہتھیار قلعہ میں چھوڑ دیں گے اور اپنے ذاتی سامان کے ساتھ تین دن کے اندر اندر باب الیون کو خالی کر دیں گے اور کسی اور سامان یا چیز کو ناکارہ نہ کریں گے۔ اور اس طرح مسلمان نہ صرف باب الیون پر قابض ہو گئے بلکہ وہ مصر کے زرخیز علاقوں کے ایک بہت بڑے حصے کے مالک بن گئے۔ اور وہاں کا سول انتظام سنبھال لیا۔ مصر کے قبطی مسلمانوں کی آمد سے خوش تھے۔ اور انہوں نے مسلمانوں کے ہر حکم کو بسروچشم تسلیم کیا۔ مسلمانوں نے بھی حضور پاکؐ کی ہدایات کے مطابق قبطیوں کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کیا۔ اس طرح معمولی لڑائیوں سے مسلمانوں کا کل بارہ ہزار کا لشکر مصر کے ایک بڑے حصے پر قابض ہو گیا۔

نتائج و اسباق

۱۔ اب تک ملک مصر میں جو کارروائیاں ہوئیں ان کے مکمل نتائج اگلے باب میں ظاہر ہوں گے کہ اس کے بعد رومی سکندریہ میں بھی نہ ٹھہر سکے۔ البتہ لڑائیوں کے فوری نتائج بھی بڑے اہم تھے۔ کہ مسلمانوں نے مصر کے زرخیز علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اب مصر کا کشتیوں کے ذریعے بحیرۂ قلزم سے ساتھ ملاپ ہو گیا تھا۔ اور ایک طرف جدہ اور دوسری طرف مدینہ شریف کے سامنے جہینہ کے مقامات کے ساتھ مصر کا سمندری راستہ کھل گیا تھا۔

۲۔ نقشہ چہارم جو اگلے باب میں سکندریہ کی طرف پیش قدمی کے لئے بنایا گیا ہے۔ وہاں پر قلزم اور سویز سے جھیل بطر اور جھیل طمسہ دریائے نیل کے ایک حصہ کے ساتھ نہر طراجن کے ذریعہ سے بلبیب کے مقام پر ملے ہوئے تھے۔ اور پرانے زمانے میں عرب ممالک کے ساتھ اسی نہر کے ذریعے تجارت ہوتی تھی اس میں کچھ مٹی پڑ گئی تھی اور جب دریائے نیل میں طغیانی ہوتی تھی تو ان دنوں اس کے ذریعے جہاز رانی میں آسانی ہوتی تھی۔ لیکن جناب عمروؓ بن عاص نے اس سے مٹی نکلوا دی اور مکہ و مدینہ کا باب الیون سے رابطہ قائم ہو گیا۔ جناب زبیرؓ نے جو راستہ استعمال کیا اور جسے نقشہ اول، نقشہ دوم میں دکھایا گیا ہے۔ وہ قلزم

Marfat.com

سے سیدھا عین شمس آملتا تھا۔ یہ اونٹوں کے قافلوں کا راستہ تھا، تو اس طرح اب دو راستے بن گئے۔

۳۔ بحیرہ قلزم کے دونوں کناروں پر اب مسلمانوں کے جھنڈے لہرانے لگے۔ ایک طرف ملک عرب کو بحیرۂ قلزم کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہ رہ گیا تھا۔ دوسری طرف رومی اس قابل نہ رہے تھے کہ قرما کی بندرگاہ کو استعمال کر کے فلسطین کے ساحل پر کوئی کارروائی کریں۔

۴۔ سب سے اہم نتیجہ یہ تھا کہ سکندریہ اب صرف بندرگاہ ہی رہ گیا تھا۔ اندرون علاقے کا غلہ، جو سکندریہ سے باہر جاتا تھا، اس کی زیادہ مقدار ان علاقوں میں پیدا ہوتی تھی جہاں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ اور یہی حالت کپاس کی تھی۔ اہل روم کو چھوڑ کر جنیوا اور وینس کے سوداگر بھی سخت تذبذب میں تھے کہ یورپ میں افریقہ یا مصر سے کوئی کام کی چیز نہیں لے جا سکتے تھے اور نہ یورپ سے کوئی چیز سکندریہ لا سکتے تھے۔ اس طرح اندرون ملک کے ساتھ تجارت ختم ہو گئی۔

۵۔ مصر کے کئی مقامات ہمارے لئے مقدس ہیں۔ ہمارے پیغمبر حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسٰیؑ، اور حضرت عیسٰیؑ وغیرہ سب مصر میں تشریف لا چکے تھے یا مصر کے ساتھ وابستہ رہے تھے۔ ام المومنین حضرت ہاجرہؑ کا تعلق بھی مصر سے تھا۔ حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی اولاد بھی یہاں آباد رہی۔ ان پیغمبروں کی صحیح پیروی کرنے والے ہماری ہی طرح دین حنیف کو مانتے تھے۔ مسلمان مجاہدین نے ان بزرگ ہستیوں کے ساتھ وابستہ مقامات کی زیارت کر کے روحانی تسکین حاصل کی۔ ہمارے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کے مقامات خانہ کعبہ، اور پھر عراق میں کوثی کے مقام اور مصر کا دورہ وغیرہ ازل کے روز ہی سے ہمارے دین کی وسعت کو ہم پر آشکارا کرتے ہیں۔ اور مصر کے علاقوں کی فتح کے بعد ہر جگہ دین حنیف کی صدا بلند ہونی شروع ہو گئی۔

۶۔ جہاں تک اسباق کا تعلق ہے وہ ساتھ ہی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ پہلے حکمت عملی کو پیش نظر ضرورت کے مطابق مشورے کے ساتھ تجویز بنائی کہ بسم اللہ فلسطین کی طرف سے ہوگی۔ لیکن آگے مرکز مدینہ بن جائے گا اور وہاں سے کمک پہنچنے کے بعد بھرپور کارروائی شروع کی جائے گی۔ اس سے اہل روم یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ مسلمان پہلے سکندریہ کی طرف پیش قدمی کریں گے یا مصر کے مرکز پر حملہ آور ہوں گے۔ یعنی اس طرح دشمن کو اپنے ارادوں کے بارے میں اندھیرے میں رکھا گیا اور جنگ میں یہ فائدہ حاصل کر لینا بڑا اہم ہوتا ہے۔

Marfat.com

۷۔ اب ذرا آگے بڑھیں۔ جناب عمروؓ بن عاص کے پاس کل چار یا پانچ ہزار مجاہدین تھے۔ اہل روم نے بابلیون، عین شمس، باب الیون، مصر، جیزہ، منف اور نیرم کے مقامات پر فوج رکھے ہوئے تھے جس کی کل تعداد چودہ یا پندرہ ہزار سے کم نہ ہوگی۔ پھر مقوقس اور منذفور بھی دس ہزار کی کمک لے کر پہنچ گئے۔ لیکن جناب عمروؓ بن عاص کے متحرک دستوں کے خلاف کوئی کارروائی یا ردِّ عمل نہ کر سکے۔ متحرک طرزِ جنگ کا بڑا فائدہ یہی ہوتا ہے کہ دشمن کو ردِ عمل کا موقع نہیں مل سکتا۔ لیکن اس طریقِ کار کی تجویز آسان نہیں ہوتی اور اس پر عمل پیرا ہونا بھی کافی مشکل ہوتا ہے۔ بہت زیادہ مجبری۔ پھرتی، اور حربی خوبیوں کی ضرورت بھی ہوتی ہے اور یہ سب کچھ کسی مقصد کے تحت ہوتا ہے۔ جناب عمروؓ بن عاص اس طرح حربی کارروائیاں کر کے ایک طرف دشمن پر رعب ڈال رہے تھے۔ دوم انہوں نے ہر چوکی کے دشمن کو قلعہ بند ہونے پر مجبور کر دیا۔ یعنی دشمن کو ساکن دفاع پر مجبور کر دیا اور یہی بڑی کامیابی تھی۔

۸۔ یہ سب کچھ کرنے کے بعد پڑاؤ تب اختیار کیا، جب دفاعی جنگ اور متحرک دفاعی جنگ لڑنے کی صورت پیدا ہو گئی۔ مسلمان ہمیشہ دفاع سے حملہ پیدا کرتے تھے۔ حکمت عملی کے طور پر بھی وہ پہلے مدافعانہ کارروائیاں کرتے تھے اور ان سے جارحانہ کارروائی پیدا کرتے تھے۔ جیسے حضور پاکؐ نے تین سال کی مدافعانہ کارروائیوں میں سے جارحانہ کارروائیاں پیدا کیں۔ اور تدبیرات کے طور پر بھی بڑی بڑی جنگوں یعنی قادسیہ اور یرموک میں دفاع میں سے حملہ پیدا کیا۔ وہ شروع میں کسی جگہ پر حملہ تب کرتے تھے۔ جب کامیابی کا پکا یقین ہوتا تھا۔ لیکن عام طور پر وہ دشمن کو مجبور کر دیتے تھے کہ وہ پہلے ان پر حملہ کرے اور پھر اس کا وار روک کر اس کو ختم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ عین شمس کے سامنے اونچی زمین پر پڑاؤ میں یہی مقصد تھا کہ دشمن کو حملے کے لئے مجبور کر دیا۔ پھر اس کو ایسا نہس نہس کیا کہ اگر باب الیون کا قلعہ وہاں نہ ہوتا تو لڑائی کا فیصلہ اسی دن ہو گیا ہوتا۔

۹۔ مسلمان محاصرہ اور ساکن جنگ کو پسند نہ کرتے تھے۔ انہوں نے باب الیون کا محاصرہ بہت مجبور ہو کر کیا اور محاصرہ ایسے وقت کیا جب ارد گرد کے تمام علاقوں میں دشمن کا صفایا کر دیا۔ محاصرہ کی قسموں کے خاص مطالعہ کی ضرورت ہے۔ آج کل بھی قلعوں کی جگہ مضبوط چوکیاں ہوتی ہیں۔ وہاں اپنا سر پھوڑنے کی بجائے ان جگہوں پر دیکھ بھال والا محاصرہ کیا جائے اور ان لوگوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ پوزیشن سے نکل کر کوئی لڑائی لڑیں یا ہتھیار ڈال دیں۔ مسلمان محاصرہ اگر کرتے بھی تو اس کو طول دیتے اور اس قلعہ یا مضبوط پوزیشن پر بھرپور

Marfat.com

وار اس وقت کرتے جب محاصرین تنگ آچکے ہوتے۔

۱۰۔ بہت ہی کم فوج کے ساتھ مسلمانوں نے مصر کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔ ان میں ریگستان کا استعمال، دو طرفہ پیش قدمی۔ صحیح وقت اور جگہ پر رابطہ یعنی زماں و مکاں کا حساب کتاب، اسلامی فلسفۂ حیات پر عمل، علاقے کی جغرافیائی واقفیت، زمین کا استعمال اور مخبری وغیرہ کے ہر پہلو کی داد دینا پڑتی ہے۔

۱۱۔ ان میں امارت کی نہ چاہت تھی اور نہ یہ تصور تھا کہ کون امیر ہو۔ جناب زبیرؓ بن عوام اسلام لانے والے اولین مسلمانوں میں سے تھے۔ وہ عشرۂ مبشرہ میں شامل تھے۔ لیکن آپ نے جناب عمروؓ بن عاص کے ماتحت خوشی سے کام کیا۔ بلکہ بارش کا پہلا قطرہ بننے پر تیار ہوئے۔ ان عظیم مسلمانوں کے کردار میں ہمارے لئے بڑے سبق ہیں۔

۱۲۔ جناب عبادہؓ بن صامت کی مقوقس کے ساتھ گفتگو میں ہمارے لئے ایک لائحہ عمل موجود ہے۔ وہ غیرت مند مسلمان تھے اور اللہ کی راہ میں اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھے ہوئے تھے۔ اور آئیے ہم ان سے کچھ سبق سیکھیں۔

؎ جو صداقت کے لئے جس دل میں مرنے کی تڑپ

پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جان پیدا کرے

(اقبالؒ)

Marfat.com

دوسرا باب

سکندریہ کی فتح

پچھلے باب میں وضاحت کر دی گئی تھی کہ دریائے نیل جہاں پر آکر چھوٹے چھوٹے دریاؤں میں بٹنا شروع کر دیتا ہے۔ اور جہاں آج قاہرہ آباد ہے، وہاں پر مسلمانوں کے قبضہ کر لینے کے بعد مصر کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ بے شک اہلِ روم کے لحاظ سے سکندریہ بڑی اہم جگہ تھی۔ لیکن سکندریہ کی یہ اہمیت اہل روم کے لئے تھی مسلمان مصر کی اہم جگہوں پر قبضہ کر چکے تھے اور سکندریہ اب پکے ہوئے پھل کی طرح ان کی جھولی میں گرنے والا تھا۔ لیکن فتح کو قائم رکھنے کی تیاری کی ضرورت بھی ہوتی ہے اور اتنے علاقوں پر قبضہ کیا جائے، جن کا دفاع بھی کیا جا سکے۔ مغربی جنگی ماہرین بھی ہمیں یہ سبق سکھا چکے ہیں کہ فتح سے شکست نکلتی ہے اور ایسی شکست بڑی خطرناک ہوتی ہے۔

اسلامی لشکر ڈیلٹا کے مغربی دریا کے کنارے کے ساتھ پیش قدمی کر کے کسی وقت بھی سکندریہ کا محاصرہ کرنے کے قابل تھے۔ لیکن سکندریہ ایک بہت ہی مضبوط بحری چھاؤنی یا چوکی تھی اور سارے علاقے میں اپنی مثال آپ تھی۔ سپہ سالار لشکر جناب عمروؓ بن عاص سمیت کئی مجاہدین سکندریہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اور اب مصر کے قبطیوں سے مزید اطلاعات و خبریت حاصل کر لی گئی تھی۔ مسلمانوں کو قساریہ کے محاصرہ کا بھی تجربہ تھا کہ کسی قلعہ بند بندرگاہ پر قبضہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اور پھر سکندریہ کی ایک طرف سمندر تھا اور دوسری طرف ایک جھیل، خشکی کے ساتھ سکندریہ کا ملاپ مغرب اور مشرق میں دو جگہوں پر تھا لیکن ان دونوں جگہوں کے درمیان جھیل تھی۔ فرما کی بندرگاہ کا سکندریہ کے ساتھ کوئی مقابلہ نہ تھا۔ گو نقشہ دیکھنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دریائے نیل کے ڈیلٹا کے مشرقی علاقوں کی "کنجی" فرما ہے اور مغربی علاقوں کی سکندریہ۔ اور اگر فرما پر آسانی سے قبضہ کر لیا گیا تو سکندریہ کے لئے اتنی فکرمندی کیوں تھی۔ تو بات یہ

Marfat.com

تھی کہ دونوں میں زمین و آسمان کے برابر فرق تھا۔

سکندریہ کو فتح کرنے سے پہلے کچھ اور ضروریات بھی تھیں۔ کہ سکندریہ کا گلا "بھینچ" لیا جائے اور وہ اپنی موت آپ مرجائے۔ پھر سکندریہ کی فوج مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دے۔ ایسا کرنے کے لیے باقی ڈیلٹا کے زرخیز علاقوں پر بھی قبضہ ضروری تھا۔ اور اگر تمام ڈیلٹا کے علاقوں پر قبضہ کر لیا جاتا تو کچھ عرصہ کے بعد سکندریہ والے ہتھیار ڈال دیتے۔ لیکن اس پر کئی سال بھی لگ سکتے تھے۔ اور جب تک سکندریہ کے لوگوں کو اہل روم کی طرف سے کھانے پینے کی چیزیں مہیا ہوتی رہتیں، وہ سکندریہ میں ڈٹے رہتے۔ سکندریہ اس زمانے میں دنیا کا ایک عظیم شہر تھا۔ لوگ بہت امیر تھے اور دنیا میں زندگی کی جتنی سہولتیں اس زمانے میں موجود تھیں، وہ سب سکندریہ کے لوگوں کو میسر تھیں۔ ڈیلٹا کے تمام شہروں پر قبضہ کرنا تو زیادہ مشکل نہ تھا۔ گو جگہ جگہ دلدل تھی لیکن ڈیلٹا کے علاقہ پر قبضہ قائم رکھنے کے لیے بہت زیادہ فوج اور چوکیوں کی ضرورت تھی۔ اور جب تک سکندریہ دشمن کے ہاتھوں میں رہتا، ان چوکیوں کے لیے خطرات موجود رہتے۔ اور مسلمانوں کی طاقت منتشر ہو جاتی۔

مسلمانوں کی رواداری

مسلمانوں نے مصر کو فتح کرنے کے بعد اپنے فلسفۂ حیات کا عملی مظاہرہ کیا۔ اور ان کی رواداری نے مصر کے مظلوم قبطی قوم کو ان کا گرویدہ بنا لیا۔ کہ ان کے اخلاق بہترین تھے اور انصاف پسندی کی ایسی مثال لوگوں نے سنی بھی نہ ہوگی۔ البتہ جناب عمروؓ بن عاص اس سے بھی بڑھ کر کچھ ایسی کارروائیاں بھی کرنا چاہتے تھے جن کو آج کل ہم نفسیاتی کارروائیاں کہتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں اور دماغ پر چھا جانا۔ چنانچہ انہوں نے ایک دعوت کا بندوبست کیا، جس میں کچھ قبطی امرا کو دعوت دی گئی۔ اس دعوت میں صرف اونٹ کا گوشت پیش کیا گیا۔ جس کو مسلمان امرا نے تو خوب مزے سے کھایا۔ لیکن قبطی امرا لذیذ کھانوں کے عادی تھے۔ اونٹ کا گوشت ان کے حلق سے نیچے نہ اترسکا۔ یہی حال مسلمانوں کی روٹیوں کا تھا کہ وہ سخت تھیں۔ تو قبطی لوگوں نے خیال کیا کہ یہ لوگ صرف ایسی ہی غذا کے عادی ہیں۔ لیکن جناب عمروؓ نے چند دن کے بعد ایک اور دعوت کا انتظام کیا۔ اور انہی پرانے مہمانوں کو مدعو کیا۔ علاوہ کھانے بھی بڑے لذیذ پکائے گئے قبطی

Marfat.com

یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ مسلمانوں نے وہ لذیذ کھانے بھی عام کھانوں کی طرح کھائے۔

جناب عمروؓ کی تقریر

جب کھانا ختم ہوا تو جناب عمروؓ نے ایک تقریر کی۔ "کہ اہل مصر کو شاید یہ غلط فہمی ہو کہ ہم غریب لوگ ہیں اور جہان و دنیا کی لذتوں سے ناآشنا ہیں۔ نہیں! ایسی بات نہیں۔ ہم لذیذ سے لذیذ کھانا پکانا بھی جانتے ہیں اور کھانا بھی۔ ہم مل کر پاکیزگی کے ساتھ ایک برتن میں کھاتے ہیں کہ ہمارے آقا حضرت محمدؐ کا فرمان ہے کہ کھانا وہ لذیذ ہوتا ہے جس میں زیادہ ہاتھ پڑیں۔ ہمارے کھانوں میں لذت ہمارے اتحاد و اتفاق اور مل کر کھانے کی وجہ سے ہے۔ ہم بسیار خوری کو پسند نہیں کرتے اور نہ پیٹ کی غلامی کرتے ہیں کہ ہمارے آقاؐ کا فرمان ہے کہ مسلمانوں کا ایک پیٹ ہوتا ہے اور کافر کے سات پیٹ یہی وجہ ہے کہ ہم ایرانیوں کو شکست دے چکے ہیں۔ اور اہل روم کو شام و فلسطین سے بھگا چکے ہیں۔" اس تقریر کا بڑا اثر ہوا۔

شہروں میں پریڈ

اس دعوت کے ایک آدھ دن بعد جناب عمروؓ بن عاص نے حکم دیا کہ سب مجاہدین اپنے اپنے ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہر شہر کے بازاروں میں سے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند کرتے ہوئے گزریں گے۔ یہ حربی مظاہرے تھے اور گو حربی مظاہروں کی تاریخ بڑی پرانی ہے اور مصر میں تو فرعونِ مصر کے زمانے سے ایسے حربی مظاہرے سننے میں آتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا طریقہ نرالا تھا۔ ان کی تلواروں کی دھاریں بڑی تیز تھیں اور ان کے نیزے بڑے ہلکے پھلکے تھے۔ جب وہ مجاہد نعرۂ تکبیر کی صدا لگاتے ہوئے بازاروں سے گزرے تو مصر کے شہری حیران رہ گئے۔ اس کے بعد جناب عمروؓ بن عاص نے اہل مصر کے سامنے ایک اور تقریر کی اور کہا "کہ ہم ہر وقت جنگ کے لئے تیار رہتے ہیں۔ مصر کے مرغوب کھانے اور آب و ہوا ہم میں کوئی تبدیلی نہ پیدا کر سکے گی۔ اور تم لوگ یہ غلط فہمی اپنے دل سے نکال دو، کہ غریب مسلمانوں نے تمہارے ملک کو فتح کر لیا ہے۔ ہم اللہ والے ہیں اور یہ سب فتوحات اللہ کے لئے ہیں۔ اور اسی کی طرف سے ہیں۔ ہم سب کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں فتوحات نصیب کر رہا ہے۔"

Marfat.com

مصری اسلام کی آغوش میں

اور جناب فاروقؓ کی خوشی

روایت ہے کہ اہل مصر میں سے کئی لوگ ان واقعات کے بعد اسلام کی آغوش میں داخل ہو گئے بلکہ جہاں جہاں یہ خبریں پہنچتی گئیں، لوگ خوشی سے جوق در جوق آغوش اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔ طبری کے مطابق جناب فاروقِ اعظمؓ کے پاس جب ان واقعات کی خبر پہنچی تو وہ جناب عمروؓ بن عاص سے بڑے خوش ہوئے اور فرمایا "خدا کی قسم اس کی جنگ نرم ہوتی ہے مگر اس کی کاٹ بہت سخت ہوتی ہے۔" اور پھر آپ نے فرمایا کہ عمروؓ بن عاص مصر یا کسی علاقہ کی عملداری کے لئے بڑا موزوں شخص ہے۔

اہل روم اور انکے جانشینوں کی سازش

اہل روم نے اس زمانے میں مشہور کر دیا تھا۔ کہ عرب لوگ مصر پر اس لئے حملہ آور ہو رہے ہیں کہ وہ مصر کی دولت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جب مصریوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے ہاں مساوات ہے اور وہ مال و دولت کو اکٹھا کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔ ہر چیز اصول کے تحت ہوتی ہے، تو اس وجہ سے بھی کئی مصری اسلام کی آغوش میں داخل ہو گئے۔

تبصرہ

اہل روم یا ان کے جانشینوں کی یہ سازش اب بھی جاری و ساری ہے۔ ہمارے زمانے میں سر تھامس آرنلڈ کو "سر" کا خطاب اس لئے دیا گیا کہ پہلے تو وہ عربوں کی تاریخ کا ماہر بن کر سامنے آیا۔ یعنی ایک بہت بڑا "اورنٹیلسٹ" (ORIENTALIST) بنا۔ پھر ایک نظریہ پیش کیا کہ عربوں کی تمام تر فتوحات اس وجہ سے نہ تھیں کہ وہ مسلمان تھے۔ بلکہ اس وجہ سے تھیں، کہ وہ بھوکے تھے اور زرخیز علاقوں پر چل پڑے۔ پھر اس نظریہ میں کئی اور مورخین کو اپنے ساتھ ملا کر کئی بوں کی کتابیں لکھ ڈالیں۔ اور اب ساری

Marfat.com

دنیا "مالیات" اور "مادیات" کے چکر میں پھنس چکی ہے ہم بھی روٹی، کپڑا اور مکان کے نعرے لگاتے پھرتے ہیں اور ہمارے سکولوں میں پڑھایا جاتا ہے کہ دنیا میں تمام تر جھگڑا "کچھ ہونے اور کچھ نہ ہونے" کا ہے۔

یہ بڑی افسوسناک سازش ہے۔ اہل یورپ کی اپنی بھوک تو الگ کہانی ہے اور اس کا سرسری اشارہ راقم نے کلاسوٹز کے فلسفہ جنگ کے حصہ اوّل کے تاریخی عوامل کے مضامین اور پہلے باب کے ایک تبصرہ میں پیش کر دیا ہے کہ اہل یورپ نے کس طرح دنیا کو لوٹا اور اب بھی لوٹنے میں مصروف ہیں۔ اور اس صدی کی جنگوں کی ایک وجہ اس لوٹ کا حسد تھا۔ جنرل گلب البتہ اپنے تعصب کے باوجود آرنلڈ کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ اگر واقعات کو اندر سے جھانکا جائے، تو مسلمانوں کی فتوحات ان کے بہتر فلسفۂ حیات کی وجہ سے تھیں۔ اور اس چیز سے اہل مصر بڑے متاثر ہوئے۔ جناب عمروؓ بن عاص کے لشکر میں حبشی بھی تھے اور یمنی بھی۔ بلکہ کئی ایسے ایرانی بھی تھے جو کسی زمانے میں یمن میں آباد ہو گئے تھے۔ شام و فلسطین کے علاقے کے لوگ بھی تھے اور یونان یا یورپ کے باقی علاقوں کے لوگ بھی۔ جناب عمروؓ بن عاص کا خدمت گار خاص وردان یونانی تھا اور جنگ یرموک کے بعد دائرۂ اسلام میں داخل ہوا تھا۔ چنانچہ جب اہلِ مصر نے دیکھا کہ مسلمانوں میں کوئی اُونچ نیچ نہیں، کوئی قومیت کا جھگڑا نہیں۔ سب ایک برتن میں کھاتے ہیں اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں تو ان کے دل میں اسلام کے لئے اور کشش پیدا ہو گئی۔ اور وہ آہستہ آہستہ مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔

سکندریہ کی فتح کی تجویز

جب مصر کے مفتوحہ علاقوں میں حالات اتنے اچھے ہو گئے تو فوجی حکمت عملی کے طور پر پیش رفت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ جناب عمروؓ بن عاص نے سکندریہ کی فتح کے لئے سوچنا شروع کر دیا۔ کیونکہ بارشوں کا موسم آنے والا تھا۔ دریاؤں میں طغیانی سے سارا راستہ دلدل ہو سکتا تھا اور حرکت محدود ہو جاتی تو اس سے مسلمانوں کا سب سے بڑا ہتھیار "متحرک طریقہ جنگ" پر خراب اثر پڑتا۔ سکندریہ کی فتح میں دیر کی جاتی تو رومی بحری بیڑہ فرما کی بندرگاہ پر دوبارہ قبضہ کر لیتا اور مسلمانوں کا فلسطین

Marfat.com

سے ملاپ ختم ہو جاتا۔ بلکہ فرما سے آگے بڑھکر اگر رومی نہر طراجن (نہر امیر المومنین) یا جھیل طمسہ تک بھی آ سکتے تھے۔ اور مسلمانوں کا رابطہ مدینہ شریف سے ٹوٹ جاتا۔ اس لئے اگر سکندریہ جلدی فتح نہ بھی ہو سکتا تو اس کے دروازے کھٹکھٹانے کی لازماً ضرورت تھی، کہ اہل روم کوئی عمل کرنے کی بجائے ردِ عمل پر لگے رہیں۔ اور اس اہم اصول پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور فوجی ضرورت بھی تھی کہ سکندریہ کی مکمل ناکہ بندی کی جائے تاکہ اس کے نزدیک کے ڈیلٹا کے علاقوں کا غلہ یا پیداوار بھی وہاں نہ پہنچ سکے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ فرما کی فتح کے بعد مسلمان ڈیلٹا کے علاقوں کی دلدل میں نہیں پھنسنا چاہتے تھے۔ یا وہ دریاؤں کو بار بار عبور کر کے اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے تھے۔ نقشہ دوم میں جہاں ان کی پیش قدمی کو مصر اور باب الیون کی طرف دکھلایا گیا تھا، وہاں ایک فوجی آنکھ کو نظر آ جاتا ہے کہ باب الیون کی فتح کے بعد مسلمان سکندریہ پر حملہ دریائے نیل کے مغربی دریا کے مغربی کنارے کے ساتھ پیش قدمی کر کے کریں گے۔ اور اہلِ روم کو بھی یہ بات معلوم تھی۔ لیکن ہم نے مسلمانوں کی اس متوقع تجویز کو نقشہ چہارم میں الگ طور پر اس لئے ظاہر کیا ہے کہ اول خلیفہ دوم سے اجازت لینا تھی۔ اور دوم حکمت عملی کے تحت یہ دوسرا مرحلہ تھا اور اس کو الگ دکھانا ضروری تھا۔ تاکہ تمام حکمت عملی ایک دوسرے میں گڈمڈ نہ ہو جائے۔ اس طریقِ کار کو اپنانے کا ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ مسلمان اپنے دوست ریگستان کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر پیش قدمی کر سکتے تھے۔ اور سکندریہ کے نزدیک پہنچنے کے بعد سکندریہ کا رابطہ ڈیلٹا کے متعدد علاقوں سے خود بخود ٹوٹ جاتا تھا۔ یہ تھی حکمت عملی جس کے تحت مسلمان مصر کو آغوشِ اسلام میں لانا چاہتے تھے۔ لیکن اس تجویز کی منظوری جناب فاروقِ اعظمؓ سے لینے کی بھی ضرورت تھی کیونکہ مسلمان افواج اب دو کی بجائے تین محاذوں پر برسرِ پیکار تھیں اور اسلحی حکمت عملی کا تعین تو مدینہ شریف میں ہو رہا تھا۔

عـ[1]: یہ نہر جو نقشہ چہارم میں دکھائی گئی فراعنہ مصر کے زمانے میں بھی تھی۔ اس کے بعد مٹی سے بھر گئی اور روم کے بادشاہ طراجن TROJAN نے اس کو بنوایا تو اس کے نام سے مشہور ہو گئی تھی۔ اب حضرت عمرؓ کے حکم سے کھولی گئی تو نام نہر امیر المومنینؓ پڑ گیا۔

Marfat.com

خلیفۃ المسلمین کی حکمت عملی

تو چلیے اپنے ان بیانات کے تانے بانے ملانے کے لئے مدینۃ النبیؐ میں حاضری دی جائے۔ قارئین!
جب کبھی مدینہ شریف جانے کا ذکر ہو تو اپنے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ضرور بھیجا کرو۔ روایت ہے [۱] کہ جناب عبداللہ بن عمرؓ نے بہت لمبی عمر پائی۔ اور عبدالملک بن مروان کا زمانہ بھی دیکھا۔ قیام کبھی مکہ میں ہوتا تھا کبھی مدینہ میں اور کبھی اور علاقوں میں بھی تشریف لے جاتے تھے لیکن جب کبھی مدینہ تشریف لے جاتے تھے تو سب سے پہلے حضور پاکؐ کے روضہ مبارک پر حاضری دیتے تھے اور عرض کرتے تھے۔ اسلام علیک یا رسول اللہ۔ پھر کہتے تھے اسلام علیک یا ابوبکر صدیقؓ، اسلام علیک یا عمر فاروقؓ۔ بزرگوں کی یہ روائتیں اور ادائیں ہمارے لئے نشانِ راہ ہیں۔ بزرگوں پر سلام بھیجنا یا ان کو یاد کرنے سے اپنے ایمان کو تقویت پہنچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں واقعات کے علاوہ جگہ جگہ اللہ فرماتا ہے کہ یاد کرو حضرت آدمؑ کو یاد کرو حضرت نوحؑ کو اور حضرت ابراہیمؑ کو یعنی سب پیغمبروں کا ذکر بار بار آتا ہے۔ اس فلسفہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے روح زندہ رہتی ہے اور بزرگوں کے ساتھ روحانی تعلقات قائم رکھنے ضروری ہیں۔ گو یہ ایک الگ کتاب کا مضمون ہے۔

اب ذرا خلیفہ دوم کی فوجی حکمت عملی کا مطالعہ کریں نقشہ پنجم میں مسلمانوں کے تینوں محاذوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے، کہ کس جگہ کیا کچھ ہو رہا تھا تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ تمام تر حالات کیسے تھے۔
ایران و عراق کے محاذ پر اسلامی لشکر جلولہ کو فتح کرنے کے بعد حلوان تک پہنچ چکے تھے اس سے آگے نہاوند کا پہاڑی علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ جنوبی ایران کے محاذ پر خوزستان اور اہواز کے علاقے فتح ہو چکے تھے۔ آگے صوبہ فارس شروع ہو جاتا تھا۔ جس سے آگے ایرانی بلوچستان اور مکران کے لمبے چوڑے ریگستانی علاقے تھے۔ ان سب علاقوں کی فتوحات کا ذکر گو پہلی کتاب میں ہو چکا ہے۔ لیکن ہم اس وقت ۲۰ ہجری کی بات کر رہے ہیں۔ اور " زماں " کے لحاظ سے فتح نہاوند وغیرہ کے واقعات بعد میں ہوئے تھے۔ اس لئے قارئین کو یہ سمجھنا مقصود ہے کہ کس وقت کہاں کیا ہو رہا تھا۔

۱۔ طبقات ابن سعد حصہ چہارم

Marfat.com

اسی طرح شام کے تمام تر میدانی اور ریگستانی علاقوں پر قبضہ ہو چکا تھا اور آگے اناطولیہ یا انطاکیہ کے پہاڑ تھے۔ جزیرہ کے علاقے کے نزدیک آرمینیا اور کاکیشیا کے پہاڑی علاقے تھے۔ ان سب علاقوں میں رومی موجود تھے۔ اور وہ کھڑے دیکھ رہے ہوتے تھے کہ کوئی موقع ملا تو آئے تو وہ مسلمانوں پر پل پڑیں۔ ساحلی علاقوں پر قیساریہ کا محاصرہ کافی دیر رہا اور اس کی فتح کے بعد شام و فلسطین کے ساحل پر مسلمانوں کا قبضہ ضرور تھا۔ لیکن مسلمانوں کے پاس کوئی بحری طاقت یا بڑی کشتیاں نہ تھیں کہ وہ ساحل سے ذرا زیادہ آگے بڑھ کر سمندری علاقوں کی دیکھ بھال کریں۔ البتہ خلیج فارس، خلیج عقابہ اور یمن کے علاقوں سے کافی ملاح مجاہدین، علاقہ شام میں جناب امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ لیکن وہ اپنی بندرگاہوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ یعنی بیروت سے قیساریہ وغیرہ اپنے ساحل پر ہی کشتیاں اور جہاز چلاتے تھے۔

جناب معاویہؓ البتہ قبرص (CYPRUS) اور روڈس (RODES) کے جزیروں پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ جب تک ان جزائر پر قبضہ نہ کیا جاتا مسلمان شام و فلسطین کے ساحل پر بے فکر ہو کر نہ بیٹھ سکتے تھے۔ رومی خطرہ ہر وقت سر پر منڈلا رہا تھا۔ جناب عمروؓ بن عاص جلد سے جلد سکندریہ پر قبضہ کرنا چاہتے تھے کہ مصر میں جو کچھ حاصل ہو چکا تھا اس علاقہ پر قائم و دائم رہنے کے لئے ایسا ضروری تھا اب ان حالات میں نقشہ پنجم کا مطالعہ کر کے جناب عمر فاروقؓ کی سوچ کا اندازہ لگائیں۔ خاص کر مشرقی محاذ کے حالات، جو پہلی کتاب میں بیان ہو چکے ہیں، ان کو دہرائیں کہ یزدجرد اس وقت تک زندہ تھا۔ اور نہاوند کے مقام پر ایک بہت بڑا ایرانی لشکر تیار ہو رہا تھا تاکہ مسلمانوں سے ایران و عراق کے علاقے چھین لئے جائیں۔ اہل روم، شام کے ملک کو للچائی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور ہم سکندریہ کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ملک فتح کرنے تو آسان ہوتے ہیں۔ لیکن فتوحات کو قائم رکھنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ پہلی اور دوسری کتاب میں مغربی مفکروں اور جنگی ماہرین کی اس کوشش پر سیر حاصل تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ وہ فتح کے اختتامی مقام کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ لیکن آج تک کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکے بلکہ فتح کو قائم رکھنے کا کوئی فلسفہ بھی پیش نہیں کر سکے ہیں نہ اس کی تلاش میں انہیں کوئی کامیابی ہوئی ہے۔ جنرل فلر کا ذکر دوسری کتاب میں کیا گیا تھا کہ اس نے دنیا کی سینکڑوں سے زیادہ جنگوں کو فیصلہ کن جنگیں قرار دے

Marfat.com

کر تین کتابیں لکھیں۔ ان جنگوں نے تاریخ پر اثرات ضرور چھوڑے۔ لیکن وہ سب وقتی اور تھوڑے عرصہ کے لئے تھے۔ وہ کسی فلسفہ یا نظریہ کو قائم نہ رکھ سکے۔ کیونکہ ایسی جنگیں کسی فلسفہ کے تحت نہیں لڑی گئی تھیں۔ اور اگر باطل فلسفہ کے تحت کوئی جنگ لڑی بھی گئی تو اس فلسفہ کے اثرات مٹ گئے۔ انیسویں صدی میں مشہور جرمن جنگی ماہر کلا سوٹز نے اول حملہ کے اختتامی مقام کو تلاش کیا، لیکن کسی نتیجہ پر پہنچے کے بغیر چند انساط لکھے اور اپنی ساتویں کتاب کے پانچویں باب میں شامل کیا اور لکھا کہ بیان ناممکن ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے بستر سے کچھ تحریریں ملیں جن۔ عنوان فتح کا اختتامی مقام تھا[1]۔ اس کی بیگم نے اس باب کو بھی کلا سوٹز کی ساتویں کتاب کے تیسرے باب میں شامل کر دیا۔ یہ بھی ناکام کوشش ہے کہ فتح سے شکست نکلتی ہے وغیرہ

حضرت عمرؓ کی سوچ

حضرت عمرؓ ان تمام معاملات کا تجزیہ کئے ہوئے تھے۔ وہ نہ چاہتے تھے کہ فتح کے بیچ سے شکست پیدا ہو۔ یا فتح کو قائم نہ رکھا جا سکے۔ اور وہ اس سلسلہ میں فکرمند بھی ہو جاتے تھے اور ان فتوحات کو قابو میں رکھنے یا مرحلہ در مرحلہ بڑھنے کی وجہ سے یہ فتوحات آج بھی قائم ہیں۔ اس سلسلہ میں چوتھی کتاب میں مکمل تجزیہ پیش کیا جائے گا۔ بہرحال ان مرحلہ در مرحلہ تجاویز اور ترجیحات کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب عمرؓ نے امیر معاویہؓ کو بحری جنگ کی اجازت نہ دی کہ اس کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ لیکن مورخین نے ناسمجھی کی وجہ سے یہ تبصرہ کر دیا کہ حضرت عمرؓ بحری جنگ سے کتراتے تھے (نعوذ باللہ) کیا جناب عمرؓ اسلام کو خشکی پر محدود کرنا چاہتے تھے؟ نہیں ایسی کوئی بات نہ تھی۔ یہ زماں و مکاں کا معاملہ تھا کہ ابھی وقت نہ آیا تھا۔

اسی طرح حضرت عمرؓ ایران کے پہاڑی علاقوں میں بھی مکمل طور پر اس وقت پیش قدمی کرنا چاہتے تھے، جب تیاری مکمل ہو جائے۔ جنوب میں زیادہ کامیابیاں ہو جائیں اور مغرب میں مصر

---

[1] قارئین اس کا کلا سوٹز کے فلسفہ جنگ کے حصہ سوم کی کتاب میں جو اردو ترجمہ ہے۔ سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

بھی مکمل طور پر فتح ہو جائے تو پھر ایران کے وسطی علاقوں اور بعد میں شمالی علاقوں میں پیش قدمی کی جا سکتی تھی یہی وجہ تھی کہ جب ایرانی نہاوند کے قریب اکٹھے ہو رہے تھے تو آپؓ نے فرمایا کہ کاش اس وقت ایران اور ہمارے درمیان ایک لوہے کی دیوار ہوتی۔ اور کچھ مورخین نے لکھا کہ آپؓ نے فرمایا کہ اہل ایران اور ہمارے درمیان آگ کا دریا ہوتا۔ واللہ اعلم۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو ہمارے لحاظ سے یہ بات اس وقت کے لئے تھی کہ جناب عمرؓ جن حالات سے دوچار تھے ان کے لحاظ سے اس وقت وہ اپنے اور ایران کے درمیان کوئی رکاوٹ دیکھنا پسند کرتے تھے۔ کہ ایک وقت میں صرف ایک۔۔ محاذ پر ہی بھرپور کارروائی ہونا چاہیئے تھی۔ دوسری کتاب میں اس پہلو کی خوب وضاحت کی گئی ہے اور اس کتاب کے آخری باب میں واقعات کو تسلسل کے ساتھ بیان کرنے میں مقصد یہی تھا کہ خلفائے راشدین کی حکمت عملی کی سمجھ آ جائے کہ کس طرح وہ ایک محاذ پہ جب بھرپور کارروائی کرتے تھے تو دوسرے محاذ پر صرف دیکھ بھال اور تیاری کی کارروائیاں کی جاتی تھیں۔

لیکن اسلامی سلطنت میں اب وسعت بہت زیادہ آ چکی تھی اور دو کی بجائے تین محاذ بن گئے تھے۔ جناب فاروق اعظمؓ کسی وقتی دیوار کے لئے دعا بھی مانگ رہے تھے اور ساتھ تینوں محاذوں پر تیاری بھی شروع تھی۔ کہ ایسی دیواروں کو بعد میں پاش پاش بھی کرنا تھا اور اپنے زمانے میں پاش پاش کیا بھی۔ آپؓ صرف وقت منتظر کر رہے تھے۔ نہاوند کے محاذ پر تیاری شروع تھی۔ شام و فلسطین کے محاذ پر بحری جنگوں کی تیاری ہو رہی تھی۔ اور سکندریہ کی فتح یا محاصرہ کچھ آسان نظر آ رہا تھا۔ اس لئے اس کی اجازت دے دی۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ مولانا شبلیؒ جیسے عالم دین بھی ان حالات کو نہ سمجھ سکے اور رفیدوں کی سازش والی بات کو اپنی کتاب کا حصہ بنا دیا۔ اور لکھ گئے "کہ جناب عمرؓ ایران کے علاقوں میں اپنی فتوحات کو روایتی عرب علاقوں تک محدود کرنا چاہتے تھے۔ اور عربوں کو اپنا ہم قوم کہتے ہوئے ان کو ایرانیوں کے خلاف ابھارا۔" (نعوذ باللہ)

تبصرہ

یہ الفاظ بڑے افسوسناک ہیں۔ اور جناب عمرؓ کبھی بھی ایسے الفاظ یا خیالات کا اظہار نہ کرتے کوئی شاید آگے بڑھ کے مصلحت کے طور پر ایسے لفظ کہے مگر ہم اس کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ مصلحت کی

Marfat.com

کوئی حد ہوتی ہے۔ مصلحت میں اپنے فسلفۂ حیات اور عقائد کی نفی کی اجازت نہیں۔ ہمارے لحاظ سے "عرب" مسلمانوں کے ہاتھ سے بدر کے مقام پر شکست کھا چکے تھے۔ اور فتح مکہ کے بعد سارے عرب مسلمان ہو گئے تھے۔ ہم اپنے آپ کو عرب ایرانی یا مصری کہنے کے چکر میں نہیں ڈالتے۔ اور نہ ہی یہ ماننے کو تیار ہیں کہ حضرت عمرؓ اپنے آپ کو عرب کہتے تھے۔ ان کی ننھیال سے کافی لوگ اسلام کی آغوش میں دیر سے داخل ہوئے۔ تو اس کا بھی حضرت عمرؓ کو افسوس تھا اور جنگ یرموک[1] میں جناب عکرمہؓ کی شہادت کے وقت جناب خالدؓ کے یہ الفاظ ثبت ہیں کہ اب تو ہماری بہن کے بیٹے کو ہم سے راضی ہو جانا چاہیئے کہ ہم اس طرح اسلام کے لئے قربانی دے رہے ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے لکھا جاتا ہے کہ جناب عکرمہؓ جناب عمرؓ کے ماموں کے بیٹے تھے اور جناب خالدؓ، جناب عمرؓ کی والدہ کے چچازاد بھائی تھے۔ چنانچہ ہمارے لئے سارے رشتے اللہ اور رسول ﷺ کی وجہ سے ہیں اور بہتر ہو گا کہ ہم غیروں کے فلسفوں کے غلام نہ بنیں۔ جب حضرت عمرؓ کی ننھیال اسلام لے آئے تو وہ ان کے رشتہ دار بن گئے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار — قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری (اقبالؒ)

اسلامی لشکر کی پیش قدمی

چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ سے اجازت ملنے کے بعد جمادی الثانی یا رجب بیس ہجری میں جناب عمروؓ بن عاص سکندریہ کی طرف روانہ ہو گئے مدینہ شریف سے کمک بھی پہنچ گئی اور راستہ وہ استعمال کیا گیا جو نقشہ چہارم میں تجویز کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ البتہ پیش قدمی کرنے سے پہلے ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔

فاختہ کی سپہ سالار کے خیمہ میں پناہ

جب پیش قدمی کا وقت نزدیک آیا اور خیمے اتارنے کا بندوبست شروع ہوا تو معلوم ہوا

---

[1] دوسری کتاب نواں باب

Marfat.com

کہ جناب عمرو بن عاص کے خیمہ کے جوڑوں میں ایک فاختہ نے انڈے دے دیئے ہیں چنانچہ جناب عمرو بن عاص نے حکم دیا کہ وہ خیمہ اسی طرح وہاں رہے گا بلکہ جو لوگ وہاں رہ رہے تھے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کی حفاظت بھی کریں گے۔ اور خیمہ تب اکھڑیں گے جب فاختہ کے انڈوں سے بچے نکل کر اڑ جاتے ہیں۔ اس کارروائی میں انصارِ مدینہ کی عزت افزائی تھی کہ انہوں نے حضور پاکؐ اور مہاجرین کو یثرب میں پناہ دی تھی اور اس کے بعد ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ جب بھی کوئی اس سے پناہ مانگتا ہے یا اس کی پناہ اختیار کرتا ہے تو اس کی حفاظت کی جائے۔ کچھ مغربی مورخین نے جناب عمروؓ بن عاص کی اس کارروائی کو پرانی عرب روایات کی نقل کا نام دے دیا کہ عربوں میں یہ روایت تھی کہ اگر کوئی خونخوار بھیڑیا بھی آ کر ان کے ہاں پناہ لے تو اس کو پناہ دی جاتی تھی۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عربوں میں ایسی روایت ضرور ہو گی لیکن اسلام میں کسی خونخوار بھیڑیئے کو پناہ دینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کمزور اور ضرورت والے کو پناہ دی جاتی ہے۔ نہ کہ قاتل کو۔ بلکہ اسلام میں تو قاتلوں اور ظالموں کے قلع قمع کرنے کا حکم ہے۔ بہرحال مثال بڑی اچھی تھی۔ لیکن ہمیں یہ یاد رہے کہ غیر ہمیں اپنی علاقائی روایتوں کی یاد دلا کر ہمارے اصلی وحدت والے نصب العین سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں ہر وقت اپنی وحدت کا خیال کرنا چاہیئے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک

ایک ہی سب کا نبیؐ، دین بھی، ایمان بھی ایک

(اقبالؒ)

ایک فاختہ کے بارے میں مسلمان سپہ سالار کے یہ احکام سن کر اہلِ مصر حیران ہو گئے کہ یہ لوگ بڑے عظیم ہیں کہ کمزور کا اتنا خیال رکھتے ہیں۔ چنانچہ اور لوگ بھی جلدی سے اسلام کی آغوش میں داخل ہو گئے۔ روایت ہے کہ مصر کے لوگوں نے جتنا جلدی اسلام میں داخل ہونا شروع کیا اور کسی ملک میں لوگ اسلام میں اتنی تیزی سے داخل نہیں ہوئے۔ اور حضور پاکؐ بھی فرما گئے تھے کہ قبطی لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا کہ وہ دشمنوں کے خلاف بھی تمہاری مدد کریں گے اور موجودہ فسطاط کی چھاؤنی اسی خیمہ والی جگہ پر ہے اور اسی وجہ سے اس نام سے موسوم ہے۔

Marfat.com

نقشہ چہارم :- اسلامی لشکر کی سکندریہ کی فتح اور ڈیلٹا پر قبضہ کا رخ اور نہر طراجن

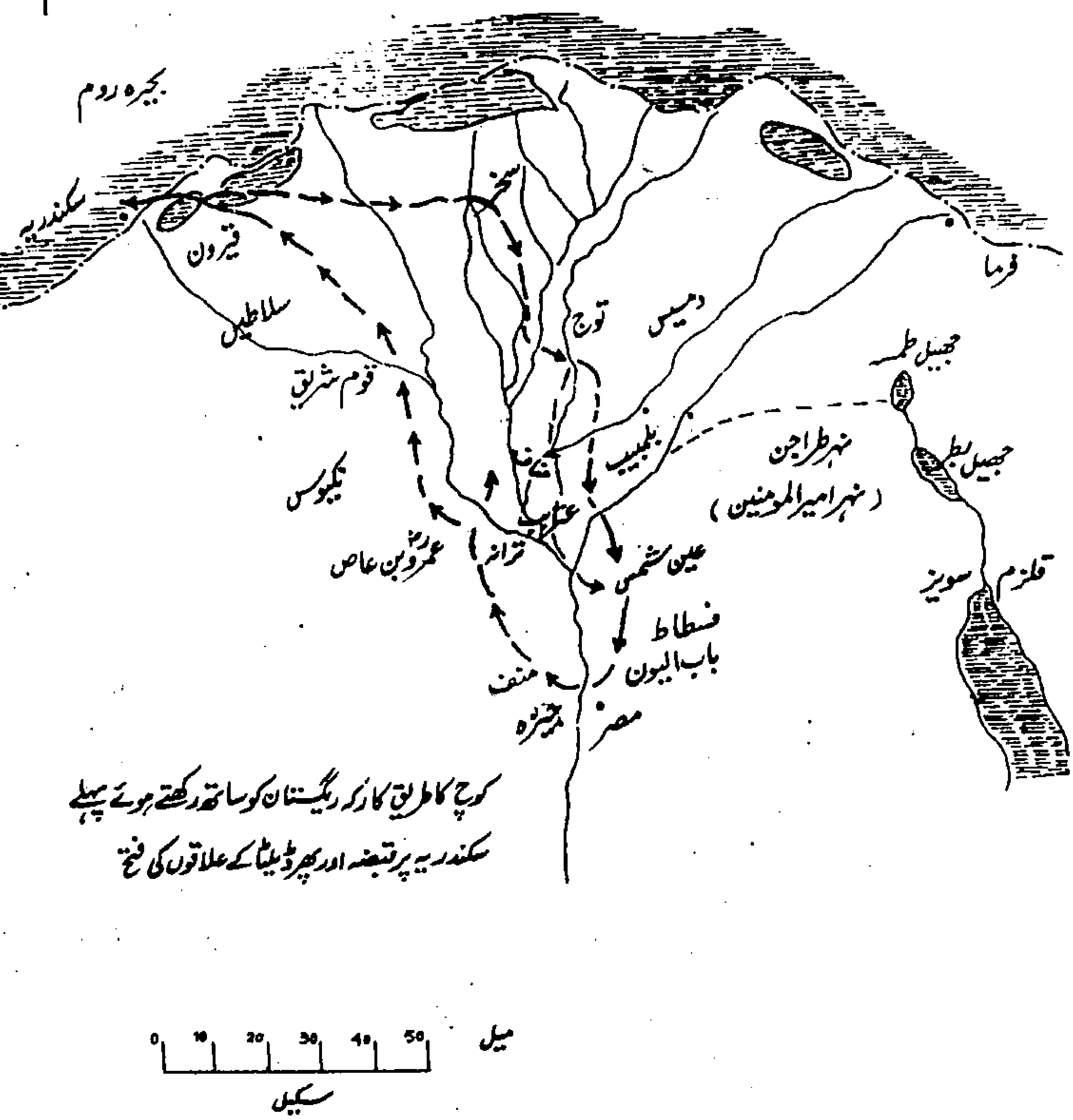

Marfat.com

قسطنطنیہ

اب ذرا قسطنطنیہ کے حالات کا جائزہ بھی لیا جائے۔ ہرقل بیس ہجری میں مرگیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا قسطنطین (CONSTAITINE) قیصر روم بن گیا۔ لیکن ہرقل کی دوسری بیوی، جو اس کی بھتیجی یا بھانجی تھی، وہ اپنے بیٹے ہرقلون کو تخت پر بٹھانا چاہتی تھی۔ ہرقل کی اس بیوی مارٹینا کو لوگ پسند نہ کرتے تھے کہ ہرقل نے اس کے ساتھ شادی پادریوں کی اجازت کے بغیر کی تھی اور اس کے بیٹے ہرقلون کی عمر پندرہ سال تھی۔ ہرقل کے مرنے کے بعد اس کا بڑا بیٹا قسطنطین، جس کی عمر تیس سال تھی۔ اور اس کو آگسٹس کا خطاب بھی مل چکا تھا، تخت نشین ضرور ہوا لیکن ساڑھے تین ماہ بعد جمادی الثانی بیس ہجری میں مرگیا۔ لیکن مرنے سے پہلے متوقس کو واپس سکندریہ بھیج گیا تھا۔ اور کچھ مورخین کے لحاظ سے وہی گورنر تھا۔ اور کچھ کا خیال ہے کہ وہ صرف آرچ بشپ یعنی بڑا پادری تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ قسطنطین نے جنرل منذفور کو بھی سکندریہ سے بلایا اور اس کے ساتھ مشورہ کیا

بہرحال، قسطنطین کے مرنے کے بعد مارٹینا اپنے بیٹے ہرقلون کو تخت پر بٹھانے میں کامیاب ہوئی کہ کچھ لوگ قسطنطین کے لڑکے اور ہرقل کے پوتے قسطین (CONSTEN) جس کی عمر بارہ برس تھی، کو تخت نشین کرنا چاہتے تھے اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گئے لیکن چونکہ قسطین (CONSTEN) کو تخت میں حصہ داری مل گئی اس طرح ہرقلون کوئی کام قسطین کے مشورہ کے بغیر نہیں کر سکتا تھا۔ گو ہرقل نے اپنے مرنے سے پہلے سکندریہ کے دفاع پر بڑا زور دیا تھا۔ اور وہ مصر میں مزید کمک بھیجنا چاہتا تھا لیکن یہ کمک مصر تک جمادی الثانی یا رجب کے مہینہ میں پہنچی۔ کیونکہ تخت کے دو مالکوں کی وجہ سے افراتفری برپا تھی۔

مسلمانوں کی تجویز

مسلمانوں نے سکندریہ پہنچنے کی تجویز بنالی تھی اور وہ رواں دواں تھے۔ جمادی الثانی کا مہینہ تھا۔ یعنی ادھر مئی یا جون کا مہینہ تھا اور دریاؤں میں طغیانی نہیں آئی تھی۔ مسلمان طغیانی سے پہلے سکندریہ

Marfat.com

کے گرد و نواح میں پہنچ جانا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب مسلمان چلے توان کے ساتھ پہلا مقابلہ چالیس میل شمال میں ترانہ کے مقام پر ہوا۔ جہاں اسلامی لشکر کے جیش مقدم کے ساتھ ایک رومی چوکی پر فوجیوں نے مقابلہ کیا۔ جھڑپ سخت تھی لیکن جیسے ہی رومیوں کو معلوم ہوا کہ پورا اسلامی لشکر پیش قدمی کر رہا ہے تو رومیوں نے میدان چھوڑ دیا۔

اس کے بعد اگلا مقام ترانہ سے دس میل شمال میں معاون دریا کے مشرقی کنارے پر تھا جسے نوکیہ یا نوضیہ کہتے تھے۔ وہاں کی رومی فوجی چوکی کو خیال تھا کہ مسلمان شاید دریا کو پار نہ کریں گے اور یہاں کا کوئی حربی مظاہرہ ہے۔ اس لیے وہ لوگ اپنی چوکی پر ڈٹے رہے۔ لیکن مسلمان اب تو دریاؤں کو عبور کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ انھوں نے دریا کو عبور کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر رومی فوجیوں نے افراتفری کی حالت میں جو سامان ہاتھ لگا اس کو لے کر کشتیوں میں ڈال دیا اور سکندریہ کی طرف بھاگنے کی کوشش کی۔ مسلمان اس کی اجازت نہ دے سکتے تھے اسی لئے انھوں نے کشتیوں سے آگے بڑھ کر دریا کنارے سے آگے نکل کر رومیوں پر حملے شروع کر دیئے۔ دریا میں ابھی طغیانی نہیں آئی تھی۔ پانی بھی کم تھا اس لئے مسلمانوں نے بڑھ بڑھ کر حملے کئے جس میں کافی زیادہ رومی تہ تیغ ہوئے۔ یہ حالت دیکھ کر بچے کھچے رومیوں اور اہل شہر نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ پھر مسلمانوں نے اس کے اندرون علاقے میں دور دور تک حربی مظاہرے کئے اور سب علاقوں کو اسلامی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے دریا کو دوبارہ عبور کیا اور جیسا کہ نقشہ چہارم میں دکھایا گیا ہے مسلمان دریا کے مغربی کنارے پر آ کر پھر شمال کی طرف رواں دواں ہو گئے۔

قوم شریق کی لڑائی

مسلمانوں کے کوچ یا پیش قدمی کا طریقہ موجودہ زمانے کے ایڈوانس ڈوکنٹیکٹ کے مشابہ تھا اور ایڈوانس گارڈ کو مسلمان ہراول یا جیش المقدم کا نام دیتے تھے۔ اب جو پیش قدمی ہوئی تو مسلمانوں کے جیش المقدم کے امیر یا کمانڈر شریک ؓ تھے۔ لشکر کوئی بیس میل اوپر پہنچے ہوں گے۔ اور وہاں سے آگے مسلمان دریا کو عبور کر کے تیروں والے راستے سکندریہ جانا چاہتے تھے۔ لیکن ابھی وہ دریا سے کچھ دور ہی تھے کہ آگے سے ایک رومی لشکر نے ان پر حملہ کر دیا۔ عام طور پر کمزور

Marfat.com

نقشہ پنجم :- اکیس ہجری میں خلیفہ دوم کی فتوحات کی حکمت عملی
اور اسلامی لشکروں کے محاذ اور تیاری

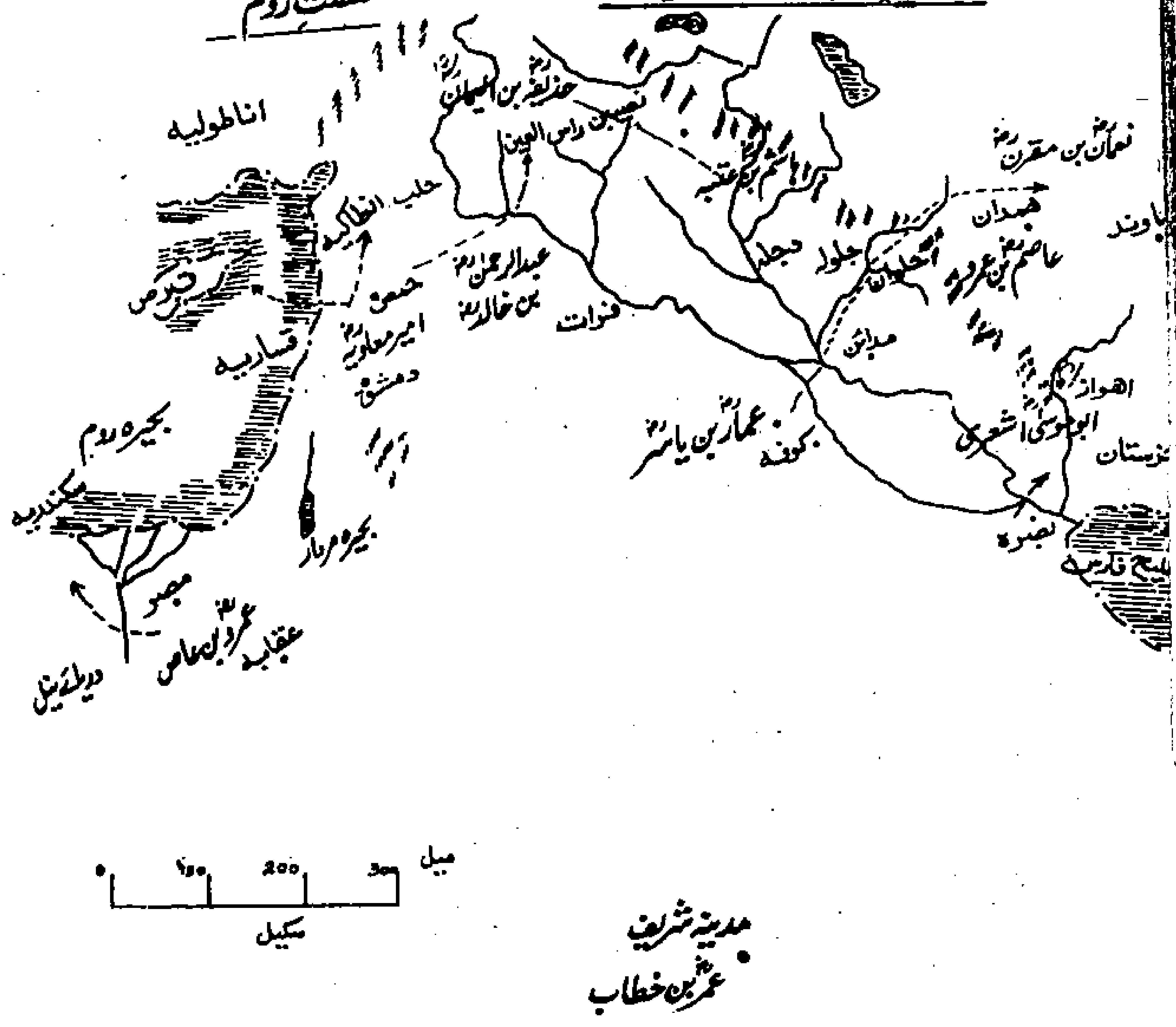

دشمن ایسی حرکت نہیں کرتا۔ کہ رومی پسپا ہو رہے تھے اور اس صورت میں بہتر طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جگہ جگہ پوزیشن لے کر دشمن کی پیش قدمی کو روکا جائے۔ اس کا وقت ضائع کیا جائے اور اسے زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جائے۔ لیکن جو طریقہ رومی دستے کے کمانڈر نے اختیار کیا اس کی داد دینی چاہیئے۔ اور یہ ایک بہت بڑا سبق ہے۔ جنگ کے طریق کار کے اسباق جہاں سے بھی حاصل ہوں ان کی نقل کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔

شریک رضؓ بن سمیہ بڑے سلجھے ہوئے کمانڈر تھے اور ان کے دستے پھیلاؤ میں تھے۔ آپ نے ایک ٹیکری تلاش کی جو باقی زمین سے اونچی تھی اور اپنی تمام فوج یا دستے کو حکم دیا کہ وہ اس ٹیکری پر پوزیشن لے لیں یا صف بندی کر دیں۔ یہی ٹیکری بعد میں قوم شریک کے نام سے مشہور ہو گئی کہ ٹیکری کو عربی میں قوم کہتے ہیں۔ بہر حال رومی لشکر پہلے دن تو صرف اتنی کامیابی حاصل کر سکا کہ مسلمانوں کی پیش قدمی کو بگڑا مگڑا کر دیا۔ اور ہم اس طریق کار کا موجودہ زمانے کے SPOILING ATTACK یا اس قسم کی کسی کارروائی سے موازنہ کر سکتے ہیں۔ اور رومیوں کی چھوٹی سطح پر یہ ایک کامیابی تھی۔ لیکن پھر رات ہو گئی اور لڑائی ختم گئی۔

جناب شریک رضؓ نے جناب عمرو رضؓ بن عاص کو بر وقت خبر دیدی اور یہ اچھا ہی ہوا کہ رومی دستہ کی تعداد مسلمانوں کے جیشِ مقدم سے بہت زیادہ تھی۔ اور سورج چڑھتے ہی رومیوں نے مسلمانوں پر ایک زبردست حملہ کر دیا۔ لیکن ان رومیوں نے مسلمانوں کے ہاتھ پہلے نہ دیکھے تھے۔ مسلمان مجاہدین دفاع میں جم کر نہ لڑتے تھے۔ وہ حملہ آور ہو کر صرف چھاپہ مارتے تھے رومیوں نے سخت نقصان اٹھایا۔ لیکن انہوں نے اپنی زیادہ تعداد کو استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کے ایک بازو اور پچھلی طرف سے ہو کر ٹیکری سے "اکھیڑنے" کی کوشش کی۔ لیکن مسلمانوں نے ان کو یہاں پر بھی بری طرح ماردی۔ اب سورج ڈھلنے والا تھا کہ دور جنوب کی طرف سے گرد اڑتی دکھائی دی۔ یہ جناب عمرو رضؓ بن عاص کے بڑے لشکر کے متحرک دستے تھے، جو تیزی سے جیش المقدم کی مدد کے لئے آ رہے تھے رومی ان کو دیکھ کر میدان چھوڑنے لگے۔ جناب شریک رضؓ کے دستوں نے ان کا تعاقب کیا۔ رومی بھی اگرچہ متحرک تھے مگر انہوں نے میدان جنگ کو خالی کرنے میں ہی فائدہ سمجھا اور پاؤں سر پر رکھ کر بھاگ گئے۔ رومیوں کی اس تدبیراتی کارروائی کا مطالعہ ضروری ہے۔ اور اس کے بعد جناب عمرو رضؓ بن عاص

Marfat.com

پر عیاں ہو گیا کہ اہلِ روم سکندریہ کا سخت دفاع کریں گے۔ اور سکندریہ تک جو فاصلہ باقی رہ گیا تھا تو اس پر بھی پیش قدمی میں رکاوٹیں ڈالی جائیں گی۔

سلطین کی کارروائی

اگلی صبح مسلمان لشکر رواں دواں تھا اور اب جیش المقدم تبدیل کر دیا گیا۔ کچھ تازہ دم لشکریوں سے ایک جیش المقدم تیار کیا گیا۔ اس کی کمانڈ جناب عمروؓ بن عاص کے بیٹے جناب عبداللہؓ کو دے گئی۔ جناب عبداللہؓ اسلام کے ایک عظیم عالم اور اونچے رتبہ کے صحابی تھے۔ روایت ہے کہ آپؓ اپنے والد سے بھی پہلے اسلام لے آئے تھے۔ سچائی اور تقویٰ کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے بہرحال ایک بڑا لشکر بھی آپؓ کے جیش المقدم کے ساتھ ساتھ تھا۔ چند میل اوپر جانے کے بعد سلطین کے مقام پر رومیوں سے ایک سخت جھڑپ ہوئی اور پورا دن اسی کارروائی پر لگ گیا۔ لیکن شام سے پہلے رومی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

قیرون کی لڑائی

جناب عمروؓ بن عاص کو اندازہ ہو گیا تھا کہ رومی اور بھی سخت مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ آپ نے اگلے دن کے لئے اپنے بیٹے عبداللہؓ کے جیش المقدم کی نفری بڑھا دی۔ اور اپنے نومسلم اور وفادار یونانی خدمت گار وردن کو بھی عبداللہؓ کے ساتھ بھیج دیا۔ بلکہ جیش المقدم کا جھنڈا اٹھانے کی سعادت بھی وردن کو نصیب ہوئی۔ وردن شاید پہلا یورپین ہے جس کو اسلامی فوج میں علمبرداری کا شرف حاصل ہوا۔ جناب عبداللہؓ جب قیرون پہنچے جو سکندریہ سے تقریباً بارہ میل جنوب میں تھا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں رومیوں کا ایک لاؤ لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار کھڑا ہے۔ ممکن ہے یہ لشکر کئی دنوں سے وہاں پر ہو کر اس کا کمانڈر بھی باب الیون والا منڈ فور (تھیوڈرس) ہی تھا جس کو صلاح کے لئے قیصرِ روم نے قسطنطنیہ بھی بلایا تھا۔ اور وہ پھر واپس آ گیا تھا۔ جناب عبداللہؓ نے وہاں پہنچتے ہی دشمن پر حملہ کر دیا۔ بعد میں جب جناب عمروؓ بن عاص وہاں پہنچے تو لڑائی جاری تھی اور وہ اپنے بیٹے کی کارروائی سے خوش ہوئے اور وہ خود بھی جنگ میں شریک ہو گئے۔ مورخین کے حساب سے کو کھلا

Marfat.com

میدان تھا، لیکن رومی سخت مقابلہ کر رہے تھے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی تعداد مسلمان لشکر سے زیادہ تھی۔ ورنہ کھلے میدان میں اپنے برابر دشمن کو مسلمان ایک آدھ دن میں ختم کر دیتے تھے مورخین کے حساب سے مسلمانوں نے بھرپور حملے کئے اور آخر ان کو دشمن کی صفوں میں کمزور مقامات کا پتہ چل گیا اور وہ مقامات ایسے تھے، جہاں مصر کے قبطی صف بند تھے۔ کیونکہ سمجھوتے کے تحت مصر کے باشندے جنگ میں شریک نہ ہو سکتے تھے اور رومی ان کو زبردستی اپنی صفوں میں شریک کر رہے تھے۔ جب مسلمانوں کو ان کمزور مقامات کا پتہ چلا تو انہوں نے انہی جگہوں پر حملے کئے اور دشمن کی صفوں کو تہس نہس کر دیا۔ اور رومی بڑی مشکل کے ساتھ جان بچا کر بھاگے منذفور بھی بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

سکندریہ کے دروازے پر

قیرون کی لڑائی کے دوسرے دن مسلمان مجاہدین سکندریہ پہنچ گئے۔ شہر کو دیکھ کر اکثر مجاہدین حیران رہ گئے۔ ان کے لئے یہ ایک الگ دنیا تھی۔ جناب عمرو بن عاص کے لشکر میں کوئی ۱۲ ہزار مجاہدین تھے۔ البتہ مصر کے کچھ قبطی بھی امداد کر رہے تھے۔ وہ مخبری کا کام کرتے تھے مسلمانوں کو رسد کا سامان اکٹھا کرنے میں مدد دیتے تھے۔ سڑکوں کی مرمت اور باربرداری کے لئے جانور اکٹھے کرنے اور اس قسم کے کئی کام ان کے ذمے تھے۔ سکندریہ کا دفاع بھی بڑا مشکل تھا، لیکن حملہ بھی اتنا ہی مشکل تھا۔ عام بندرگاہیں سمندر کے کنارے ہوتی ہیں اور ایک طرف خشکی اور دوسری طرف پانی ہوتا ہے۔ سکندریہ کے عجیب حالات تھے۔ شمال میں سمندر تھا۔ اور جنوب میں ایک جھیل تھی۔ خشکی مشرق میں بھی تھی اور مغرب میں بھی۔ لیکن دونوں خشک علاقوں کا آپس میں کسی خشکی کے ذریعے ملاپ نہ تھا اور نہ سمندر اور جھیل کا پانی کے ذریعے آپس میں کوئی ملاپ تھا۔

سکندریہ کا پھیلاؤ بہت زیادہ تھا لیکن اس زمانے میں کتنا پھیلاؤ تھا اور قلعہ کی دیواریں کہاں پر تھیں۔ اس سلسلہ میں مورخین خاموش ہیں۔ آبادی کوئی چھ لاکھ تھی جس میں یہودی، یونانی، اطالوی، حبشی، مصری اور قبرص کے یونانی یا باقی یورپ کے علاقوں کے

Marfat.com

لوگ آباد تھے۔ اہل یورپ کی تعداد کوئی تین لاکھ تھی۔ یعنی آدھے یورپین تھے۔ بعض مورخین نے سکندریہ کے پھیلاؤ کو دس میل تک بتایا ہے۔ لیکن یہ نہیں لکھا کہ طول میں دس میل تھا یا رقبہ دس مربع میل تھا۔

سکندریہ کا نقشہ کچھ مددگار ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی تدبیرات پر بحث ہو سکتی ہے کہ کسی مورخ نے اس زمانے کی زمین کی نشاندہی نہیں کی۔

موجودہ زمانے میں ایسے کسی شہر کے خشکی کے علاقے پر قبضہ ہو جائے تو بندرگاہ پر بھی جلد قبضہ ہو جائے گا۔ اس لئے اگر ہمیں اس زمانے کے کچھ تدبیراتی پہلو معلوم بھی ہو جائیں۔ تو ہمارے فوجی مطالعہ کے لئے وہ کسی اہمیت کے نہ ہوں گے۔ ہم اس تفصیل میں بھی اس لئے جا رہے ہیں کہ بارہ ہزار مسلمان مجاہدین نے اتنا بڑا شہر فتح کر لیا۔ دمشق اس زمانے میں سکندریہ کے مقابلے میں چھوٹا تھا۔ البتہ مدائن، سکندریہ کے مقابلے کا شہر تھا جس پر سکندریہ سے پہلے قبضہ ہو چکا تھا۔ سکندریہ میں بھی مدائن کی طرح ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جس میں باطل تہذیب پر لاکھوں کی تعداد میں کتابیں موجود تھیں۔

سکندریہ کا محاصرہ

چنانچہ جناب عمروؓ بن عاص نے سکندریہ کا خشکی کے دونوں مقامات کی طرف سے محاصرہ کر لیا۔ اور جھیل پر بھی مسلمانوں کا قبضہ تھا اور اس میں صرف وہ کشتیاں رہنے دی گئیں جن کو مسلمان استعمال کرتے تھے اور سکندریہ کی دیواروں کے ساتھ ساتھ جھیل والی جو جگہ تھی وہاں کوئی کشتی باقی نہ رہ گئی تھی۔ لیکن علاقہ اتنا وسیع تھا کہ اہل سکندریہ جھیل کے راستے تیر کر یا کوئی اور چیز استعمال کر کے کسی نہ کسی طرح خشکی پر رات کو آجاتے تھے۔ منوقس بھی سکندریہ میں موجود تھا۔

محاصرہ کتنی مدت رہا اس میں بھی اختلاف ہے۔ کچھ کے حساب سے تین ماہ تک رہا اور کچھ کے حساب سے چھ ماہ سے ایک سال تک۔ بہرحال اہل سکندریہ کو روم کی طرف سے کوئی زیادہ مدد نہ مل سکی اور نزدیک سے نزدیک قبرص یا کریٹ کے جزیرے تھے۔ یا مغرب میں بن غازی اور طرابلس کی بندرگاہیں تھیں۔ اور وہاں سے کوئی امداد پہنچنا مشکل بھی تھی۔ کسی مورخ نے کسی خاص امداد کا ذکر نہیں کیا۔

Marfat.com

رومیوں کے حالات اچھے نہ تھے۔ اور مسلمانوں کے سکندریہ کو جلد فتح کر لینے میں اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہرقل مر چکا تھا۔ اور گو کچھ مورخ کہتے ہیں کہ وہ اس وقت مرا جب مسلمان سکندریہ پہنچے لیکن ہم ہرقل کے پہلے مرنے اور جانشینی کے جھگڑوں کی وضاحت پیچھے کر چکے ہیں کہ تخت مکمل طور پر ہرقل کے پوتے قسطین کے قبضہ میں تھا۔ اور مصر میں مقوقس اور منندفور دونوں موجود تھے۔

اس لئے کچھ مغربی مورخین کے لحاظ سے لڑائی زیادہ نہیں ہوئی اور مقوقس نے مسلمانوں کے ساتھ باب الیون کی قسم کا کوئی معاہدہ کر لیا۔ اور سکندریہ ان کے حوالے کر دیا لیکن یہ بات تسلیم نہیں کی جا سکتی سا تنا لمبا عرصہ محاصرہ رہے اور لڑائی کیسے نہ ہو؟ مسلمان مورخین تو یہاں تک جاتے ہیں کہ محاصرہ کے پہلے دو تین ماہ تو رومی فوجی قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ پہ حملہ کرتے رہے کہ شاید مسلمان تنگ آ کر محاصرہ ہی اٹھا لیں۔ علاوہ مسلمان مجاہدین نے بھی کئی دفعہ قلعہ کی دیواریں توڑ کر قلعہ کے اندر گھس جانے کی کوشش کی اور کئی دفعہ نقصان بھی اٹھایا۔

ایک کہانی

اس سلسلہ میں ایک کہانی جو اکثر مورخین نے لکھی ہے، اس کا بیان ضروری ہے۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب عمروؓ بن عاص از خود قلعہ کی دیواریں توڑنے والا دستہ میں موجود تھے اور وہ قلعہ کے ایک تہ خانے میں پھنس گئے۔ ایسے مجاہدین کی تعداد چار بتائی جاتی ہے اور جگہ ایسی تنگ تھی کہ اہل روم ان سے مجاہدین پر وار بھی نہ کر سکتے تھے۔ صرف بھوک سے مار سکتے تھے۔ کہ تنگ جگہ کے اوپر مضبوط پہرہ بٹھا دیئے جاتے۔ لیکن ایک مجاہد جناب مسلمہؓ نے رومیوں کو کہا کہ ان کا کوئی پہلوان اس کے ساتھ مقابلہ کرے۔ اگر وہ ہار گیا تو چاروں مجاہدین ہتھیار ڈال دیں گے۔ لیکن اگر جناب مسلمہؓ جیت گئے تو رومی مجاہدین کو اپنے لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دے دیں۔

رومی یہ تجویز مان گئے۔ اور جناب مسلمہؓ مقابلے میں جیت گئے تو رومیوں نے وعدہ کے مطابق مسلمانوں کو اپنے لشکر میں جانے دیا۔ جناب عمروؓ بن عاص کو رومی نہ پہچان سکے۔ اور ان کے ایک حبشی مجاہد نے جان بوجھ کر ایک تھپڑ بھی رسید کیا کہ ان کو سب سے کم تر مانا جائے۔ یہ کہانی صحیح بھی ہو سکتی ہے کہ جنگ میں کئی دفعہ ایسے کھیل تماشے ہوتے رہتے تھے۔ لیکن شاید رومی حضرت عمروؓ بن عاص کو تہ خانہ میں دیکھ نہ سکے ورنہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رومی فوج کے جرال مسلمانوں کے سپہ سالار کو نہ پہچانتے ہوں۔ بہرحال

Marfat.com

باب الیون کے مقام پر تو یہی منذر جناب عمرؓ کو دھوکے سے بھی شہید کرنے کو تیار تھا۔ اور یہاں کا لشکر اس کی بے خبری کی وجہ سے نکل گیا یا رومی وعدہ کے پکے تھے۔ یہ سارا واقعہ افسانہ یا کہانی بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اہل روم نے وعدہ نبھایا۔ واللہ اعلم ہم نے تصویر کے دونوں رخ قارئین کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔

فتح میں دیر

بہر حال سکندریہ کی فتح میں دیر ضرور لگ رہی تھی۔ اور گو رومیوں میں اختلاف تھا۔ ان کی حکومت کے حالات بھی کچھ ڈانواں ڈول تھے۔ لیکن دیر لگنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ رومیوں کے لشکر کی تعداد پچاس ہزار تھی اور مسلمانوں کے لشکر کی بارہ ہزار۔ لیکن شاید ایسا نہ ہو اور اسلامی لشکر اب پندرہ ہزار کے قریب ہو سکتا ہے اور رومیوں کی نفری بیس یا تیس ہزار کے قریب ہو۔

جناب فاروقؓ کی فکرمندی

سکندریہ وسیع علاقے میں پھیلا ہوا تھا۔ اور مسلمانوں نے بھی محاصرہ کو ختم کرنے کی سر توڑ کوششیں کیں۔ وہ کئی دفعہ کامیاب بھی ہو گئے اور کسی ایک آدھ جگہ سے قلعہ کی دیوار پھلانگ کر یا کوئی شگاف کر کے وہ کئی دفعہ سکندریہ کے قلعہ کے اندر داخل ہوئے۔ لیکن رومیوں کی نفری زیادہ تھی وہ ان کو باہر پھینک دیتے تھے۔ جناب عمر فاروقؓ بھی فکرمند ہو رہے تھے اور انہوں نے جناب عمروؓ بن عاص کو لکھا "دو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے اور آپ مصر کو فتح نہیں کر سکے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجاہدین اسلام میں وہ پہلے والا ولولہ اور جذبہ جہاد نہیں رہا اور انہوں نے دنیاوی سہولتوں اور لذتوں کی طرف زیادہ دھیان دینا شروع کر دیا ہے۔ جب آپ کو میرا یہ خط ملے تو تمام مجاہدین کو پڑھ کر سنائیں اور ان کو ہمت کے ساتھ لڑنے کا خطبہ دیں۔ آپ کے پاس کئی صحابہ کرامؓ ہیں۔ ان کو ہراول یا آگے والے دستوں میں متعین کریں اور کسی دن نماز جمعہ کے بعد اللہ کا نام لے کر دشمن پر حملہ بول دیں۔ یہ نیک ساعت ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ مسلمانوں پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ ہمارے آقاؐ بھی بعد دوپہر حملہ کیلئے حکم دیا کرتے تھے۔"

Marfat.com

بھرپور حملہ

جناب عمروؓ بن عاص نے یہ خط مسلمانوں کو سنایا اور صحابہ کرامؓ اکھٹے ہوئے۔ جن میں جناب زبیرؓ بن عوام اور جناب عبادہؓ بن صامت کے علاوہ عظیم صحابی جناب ابوذر غفاریؓ اور میزبان رسولﷺ جناب ابوایوبؓ انصاری بھی شامل تھے بلکہ جناب مقدادؓ بن الاسود خریجہؓ بن حزافہ اور کئی دوسرے صحابی شامل تھے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ جناب عبادہؓ بن صامت حملہ کرنے والوں کی رہنمائی کریں گے اور حملہ کے وقت اگلے دستوں کے وہ امیر ہوں گے۔ چنانچہ اگلے جمعہ کے روز نماز سے بعد مسلمانوں نے بھرپور حملہ کے لئے صف بندی کی۔ صحابہ کرام آگے والی صف میں تھے۔ درمیان میں جناب عبادہؓ بن صامت تھے۔ حملہ اس جگہ پر ہوا جس جگہ سنہری گرجا والا دروازہ تھا اور مسلمانوں کے نعرۂ تکبیر سے قلعہ کے اندر کی دیواریں بھی گونج اٹھیں۔ صرف چند لوگوں نے مقابلہ کیا۔ باقی لوگوں پر اس طرح ہیبت چھا گئی کہ وہ سکندریہ کو چھوڑ کر کشتیوں میں سوار ہو گئے اور جیدھر جی میں آیا، اُدھر کی راہ لی۔ ستر ہزار یہودی بھی اس دن سکندریہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے گویا لوگ زیادہ تجارت پیشہ تھے اور اپنی دولت میں سے جو چیز اٹھا سکے لیکر چلتے بنے۔ تیس ہزار یورپین بھی اسی دن بھاگ گئے اور رومی فوج کا بھی کافی حصہ سکندریہ کو چھوڑ گیا۔ صرف وہ فوجی سکندریہ میں رہ گئے جن کا تعلق مصر سے تھا۔ ہمارے ایک مبصر نے خود حساب وکتاب لگا کر لکھا ہے کہ سکندریہ شوال بیس ہجری میں فتح ہوا۔ مورخین میں سے کچھ نے شروع اکیس ہجری اور کچھ نے آخر اکیس ہجری کا وقت بتایا ہے۔

زماں و مکاں کا حساب

ہمارے تجزیہ اور مطالعہ کے مطابق جناب عمروؓ بن عاص ذوالحجہ اٹھارہ ہجری کو مصر میں داخل ہوئے انیس ہجری کے پہلے چند ماہ حربی مظاہروں میں گزار دیئے۔ اور جناب زبیرؓ اور جناب عمروؓ بن عاص میں رابطہ جمادی الاول، جمادی الثانی انیس ہجری میں ہوا۔ اور پھر عین شمس کی لڑائی ہوئی جس کے بعد جناب عمروؓ بن عاص نے مصر کے دل پر قبضہ کر لیا اور باب الیون کا محاصرہ کر لیا۔ انیس ہجری

Marfat.com

کے آخر میں مقوقس صلح نامہ کی شرائط لے کر سکندریہ گیا، جس کو قیصر نے نامنظور کر دیا۔ اور صفر بیس ہجری میں قیصر مر گیا۔ تمام یورپین مورخ ہمارے ساتھ اس سلسلہ میں اتفاق کرتے ہیں۔ اور ربیع الاول بیس ہجری میں مسلمانوں نے باب الیون فتح کر لیا۔ جمادی الثانی بیس ہجری میں مسلمانوں نے سکندریہ کی طرف پیش قدمی کی اور سکندریہ پہنچے ہیں اور باہر کی لڑائیوں میں کوئی دو ماہ لگ گئے۔ دس دن تو صرف قبرون کی لڑائی میں لگے۔ بہرحال مسلمانوں نے سکندریہ کا محاصرہ کہیں جا کر شعبان۔ رمضان۔ بیس ہجری میں کیا۔ اور محاصرہ چھ ماہ ضرور رہا۔ اس لئے سکندریہ اکیس ہجری جمادی الاول یا جمادی الثانی میں فتح ہوا۔ اور تمام مسلمان مورخ یہی کہتے ہیں البتہ جنرل گلب کے حساب سے سکندریہ شعبان۔ رمضان اکیس ہجری میں فتح ہوا۔ لیکن ہمارے مبصر کا حساب کتاب کہ سکندریہ شوال بیس ہجری میں فتح ہوا ٹھیک نہیں بیٹھتا۔

مصر آغوش اسلام میں

سکندریہ کے فتح ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے سارے مصر کو اسلام کے دائرہ میں داخل کر دیا۔ نقشہ چہارم میں ڈیلٹا کے علاقوں میں اسلامی دستوں کی حربی کارروائیاں دکھائی گئیں ہیں کہ انہوں نے سکندریہ سے سخا اور توج والے راستے سے آگے بڑھ کر دمسیس اور پھر بلہیب کا رخ کیا۔ اور اس طرح مصر کے پورے ڈیلٹا کے علاقوں میں اللہ اور رسولؐ کا نام بلند ہو گیا۔ مصر کی فتح پر وقت ضرور صرف ہوا لیکن عراق و ایران یا شام و فلسطین کی فتوحات کے مقابلے میں یہ فتح کم خرچ پر حاصل ہو گئی۔ مشہور جرمن جنگی ماہر کلاسوٹز اکثر کہتا ہے کہ فتوحات کے خرچ کا حساب کتاب کرنا بھی ضروری ہوتا ہے کہ کچھ فتوحات مہنگی پڑتی ہیں۔ اللہ اور رسولؐ کا نام بلند کرنے والے البتہ خرچ کا اتنا خیال نہیں کرتے تھے کہ وہ اپنی جان کی قربانی کسی وقت بھی پیش کرنے کو تیار ہو جاتے تھے اور اس پہلو کو کبھی نظر انداز نہ کرتے تھے۔ لیکن خواہ مخواہ انسانی جانوں کی ضیاع کی اجازت کسی مسلمان امیر نے نہیں دی۔

Marfat.com

فتح کی خوشخبری کا قاصد

روایت ہے کہ مصر کی فتح کے بعد جناب عمروؓ بن عاص نے جب قاصد کو مدینہ شریف بھیجا کہ امیرالمومنینؓ کو خبر دے کہ مصر فتح ہو گیا ہے اور صلح نامہ پر دستخط ہو گئے ہیں۔ تو قاصد نے گزارش کی کہ کوئی خط بھی دیا جائے۔ تو جناب عمروؓ بن عاص نے فرمایا کہ مسلمانوں کی زبان ہزار خطوط سے بہتر ہے۔ زبانی احکام سے اللہ تعالے کے فضل و کرم سے ہم ملکوں کے ملک فتح کر چکے ہیں۔ اور زبانی خوشخبری بہتر ہوتی ہے۔ خط اس وقت لکھا جاتا ہے جب کوئی پردہ والی بات کہیں پہنچانی ہو کہ بات عام نہ ہو جائے۔

چنانچہ جب قاصد مدینہ شریف پہنچا تو اس نے اپنی سواری کو مسجد نبوی کے قریب بٹھا دیا۔ جناب عمر فاروقؓ کو خبر ملی تو آپ باہر نکل آئے اور مصر کی فتح کی خوشخبری سنی اور دیکھا کہ سورج معمولی ڈھل چکا تھا پس اسی وقت اذان دینے کا حکم صادر فرمایا۔ اذان کی آواز سن کر مسلمان جوق درجوق مسجد نبوی میں داخل ہونا شروع ہو گئے، تو جناب فاروق اعظمؓ نے فرمایا مسلمانو! مبارک ہو اللہ تعالے کے فضل سے ہمیں مصر میں بھی فتح و نصرت حاصل ہو گئی۔ آؤ مل کر عاجزی کریں اور اپنے رب کا شکر ادا کریں۔

کچھ دن بعد جب قاصد کو واپس مصر روانہ کیا تو خلیفہ دوم نے جناب عمروؓ بن عاص اور تمام اہل لشکر کا شکریہ ادا کیا۔ ان کے لئے دعائیں مانگیں اور فرمایا" کہ مصر کے علاقے میں بھی کوفہ، بصرہ اور جابیہ کی طرح ایک چھاؤنی قائم کی جائے"۔ جناب عمرؓ نے سکندریہ کے حالات سننے تو بڑے فکر مند ہوئے کہ جناب عمروؓ بن عاص نے اطلاع دی تھی کہ سکندریہ میں چار ہزار عالی شان کوٹھیاں اور بنگلے ہیں چالیس ہزار کے قریب امیر ترین یہودی ہیں چار سو عیاشی کے اڈے ہیں اور بارہ ہزار کے قریب امیر ترین سوداگر ہیں۔ ان حالات نے خلیفہ دوم کو سخت فکر مند کر دیا۔ انہوں نے فرمایا" کہ سکندریہ کے نزدیک ضرورت کے مطابق تھوڑی سی فوج رکھی جائے اور چھاؤنی باب الیون کے علاقے کے قریب دریائے نیل کے مشرق کنارے پر بنائی جائے"

تبصرہ

سکندریہ کی فتح اور مصر کے آغوش اسلام میں آنے کے نتائج و اسباق کا تجزیہ اور تبصرہ بعد میں کیا جائے گا لیکن یہاں ایک تبصرہ ضروری ہے۔ جناب عمرؓ نے صوبوں کے دارالحکومت مدینہ شریف سے نزدیک سے

Marfat.com

نزدیک رکھے اور چھاؤنیاں بھی اسی لحاظ سے بنائیں۔ اس سلسلے میں کچھ تبصرہ چھٹے اور ساتویں باب میں بھی آئے گا۔ لیکن یاد رکھیں کہ دور دراز علاقوں یا ملکوں کا دارالخلافہ مرکز سے نزدیک تر ہونا چاہیئے۔ انگریزوں نے سارے ہندوستان کو کلکتہ، مدراس اور بمبئی کی بندرگاہوں میں دارالخلافے بنا کر فتح کیا اور ۱۹۱۱ میں دارالخلافہ دہلی میں لے آئے۔ اور وہ بھی اس وقت جب خطرہ کم ہو گیا تھا انگریزوں کے حساب سے ہندوپاکستان کی بندرگاہیں ہی ان کے ملک کے نزدیک ترین علاقے تھے۔

چنانچہ اگر ہم بھی ڈھاکہ کی بجائے چٹاگانگ کو سابق مشرقی پاکستان کا دارالخلافہ رکھتے تو یہ حالات نہ ہوتے جو ۱۹۷۱ میں پیش آئے۔ اول تو چٹاگانگ کے پہاڑی علاقے میں وسیع دفاع کر سکتے تھے۔ پھر سمندر کے راستے کچھ نہ کچھ بچا کر لے آتے۔ کتنی افسوسناک بات ہے کہ ہم اپنی تاریخ کا بامقصد مطالعہ نہیں کرتے اور نہ اس سے کوئی سبق سیکھتے ہیں۔

فسطاط کی چھاؤنی

جناب فاروق اعظمؓ نے اپنے خط میں صاف لکھ دیا کہ وہ یہ نہیں چاہتے کہ ان کے اور اُن کے عاملوں کے درمیان کوئی دریا یا کوئی بڑی رکاوٹ ہو۔ چنانچہ چھاؤنی کو نیل کے مشرقی کنارے پر ہی رکھنا تھا اور اس کے لئے جگہ وہی تجویز ہوئی جہاں پر سکندریہ کی طرف پیش قدمی سے پہلے مسلمانوں نے پڑاؤ کیا تھا۔ وہ خیمہ جس میں سالار لشکر رہتے ہوتے۔ اور اس کے بیچ سے فاختہ کے بچے پر نکال کر اڑ چکے تھے، اسی جگہ کو چھاؤنی کا مرکزی مقام قرار دیا گیا۔ اور وہاں پر ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ جو آج بھی مسجد عمروؓ بن عاص کے نام سے موسوم ہے۔ مسجد کا محراب وہیں ہے جہاں فاختہ کے بچوں والا خیمہ تھا۔ باقی شاید کئی تبدیلیاں ہو چکی ہوں گی کہ مسجد میں کئی دفعہ توسیع ہوئی یا عمارت کو نئے سرے سے بنایا گیا۔ البتہ روایت ہے کہ پہلی دفعہ جب مسجد میں نماز ادا کی گئی تو اسی صحابہ کرامؓ بھی نماز میں شریک تھے۔ ان میں جناب زبیرؓ، جناب ابوذرؓ غفاری، جناب عبادہؓ اور کئی دوسرے عظیم صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ جن صاحب نے پہلی اذان دی وہ بھی صحابیؓ تھے اور ان کا نام ابو مسلمؓ الغفاقی تھا۔ جناب ابوایوب انصاریؓ کے سلسلے میں بھی روایت ہے کہ آپؓ بھی موجود تھے۔

Marfat.com

فسطاط کے نام کی وجہ تسمیہ وہی فاختہ والا خیمہ ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے خیمہ کو عربی میں فسط اور فسطاط کہتے ہیں یہ چھاؤنی اتنی پھیلی کہ باب الیون کا سارا علاقہ اور مصر شہر تک اس کا حصہ بن گئے آج کل اس جگہ کو لوگ قدیم مصر کہتے ہیں اور قاہرہ بھی نزدیک ہے۔ مکتم (مقدم) کی پہاڑی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، وہ بھی نزدیک ہے۔ اور اس جگہ پر جناب عمروؓ بن عاص سمیت کئی صحابہ کرام دفن ہیں۔ یہ ایک بہت بڑا قبرستان ہے۔ بلکہ بعد میں نکیوس کی جنگ کا عظیم مسلمان پہلوان حمالؓ جنہوں نے اہل روم کے چوٹی کے پہلوان کو پچھاڑا تھا اور بعد میں زخموں کی تاب نہ لاکر وفات پا گئے ان کو بھی اسی جگہ دفن کیا گیا۔

جناب فاروق اعظمؓ نے نہر طراجن کو صحیح کرنے یا اس سے مٹی نکالنے کے جو احکام دیئے تھے اس وجہ سے اب فسطاط کا مدینہ شریف سے دوسرا رابطہ قائم ہو گیا تھا اور نہر کا نام بھی نہر امیر المومنینؑ پڑ گیا۔ بعد میں جب مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا تو جناب عمروؓ بن عاص نے غلہ بھیجنے کے لئے اس نہر کو بھی استعمال کیا۔ گو خشکی پر اونٹوں والے راستہ کو بھی استعمال کیا گیا۔ اور بعض مورخین کچھ مبالغہ بھی کر گئے کہ اونٹوں کا قافلہ اتنا لمبا تھا کہ پہلا اونٹ جب مدینہ شریف پہنچا تو آخری اونٹ فسطاط میں تھا۔ یہ شاید بہت زیادہ غلہ بھیجنے کے لئے مبالغہ کا طرز بیان ہو۔ ورنہ خشکی کے راستے مدینہ شریف فسطاط سے سات سو میل دور ہے تو اس طرح اگر فی گز ایک اونٹ کا حساب کریں تو بارہ لاکھ اونٹ بنتے ہیں۔

جناب عمروؓ بن عاص سمیت کئی صحابہ کرام نے فسطاط کی چھاؤنی میں اپنے لئے مکانات بھی بنوائے۔ بلکہ زمین کا ایک قطعہ جناب امیر المومنین حضرت عمرؓ کے لئے بھی رکھ چھوڑا۔ آپؓ نے فرمایا "کہ بے شک اگر وہ لشکر کے ساتھ ہوتے تو ضرور وہاں پر مکان بنواتے۔ کہ تمام دنیا مسلمانوں کی اپنی ہے۔ اور جہاں وہ ہوتا ہے۔ وہی اس کا عارضی وطن ہوتا ہے اور حضرت یوسفؑ کی طرح ہر مصر کو وہ اپنا کنعان ہی سمجھتا ہے":

پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا ۔ تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا
قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا ۔ غیر یک بانگ ذرا کچھ نہیں ساماں تیرا (اقبالؒ)

جناب عمروؓ بن عاص کی مزید فتوحات

سکندریہ کی فتح اکیس ہجری میں ہوئی اور حضرت عمرؓ کی وفات چوبیس ہجری محرم میں ہوئی۔

Marfat.com

یعنی بائیس اور تیئیس ہجری میں بھی مصر اور افریقہ کے علاقے میں کچھ فتوحات ہوئیں جن کو مورخین نے سرسری طور پر بیان کیا ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے ایک نوبہ کی مہم کا ذکر ہے جس کو ہم نے نقشہ ششم میں دکھایا ہے۔ یہ مہم جناب عمروؓ بن عاص نے جناب فاروقؓ کے زمانے میں مصر سے جنوب کی طرف موجودہ سوڈان سے علاقوں میں بھیجی اور خرطوم تک گئی۔ اس مہم کے سالار جناب عقبہؓ بن نافع تھے جناب عقبہؓ کے والد نافع یا تو جناب عمروؓ کے یا ان کے والد عاص کے اخیانی بھائی تھے۔ آپ کا اب اکثر ذکر ہوگا، خاص کر چوتھی کتاب میں آپؓ نے جو بحیرۂ اٹلانٹک میں اپنے گھوڑے کو ڈال دیا۔ اس کی تفصیل ہوگی۔ اخیانی بھائی، اس کو کہتے ہیں جو صرف ماں کی طرف سے بھائی ہو۔

بہرحال آپؓ کی نوبہ کی مہم زیادہ تر حربی مظاہرہ تھا اور نوبہ کے لوگ بڑے اچھے تیر انداز تھے۔ اس میں مسلمانوں کا کافی زیادہ جانی نقصان بھی ہوا۔ اس مہم کے مقاصد اور نتائج مورخین نے زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کئے۔ البتہ جنوب کی طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ اور اگر خطرہ تھا تو وہ ختم ہو گیا کہ آپؓ کے حربی مظاہرہ کی وجہ سے نوبہ کے لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف کوئی جنگی کارروائی نہ کی۔ ویسے وہ لوگ بھی اچھے تھے اور حضور پاکؐ کا فرمان ہے کہ بہترین دوست نوبہ کے علاقے کے لوگوں میں سے ہوتا ہے۔

جناب عقبہؓ بن نافع ایک مہم لے کر افریقہ کے وسط میں بھی گئے اور زدیلہ کے مقامات تک حربی مظاہرہ کیا۔ جس کو نقشہ ششم میں دکھایا گیا ہے۔

جناب عمروؓ بن عاص خود بحیرۂ روم کے ساحل پر برقہ کے مقام تک گئے جو موجودہ بن غازی[1] کے نزدیک ہے۔ برقہ، سکندریہ سے تقریباً چھ سات سو میل دور ہے اور وہاں پہنچنے تک ایک ماہ ضرور لگ گیا ہوگا۔ لیکن ان علاقوں کے نہ تو ساحل کٹے پھٹے تھے کہ کافی بندرگاہیں ہوتیں اور نہ اندرون علاقے آباد تھے۔ اس لئے لڑائی چند مقامات پر ہوئی۔ بلکہ بعض روایات کے مطابق جناب عمروؓ بن عاص

---

[1] بن غازی۔ سڈی برانی، مرسا مطروح وغیرہ کے نام دوسری جنگ عظیم میں ہر زبان پر تھے کہ یہاں پر انگریزوں کے متعدد جرنیلوں، ویول، آکنلیک، منٹگمری وغیرہ اور مشہور جرمن جرنیل رومیل کے درمیان لڑائیوں نے کبڈی کی کھیل والی شکل اختیار کر لی تھی۔

Marfat.com

طرابلس (موجودہ ٹریپولی) تک بھی گئے۔ بلکہ اس سے آگے سابطرہ کے مقام تک حربی مظاہرے کئے جو وہاں سے چالیس میل دور تھا۔ طرابلس، برقہ سے کم از کم آٹھ سو میل دور ہوگا کہ راستہ سیدھا نہیں اس لئے اگر جناب عمروؓ بن عاص وہاں تک گئے تو کافی عرصہ لگ گیا ہوگا۔ ہم آگے چل کر چھٹے باب میں افریقہ کی مزید فتوحات کے تحت ان علاقوں میں پھر واپس آئیں گے کہ جناب عمروؓ نے فتوحات ضرور حاصل کیں، لیکن مفتوحہ علاقوں میں زیادہ فوج نہ چھوڑی اور نہ کوئی چھاؤنی بنائی۔

فتوحات کی وسعت

اسی زمانے میں یعنی اکیس ہجری میں نہاوند کے مقام پر مسلمانوں کو ایک عظیم فتح حاصل ہوئی جس کا ذکر پہلی کتاب میں ہو چکا ہے۔ اور اس فتح کے عطیات اور ثمرات پر بھی تبصرہ ہو چکا ہے۔ اور اب اس کتاب کے چھٹے اور ساتویں باب میں ایران و عراق کی مہمات اور مزید فتوحات پر سیر حاصل تبصرہ کریں گے۔ نقشہ پنجم میں ہم بیس ہجری تک کے حالات کا خاکہ بھی پیش کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کی فتوحات کتنی وسعت اختیار کر چکی تھیں۔ لیکن ذہن نشین کرنے والی بات یہ ہے کہ اتنی فتوحات کو قائم رکھنے کے لئے کوئی صحیح کارروائی کرنا پڑتی ہے۔ ورنہ سکندر یونانی مقدونیہ سے چل کر مصر ہوتا ہوا دریائے بیاس کے کنارے تک پہنچ گیا تھا لیکن فتوحات کا کوئی مقصد نہ تھا۔ اہل روم بھی مصر تک آچکے تھے ان کے جانشین رومی جن کو اہل یورپ بازنطینی کہتے ہیں اور ان جنگوں میں ہمارا ان کے ساتھ واسطہ ہے، وہ بھی شام و فلسطین فتح کر چکے تھے، لیکن اب سکڑ رہے تھے اور اپنی تہذیب و تمدن کو بھی ساتھ لے جا رہے تھے، کہ فتوحات صرف حکومت کے لئے تھیں۔"

مسلمان صراط مستقیم کی نشاندہی کے لئے ملک فتح کرتے ہیں۔ اگر صرف دنیا کو روندڈالنے والی بات ہوتی۔ تو حضور پاکؐ کے زمانے میں ہی مسلمان دنیا کے کناروں سے نکل جاتے۔ لیکن یہاں پر بات فلسفہ حیات کی ہوتی ہے کہ عملی طور پر اللہ اور رسولؐ کے احکام نافذ کئے جاتے ہیں۔

یہ نکتہ وضاحت طلب ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد فتوحات میں کمی آگئی۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کچھ اور سال بھی زندہ رہتے، تو فتوحات کو آگے نہ بڑھاتے۔ اگلی فتوحات میں از خاص کر حضرت عثمانؓ کے زمانے کے حالات سے یہ بات واضح کی جائے گی، کہ کوشش

Marfat.com

بھرپور طور پر جاری رہی، لیکن فتوحات اتنی ہی بڑھائی جا سکیں جو سنبھالی جا سکتی تھیں۔ اسلام میں ملک فتح کر کے اسلامی فلسفۂ حیات کو جاری کیا جاتا ہے۔ حق کے طالب چند لوگ ہوتے ہیں۔ باطل والے ہمارے اندر بھی آ جاتے ہیں اور سامنے سے بھی مقابلہ کرتے ہیں۔ اور یہ کشمکش جاری ہے۔ جلال مصطفےٰ ؐ[1] میں مولانا سید ابوالحسن ندوی کی جس کتاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام بھی یہ ہے کہ "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش"۔ اس کتاب کو پڑھنے سے یہ عیاں ہو گا، کہ باطل اسلام کو زنگ آلود کرنے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ہمارے اندر ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو یا تو باطل کے فلسفوں سے مرعوب ہو جاتے ہیں یا اہل مغرب کی مادی ترقی ان کے ذہنوں پر سوار ہو جاتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اس کا ذکر یوں کیا ہے :-

ہوائیں ان کی فضائیں ان کی سمندر ان کے جہاز ان کے
گرہ بھنور کی کھلے تو کیونکر؟ بھنور ہے تقدیر کا بہانہ ——

دریائے نیل آغوشِ اسلام میں

یہ عنوان مغربی فلسفہ والوں کو کچھ عجیب سا نظر آئے گا۔ لیکن ہمارا ایمان ہے، کہ اللہ کی تمام مخلوق کا وجود بھی ہے اور ان کو شعور بھی ہے۔ اور وہ مخلوق جس کو ہم بے جان سمجھتے ہیں ان میں بھی شعور ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ حشر میں یہ ذکر ہے "کہ اگر ہم یہ قرآن پہاڑوں پر نازل کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتے"۔ اس کے علاوہ تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ کئی پتھروں نے بھی حضور پاکؐ کو عرض کی۔

"اسلامُ عَلَیکَ یا رسول اللہ" پھر ہرنی کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے خاص طور پر درخواست کی کہ اس کو حضور پاکؐ کے قدم مبارک پر سر رکھنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔

چنانچہ روایت ہے کہ اسلام سے پہلے دریائے نیل میں ہر سال طغیانی تب آتی تھی کہ ایک مقررہ موسم میں ایک خوبصورت دوشیزہ کو دریا کی بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔ یہ رسم کب شروع ہوئی۔ مورخین اس سلسلہ

---

[1] :- صفحہ ۱۸

Marfat.com

میں خاموش رہیں۔

بہر حال مصر کے آغوش اسلام میں آجانے کے بعد بائیس ہجری میں دریائے نیل میں طغیانی کا پانی بہت کم آیا۔ اور وہ وقت بھی نزدیک آگیا جس روز ایک دوشیزہ کو قربانی کے لئے دریا میں پھینکا جاتا تھا تاکہ سیلاب آجائے کہ اس طغیانی ہی میں مصر کی زرخیزی کا راز تھا۔ اور انہی دنوں قبطی عیسائی ایک عید مناتے تھے یعنی یہ مصر کی زرخیزی کا جشن ہوتا تھا۔

چنانچہ مصر کے لوگ جناب عمروؓ بن عاص کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو پورے واقعات سے آگاہ کیا۔ جناب عمروؓ نے ایک تیز رفتار قاصد کو مدینہ شریف بھیجا کہ امیر المومنین سے ہدایات لی جائیں جناب فاروق اعظمؓ نے دو خط دیئے۔ ایک جناب عمروؓ کے نام اور دوسرا دریائے نیل کے نام۔ جناب عمروؓ کو خط میں حکم دیا گیا کہ تمام لوگوں کو اکٹھا کرنا اور یہ خط جو دریائے نیل کے نام ہے۔ اس کو اونچی آواز میں پڑھنا اور پھر دریائے نیل میں ڈال دینا جناب عمروؓ بن عاص نے تمام تر کارروائی خلیفہ دوم کی ہدایات کے مطابق کی۔ اور خط کے الفاظ یہ تھے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥۔ اللہ کے بندے اور مسلمانوں کے امیر عمرؓ کی طرف سے ——

بنام۔ مصر کے دریائے نیل ——

اگر تم اپنی مرضی سے چلتے ہو تو رک جاؤ۔ لیکن اگر تم اللہ تعالےٰ کے حکم سے چلتے ہو جو زبردست طاقت والا ہے۔ تو ہم اس کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ تمہیں چلا دے ——"

جناب عمروؓ بن عاص نے یہ خط ایک جم غفیر کے سامنے ——

اونچی آواز میں پڑھا اور پھر دریا میں پھینک دیا۔ اسی رات کو دریا میں طغیانی آگئی۔ اور دریا کی سطح کوئی بیس فٹ کے قریب اونچی ہو گئی۔

یہ ایک ایسی مثال ہے جس میں ہمارے لئے ہزاروں سبق ہیں کہ سب کچھ ہمارے اندر موجود ہے اگر ہم یقین پیدا کریں اور پوری امت میں وہی وحدت ہو جو اس زمانے میں تھی تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ہمارے لئے مسخر کر دے گا۔ قرآن پاک کی سورۃ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ نے نہروں، سورج، چاند اور دن رات کے بارے میں بھی فرمایا ہے کہ میں نے تمہارے لئے ان کو مسخر کر دیا ہے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اسلام سے پہلے دریا جس کو ہم بے جان کہیں گے یا یہ کہیں گے کہ ہم اس کے شعور کے بارے میں علم

Marfat.com

نہیں رکھنے۔ تو وہ بھی باطل فلسفے سے متاثر ہو کر باطل قسم کی بدعت میں شریک ہو چکا تھا کہ ہر سال ایک دوشیزہ کی قربانی مانگتا تھا۔ لیکن جب حضور پاک کے ایک غلام نے اس کی توجہ حق کی طرف دلائی تو دریا بھی چل پڑا۔ بے شک اس کو اللہ تعالےٰ نے چلایا اور ہمارے لئے اس میں سبق ہے کہ ہم صراطِ مستقیم پر آجائیں تو اللہ تعالےٰ سب دنیا کی چیزوں کو ہمارے لئے مسخر کر دے گا اور تمام عالم ہمارے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے:۔ ؎

اے مسلماں ہر گھڑی پیشِ نظر ۔ آیۂ لَا یُخْلِفُ الْمِیعَاد رکھ

یہ لِسَانُ الْعَصْر کا پیغام ہے ۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ یاد رکھ (اقبالؒ)

جناب فاروقِ اعظمؓ کی خلافت کا زمانہ اب اختتام پذیر ہونے والا ہے۔ اور اگلے باب میں ہم آپؓ کی شہادت اور اس فتنہ و سازش کا مختصر ذکر کریں گے جو مسلمانوں کے اندر پیدا ہو رہی تھی

فتوحاتِ مصر کے نتائج و اسباق

۱۔ فتوحاتِ مصر کے نتائج روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں کہ ہم براعظم افریقہ میں داخل ہو گئے۔ اور مصر کی فتح کے بعد افریقہ میں پیش قدمی کا راستہ کھل گیا۔ اس سلسلہ میں ہم چوتھے باب میں کچھ مزید تعارف کے ساتھ افریقہ کی فتوحات کا ذکر کریں گے۔

۲۔ یہ پہلو بھی واضح کیا جا چکا ہے کہ مدینہ شریف کے دفاع، بحیرۂ قلزم پر مکمل قبضہ اور شام و فلسطین کے ساحلی علاقوں کی حفاظت کے لئے مصر کو فتح کرنا ضروری تھا۔ اور اب اس فتح سے وہ تمام ترضروریات پوری ہو گئیں۔

۳۔ اہلِ روم اب یورپ میں سکڑنے لگے اور مسلمانوں کے لئے بحیرۂ روم کے دروازے کھل گئے۔

۴۔ تاریخ کے طالب علم اور خاص کر عسکری تاریخ کے ماہرین یہاں یہ سوال کر سکتے ہیں کہ مصر کے راستے افریقہ کا رخ کرنے کی بجائے مسلمان اگر زیادہ زور شمال کی طرف لگاتے اور مدائن کی طرح قسطنطنیہ کو فتح کر لیتے تو سلطنت روم ان کے سامنے اسی وقت گھٹنے ٹیک دیتی۔ اور تاریخ کا دھارا ہی تبدیل ہو جاتا۔

۵۔ یہ بات سطحی طور پر تو ٹھیک نظر آتی ہے۔ لیکن فوجی حکمت عملی کے لحاظ سے اس زمانے میں سیدھا

Marfat.com

قسطنطنیہ جانا مشکل تھا۔ بعد میں امیر معاویہؓ کے زمانے میں لگاتار ایسی کوششیں کی گئیں تو وہ بھی کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ اول خشکی کا راستہ پہاڑی تھا۔ اور آرمینیا کے علاقے پر بھی قبضہ مشکل سے رکھا جا رہا تھا۔ ہاں سے آگے پیش قدمی نہ کی گئی بلکہ آذربائیجان میں بھی بڑی بغاوتیں ہوئیں اس لئے اس زمانے میں اناطولیہ کے علاقے میں آگے بڑھنا مشکل تھا۔ دوم بحری راستہ بہت لمبا تھا۔ لیکن اس سلسلہ میں کوشش جاری کی گئی اور پانچویں باب میں اس کا مختصر ذکر آئے گا اور پھر باقی ذکر چوتھی کتاب میں ہوگا۔ تیسری بات یہ تھی کہ شمالی علاقے متقابلتاً زیادہ سرد تھے اور سرد علاقوں میں کوئی کارروائی کرنے سے پہلے سردی کا عادی ہونا پڑتا تھا۔ یا تجاویز ایسی ہونی چاہئیں کہ موسم سرما میں کسی نزدیک والی جگہوں پر آرام کیا جا سکے اور گرمیوں میں لڑائی لڑی جائے۔

۶۔ یہاں پر اہل یورپ کی چند مثالیں ضروری ہیں کہ ان کے ہاں جو جنگ ہفت سالہ یا جنگ صد سالہ ہم عسکری تاریخوں میں پڑھتے ہیں۔ ان جنگوں میں صرف گرمیوں کے چند ماہ لڑائی ہوتی تھی، اور وہ بھی بعض دفعہ سیاسی یا کسی اور وجہ سے نہیں ہوتی تھیں۔ ہاں وہ لوگ کچھ "حالتِ جنگ" میں رہتے تھے۔ اور انیسویں صدی میں کلاسوٹز بھی اپنی کتابوں میں بار بار موسم اور سردی کے موسم کی بارکوں کا ذکر کرتا ہے۔ کہ سردیوں میں جنگیں بند ہو جاتی تھیں۔

۷۔ چنانچہ مسلمانوں کی حکمت عملی یہ تھی کہ پہلے افریقہ پر قبضہ کر کے بحیرۂ روم کے جنوبی ساحل پر قابض ہوں تاکہ اول وہ ایک بحری طاقت بن جائیں اور پھر افریقہ کے کسی مقام سے یورپ میں جا سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جو کارروائیاں ہوئیں اور جن کا ذکر چوتھے اور پانچویں باب میں موجود ہے، وہ اسی حکمتِ عملی کی پیش رفت تھی۔ پھر اندرونی خانہ جنگی کی وجہ سے چار سال بیرونی وسعت رک گئی لیکن امیر معاویہؓ کے زمانے میں پھر وسعت شروع ہو گئی۔ جس کو ہم چوتھی کتاب میں بیان کریں گے۔ یاد رہے کہ اسلامی فتوحات اور حکمت عملی گہری سوچ بچار اور طریقِ کار پر مبنی تھی اور فتوحات برائے فتوحات کا کوئی چکر نہ تھا۔

۸۔ اس کے بعد سانحہ کربلا کی وجہ سے اندرونی خلفشار کئی سال جاری رہا۔ اور جب کچھ حالات ٹھیک ہوئے اور اس کے بعد جو فتوحات میں پیش رفت اور اسلامی سلطنت میں وسعت ہوئی تو وہاں پر فتوحات کو قائم نہ رکھا جا سکا۔ کہ اپنے فلسفۂ حیات کے عمل میں تبدیلی آ چکی تھی اور اس کی وضاحت

Marfat.com

سرسری طور پر چوتھی کتاب میں ہو گی۔ کہ ہمارا علم بھی زنگ آلود ہو گیا تھا۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ (اقبالؒ)

اور اب اس سلسلہ میں صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔

حدیثِ دل کسی درویشِ بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ (اقبالؒ)

اسباق

ا۔ جہاں تک اسباق کا تعلق ہے ان کو حسبِ معمول ساتھ ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہاں صرف دہرائی ہے کہ مسلمانوں کی مصر کی فتح کی حکمت عملی اور تدبیرات کے ہر مرحلے میں سبق ہے۔ متحرک طریقہ اختیار کر کے دشمن کو ردِ عمل سے روکا۔ اپنا ارادہ دشمن پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ کمک بروقت پہنچی۔ دشمن کو عین شمس پر حملہ کے لئے مجبور کر دیا۔ اور پھر سارے وسطِ مصر کے شہروں سے دشمن کا قلع قمع کیا گیا۔ اور باب الیون کا محاصرہ اس وقت کیا۔ جب باقی تمام کارروائیاں مکمل ہو چکی تھیں۔

ب۔ ریگستان کا استعمال اور موسم کے لحاظ سے پیش قدمی اور سکندریہ کا بروقت محاصرہ۔ پھر حضور پاکؐ کی غلامی اور حضور پاکؐ کے مقرر کردہ وقت پر حملہ کی سنت۔ یعنی مسلمانوں کے ہر مرحلہ میں متعدد اسباق ہیں۔

ج:۔ لیکن سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ وہ اپنے فلسفۂ جنگ اور تدبیرات کا تانا بانا ایسی تجویز پر بناتے تھے جس کے لئے ان کے پاس ذرائع موجود ہوتے تھے۔ اول اسلام کا فلسفۂ حیات۔ جس کو جناب عبادہؓ بن الصامت نے رومیوں پر واضح کیا اور دوم اپنی اندرونی طاقت پر ہی بھروسہ کیا۔ لیکن ہمیں فائر بندی کا انتظار ہوتا ہے کہ غیروں سے حاصل شدہ سامان زیادہ دیر نہیں چلتا۔ ہمارے آرسنل اور ڈپو جلدی خالی ہو جاتے ہیں۔

د۔ جناب فاروقؓ کے فوجی چھاؤنی کے نئے احکام۔ سکندریہ کی سہل زندگی سے دوری۔ مصر کے دارالخلافہ کی مرکزِ اسلام سے نزدیکی ہر پہلو کو تفصیل کے ساتھ واضح کر دیا گیا ہے کہ ان سے سبق سیکھیں

Marfat.com

د ۔ جناب عمروؓ بن عاص کی طرف سے اہل مصر کی دعوت ۔ فاتحنہ کی حفاظت، لوگوں کے ساتھ سلوک اور زندگی کے ہر پہلو کے لئے حضور پاکؐ ہمارے لئے سنت چھوڑ گئے ہیں ۔ ان چیزوں کو اپنا کر ہم آج بھی کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں

ہ ۔ برہنہ سر ہے تو عزم بلند پیدا کر

یہاں فقط سر شاہیں کے واسطے ہے کلاہ (اقبالؒ)

س ۔ اہل یورپ کا یہ طریقہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی بات ان کو اچھی نظر آجائے تو اس کو وہ عرب روایات یا ان ملکوں کی روایت سے وابستہ کر دیتے ہیں جو مسلمانوں نے فتح کئے تمام مورخ خواہ ہٹی ہو یا گبن یا ٹوان بی ہی ہو اور خواہ گلب ہو سب ایسا کرتے ہیں ۔ بس ہم یہ اصول یاد رکھیں "عرب" مسلمانوں کے ہاتھ سے بدر کے مقام پر شکست کھا گئے، مصری وایرانی اور تورانی بعد میں شکست کھا گئے ۔ ہم ایک ملت ہیں ۔

بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا

نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے

وہ کیا تھا؟ زور حیدرؓ، فقر بوذرؓ صدق سلمانیؓ

(اقبالؒ)

Marfat.com

تیسرا باب

جناب فاروق اعظمؓ کی شہادت اور جناب عثمانؓ ذوالنورین کی خلافت

جناب فاروقؓ کی شہادت اسلام کی تاریخ کا ایک سانحہ عظیم ہے حضرت عمرؓ غیروں کی سازش کے تحت شہید کیا گیا۔ شہید کرنے والا فیروز جو ابو لولو کے نام سے مشہور ہے صرف ایک مہرے کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اور شہادت کا اصلی سازشی ہرمزان ایک ایرانی جرنیل تھا اور اس کا ساتھی حیرہ کا ایک عیسائی تھا جس کا نام جفینہ تھا۔ باطل ہمیشہ مہروں کی تلاش میں رہتا ہے۔ اور ایرانی جرنیل ہرمزان جو مدینہ میں مقیم تھا۔ مجبوری کے تحت اوپر سے اسلام لایا تھا۔ دل سے مسلمان نہ ہوا تھا۔ جفینہ کی بھی کچھ ایسی حالت تھی کہ دونوں کی دوستی ہو گی۔

ہرمزان اور جفینہ

پہلی کتاب میں ہرمزان کا ذکر بھی آتا ہے۔ بے شک وہ رستم۔ نخیرجان، یا شاہ مردان کے پایہ کا جرنیل تو نہ تھا لیکن فیرزان، ہرمز، اور جالینوس قسم کے جرنیلوں کی صف میں آتا تھا اور لاکھ درہم کی ٹوپی ضرور پہنتا تھا اس کا ذکر قادسیہ کی جنگ میں بھی آیا تھا کہ وہ بچ گیا تھا اور جب مسلمانوں نے مدائن کی طرف پیش قدمی کی تو وہ بھی کچھ دستوں کی کمانڈ کر رہا تھا۔ بعد میں وہ جنوبی ایران یعنی خوزستان وغیرہ کی طرف چلا گیا اس علاقے میں اس کی جاگیر تھی۔ وہاں ایک دو دفعہ شکست کھانے کے بعد مسلمانوں کے ساتھ سمجھوتہ کیا۔ لیکن اس پر قائم نہ رہا۔ وہ ابن الوقت اور بدعہد شخص تھا۔ جب بھی موقع ملا مسلمانوں کے خلاف کام کیا۔ اور آخری دفعہ جب گرفتار ہوا تو پھر مسلمانوں کے سالار لشکر کے پاؤں پکڑ کر کسی طرح مدینہ پہنچ گیا کہ خلیفۂ وقت سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔

وہاں پر ہرمزان کو جب جناب عمر فاروقؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو جناب عمرؓ نے فرمایا "اے دشمنِ خدا کیا تیرا کوئی اصول بھی ہے؟" تو ہرمزان نے اپنے اوپر کپکپاہٹ طاری کر لی اور پانی پانی پکارنا شروع کر دیا۔ تو اس کے لئے پانی ایک پیالہ میں لایا گیا۔ پھر کچھ ہوش و حواس کی شکل بنا

Marfat.com

کر کہنے لگا" کہ وہ اپنی کہانی بیان کرنا چاہتا ہے لیکن اس کو ڈر ہے کہ جب وہ کہانی کے درمیان میں ہوگا تو اس کا سر نہ کاٹ دیا جائے۔ اس لئے اس کے ساتھ کم از کم یہ وعدہ تو کیا جائے کہ اس پیالہ میں جو پانی ہے اس کے پینے تک اس کو قتل نہ کیا جائے۔"

جناب عمرؓ نے فرمایا کہ سنو! مسلمان اتنے ظالم نہیں وہ بڑے سے بڑے دشمن کو صفائی کا موقع دیتے ہیں۔ تو بڑی خوشی سے پانی پی اور پھر کہانی شروع کر۔ ہرمزان نے یہ سننے کے بعد پیالے کا پانی زمین پر ڈال دیا اور کہنے لگا کہ وہ پانی ختم ہوگیا۔ وہ پانی اب وہ کبھی نہ پی سکے گا اور مسلمان اس کو قتل نہیں کر سکتے کہ وعدہ دیا گیا ہے کہ پانی پینے سے پہلے وہ قتل نہیں ہو سکتا۔"

جناب عمرؓ نے فرمایا" اے مکار! تیرا مکر وقتی طور پر تیرے کام آیا۔ لیکن تو ایران نہ جا سکے گا کہ وہاں لوگ تیرے شر سے محفوظ رہیں۔ تو مدینہ ہی میں رہے گا اور اگر یہاں سے نکلنے کی کوشش کی تو قتل کر دیا جائے گا۔"

جہاں تک حیرہ کے عیسائی جفینہ کا تعلق ہے اس سلسلہ میں روایت ہے کہ وہ جناب سعدؓ بن ابی وقاص کا رضاعی بھائی تھا۔ اس سے زیادہ وضاحت نہیں ہے کہ جناب سعدؓ اپنے والدین کے ساتھ بچپن میں حیرہ سے گزرے یا حیرہ سے کوئی قافلہ مکہ شریف آیا جس میں جفینہ اور اس کی والدہ تھی کہ کس طرح جناب سعدؓ کے خاندان کے ساتھ جفینہ کے خاندان کا تعلق ہو گیا۔ جناب سعدؓ جب کوفہ میں گورنر تھے تو اس زمانے میں تعلقات بڑھے ہونگے۔ کہ جفینہ کو بھی مدینہ شریف میں رہنے کی اجازت مل گئی۔

فیروز ابولولو

فیروز جو ابولولو کے نام سے موسوم تھا۔ وہ بھی ایرانی تھا۔ اور عظیم صحابی جناب مغیرہؓ بن شعبہ کا غلام تھا۔ وہ بڑا ہنرمند تھا۔ آہن گری اور نقاشی وغیرہ کا کام کرتا تھا۔ اور جناب مغیرہؓ بن شعبہ نے اس کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ جتنا چاہے کام کرے ہر روز کی کمائی سے دو دینار ان کو دے اور باقی اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ لیکن فیروز کو یہ بات پسند نہ تھی۔ وہ جناب مغیرہؓ کو بہت تھوڑی رقم دینا چاہتا تھا۔ ایک دن فیروز کو بازار میں جناب عمر فاروقؓ نظر آگئے تو

Marfat.com

اس نے آگے بڑھ کر جناب عمرؓ سے شکایت کی کہ ان کے مالک جناب مغیرہؓ ان کی کمائی سے روزانہ دو دینار لے لیتے ہیں۔ جناب عمرؓ کو معلوم تھا کہ فیروز بہت کچھ کماتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ رقم کچھ زیادہ تو نہ تھی، فیروز بہت کچھ کماتا ہے"۔ یہ سن کر فیروز کے تیور بدل گئے۔ جناب فاروقؓ کو سمجھ آگئی کہ وہ جذباتی آدمی ہے۔ اور ان کی بات کو اس نے پسند نہیں کیا۔ لیکن فیروز کے ساتھ سلسلہ کلام جاری رکھنے کی غرض سے اور اس کو کچھ تسلی دینے کے لئے جناب عمرؓ نے اس سے پوچھا "سنا ہے تو پن چکی بڑی اچھی بناتا ہے اگر ایک ایسی اچھی پن چکی میرے لئے بنا دو تو تمہیں خاطر خواہ مزدوری دے دی جائے گی"۔ فیروز سخت غصہ میں تھا کہنے لگا "ایسی چکی بنا کر دوں گا کہ سب لوگ دیکھیں گے"۔ جناب عمرؓ سمجھ تو گئے لیکن انہوں نے بات کو ٹال دیا۔

جناب عمرؓ کی شہادت

ہرمزان اور جفینہ کسی ایسے ہی آدمی کی تلاش میں تھے، جس کے جذبات کو بھڑکایا جا سکے۔ فیروز ویسے بھی ہرمزان کو ملتا رہتا تھا۔ چنانچہ ہرمزان اور جفینہ نے فیروز کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ اور فیروز جناب عمرؓ کو شہید کرنے پر تیار ہو گیا۔ ہم واقعات کی زیادہ تفصیل میں نہ جائیں گے۔ ایک روز صبح کے وقت جب جناب عمرؓ نماز پڑھا رہے تھے تو فیروز نے چھپ کر آپ پر سخت وار کیا۔ آپ سخت زخمی ہوئے اور ذوالحجہ تیئیس ہجری کے آخری ایام میں یا یکم محرم چوبیس ہجری کو زخموں کی تاب نہ لا کر وفات پا گئے۔ ویسے فیروز کے سامنے جو مسلمان بھی آیا۔ اس نے اس پر وار کیا۔ روایت ہے کہ تیرہ مسلمان زخمی ہوئے اور ایک صحابی جناب کلیبؓ بن ابی بکر لیسی شہید بھی ہو گئے۔ اور آخر میں فیروز نے خودکشی کر لی۔ جو چھرا، اس نے استعمال کیا تھا وہ جناب عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ کا دیکھا بھالا تھا اور وہ ہرمزان کا تھا۔ اور کئی صحابہ کرامؓ نے گواہی دی کہ ہرمزان اور جفینہ، فیروز کے اس حملہ سے ایک دن پہلے ملے تھے اور فیروز کے ساتھ اس روز بھی سرگوشیاں ہوتی رہیں۔

سازشیوں کے ہدف

مسلمانوں کے مرکز پر وار ہمیشہ وہ لوگ کرتے ہیں جو اسلام کے ازلی دشمن ہوتے ہیں۔ ان میں

Marfat.com

کچھ لوگ ظاہری طور پر اسلام کا لبادہ بھی اوڑھ لیتے ہیں۔ اور اپنی تاریخ کے بامقصد مطالعہ میں ہم اسی پہلو کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ یہ سازش جاری و ساری ہے۔ اور اب بھی ہمارے اندر پنپ رہی ہے۔ بلکہ اب یہ سازش اتنی گہری ہے کہ سازش کرنے والے کھلم کھلا کسی باطل فلسفہ کا پرچار کرکے پوری قوم کو گمراہی کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔ اور ان سازشیوں کے پاس اتنے ذرائع موجود ہیں اور ان کو باہر سے باطل والوں کی طرف سے اتنی امداد ملتی ہے کہ یہ لوگ دندناتے پھرتے ہیں۔ ان سازشیوں کا قلع قمع کس طرح کیا جائے یہ بڑا وسیع مضمون ہے۔

لیکن ایک بات یاد رکھیں کہ ان کتابوں کا سلسلہ شروع کرتے وقت ہم نے پہلی کتاب کے پہلے باب میں تمام تر توجہ وحدانیت اور مرکزیت پر دی تھی اور یہی اس باب کا عنوان تھا۔ پس یہ اصول یاد رکھیں کہ جو لوگ یا طاقت، ہمارے مرکز یا مرکزی قوت کے خلاف زبانی یا عملی وار کرے وہی اہلِ سازش ہیں۔ اور غیروں کے فلسفوں سے متاثر ہو کر اگر کوئی ایسا فلسفہ اپنائیں جو ہماری صفوں میں تفرقہ ڈالے تو وہ فلسفہ بھی غیر اسلامی ہے۔ اگر طریق انتخاب سے ہمارے بیچ تفرقہ پڑ جاتا ہے جیسے ۱۹۷۰ء میں پڑا، تو وہ طریقہ انتخاب غیر اسلامی تھا۔ اگر ہمارے کالجوں اور سکولوں میں خاکبازی یا مادیت پرستی کے سبق دیئے جاتے ہیں یا اسلامی فلسفہ حیات پر پردے ڈالے جاتے ہیں تو یہ تعلیم غیر اسلامی ہے۔ اگر ہمارے سکولوں میں ایسی معاشرت اور ثقافت پڑھائی جاتی ہے جس کا تعلق خطوں یا علاقوں سے ہو تو وہ سب غیر اسلامی ہے۔ کہ اسلام جغرافیائی خطوں کی ثقافت کی غلامی کی اجازت نہیں دیتا۔

شہادت کے دن منانا

اسی طرح ہم غیروں کی نقل کرکے جناب فاروق اعظمؓ کی شہادت کا دن منا لیتے ہیں، لیکن تمام تر کارروائی بے مقصد ہوتی ہے۔ اسلام دن منانے کی بجائے عمل پر زور دیتا ہے۔ بے شک جناب عمر فاروقؓ کا ذکر کرنے سے بھی ہمارا ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ اور جناب علی المرتضیٰؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب صالح لوگوں کا ذکر کرو۔ تو جناب عمرؓ کا ذکر ضرور کیا کرو کہ اس سے اپنے ایمان کو تقویت پہنچتی ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں کچھ اور ضروری بات بھی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ ایسے دن مناتے وقت جناب عمرؓ کی زندگی کی عملی مثالیں دے کر ان پر عمل کرنے کے وعدے کئے جائیں کہ ہم آئندہ اپنی زندگی اس

Marfat.com

طرح گزاریں گے جس طرح حضرت عمرؓ نے گزاری۔ اس کے علاوہ نظر دوڑائی جائے کہ جو کچھ آج ہمارے ملک میں ہو رہا ہے۔ اگر حضرت عمرؓ اس کو ایسا ہوتے دیکھتے تو کیا احکام دیتے۔ تو حکومت کو بھی ایسے احکام دینا چاہیے۔ بلکہ ان لوگوں کو تلاش کیا جائے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ہمارے اندر تفرقہ پیدا کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کا محاسبہ کرکے انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

اسلام کا مثالی دور

حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے کو یا پہلے دونوں خلفاء راشدین کے زمانے کو اسلام کا مثالی دور کہا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس زمانے میں بڑی وحدت تھی۔ لیکن فی الحال ہم اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتے کہ بعد کے دور خلفائے راشدین کے زمانے میں اس وحدت کو اس طرح قائم کیوں نہ رکھا جا سکا۔ ہم ان حالات کا جائزہ واقعات کی پیش رفت سے پیش کریں گے۔ اور یہاں پر جناب علی المرتضیٰؓ کے بیان کو کافی سمجھیں گے۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ پہلے دو خلفائے راشدین کا زمانہ بڑا اچھا تھا بعد میں حالات میں کیوں تبدیلی آگئی۔ تو آپ مسکرا دیئے اور فرمایا۔ ان کے مشیر ہم تھے اور ہمارے مشیر آپ ہیں"۔

ہمارے لئے سب صحابہ کرامؓ عظیم ہیں اور خاص کر عشرہ مبشرہ اور چار یاروں کی عظمت کے سلسلہ میں دوسری کتاب میں سیر حاصل تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ کچھ مشیتِ ایزدی کی بات بھی ہوتی ہے کہ اسلام عملی طور پر اسی طرح مثالی دور کا مظاہرہ کرتا رہتا اور باطل بالکل دب جاتا تو شاید اس دنیا کا "کھیل تماشہ" کب کا ختم ہو چکا ہوتا ہر طرف سے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے نام کی صدا بلند ہو رہی ہوتی اور خیر ہی خیر ہوتی۔ تو پھر عالمِ خلق اور عالمِ امر میں کیا فرق رہ جاتا اللہ تعالٰے نے اس دنیا میں خیر اور شر کو ساتھ ساتھ رکھ کر ہمیں امتحان کے لئے بھیج دیا ہے۔ لیکن اگر شر یا باطل ختم ہو جاتے اور مثالی دور ہوتے تو پھر امتحان کیسے ہوتا۔ بہر حال یہ بڑی گہری باتیں ہیں اور ہمارا یہ تجزیہ بھی شاید صحیح ہے یا نہیں۔ اللہ تعالٰے نے تو سب کچھ حق کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور خود فرماتا ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا "اے ہمارے رب تو نے یہ باطل پیدا نہیں کیا۔ ہاں امتحان یہ ہے کہ ہم حق کو پہچان سکیں اور وہ بھی عاجزی کے ساتھ اس کے دربار میں عرض کرتے رہیں کہ اے رب العالمین۔ تیرا لاکھ لاکھ شکر کہ تو نے ہمیں اپنے حبیبؐ کی امت میں

Marfat.com

پیدا کیا ہے۔ اب حق کے راستے میں تو مہربانی سے ہماری مدد کر اور ہمیں صراطِ مستقیم پر چلا اور ہم خاتمہ بالخیر کی دعا بھی مانگتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا نظام عجیب و غریب ہے اور ہمارا سارا بیان واقعات کے لحاظ سے صحابہ کرامؓ کے اعمال اور بیانات پر مبنی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی کتاب میں گزارش کر دی گئی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے تمام اعمال اور بیانات قرآنِ پاک کے احکام اور حضور پاکؐ کی سنت کے مطابق ہیں۔ جو چیز ان اصولوں کے باہر ہو وہ حضور اکرمؐ کے عظیم رفقاءؓ کا عمل یا بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ اضافے ہیں اور لوگوں کے اٹکل پچو بیانات ہیں، اور صحیح حالات کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے اپنے آپ کو قرآنِ پاک کے تابع کرنا پڑتا ہے۔

؎ تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب ۔ گرہ کشا ہے نہ رازیؒ نہ صاحبِ کشاف

(اقبالؒ)

حضرت عمرؓ کے زمانے میں سلطنت کی وسعت

نقشہ پنجم کسی حد تک حضرت عمرؓ کے زمانے میں اسلامی سلطنت کی وسعت کی نشاندہی کرتا ہے مشرق میں اسلامی لشکر نہاوند سے نکل کر ایک طرف دریائے سندھ تک شمال میں دریائے جیحوں تک اور مغرب میں برقہ اور طرابلس تک پھیل چکے تھے۔ بہرحال کچھ تجسس والے طالب علموں کو طول و عرض یعنی لمبائی چوڑائی میں بھی دلچسپی ہوتی ہے۔ تو وہ حساب اس طرح بنتا ہے کہ مکہ سے جنوب مشرق کوئی ۳۰۰ میل تک، مشرق کی طرف ۱۰۰۷ میل، شمال کی طرف ۱۰۳۶ میل۔ اور شمال مغرب میں مصر کی طرف اگر صرف برقہ تک فاصلہ ناپیں تو ایک ہزار میل کے قریب بنتا ہے۔ گو طرابلس آگے اور ہزار میل دور تھا۔ یہ تھی سلطنت کی وسعت لیکن جناب عمرؓ کو زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ اس سلطنت کو قائم کیسے رکھا جائے اور اسلامی فلسفہ حیات پر عمل کو کس طرح جاری و ساری کیا جائے تاکہ مفتوحہ علاقے کے لوگ مسلمانوں کے کردار اور فلسفہ حیات کو اپنانے کی صحیح مثال سے متاثر ہو کر اللہ کے دین میں شامل ہو جائیں۔ جب تک مسلمانوں میں سے کچھ لوگ اس فلسفہ حیات کو جاری نہ کریں گے۔ تو آگے ملک فتح کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اسلام کا مقصد حق کو لانا ہے اور اگر گھر میں حق نہ ہو تو آگے بڑھنے کا کیا فائدہ۔ لیکن جس چیز نے حضرت عمرؓ کو زیادہ فکر مند کیا وہ گروہ بندی تھی۔

Marfat.com

گروہ بندی یا جماعت بندی

گروہ بندی یا جماعت بندی ایک ہی چیز ہے۔ حضور پاکؐ نے اس سلسلہ میں سختی سے منع فرمایا اور آپؐ نے واضح کر دیا کہ مسلمانوں میں کوئی گروہ یا الگ الگ جماعت نہیں۔ اور اس زمانے میں تو جماعت بندی نظر نہیں آتی تھی اور کچھ لوگ شاید سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ مسلمانوں میں بھی گروہ ہو سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور طبری کے مطابق حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کی روایت کو ہم لفظ بہ لفظ نقل کر رہے ہیں:

"مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تم نے (مخصوص) محفلیں قائم کر رکھی ہیں۔ یہاں تک کہ جب دو اشخاص بھی کہیں بیٹھتے ہیں، تو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلاں کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ اور وہ فلاں کا ہم نشین ہے۔ یہاں تک کہ ہر طرف مجالس و محافل کی کثرت ہو گئی ہے۔ خدا کی قسم! یہ چیز تمہارے دین و مذہب میں تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ نیز تمہاری عزت و شرافت اور خود تمہاری ذات میں بھی دخیل ہو رہی ہے۔ مجھے وہ زمانہ نظر آ رہا ہے کہ تمہارے بعد جو آئیں گے۔ وہ یہ کہیں گے۔ یہ فلاں کی رائے ہے۔ یہ لوگ اسلام کو کئی حصوں میں بانٹ دیں گے۔ تم اپنی مجالس کو وسیع کرو اور مل کر بیٹھا کرو۔ اس طرح تمہارا اتحاد و اتفاق ہمیشہ قائم رہے گا اور دوسرے لوگوں میں تمہارا رعب زیادہ قائم رہے گا۔"

ہم اس پر کوئی تبصرہ نہ کریں گے۔ صرف ایک سوال پوچھیں گے کہ کیا یہ پڑھنے کے بعد مسلمان کسی گروہی سیاست یا فرقہ بندی کے چکر میں پڑ سکتا ہے؟ اگر اس روایت پر یقین نہ آئے تو قرآن پاک کی سورۃ انعام کی آیت ۱۵۹ پڑھ لیں "تحقیق جن لوگوں نے ٹکڑے کیا دین اپنے کو اور ہو گئے گروہ۔ گروہ۔ نہیں تو ان میں سے"۔

بین الاقوامی تعلقات

جناب فاروقؓ کے زمانے میں ایران کی سلطنت کا تو خاتمہ ہو گیا۔ لیکن روم کی سلطنت باقی تھی۔ ہرقل کا پوتا قسطین تخت کا وارث ہو گیا تھا اور اکیس ہجری کے بعد مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان

Marfat.com

حملوں کی شدت میں کچھ کمی آ گئی تھی۔ کچھ باہمی قاصد اور سفیر بھی مدینہ شریف اور قسطنطنیہ کے مابین چکر لگاتے رہے۔ شروع میں روم کے ارباب حکومت یہ سمجھتے رہے کہ عرب ملکوں کے لوگ بھوک سے تنگ آ کر اور متحد ہو کر ان پر حملہ بول رہے ہیں۔ اور یہی بات اس "تہذیب یافتہ" زمانے میں جناب آرنلڈ صاحب کو نظر آئی جو اہلِ مغرب کے ایک عظیم دانشور مانے جاتے ہیں۔ بہرحال ہم اس زمانے کا ذکر کر رہے ہیں تو روم کی سلطنت میں دوبارہ جب کچھ جان پیدا ہوئی تو انہوں نے اپنے علم کے ذریعے مسلمانوں کو مات کر دینے کی کوشش کی۔ اور یہ کوشش گو اس زمانے میں کامیاب نہ ہوئی لیکن عباسیہ خاندان کے زمانے میں پھر شروع کی گئی اور ہمارے اندر معتزلہ اور جبریہ و قدریہ فرقے پیدا ہو گئے اور آج کل بھی یہ سازش جاری ہے۔

بہرحال اس زمانے میں قیصرِ روم نے جناب عمرؓ کو خط لکھا کہ ایک ایسا جامع منترہ تحریر کریں جس میں میرے لئے بڑا علم ہو۔

جناب عمرؓ نے جواب دیا "جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی دوسروں کے لئے پسند کرو"۔ اس کے بعد شاہ روم نے ایک بوتل بھیجی اور جناب عمرؓ کو لکھا کہ آپ کے ملک میں جو جو چیز موجود ہے اس کا ایک ایک نمونہ اس بوتل میں ڈال دیں۔ جناب عمرؓ نے اس بوتل میں پانی ڈال دیا اور لکھا کہ اس میں دنیا کی ہر چیز کے سب اجزا موجود ہیں۔

حق و باطل میں فرق

اس کے بعد شاہ روم کی طرف سے ایک خط آیا۔ خط میں لکھا تھا کہ مسلمان اپنے آپ کو اہل حق کہتے ہیں تو ایک عام آدمی حق و باطل میں فرق کیسے محسوس کرے گا۔ جناب عمرؓ نے فرمایا کہ حق، سچ کی طرح نظر آ جاتا ہے، اور باطل جھوٹ کی طرح پوشیدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح شاہ روم نے کئی اور سوالات کئے کہ آسمان اور زمین میں کتنا فاصلہ ہے تو جناب عمر فاروقؓ نے کئی سو سالوں کی مسافت کا ذکر کیا۔ کہ جناب عمرؓ نے زماں و مکاں کے حساب کو صرف 'زماں' کے الفاظ میں بیان کیا جیسے دنیا آج اس بات پر پہنچی ہے کہ فلاں ستارہ یا سیارہ زمین سے اتنی 'روشنی کے سال' دور ہے یا اتنے "نوری سال" دور ہے۔ یعنی طول کو یا مسافت کو "زماں" سے بیان کیا جاتا ہے اور ہم چوتھی کتاب میں اس کی مزید وضاحت کریں گے۔

Marfat.com

تحفے تحائف

طبری کے مطابق روایت ہے کہ روم کی شہزادی نے جناب اُم کلثومؓ زوجہ عمر فاروقؓ کے لئے ایک قیمتی ہار تحفہ کے طور پر بھیجا جناب اُم کلثومؓ نے شاہ روم کی بیوی کے لئے کچھ خوشبوئیں اور باقی تحائف بھیجے۔ حضرت عمرؓ مصر تھے کہ ہار زیادہ قیمتی ہے اور جو تحفے جناب ام کلثومؓ نے بھیجے ہیں ان سے بڑھ کر جتنی قیمت ہار کی زیادہ ہے۔ اتنے پیسے جناب اُم کلثومؓ بیت المال میں جمع کرائیں کہ ان کو یہ تحفہ اس لئے ملا کہ وہ مسلمانوں کے امیر کی زوجہ محترمہ ہیں۔ اور حضرت عمرؓ نے اس سلسلہ میں مجلس مشاورت بھی طلب کی۔ اور سب کی رائے تھی کہ یہ معمولی بات ہے لیکن جناب فاروقؓ نے حکم دیا کہ حساب کتاب اور محاسبہ ضروری ہے اور ان کے گھر بھی یہ حکم لاگو ہوگا اور آپ اپنے فیصلہ پر قائم رہے۔

تبصرہ

ہم حضرت عمرؓ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کی شہادت کے دن مناتے ہیں تو اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے فیصلوں پر عمل کرنا بھی سیکھیں۔ اور اس پر اتنا تبصرہ ہی کافی ہے۔ لیکن علمی بحث کے سلسلے میں بڑی ضرورت ہے کہ غیروں کی سازش کے تحت ہم فضول بحثوں سے گریز کریں۔ جلال مصطفٰے[1] کے پیش لفظ میں ایسی ہی فضول بحثوں اور تفرقوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ جناب عمرؓ نے مختصر جواب دیئے اور اپنی طرف سے کوئی سوال نہ بھیجا۔ قرآن پاک میں حکم ہے کہ ایسے مشکل مسائل میں انہی لوگوں کو پڑھنا چاہیئے جو علم میں پختہ ہوں اور ہم جیسے اٹکل پچو والے لوگوں کے اجتہاد یا اپنی زنگ آلود فکر کو آگے نہیں بڑھانا چاہیئے۔

اجتہاد وہ کرے جس کو ضرورت ہو اور جو اس کے نتائج کا نفاذ کر سکے۔ میں گنہ گار ہوں لیکن خدا کی قسم! مجھے تو آج تک اسلام میں کوئی تفرقہ نظر نہ آیا۔ اور نہ کوئی اختلاف۔ مجھے تو اس باغ سے خوشبو ہی خوشبو آئی اور ہر چیز کا جواب قرآن پاک، حضور پاکؐ کی سنت اور بزرگوں کے اقوال میں مل گیا اور

---

[1] صفحہ ١٥ (پندرہ)

Marfat.com

میرے لئے اسلام کے ہزاروں بزرگ میرے سر کے تاج ہیں۔ میں تو سب کا مقلد ہوتے ہوئے بھی ایک راستے پر رہا اور ان کتابوں کے سلسلہ میں اگر قارئین کے سامنے میں نے کوئی ایک اختلافی مسئلہ پیش کیا یا تضاد بیانی سے کام لیا تو وہ اس کی نشاندہی کریں۔ ظاہر ہے کہ قوم خواہ مخواہ غیروں کی سازش کی وجہ سے تفرقہ میں گرفتار ہے۔

حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

(اقبالؒ)

جنابِ فاروقؓ کی جانشینی

حضور پاکؐ کی وفات کے بعد خلیفہ اول کی جانشینی کو پہلی کتاب میں زیر بحث لایا جا چکا ہے اور جناب صدیق اکبرؓ نے وفات سے پہلے جناب فاروقؓ کو نامزد کیا جس کا ذکر دوسری کتاب میں ہو چکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان کے سامنے دو مثالیں موجود ہیں۔ پہلی حضور پاکؐ کی اور وہ اس طرح کر سکتے ہیں لیکن پیغمبر کا مقام بہت بلند ہے ان رازوں کو ہم نہیں سمجھتے کہ حضور پاکؐ نے سیدھی طرح جانشین کا نام کیوں نہ لیا۔ پھر جناب صدیق اکبرؓ کی مثال موجود ہے اور میں بھی کسی کو نامزد کر سکتا ہوں لیکن میرا وہ مقام نہیں جو صدیق اکبرؓ کا تھا۔ میں نامزدگی کے سلسلے میں غلطی کر سکتا ہوں۔ اس لئے میں یہ کام حضور پاکؐ کے عظیم رفقا کے سپرد کئے جاتا ہوں، جو میرے اور صدیق اکبرؓ کے مشیر رہے۔ اس کے لئے طریق کار یہ ہوگا کہ میرا بیٹا عبداللہؓ اس مجلس مشاورت کا ردیف ہوگا۔ کہ وہ مجلس مشاورت کو اکٹھا کرے گا لیکن نہ وہ خلافت کے لئے رائے دے سکے گا نہ خود اس کا امیدوار ہوگا۔

مجلس مشاورت

میں اس کام کے لئے حضور پاکؐ کے عظیم رفقا میں سے چھ اشخاص کو مقرر کرتا ہوں۔ اور وہ جناب عبدالرحمٰنؓ بن عوف، جناب عثمانؓ بن عفان، جناب علیؓ بن ابی طالبؓ، جناب سعدؓ بن ابی وقاص جناب طلحہؓ بن عبیداللہ اور جناب زبیرؓ بن عوام ہوں گے اور ان میں سے آپس میں صلاح و مشورہ کے بعد ایک صاحب کو مسلمانوں کا امیر چنا جائے گا۔ جناب طلحہؓ مدینہ میں موجود نہیں ان کا دو تین دن

Marfat.com

انتظار کیا جائے گا۔ اور اگر نہیں آتے تو پھر باقی پانچ صاحبان مل کر فیصلہ کریں گے۔ اور جب فیصلہ ہو جاتا ہے کہ فلاں امیر ہیں تو اس کے بعد جو اس فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا اس کا سر ہی قلم کر دینا کہ ایسا آدمی مزید فتنہ و فساد کو نہ بڑھائے۔ ان دنوں نماز کی امامت جناب صہیبؓ بن سنان رومی کریں گے کہ ان کا کسی کے ساتھ خون کا رشتہ نہیں اور امارت کے سلسلہ میں ان دونین دنوں میں اختلاف نہ ہو۔ آپ نے ان دو تین دنوں کے لئے فوجی امارت جناب ابو طلحہؓ انصاریؑ کے سپرد کی کہ مدینہ میں امن و امان قائم رکھنے کی ذمہ داری ان کی ہوگی، وہ اپنے ساتھ دو سو مجاہدین کو رکھیں گے

وہ خود یا ان کا نمائندہ اور چند مجاہد اس جگہ پر متعین کئے جائیں گے جہاں عظیم صحابہؓ صلاح و مشورے میں لگے ہوں گے۔ تاکہ کوئی اور آدمی آکر وہاں مخل نہ ہو۔ یا کوئی اثر ڈالنے کی کوشش نہ کرے۔ جناب ابو طلحہؓ کے مجاہد مدینہ میں امن و امان قائم رکھیں گے کہ لوگ چہ می گوئیوں سے پرہیز کریں اور کسی جگہ گروہ بندی کا مظاہرہ نہ ہو۔ جناب ابو طلحہؓ بیعت عقبہ ثانی میں شریک ہو چکے تھے۔ آپ بلند آواز شاعر اور بڑے بہادر تھے۔ حضور پاکؐ کے زمانے میں اور بعد میں بھی جہاد میں شریک ہو چکے تھے۔ اور آپ اس کام کے لئے موزوں ترین تھے کہ انصار تھے اور مجلس مشاورت میں صرف مہاجرین تھے۔ جناب عمرؓ نے مجلس مشاورت کو حکم دیا کہ تین دن کے اندر اندر امارت کا فیصلہ کریں گے اور اگر ایسا نہ کریں گے تو خدا اور رسولؐ کے سامنے سب برابر کے جوابدہ ہوں گے کہ قوم کو تفرقہ میں ڈال دیا۔

تبصرہ

اب ان ہدایات کو بار بار پڑھیں کہ کتنی مکمل ہیں اور ان میں کتنا فلسفہ ہے۔ کتنی فیصلہ کن ہیں۔ کتنی وحدت فکر ہے اور عملی باتیں کتنی اصولی ہیں۔ ان ہدایات کی وضاحت کے لئے کئی مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ اور ایک لفظ بھی اختلافی نہیں۔ ان ہدایات کی مطابقت میں جو روایت کہیں تاریخ میں نظر آجائے اس کو تو ہم تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن جو روایت یا کہانی ان ہدایات کی مطابقت نہیں کرتی ہم اس کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں اسلئے اس سلسلے میں ہمارے سامنے جو روایات آئی ہیں ان کا تجزیہ ضروری ہے تاکہ ہم روایات کے بامقصد مطالعہ یا تحقیق کے اصولوں کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔

ع۱ آپ جناب انسؓ بن مالک اسلام کے عظیم فقیہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔

Marfat.com

شکبہ روایتوں کا تجزیہ

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت عمرؓ کے بڑے قریب تھے اور حضرت عمرؓ ان کے علم سے بھی متاثر تھے۔ کچھ مورخین نے جناب عبداللہؓ کا نام استعمال کر کے کچھ صحابہؓ کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو آپؓ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ نامزد کرتے۔ اِن صحابہ میں جناب سالمؓ مولا نے جناب ابوخذیفہؓ، جناب معاذؓ بن جبل اور جناب ابوعبیدہؓ بن جراح کے اسماءِ گرامی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اول تو اس روایت پر اس وجہ سے شک پڑ جاتا ہے کہ یہ روایت جناب عمرؓ کی خلافت کے سلسلہ میں آخری وصیت سے مطابقت نہیں رکھتی کہ آپؓ نے فرمایا حضور پاکؐ نے جانشین نامزد نہ فرمایا۔ صدیق اکبرؓ نے نامزد فرمایا لیکن میں اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتا۔ اور حضور پاکؐ کے رفقاء میں سے جو بہترین صحابہ اس سلسلہ میں مجھے نظر آئے ان کو یہ فرض سونپے جاتا ہوں۔ تو نامزدگی والی روایت یہاں ہی ختم ہو جاتی ہیں لیکن آگے بڑھیں اور جو اسمائے گرامی زیرِ بحث آتے ہیں ان کے بارے میں کچھ اور معلومات کا جائزہ لیں۔

جناب سالمؓ مولائی ابوخذیفہؓ

آپ مکی بھی ہیں مدنی بھی ہیں۔ شجرہ نسب کی تفصیل موجود نہیں سوائے اس کے کہ والد کا نام معقل تھا اور آپ اصطخر یعنی جنوبی فارس کے رہنے والے تھے اور مدینہ میں ثبیتہ بنت یعار انصاریہ کے غلام تھے۔ انہوں نے بچپن میں ہی آزاد کر دیا۔ آپ مکہ چلے گئے۔ وہاں جناب ابوخذیفہؓ کو اپنا ولی بنا لیا۔ اور ان کی بیوی سہلہؓ بنت سہیل کو ماں۔ اسی دوران جناب ابوخذیفہؓ اسلام لے آئے تو سالمؓ بھی اسلام لے آئے اور بلوغت کو بھی پہنچ گئے۔ حضور پاکؐ کی خاص اجازت سے جناب سہلہؓ نے ان کو اپنا بیٹا بنایا۔ اور ابوخذیفہؓ نے متبنیٰ۔ پھر آپؓ نے مہاجرین کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔ آپؓ حافظِ قرآن تھے اور ـــــ قرآن پاک کی آیات کو جلدی یاد کر لیتے تھے۔ آپ نے مکہ و مدینہ دونوں جگہوں پر کئی دفعہ ایسے عظیم صحابہؓ کی امامت کی جن میں حضرت عمرؓ بھی شامل تھے۔ آپؓ حضور پاکؐ اور جناب صدیق اکبرؓ کے زمانے میں ہر جنگ میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ میں اپنے ولی ابوخذیفہؓ کے

Marfat.com

ساتھ ہی شہید ہوئے۔ جناب ابوحذیفہؓ کی شان کو جلال مصطفےٰ[1] میں بیان کیا جاچکا ہے کہ باپ عتبہ، چچا شیبہ اور بھائی ولید تینوں جنگ بدر میں مارے گئے کہ کفار کے علمبردار تھے اور جناب ابوحذیفہؓ مسلمانوں میں شامل تھے حضرت عمرؓ، ابوحذیفہؓ اور سالمؓ دونوں سے بہت متاثر تھے کہ جناب ابوحذیفہؓ نے بعد میں اپنی بھتیجی اور ولید کی بیٹی کے ساتھ جناب سالمؓ کی شادی کرادی اور اپنے خاندان کا آدمی بنا دیا۔ جب آپؓ شہید ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جناب سالمؓ بڑے اچھے حافظ اور مسلمانوں کے امام تھے۔ تو اسی وجہ سے بعد میں اس کہانی میں اضافہ کردیا گیا کہ خلافت کے لئے بھی موزوں تھے۔

جناب معاذؓ بن جبل

آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ انصار تھے۔ اسلام کے عظیم عالم۔ دوسری کتاب میں ہم اکثر آپ کا ذکر کر چکے ہیں۔ اور جلال مصطفےٰ[2] میں بھی آپ کا ذکر موجود ہے۔ حضور پاکؐ بھی جناب معاذؓ بن جبل کی فراست کی تعریف فرما چکے تھے۔ جب طاعون میں حضرت معاذؓ نے وفات پائی تو جناب عمرؓ نے فرمایا کہ آپؓ مسلمانوں کے عظیم عالم اور امام تھے۔ چنانچہ اس کہانی میں بھی بعد میں اضافہ کردیا کہ آپ خلافت کے لئے بھی موزوں تھے۔

تبصرہ

کسی سے متاثر ہونا الگ بات ہے۔ لیکن امارت کے لئے مقرر کرنا الگ بات ہے۔ جناب عمرؓ نے معاذؓ بن جبل کو اپنی خلافت کے زمانے میں کوئی الگ امارت بھی نہ دی۔ اس لئے ہمیں اس روایت میں شک ہے۔ معاذؓ بن جبل کی عظمت اپنی جگہ ہے اور وفات کے بعد ویسے بھی صرف عظمت کی باتیں کرنا چاہیئے۔ حضرت عمرؓ۔ جناب ابوذر غفاریؓ اور جناب بلالؓ سے بھی بہت متاثر تھے اور جناب بلالؓ کو بھیج کر جناب خالدؓ کو امارت سے سبکدوش کیا۔ جناب بلالؓ تو اس وقت وفات پا چکے تھے لیکن جناب ابوذر غفاریؓ زندہ تھے۔ ان کو جناب عمرؓ میرے آقا کہہ کر پکارتے تھے۔ لیکن نہ آپؓ کو

---

[1] صفحہ ۵۹

خلافت کے لئے نامزد کیا نہ مشاورت میں آپ کی شمولیت کا ذکر کیا۔ ہم نے اس تجزیہ کی ضرورت اس لئے سمجھی ہے کہ ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے عالم نے صاف طور پر لکھ دیا کہ اگر جناب سالمؓ زندہ ہوتے تو حضرت عمرؓ انہی کو خلیفہ مقرر کرتے اور تجزیہ اتنا بھی نہیں کیا کہ جناب سالمؓ کون تھے۔ ان کو حضرت عثمانؓ کا آزاد کردہ غلام لکھ دیا۔ بہرحال ہم یہ چیز سوچ بھی نہیں سکتے کہ حضرت عمرؓ عشرہ مبشرہ سے باہر جاتے۔ وہ تو سپہ سالاری کے لئے بھی عشرہ مبشرہ کو ترجیح دیتے تھے۔

جناب ابوعبیدہؓ بن جراح

حضرت عمرؓ نے جناب ابوعبیدہؓ بن جراح کے بارے میں اگر یہ کہہ دیا ہو کہ وہ ان کو نامزد کرتے تو یہ ممکنات میں سے ہے۔ آپ جناب ابوعبیدہؓ سے بہت متاثر تھے۔ آخری وقت ان کو ملک شام سے نکالنے کی بھی کوشش کی کہ طاعون سے بچ جائیں۔ جس کا ذکر دوسری کتاب میں ہو چکا ہے۔ آپ حضور پاکؐ کے زمانے میں جناب ابوعبیدہؓ کے ماتحت[۱] ایک مہم میں کام کر چکے تھے۔ حضور پاکؐ کی وفات کے بعد بھی آپ جناب ابوعبیدہؓ کے پاس گئے اور عرض کی کہ آپ امین الامت ہیں۔ اور خلافت سنبھال لیں۔ تو جناب ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ صدیقؓ کے ہوتے ہوئے کوئی اور اس کا اہل نہیں۔ یہ سب کچھ پہلی کتاب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ اور ممکن ہے کہ آپ نے جناب ابوعبیدہؓ کے سلسلہ میں کچھ فرما دیا ہو یا لوگوں نے پچھلے واقعات کے تانے بانے ملا کر یہ بات اپنی طرف سے کہہ دی ہو۔ ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ جناب عمرؓ وہی کچھ کرتے جو انہوں نے کیا۔ آپ جناب عثمانؓ اور جناب علیؓ کی عظمت کو سمجھتے تھے۔ عشرہ مبشرہ کے باقی صاحبان کی عظمت کو بھی سمجھتے تھے اور جناب ابوعبیدہؓ اگر زندہ ہوتے تو ان کو بھی مشاورت میں ضرور شریک کرتے۔ لیکن یہ تسلیم کرنا مشکل ہے کہ آپ عشرہ مبشرہ کے ہوتے ہوئے جناب سالمؓ یا جناب معاذؓ کو عشرہ مبشرہ پر ترجیح دیتے۔ بلکہ آپؓ حضور پاکؐ کے چچا جناب عباسؓ کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ عم رسولؐ کی اپنی شان تھی اور جب بھی وہ آتے تھے تو حضرت عمرؓ کھڑے ہو جاتے تھے اور ان پر بچھے جاتے تھے کہ چچا باپ کے برابر ہوتا ہے۔ جناب عباسؓ بھی

---

[۱] جلال مصطفےٰ صفحہ ۲۳۱

Marfat.com

اس وقت زندہ تھے اور مدینہ میں موجود تھے۔ لیکن آپؓ نے ان کو مشاورت میں بھی شامل نہ کیا۔ یہی نہیں بلکہ اپنے بہنوئی سعیدؓ بن زید کو بھی مشاورت میں شامل نہ کیا اور نہ ہی ان کا ذکر کیا۔ وہ مدینہ سے باہر ہو سکتے ہیں لیکن جناب طلحہؓ کی طرح ان کا ذکر تو ہو سکتا تھا۔ آپؓ بھی عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں اور آپ کی وجہ سے جناب عمرؓ اسلام میں داخل ہوئے اور آپؓ اس وقت تک زندہ تھے۔ اس سب بیان میں بڑا مقصد یہ ہے کہ ہم حضرت عمرؓ کی شان کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ ان کے لحاظ سے وہی لوگ خلافت کے زیادہ مستحق تھے جن کو انہوں نے مشاورت کے لئے نامزد کیا اور ان کے لحاظ سے ان میں لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ۔ والی بات تھی تو ہمارا اصول بھی یہی ہونا چاہیے۔

مزید شکیہ روایت

اب اگر راوی انہی باتوں تک اکتفا کرتے تو شاید امت میں تفرقہ کچھ کم ہوتا لیکن بعض مورخین نے حضرت عمرؓ کے منہ میں کچھ ایسے الفاظ ڈال دیئے کہ وہ کسی کو بھی خلافت کے لئے موزوں نہ سمجھتے تھے پرانے مورخین نے تو ایسی باتوں کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن یہ باتیں اس زمانے کی تاریخوں میں موجود ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر ضروری ہے۔ ورنہ جب یہ باتیں پرانی تاریخوں میں موجود نہیں تو دراصل ان کے بارے میں سوچنا بھی صحیح نہیں۔ بہرحال یہ روایات بھی جناب عبداللہؓ بن عباسؓ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں کہ انہوں نے بیماری میں جناب عمرؓ سے متوقع خلفاء کے بارے میں پوچھا "کسی ایک کو نامزد کیوں نہیں کر دیتے"۔ تو جناب عمرؓ نے سوال کیا کہ کس کو نامزد کروں"؟

جناب عبداللہؓ بن عباسؓ "سعدؓ بن ابی وقاص فاتح ایران کو"

جناب عمرؓ "وہ بڑے بہادر ہیں لیکن امن کے زمانے میں عراق کا انتظام نہ سنبھال سکے اور ان کو کوفہ کی گورنری سے سبکدوش کرنا پڑا۔ پورے عالم اسلام کے معاملات کو سنبھالنا ان کے لئے مشکل ہے"۔

حضرت عبداللہؓ "تو پھر جناب طلحہؓ کے بارے میں کیا رائے ہے"؟

جناب عمرؓ۔ "وہ صاحب احد ہیں۔ ان کی شان بہت بلند ہے لیکن کسی کسی وقت ان میں حسد یا نجیلت آجاتی ہے۔ اس لئے یہ نظام نہ سنبھال سکیں گے"۔

جناب عبداللہؓ "جناب زبیرؓ بن عوام کیسے رہیں گے"؟

Marfat.com

جناب عمرؓ :۔ "بہت بہادر شخص ہے۔ لیکن امارت کا تجربہ نہیں۔ ذاتی بہادری کی وجہ سے خود پسند ہو گئے ہیں۔ اس لئے کامیاب نہ ہو سکیں گے۔"

جناب عبداللہؓ "حضرت عثمانؓ کیسے رہیں گے؟"

جناب عمرؓ ۔ "بہت نیک، حیادار اور تقویٰ والے ہیں۔ لیکن ڈر یہ ہے کہ ان کے خاندان کے لوگ یعنی بنو امیہ حکومت پر چھا جائیں گے۔"

جناب عبداللہؓ ۔ "حضرت علیؓ کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

جناب عمرؓ "موزوں ترین شخص ہیں۔ لیکن ان کے دل میں خلافت کی چاہت رہی ہے۔ اور جس چیز کے ملنے کی چاہت رہے جب وہ مل جائے تو اس کو نبھانا مشکل ہو جاتا ہے۔"

جناب عبداللہؓ ۔ "اب صرف جناب عبدالرحمٰنؓ باقی رہ گئے ہیں ان کے بارے میں بھی بتاویں"

جناب عمرؓ "۔ ہاں وہ خلافت کے لئے موزوں ہیں۔ لیکن وہ بوڑھے ہیں ان کی عمر ان کے ساتھ اتنا وفا نہ کرے گی۔"

تبصرہ اور تجزیہ

اوپر والے بیانات پڑھ کر ایک دفعہ تو انسان ان باتوں کو صحیح تسلیم کرلے گا کہ جس کسی کی یہ ذہنی اختراع تھی اس کے لفظ بڑے بچے تلے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سب کی تعریف بھی کی اور ایک آدھ نقص نکال کر سب کو خلافت کیلئے موزوں نہ سمجھا۔ اور دراصل ایسی ہی باتوں سے تفرقہ پیدا کیا جاتا ہے اول تو ہم ساری کہانی کو تسلیم نہیں کرتے کہ جناب عمرؓ کسی کی غیر حاضری میں اس کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کریں جو ان کے منہ پر نہ کہہ سکیں۔ اور یہاں تقریباً سب عظیم ہستیوں کے بارے ایسے الفاظ موجود ہیں جو حضرت عمرؓ ان کے منہ پر نہ کہتے۔ اس کو اسلام میں گلہ کہتے ہیں اور اس کی اجازت نہیں۔

لیکن کچھ باتیں اصل میں بھی صحیح نہیں۔ جناب عثمانؓ، جناب عبدالرحمٰنؓ سے عمر میں تین یا چار برس بڑے تھے اور جناب عبدالرحمٰنؓ، حضرت عمرؓ کی وفات کے تقریباً ساڑھے آٹھ سال بعد بتیس ہجری میں فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر پچھتر برس تھی اور حضرت عثمانؓ اس وقت زندہ تھے اور آپ کی عمر اٹھہتر برس تھی کہ آپ چار سال بعد چھتیس ہجری میں بیاسی سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ ظاہر ہے کہ جناب عمرؓ اگر جناب

Marfat.com

عبدالرحمنؓ کی بڑی عمر کا ذکر کرتے تو حضرت عثمانؓ کی عمر کا ذکر بھی کرتے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو کبھی خلافت کی چاہت نہ تھی اور کئی سال بعد تاریخوں میں یہ الفاظ شامل کرکے تفرقہ کی بنیاد رکھی گئی کہ حضرت علیؓ ان باتوں سے بہت بلند تھے۔ آگے چوتھی کتاب میں اس کی مزید وضاحت آئے گی۔

حضرت عثمانؓ کے سلسلہ میں قرابت داری کا الزام ایک سازش کی پیداوار ہے۔ اسی کتاب کے آخری ابواب میں ہم واضح کریں گے کہ حضرات عثمانؓ کے رشتہ دار امارت میں آٹے میں نمک کے برابر تھے۔ یہ سازشیوں کی من گھڑت کہانیاں ہیں اور حضرت عمرؓ کو بھی خواہ مخواہ بیچ میں شامل کرکے وہ لوگ اپنی سازش کو تقویت دے رہے تھے۔ جہاں تک حضرت زبیرؓ کا تعلق ہے آپؓ تو کبھی کسی دستہ کی کمانڈ کی خواہش بھی نہ رکھتے تھے اور آپ کو امارت کی بالکل چاہت نہ تھی۔ اس کا ذکر پہلے باب میں ہو چکا ہے۔

یہی بات جناب طلحہؓ اور جناب سعدؓ کے لئے ہے کہ وہ صاحبان پہلے ہی دن خلیفہ بننے کی ذمہ داری سے دستبردار ہو گئے۔ اور ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کو ان کی زندگی میں ہی بتا دیا ہو۔ یا ایسا اعلان کر دیا ہو۔ ہم اس سلسلہ میں صرف اتنی گزارش کریں گے کہ ہمیں حضور پاکؐ کے رفقاء کو اپنے پیمانوں سے نہ ناپنا چاہیئے اور غیروں کے الزام کو تسلیم کرنے سے پہلے ان کی شان کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ بے شک ہم مشکل دور میں داخل ہو رہے ہیں لیکن امید واثق ہے کہ ہم صراطِ مستقیم پر ہی رہیں گے اور گمراہی سے بچ جائیں گے کہ پھر اللہ کے دربار میں عاجزی سے سر جھکا رہے ہیں۔

مری ناؤ گرداب سے پار کر
یہ ثابت ہے تو اس کو سیدھا کر

(اقبالؒ)

مجلسِ مشاورت کی کارروائی

اس مشکل دور کے بیانات کے ایک ایک لفظ کو سوچ کر لکھنا ہو گا کہ قوم میں وحدت فکر پیدا کرنے کی بجائے ہم خود کوئی ایسی بات نہ لکھ جائیں جس سے تفرقہ پیدا ہو۔ ہم اپنے رب سے پھر عاجزی کرتے ہیں اور اللہ کا نام لے کر قلم چلاتے ہیں۔ عظیم صحابہؓ مشاورت کے لئے اکٹھے ہوئے جناب طلحہؓ بھی واپس آ چکے تھے۔ جناب فاروقؓ وصیت کرنے کے بعد دو تین دن زندہ رہے۔ تو جناب طلحہؓ نے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا کہ وہ جناب عثمانؓ کو خلیفہ بنانا چاہیں گے۔ جناب زبیرؓ جن کو ساری

Marfat.com

عمر کسی امارت کی خواہش نہ رہی وہ حضرت علیؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ اور فاتح ایران جناب سعدؓ جن کے بارے میں کچھ شک ہو سکتا تھا کہ شاید ان کو امارت پسند ہے، وہ جناب عبدالرحمٰنؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ یہ پچاس فی صد معاملات باہمی مشاورت سے ایک لحظہ میں حل ہو گئے اب جناب عبدالرحمٰنؓ نے گزارش کی کہ مشاورت کی التوا کی جائے اور کچھ باہمی مشورہ کی اجازت دے جائے یہ بات بھی منظور کر لی گئی۔

چنانچہ جناب عبدالرحمٰنؓ نے حضرت علیؓ کے ساتھ طویل ملاقات کی اور ان سے یہ پوچھا کہ اگر ان کو اپنی بجائے کسی اور کو خلیفہ بنانے کے لئے کہا جائے تو آپ کس کو خلیفہ بنانا پسند کریں گے تو حضرت علیؓ نے فرمایا "جناب عثمان کو"۔ اس کے بعد جناب عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ طویل ملاقات کی اور ان سے بھی سوال کیا تو ان کا جواب تھا کہ "جناب علیؓ کو"۔ اس کے بعد صحابہ کرامؓ پھر اکٹھے ہوئے تو جناب عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا کہ آپ لوگ اگر مجھے یہ حق دے دیں کہ جناب علیؓ اور جناب عثمانؓ سے جس کو میں چاہوں کو خلیفہ منتخب کروں تو میں بھی خلافت سے دستبرداری کا اعلان کرتا ہوں۔ صحابہ کرام نے اس کی بھی منظوری دے دی اور اب اختلاف یا جانب داری والے معاملات عملی طور پر بھی ختم ہو چکے تھے۔

بعد کے کچھ مورخین نے اضافی روایات سے جناب عبدالرحمٰنؓ پر جانبداری کا الزام لگایا ہے۔ لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ جانبدار تھے تو بات صرف اتنی تک پہنچتی ہے کہ وہ بھی جناب طلحہؓ کی طرح جناب عثمانؓ کے حق میں دستبردار ہو جاتے اور بات ادھر ہی ختم ہو جاتی کہ حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنانے کے حق میں زیادہ صحابہ تھے۔ لیکن جناب عبدالرحمٰنؓ اس سے بلند تھے۔ وہ اسلام میں مشاورت کے لئے ایک اصول بنانا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے دن رات ایک کر کے کوئی راہ نکالنی چاہی۔ بات تو سیدھی تھی۔ اختلافات اسلامی طریقہ سے ختم ہو چکے تھے صرف فیصلہ کا اعلان کرنا تھا۔ اب مجلس مشاورت میں جناب عبدالرحمٰنؓ اکیلے تھے اور جناب ابوطلحہؓ ان کی حفاظت کرتے پھرتے تھے۔ جناب صہیبؓ ہی نے جناب عمرؓ کا جنازہ پڑھایا اور آپ مسجد میں امامت کے لئے موجود رہتے تھے کہ تھوڑی دیر کے لئے بھی تفرقہ نہ ہو لیکن جناب عبدالرحمٰنؓ کے پاس تین دن میں سے دو دن باقی تھے انہوں نے یہ دن بھی مشورے میں گزار دیئے۔

Marfat.com

جناب عبدالرحمٰنؓ کا عام مشورہ

اب جناب عبدالرحمٰنؓ نے عام لوگوں، دانشوں، مدبروں اور خاص کر اول اسلام لانے والے صحابہ کرام سے جا کر مشورہ شروع کر دیا۔ لیکن جناب عبدالرحمٰنؓ کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہ گئی کہ زیادہ لوگ حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنانے کے حق میں تھے اور چند لوگوں نے حضرت علیؓ کا نام لیا۔ جناب عبدالرحمٰنؓ نے بات کی تہ میں جانا چاہا تو ان کو پتہ چلا کہ لوگ تو حضرت عمرؓ کی خلافت کے بارے میں بھی شروع میں خوش نہ تھے۔ اور انہوں نے جناب ابوبکرؓ سے شکایت کی تھی کہ اتنے سخت انسان کو خلیفہ کیوں بنایا جا رہا تھا۔ بلکہ حضرت عمرؓ کا یہ ڈر قائم رہا اور دولت کی ریل پیل جب ہوئی تو حضرت عمرؓ نے کئی سختیاں کیں۔ صحابہ کرامؓ کو باہر زمینیں نہ خریدنے دیں۔ محاسبہ بڑا سخت تھا۔ اب لوگ سوچتے تھے کہ حضرت علیؓ بھی اسی طرح سختی کریں گے۔ لیکن ان کو امید تھی کہ حضرت عثمانؓ اتنی سختی نہ کریں گے۔ گو حضرت علیؓ کو بھی غصہ تو بالکل نہ آتا تھا اور ان کے اندر حضرت عمرؓ والی سختی نہ تھی۔ لیکن پھر بھی ردعمل کے طور پر لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ان کو زیادہ "آزادی" ہوگی تو رنگ اس لفظ "آزادی" کو یاد رکھیں۔ کہ لوگوں کی خواہش تھی۔ اور لوگوں کی خواہش والی بات بھی یاد رکھنا کہ اس میں تبدیلیاں کتنی زیادہ آتی ہیں۔ اور جناب علی کرم اللہ وجہہ کے بارے بھی یاد رکھنا کہ وہ ان باتوں سے بلند تھے۔

جناب عبدالرحمٰنؓ کی سوچ

اب جناب عبدالرحمٰنؓ گہری سوچ میں پڑ گئے۔ وہ خلیفہ نامزد کرنے کی ذمہ داری اٹھا چکے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اپنی دستبرداری کے بعد ان کو خیال تھا کہ ان کے اس رویہ پر کوئی انگلی نہ اٹھائے گا۔ لیکن عوام کے ساتھ جب انہوں نے مشورہ کیا تو انہوں نے بھانت بھانت کی بولیاں سنیں کہ خبردار یہ نہ کرنا اور وہ نہ کرنا اور اگر ایسے کرو گے تو یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ یہی نہیں بلکہ عوام کے ان خیالات سے کچھ خواص بھی متاثر ہو چکے تھے اور اس سلسلہ میں کچھ عجیب روایات نظر سے گزرتی ہیں۔ اور لوگوں کے خیالات میں تبدیلی اتنی جلدی آجاتی تھی کہ کوئی ایک کسی ایک بات پہ قائم نہ رہتا تھا۔ ادھر وقت تیزی سے ساتھ گزر رہا تھا اور اگر

Marfat.com

زیادہ دیر ہوتی تو تفرقہ اور بڑھ جاتا اس لئے جناب عبدالرحمٰنؓ کو ایک اعلان کرنے کی سوجھی۔

جناب عبدالرحمٰنؓ کا اعلان

چنانچہ جناب عبدالرحمٰنؓ نے اعلان فرمایا کہ خلیفہ اس کو تسلیم کریں گے جو اللہ کے احکام، حضور پاکؐ کی سنت اور پہلے دو خلفاء راشدین کے طریق کار کا سختی سے نفاذ کرے گا۔ اور جناب علیؓ سے استفسار کیا کہ آیا وہ یہ وعدہ کرتے ہیں تو جناب علیؓ نے فرمایا کہ بے شک اللہ کے احکام اور حضور پاکؐ کی سنت پر سختی سے عمل کیا جائے گا۔ لیکن حکومت چلانے کا طریق کار ان کا اپنا ہوگا۔ پھر آپؓ نے جناب عثمانؓ سے استفسار کیا، تو آپ نے فرمایا کہ بے شک وہ اللہ کے احکام حضور پاکؐ کی سنت اور پہلے دو خلفاء راشد کے طریق کار پر سختی سے عمل پیرا ہوں گے۔" یہ سننے کے بعد جناب عبدالرحمٰنؓ نے اعلان فرمایا کہ وہ جناب عثمانؓ بن عفان کو مسلمانوں کا امیر منتخب کرتے ہیں۔ اور ان کی بیعت کرتے ہیں۔" چنانچہ سب سے پہلے جناب عبدالرحمٰنؓ، اور حضرت علیؓ سمیت مجلس شوریٰ کے تمام ارکان نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کی۔ اور پھر تمام مسلمانوں نے بیعت کی اور یہ متفقہ فیصلہ تھا اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کے پہلے دس سال اسلامی عہد کے زریں ترین سال مانے جاتے ہیں۔ نہ کوئی تفرقہ تھا۔ نہ کوئی اختلاف۔ جہاد جاری رہا اور عظیم صحابہؓ اور ان کے عظیم فرزندوں نے جہاد میں شرکت کی۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ لیکن بعد میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے اس طریق کار کو، اور جو کچھ ہوا، اختلاف کا سبب بنا کر پیش کیا گیا۔ اس لئے ان اختلافی نکتوں کا جائزہ ضروری ہے۔

اختلافی نکتوں کا جائزہ

ایک نکتہ یہ سامنے لایا گیا کہ جناب عبدالرحمٰنؓ کو پتہ تھا کہ جناب علیؓ کو پہلے خلفائے راشدین کے کچھ طریقوں سے اختلاف تھا۔ اس لئے انہوں نے اللہ کے احکام اور سنت کے ساتھ پہلے خلفائے راشدین کے طریق کار کو بھی شامل کر دیا۔ کہ وہ حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ ہم اس سلسلہ میں صرف یہ گزارش کریں گے کہ جناب عبدالرحمٰنؓ ویسے بھی یہ اعلان کر سکتے تھے کہ وہ فلاں کو خلیفہ نامزد کر رہے ہیں۔ تو یہ نکتہ ساتھ شامل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی جناب علیؓ کو پہلے دو خلفائے راشدین کے طریق کار سے اختلاف تھا۔ تو یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ طریق کار اصول نہیں ہوتے، یہ وقتی کارروائیاں ہوتی ہیں۔ ان

Marfat.com

چیزوں یا طریقوں کو حضور پاکؐ کی سنت کے برابر نہیں سمجھا جا سکتا۔ کہ حضور پاکؐ کامل تھے۔ جناب علیؓ جو علم کے شہر کے دروازے تھے وہ معاملات پر بہت گہری نظر رکھتے تھے ان کی دور رس نگاہیں بھانپ چکی تھیں کہ حضور پاکؐ کے بعد کے طریق کار کو اصول نہیں بنایا جا سکتا اس لیۓ وہ کوئی ایسا وعدہ کرنے کو تیار نہ تھے جس کا نباہ نہ ہو سکے یا جس کو آگے چلایا نہ جا سکے۔ اسلام اللہ کے احکام اور حضور پاکؐ کی سنت تک محدود ہے۔ آگے صرف ان احکام کے مطابق اعمال کی تقلید کی جا سکتی ہے۔

تو پھر کیا حضرت عبدالرحمٰنؓ کو ان طریق کار کو لازم شرط نہیں بنانا چاہیئے تھا یا حضرت عثمانؓ کو ایسا وعدہ نہیں کرنا چاہیئے تھا جس کا نباہ مشکل یا عملی نہ ہو؟ نہیں! یہ بات سوچ کی ہے۔ جناب عبدالرحمٰنؓ اور جناب عثمانؓ کے پہلے خلفائے راشدین کے طریقِ کار میں کوئی غلط بات نظر نہ آئی اور اس لیۓ جناب عبدالرحمٰنؓ کی سوچ میں بھی یہ لفظ آ گئے اور جناب عثمانؓ نے ان پر عمل کرنے کا وعدہ بھی کر لیا۔ اور بات یہاں ختم ہو جانی چاہیئے۔ ہمارے لحاظ سے چار یاروں میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ جناب صدیقؓ اور جناب فاروقؓ کی عظمت اس میں بھی ہے کہ آپ کی بیٹیوں کو بھی اُم المومنین کے عظیم نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جناب عثمانؓ اور علیؓ کی عظمت اس میں ہے کہ آپ کو اللہ کے حبیبؐ کے داماد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ بے شک اسلام میں عظمت اور شان ذاتی کردار کی طفیل ہوتی ہے۔ اور یہاں قرابت داری کا اصول نہیں چلتا کہ حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت بھی عم رسولؐ جناب عباسؓ بن عبدالمطلبؓ زندہ تھے۔ اور اگر اس وقت کے چناؤ کو امیہ کی سازش قرار دیا جائے تو اس وقت جناب ابوسفیانؓ بن حرب بھی زندہ تھے۔ وہ اپنے لیۓ کچھ کرتے۔ تو جناب صدیقؓ، جناب فاروقؓ، جناب عثمانؓ اور جناب علیؓ کی عظمت و کردار پر جب کوئی بات کی جائے تو یہ پہلو ضرور یاد رکھا جائے کہ سرکار دو عالمؐ اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ کے ساتھ یہ رشتہ داری اور قرابت داری قائم کی۔

حضرت عمرؓ اور جہاد

جناب فاروق اعظمؓ کو ہم پھر سلام عرض کرتے ہیں کہ آپؓ کو بھی روضہ پاک میں لیٹنے کی سعادت نصیب ہوئی اور یکم محرم ۲۴ ہجری کو آپؓ کو دفنایا گیا۔ ۳ محرم ۲۴ ہجری کو جناب عثمان ذوالنورینؓ مسلمانوں کے امیر بن گئے۔ جناب فاروقؓ کی عظمت کو کوئی قلم بیان نہیں کر سکتا۔ لوگوں نے اپنی

Marfat.com

آنکھوں سے دیکھا کہ بعض دفعہ وہ زماں و مکاں پر بھی حاوی ہو جاتے تھے کہ مسجد نبوی میں کھڑے خطبہ دیتے ہوئے ایک دفعہ اچانک فرمایا "یا ساریۃ الجبل" لوگ یہ بات سن کر حیران رہ گئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ شمالی ایران میں ایک چھوٹی سی جھڑپ ہو رہی تھی جہاں مسلمانوں کا امیر ساریہ تھا۔ آپ اس کو ہدایات دے رہے تھے کہ پہاڑی کی اوٹ کی طرف دیکھ۔ بعد میں اس جگہ کے اہل لشکر نے بتایا کہ انہوں نے فضا میں یہ عجیب و غریب آواز سنی تو چوکنے ہو گئے کہ پہاڑ کی اوٹ میں دشمن تھا۔

یہ روایت کہ حضرت عمرؓ نماز میں کئی دفعہ بھول جاتے تھے، کہ نماز پڑھتے وقت بھی ان کے ذہن میں جہاد اور جنگ ہوتا تھا، اور ایسے ہی کسی خیال میں خطبہ دیتے وقت "زماں و مکاں" پر حاوی ہونے ہوتے، ایک لحظہ کے لئے شمالی ایران پہنچ گئے۔ یہ اللہ کی دین اور عطا ہے اور یہ زماں و مکاں پر حاوی ہونے والا معاملہ وقتی "عطا" ہوتی ہے۔ جس کو اب موجودہ سائنس نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ ہر انسان ہر وقت ہر جگہ موجود ہے۔ اگر ٹیلی ویژن کے آلے یہ تماشہ دکھا سکتے ہیں تو روحانی طور پر بھی ایسے کام ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ بہت وسیع مضمون ہے، ہم زور نہ دیں گے کہ ہر آدمی اس نکتہ کو تسلیم کرے۔ ہمارے ایک مسلمان تاریخ کے طالب علم اور مصنف اس روایت کو اس وجہ سے تسلیم نہیں کرتے کہ اگر ایسا ہوتا تو جناب فاروقؓ کو فیروز ابولولو بہت پہلے نظر آ جاتا اور وہ آپ پر وار نہ کر سکتا۔

ہم اس بحث میں نہیں پڑیں گے۔ کیا خبر حضرت عمرؓ دیکھ رہے ہوں؟ اور مشیت ایزدی کے آگے خاموش رہے ہوں۔ یا زماں و مکاں پر انسان اگر ہر وقت حاوی رہے تو اس دنیا میں ٹھہرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ وقتی نظارے ہوتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو دکھاتا ہے اور سائنس بھی ہے۔ البتہ اسلامی روحانیت شریعت کے تابع ہے۔

نتائج و اسباق

یہ باب ہمارے لحاظ سے بڑا اہم ہے لیکن صرف ایک واقعہ کا بیان ہے۔ اکثر تجربے ساتھ ہی پیش کر دیئے گئے ہیں لیکن ایک نکتہ کو یاد رکھیں۔ جناب صدیقؓ کی خلافت میں ہی ظاہر ہو گیا تھا کہ آپؓ

Marfat.com

کے جانشین جناب عمر فاروقؓ ہی ہوں گے کہ آپؓ مکمل طور پر نائب امیر یا نائب خلیفہ کا کام کرتے تھے۔ لیکن جناب فاروقؓ نے اپنی خلافت میں یہ بالکل ظاہر نہ ہونے دیا کہ ان کا نائب کون ہے یا ان کی ترجیحات کیا ہیں، آپؓ کے ردیف یا بڑے منشی جناب عثمانؓ تھے جب مدینہ سے باہر جاتے تو حضرت علیؓ کو جانشین بنا کر چھوڑ جاتے۔ شام گئے تو جناب عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو ساتھ لے گئے کہ مشورہ کی ضرورت پڑے تو وہ بھی ساتھ ہوں۔ شام کو فتح کرنے کے لئے عشرہ مبشرہ سے جناب ابو عبیدہؓ کو مقرر فرمایا تو ایران کی فتح کے لئے عشرہ مبشرہ سے جناب سعدؓ بن ابی وقاص کو مقرر کیا۔ مصر کی فتح کے لئے عشرہ مبشرہ سے جناب زبیرؓ کو مقرر کرنے کی پیشکش کی۔ لیکن انہوں نے وہاں امارت کے بغیر جانے کو ترجیح دی۔ ظاہر ہے کہ جناب عمرؓ کسی اور کو عشرہ مبشرہ پر ترجیح نہ دیتے تھے۔ اور عشرہ مبشرہ کے بارے میں ان کا رویہ یہ تھا کہ لا نفرق بین احد۔ کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ اور طبقات ابن سعد میں جناب علیؓ خود اس روایت کے راوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو ذکر کیا ہے کہ وہ بھائی بھائی ہو کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔ یہ آیت ہمارے لئے ہے۔

۲۔ حضور پاکؐ کے رفقا کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ وہ وقتی طور پر ایک دوسرے کو سخت بات کہہ دیتے تھے لیکن کوئی بات دل میں نہ رکھتے تھے۔ جناب فاروقؓ نے جناب سعدؓ بن ابی وقاص کو کوفہ کی امارت سے سبکدوش کیا۔ لیکن خلافت کے لئے مشاورت میں جناب سعدؓ کو بھی اسی طرح شامل کیا جس طرح دوسرے عشرہ مبشرہ کے ارکان کو کیا۔

۳۔ جناب فاروقؓ کسی بات کا فیصلہ نہ کرتے تھے جب تک حضرت علیؓ سے مشورہ نہ کر لیتے۔ اور اکثر آپؓ کے یہ الفاظ ہوتے "اے ابن ابی طالبؓ اللہ کا شکر ہے آپ آ گئے اور یہ رائے دی۔ ورنہ میں کوئی غلطی کر جاتا۔"

۴۔ زخمی حالت میں جناب علیؓ اور جناب عبداللہؓ بن عباسؓ جب آپ کی عیادت کے لئے گئے تو فرمایا کہ دونوں مہربانی فرما کر ان کی چارپائی کے اوپر بیٹھیں۔ پھر فرمایا میری وفات قریب آ گئی ہے۔ اور حساب کتاب کا ڈر ہے۔ تو جناب عبداللہؓ نے فرمایا "اے امیر المومنینؓ! آپ کیوں فکر مند ہیں۔ آپؓ کا اسلام تھا تو نصرت تھی۔ امامت تھی تو فتح تھی۔ واللہ آپؓ کی امارت نے روئے زمین کو عدل سے بھر دیا۔ کوئی دو فریق جھگڑا کرتے تو آپؓ کے فیصلہ پر برضا و رغبت اپنا جھگڑا ختم کر دیتے" یہ سن

Marfat.com

کر فرمایا: "مجھے بٹھا دو۔" جب بیٹھ گئے تو فرمایا: "اے ابن عباسؓ اپنی اس گفتگو کا میرے سامنے پھر اعادہ کرو۔ جناب عبداللہؓ نے اعادہ کیا تو فرمایا: "اے ابن عباسؓ روز قیامت کو اسی طرح اللہ کے سامنے شہادت دینا۔"

۵۔ لڑکے کھیل رہے تھے جناب امام حسینؓ کے منہ سے نکل گیا کہ سب لوگ میرے ناناؐ کے غلام ہیں۔ لڑکوں میں جناب عمرؓ کے ایک بیٹے بھی تھے۔ انہوں نے جا کر حضرت عمرؓ کے آگے ذکر کیا تو فرمانے لگے۔ بیٹا دوڑ کر جاؤ امام حسینؓ سے لکھوا کر لاؤ کہ عمرؓ اور اس کی اولاد حسینؓ کے ناناؐ کی غلام ہے۔ روز قیامت اسی لکھائی کو اپنی اور اپنی اولاد کی بخشش کے لئے پیش کروں گا۔

۶۔ جناب فاروق اعظمؓ کی کہانی یہی اور دوسری کتب میں بھی تھی اور جگہ جگہ تبصرے ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ چند الفاظ لکھنے میں ایک مقصد تھا کہ یہ تو رواج بن گیا ہے کہ ہر سال ہم حضرت عمرؓ کی شہادت کو ایک سانحۂ عظیم بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور اوپر لکھی ہوئی قسم کی باتیں بھی اخباروں میں شائع کرتے ہیں اور تقریروں میں بھی ذکر کرتے ہیں۔ لیکن اصل ضرورت یہ ہے کہ ان باتوں پر عمل پیرا ہونے کی کوئی راہ نکالیں اور جن چیزوں کی انہوں نے عملی طور پر نشاندہی کی ہے ان کو اجتماعی طور پر اپنائیں۔ کچھ وعدے کریں۔ کچھ وعدوں کا پاس کریں۔ محاسبے کریں۔ تاکہ کوئی فائدہ بھی ہو۔

۷۔ موت ایک دروازہ ہے۔ اور حضور پاکؐ کے فرمان کے مطابق موت مومن کو تحفہ کے طور پر پیش کی جاتی ہے اور علامہ اقبال فرماتے ہیں: "چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست" بے شک وقتی طور پر کسی بھی موت کو سانحہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ قربت داروں کو رنج ہوتا ہے لیکن اسلام کا قافلہ اس دنیا میں رواں دواں ہے۔ مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ جب یہ خلا پیدا ہو تو اس کو پر کرنے کی کوشش کی جائے۔ عمر فاروقؓ نے کچھ طریق کار مقرر کئے اور عملی طور پر حضور پاکؐ کے احکام کو اپنے اوپر نافذ کیا۔ ہمارے سامنے جہاد بالنفس کی مثال پیش کی۔ حق و باطل کی پہچان کی مثال پیش کی۔ اجتماعی زندگی اور جہاد کی مثال پیش کی اور پھر امارت کا ایک نمونہ پیش کیا۔ بے شک روز قیامت آپؓ کو اس امت کی مثالی شخصیت کے طور پر پیش کیا جائے گا۔ لیکن ہمیں تو نتائج اور اسباق کی ضرورت ہے کہ ہم بھی اسی قسم کی زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

۸۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتوحات بہت ہوئیں۔ لیکن یہ سلسلہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں

Marfat.com

بھی جاری رہا اور اگلے ابواب میں ان کا ذکر ہوگا۔ اصلی چیز فلسفہ حیات ہے۔ حضرت عمرؓ کا زور اسی پر تھا کہ پہلے اسلامی فلسفہ حیات کو صحیح طور پر اپناؤ اور پھر آگے بڑھو۔ اس لئے ہمارے لئے چند اسباق ضروری ہیں۔ جو ہم کو سیکھنے چاہئیں اور ان کا ذکر حسب ذیل ہے۔

و۔ اسلام اللہ کی آمریت ہے۔ اللہ کی آمریت کو جاری وساری کرنے کے لئے ایک "اولی الامر" کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی وضاحت چوتھی کتاب میں ہے۔

ب۔ یہ "اولی الامر" خود اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسولؐ کا نمونہ ہو۔ اس لئے ہر آدمی مسلمانوں کا امیر نہیں ہو سکتا۔ ہر سطح پر امیر کے لئے اللہ اور رسولؐ کی عملی اطاعت فرض ہے۔ زبانی تو ہم سب کہیں گے۔ لیکن اگر ہم اسلام کے فلسفہ حیات کو سمجھیں ہی نہیں تو عمل تو دور کی بات ہے۔ مگر یہاں پر غیروں کے فلسفے کا پرچار کرنے والے بھی ہمارے امیر بننا چاہتے ہیں۔ اس رجحان کو ختم کرنا ہوگا۔ اسلامی فلسفہ حیات کا مکمل بیان بھی چوتھی کتاب میں ہے۔

ج۔ اسلام میں اختلافات کو بازاروں میں لے جانے کا حکم نہیں۔ چھوٹی سطح کے اختلافات مسجدوں میں طے ہونے ہیں کہ امام ہر محلہ کا امیر ہوتا ہے۔ آگے جو اختلافات ہیں تو اس کو مجلس شوریٰ طے کرتی ہے۔ نہ کہ وہ سیاسی گروہ جو غیروں کے فلسفہ کی پیداوار ہیں۔

د۔ ضرورت اس چیز کی ہے کہ پوری قوم کے لئے ایک لائحہ عمل بنایا جائے جس میں "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کی نشاندہی کی جائے۔ کہ کون سی چیز اسلامی ہے اور کون سی چیز غیر اسلامی۔ مثال کے طور پر اگر ہم ایسے انتخابات کرائیں جو قوم میں تفرقہ ڈالیں تو وہ انتخابات غیر اسلامی ہیں۔ وغیرہ۔ مکمل سفارشات چوتھی کتاب میں ہیں۔

ر۔ اب کئی لوگوں نے عوام کو اللہ کا شریک بنا دیا ہے۔ اور پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بجائے یہ لیا جاتا ہے "کہ پاکستان کی تقدیر ــــــ بے نظیر۔" ایسے غیر اسلامی نعرے لگانے والے لوگوں کی پاکستان میں کوئی جگہ نہیں ہونی چاہیئے۔

س۔ عملی طور پر حضرت عمرؓ کے زمانے کا نظام تب ہی نافذ کیا جا سکتا ہے کہ پوری قوم کو ایک لڑی میں باندھ دیا جائے اور اسلامی فلسفۂ حیات کی نشاندہی کرکے اس پر ساری قوم اجتماعی شکل میں عمل پیرا ہو۔

Marfat.com

ص۔ ایسا کام آج کل کے زمانے میں زیادہ آسان ہے۔ ذرائع آمد و رفت تیز ہیں اور ذرائع ابلاغ کی مدد سے یا ہدایات جلدی جاری کر کے پوری قوم کو زیادہ آسانی کے ساتھ رابطوں میں باندھا جا سکتا ہے۔

ض۔ اسباق بے حساب ہیں۔ لیکن اب ہم جناب عثمانؓ کے زمانے میں داخل ہو رہے ہیں جناب عثمان اور آپؓ کے رفقائے بھی رہی کچھ کیا جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوتا تھا۔ لیکن جناب عثمانؓ نے حضرت عمرؓ والا رویہ استعمال نہ کیا۔ جب ہم اس کتاب کے آخر میں پہنچیں گے تو قارئین خود اندازہ لگائیں کہ حالات میں کتنی تبدیلی آگئی۔

ط۔ معاملات اتنے آسان نہیں اور اس کتاب میں کسی مکمل نظام حیات یا نظام سلطنت کی نشاندہی کرنا ناممکن ہے۔ موجودہ آغا خان کے دادا مرحوم آغا خان نے ۱۹۵۰ء میں ہمیں ہوشیار کیا تھا کہ ہم لوگ پہلے سو سال کے اسلام کو تلاش کریں اور اس سے سبق سیکھ کر اپنی زندگی پاکستان میں اسی زمانے کی طرح ڈھالیں۔ چنانچہ ان کتابوں کے لکھنے میں ایک ہی مقصد ہے کہ پہلے سو سالوں کے عملی اسلام یا خلافت راشدہ کے زمانے کے عملی پہلوؤں پر جو پردے پڑے ہوئے ہیں ان کو ہٹا دیا جائے۔

ظ۔ ہمارے ہاں وعظ بھی بہت ہوتے ہیں۔ تبلیغ بھی کافی ہے اور عمل کے بارے بھی کافی باتیں ہوتی ہیں۔ لیکن عملی نفاذ کس طرح کیا جائے، یہاں آ کر بات رک جاتی ہے۔ ہمارے لحاظ سے عملی نفاذ کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ پوری قوم کو اللہ کی فوج بنا دیا جائے۔ یہ کام صرف قانون کے نفاذ سے نہ ہو گا۔ قانون میں ضابطے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کو نافذ کرنے کے لئے کسی نظام کی ضرورت ہوتی ہے اس کو نظام اسلام کہیں یا نظام مصطفےٰؐ یا نظام جہاد، بات ایک ہے۔ قوم کو نظام میں باندھ کر رواں دواں کرنا ہو گا۔

سہ یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

Marfat.com

چوتھا باب

افریقہ کی مزید فتوحات

ابتدائیہ

جب ہم افریقہ کی بات کرتے ہیں تو ہمارے سامنے موجودہ براعظم افریقہ نہیں ہے اُس زمانے میں موجودہ شمالی افریقہ کو ہی سارا افریقہ سمجھا جاتا تھا۔ یعنی افریقہ کے جو ملک مشرق میں مصر سے لے کر مغرب میں مراکو' تک بحیرہ روم کے کنارے واقع ہیں، یہی افریقہ کے ملک تھے۔ پھر کسی نے مصر کو شامل کر کے مغرب تک تنجیر کے علاقے کو افریقہ کا نام دیا۔ اور کسی نے موجودہ لیبیا سے لے کر مراکو تک کے علاقے کو افریقہ کہا۔ اُس زمانے میں موجودہ سوڈان، چڈ، مالی یا مغربی افریقہ کے ممالک گھانا، نائیجریا یا اردگرد کے دوسرے چھوٹے ملک اتنے مشہور نہ تھے۔ طلوع اسلام کے وقت مصر کو چھوڑ کر سڈی برانی، یا برقہ سے آگے تمام شمالی افریقہ کو افریقہ کہتے تھے۔ روایت ہے کہ مصر بن بسر بن حام بن نوحؑ کے دوسرے بھائی فریق نے' افریقہ کے ان علاقوں کو آباد کیا۔ ویسے افریقہ کی پرانی تاریخ بھی بڑی دلچسپ ہے' کہتے ہیں کہ یہ سارے صحرائی علاقے کسی زمانے میں بہت آباد تھے اور یورپ یا ایشیا کے لوگ جن کو یورشین کہا جاتا ہے' وہ اکثر شمالی افریقہ کے ساحل پر جا کر آباد ہوتے رہے اور وہاں کے باشندوں کو جنوب کی طرف دھکیلتے رہے۔

اس سلسلے کی کچھ وضاحتیں آگے آئیں گی۔ لیکن معاملات کچھ اسی طرح چلتے رہے جس طرح آریہ قوم شمالی ہند میں آکر آباد ہوتی رہی اور اصلی باشندوں کو جنوب کی طرف دھکیلتی رہی اور وہ پھر دراوڑ بن گئے جو آجکل مدراس میں آباد ہیں۔ اسی طرح شمالی افریقہ کے لوگوں کو جب جنوب کی طرف دھکیلا گیا تو وہ حبشی بن گئے۔ تاریخی ثبوت موجود ہیں کہ لیبیا یا طرابلس کے لوگ بھی شام اور اناطولیہ سے گئے' اور اسی طرح جن لوگوں نے موجودہ

Marfat.com

ٹیونس میں کارتھیج کے شہر کو آباد کیا اور کسی زمانے میں دنیا کی حکومت کے لئے وہ اہلِ روم کے ساتھ ٹکر لیتے رہے وہ بھی فناکسی تھے اور موجودہ ترکی کے ساحلی علاقوں یعنی اناطولیہ وغیرہ سے نکل کر وہاں آباد ہو گئے تھے۔

سکندریہ کی دوسری جنگ

اِس ابتدائیہ کے بعد ہم دوسرے باب میں واپس جاتے ہیں۔ جہاں ہم نے مصر اور سکندریہ کی فتح کی کہانی ختم کی تھی۔

سکندریہ کی فتح کو قائم رکھنے کے لئے بھی بڑی تیاری اور کارروائیوں کی ضرورت تھی چنانچہ سکندریہ کی فتح کے اڑھائی سال بعد جب حضرت عمرؓ نے وفات پائی تو قسطنطنیہ کے حالات کچھ بہتر ہو چکے تھے۔ اہلِ روم کے لئے سکندریہ کی بڑی اہمیت تھی سکندریہ کو کھو دینے کے بعد ان کا ایشیا اور افریقہ سے رابطہ ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ نوجوان قیصرِ روم اور ہرقل کے پوتے شاہ قسطنین نے سکندریہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کی اور بھاری تعداد میں فوج، بحری جہازوں پر سوار کر کے بھیجی تاکہ سکندریہ پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو مصر سے نکال دیا جائے۔

اس فوج کے رومی کمانڈر کو مسلمان مورّخ منوئیل خصی کے نام سے موسوم کرتے ہیں یعنی (MANUAL THE EUNUCH)۔ مصر کے گورنر جناب عمروؓ بن عاص تھے اور ان کا قیام فسطاط میں تھا۔ نیچے والے مصر، جس کو سعید بھی کہتے تھے اور سکندریہ کا علاقہ اس میں شامل تھا، اس کے والی عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح تھے۔ عبداللہؓ اوّلین مسلمانوں میں سے تھے اور حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے، لیکن بعد میں مُرتد ہو گئے۔ فتح مکہ کے وقت ان کا نام بھی ان لوگوں میں شامل تھا، جن کے لئے قتل کا حکم تھا۔ لیکن جناب عثمانؓ کی سفارش پر ہمارے آقاؐ اور رحمۃ للعالمینؐ نے انہیں معاف کر دیا اور جناب عبداللہؓ دوبارہ اسلام کی آغوش میں داخل ہو گئے۔ کچھ مورّخین نے اختصار کیلئے آپ کو صرف عبداللہؓ بن سعد لکھا ہے اور کچھ نے دادا کے نام سے صرف عبداللہؓ بن ابی سرح

Marfat.com

لکھا، کہ وہ بھی آپؓ کو اکثر ابن ابی سرحؓ پکارتے تھے اس لئے ہم بھی عبداللہؓ بن ابی سرح ہی لکھیں گے۔

اہل روم نے ۲۴ ہجری کے موسم خزاں میں سکندریہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کی اور ہم اس جنگ کو سکندریہ کی دوسری جنگ کا نام اس وجہ سے دے رہے ہیں کہ ہمارے کئی مورخین نے پہلی کارروائی کے کچھ واقعات دوسری کارروائی میں ملا دیئے ہیں، جس سے پوری کہانی گڈمڈ ہو جاتی ہے۔ حالانکہ معاملات بالکل صاف ہیں۔ یرموک کی وادی کی جنگوں کی طرح یہاں پر بھی کچھ مورخین اور مبصرین نے معاملات میں گہرا غوطہ نہیں لگایا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اگر سکندریہ کی پہلی فتح یا جنگ کو دوسرے باب میں بیان کیا ہے تو یہاں واقعات کو ایک الگ اور چوتھے باب میں بیان کر رہے ہیں۔

غلط فہمیاں

ایک غلط فہمی مقوقس کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ سائرس الگ آدمی تھا اور وہ یونانی گرجا کا پیرو عیسائی تھا، اور مقوقس الگ آدمی تھا۔ ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ ایک ہی آدمی کو اہلِ روم سائرس کہتے تھے اور ہم مقوقس۔ ہمارے اپنے اور متعدد مغربی مورخین کی یہی رائے ہے کہ وہ یونانی گرجا کا پیرو تھا، اور آرمینیا کا رہنے والا تھا بعد میں اس پر حقیقت پسندی وارد ہو گئی اور مسلمانوں کے ساتھ حالات کے مطابق پیش آیا۔ اس نے سکندریہ کی دونوں جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ میانہ روی برتی۔ لیکن کچھ مبصرین نے اس کو سکندریہ کی دوسری جنگ سے پہلے ہی مرنے والوں میں دکھا دیا۔ اس لئے سکندریہ کی دوسری جنگ میں مقوقس کے رویہ کو پہلی جنگ کا حصہ بنا دیا۔

دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ اکثر مسلمان مورخین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ جناب عثمانؓ نے خلافت سنبھالتے ہی جناب عمروؓ بن عاص کو مصر کی گورنری سے سبکدوش کر دیا اور اُن کی جگہ عبداللہؓ بن ابی سرح کو مصر کا عامل مقرر کر دیا۔ عبداللہؓ کی گورنری کے زمانے میں اہلِ روم نے سکندریہ پر قبضہ کر لیا تو جناب عثمانؓ نے حالات سے مجبور ہو کر جناب عمروؓ بن عاص

Marfat.com

کو دوبارہ مصر کا گورنر بنایا۔ جناب عمروؓ بن عاص نے سکندریہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ لیکن اس فتح کے جلد بعد عمروؓ بن عاص کو ہٹا کر عبداللہؓ کو دوبارہ مصر کا گورنر بنا دیا۔ بہرحال کہانی کو جان بوجھ کر ایسی شکل دی گئی۔ کیونکہ سکندریہ کی دوسری جنگ کے بعد عمروؓ بن عاص کو ضرور تبدیل کر دیا گیا تھا۔ اور پوری کہانی آگے آئے گی۔ لیکن پہلے جب رومیوں نے سکندریہ پر حملہ کیا تو اس وقت جناب عمروؓ بن عاص ہی مصر کے گورنر تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ نچلے علاقوں کی ذمہ داری عبداللہؓ بن ابی سرح کی تھی اور سکندریہ ان کی عملداری میں آتا تھا اور عمروؓ بن عاص سارے مصر کے حاکم تھے اور وہ اس وقت فسطاط میں تھے۔

اس کہانی کو یہ شکل بعد کے فتنہ پردازوں نے دی اور وہ اس وجہ سے کہ وہ حضرت عثمانؓ پر الزام لگانا چاہتے تھے کہ وہ مشکل وقت میں تو قابل لوگوں کو استعمال کر لیتے تھے لیکن عام حالات اور امن کے زمانے میں حاکمیت اپنے رشتہ داروں کو دے دیتے تھے۔ اصل میں یہ ساری سازش حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ کھڑا کرنے کے سلسلے میں تھی اور قارئین یہ اصول یاد رکھیں کہ، حضرت عثمانؓ کو ہدف بنانے کا مقصد اسلام کے مرکز پر وار کرنا تھا۔ طبری نے سیف کی روایت سے یہ بات بالکل واضح کر دی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے دو سال تک یا کم از کم ایک سال تک حضرت عمرؓ کے مقرر شدہ عاملوں میں سے کسی کو بھی تبدیل نہ کیا۔ اور مغربی مورخین بیں ٹیلر سمیت اکثر مورخین اس چیز کے قائل ہیں کہ جب رومیوں نے سکندریہ پر حملہ کیا تو عمروؓ بن عاص فسطاط میں موجود تھے۔ اور آگے واقعات کے ذریعے بھی ہم ثابت کرینگے کہ اگر حضرت عمروؓ بن عاص اس زمانے میں فسطاط کی جگہ مدینہ شریف یا کسی اور جگہ ہوتے، تو آپ اتنی جلدی منویل خصی کے لشکر کو نکیوس یا نجیوس کے مقام پر نہ روک سکتے۔

جناب عبداللہؓ بن ابی سرح مصر یا شمالی مغربی مصر کے گورنر تھے۔ دراصل آپؓ کی ذمہ داری بحری علاقوں سے ٹیکس وصول کرنا تھی۔ جناب فاروق اعظمؓ نے آپکی ذہانت دیکھ کر آپ کو اس کام پر لگایا اور ساتھ ہی کچھ انتظامی ذمہ داریاں بھی سونپ دیں۔ جناب فاروق اعظمؓ نے فیصلہ کیا تھا، کہ سکندریہ کے علاقے میں صرف حفاظتی فوج رکھی جائے۔ کیونکہ آپؓ نے جب سکندریہ کی باتیں سنیں تو آپؓ اس قسم کی "بین الاقوامی تہذیب" والے شہر سے مجاہدین کو دور

Marfat.com

رکھنا چاہتے تھے۔ جناب عمروؓ بن عاص ہی سارے مصر کے سپہ سالارِ اعظم اور فوجی گورنر تھے جناب عبداللہؓ کی وہ پوزیشن تھی جو ملکِ شام میں حمص یا انطاکیہ وغیرہ کے عاملوں کی تھی۔ اور جناب عمروؓ بن عاص کی مصر میں وہی پوزیشن تھی جو جناب معاویہؓ کی شام میں تھی۔

بے شک سکندریہ کے بحری دفاع کے سلسلے میں جناب عبداللہؓ یا جو فوجی وہاں پر موجود تھے، وہ اتنے چوکنے نہ تھے۔ شائد حضرت عمرؓ کی وفات کی وجہ سے ہر محاذ پر لوگ کچھ "سستانے" لگ گئے تھے۔ لیکن دراصل یہ "سستاتے" والا چکر جناب عمرؓ کے زمانے میں شروع ہو چکا تھا۔ اور آپؓ کے وہ خط، جو دوسرے باب میں ہیں یا اور محاذوں کے امراء کو لکھے اور ان کا ذکر پہلی اور دوسری کتابوں میں ہے، یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مجاہدین، فتوحات کے بعد کچھ آرام طلب ہو رہے تھے۔

سکندریہ کے سلسلے میں کچھ مجبوریاں بھی تھیں۔ مسلمان افریقہ میں برقہ اور اس کے مغرب تک جا چکے تھے۔ رومی بحری بیڑہ جنوب کی طرف کوئی کمک نہیں بھیجتا تھا۔ ہر جگہ مسلمان اللہ اور رسولؐ کا نام بلند کر چکے تھے۔ مسلمان یہ توقع بھی نہ کر سکتے تھے کہ اہل روم سمندر کے راستے مصر کو دوبارہ فتح کرنے کی کوشش کریں گے۔ جس قوم کو وہ خشکی سے دھکیل چکے تھے اور مصر کے لوگ رومیوں کے چلے جانے پر اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے، تو اُن کی مصر میں دوبارہ آنے کی توقع کم ہی تھی۔ پھر مسلمان اُس وقت تک کوئی بحری طاقت بھی نہ بنے تھے۔ وہ سمندر کے بارے میں بے خبر تھے، اس لئے رومیوں کی سکندریہ پر حملے کی کارروائی اُن کے لئے ایک حیران کن کارروائی ضرور تھی۔

جناب عبداللہؓ کے خلاف الزامات

رومیوں کا سکندریہ پر قبضہ کرنا، اور وہاں سے آگے پیش قدمی کر کے نکیوس تک پہنچ جانا، ایسے واقعات تھے جو مسلمانوں کو سخت ناگوار گزرے۔ اس لئے سب مؤرخین نے اس پسپائی اور شکست کی ذمہ داری جناب عبداللہؓ کے سر تھوپ دی۔ حالانکہ اس سے پہلے ایران و عراق کے محاذ پر ایک دفعہ اور شام کے محاذ پر دو دفعہ، پسپائی اختیار کی گئی، جس کی

Marfat.com

تفصیل پہلی دو کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن وہ حکمتِ عملی کی پسپائی تھی اور یہاں پر حیران کن کارروائی کے سامنے مسلمانوں نے سکندریہ کو بغیر کسی تجویز کے چھوڑ دیا، کہ وہ سمندر کے بارے بے خبر تھے۔

لیکن ہمارے مؤرخین جذبات میں بہہ گئے۔ طبری نے لکھا کہ حضرت عثمانؓ کے امراء میں جناب عبداللہؓ آخری منبر پر آتے ہیں۔ حالانکہ مغربی دنیا کے تمام نئے اور پرانے مبصرین اور مؤرخین جناب عبداللہؓ کی ذہانت کی بہت تعریف کرتے ہیں، کہ وہ مالیات، بری جنگ اور بحری جنگ کے علاوہ ہر کام میں بڑے ماہر تھے۔ ہم آگے چل کر عملی طور پر جناب عبداللہؓ کو اپنے صحیح مقام پر اُن کے سنہری کارناموں کے ذریعہ سے دکھائیں گے۔ لیکن اپنوں کی زیادہ تنقید کی وجہ سے مغربی مبصرین بھی یہ کہہ گئے کہ جناب عبداللہؓ میں کردار کی کمی تھی، اور غیروں نے ہماری غلط کہانیوں کی آڑ لی۔

ایک کہانی

جناب عبداللہؓ کے خلاف ایک کہانی اس طرح پیش کی جاتی ہے کہ فتح مکہ کے بعد جناب عثمانؓ نے جناب عبداللہؓ کو حضور پاکؐ کے سامنے پیش کیا، کہ ان کو معافی دی جائے، تو حضور پاکؐ نے معافی دینے میں دیر لگائی۔ اور بعد میں جب جناب عبداللہؓ اور جناب عثمانؓ چلے گئے تو حضور پاکؐ نے فرمایا کہ انہوں نے دیر اس لئے لگائی تھی کہ شاید تم میں سے کوئی اُٹھ کھڑا ہوتا اور عبداللہؓ کا سر کاٹ دیتا۔ تو ایک انصار نے عرض کی۔ "اے اللہ کے رسولؐ۔ آپؐ مجھے اشارہ ہی کر دیتے۔" تو حضور پاکؐ نے فرمایا: "کہ پیغمبر قتل کرنے کے اشارے نہیں کرتے۔"

یہ کہانی ابن اسحٰق نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے، اور ابن ہشام نے اس پر کچھ اضافے کئے، کہ جناب عبداللہؓ بعد میں مسلمان ہو گئے اور حضرت عمرؓ نے ان کو نچلے مصر کا عامل مقرر کیا وغیرہ۔ ابن اسحٰق نے اس کہانی کے راوی کا ذکر بھی نہیں کیا۔ اور اُن انصار کا نام بھی نہیں لکھا جو اشارہ چاہتے تھے

__تبصرہ__ :- اب اس کہانی کو کسی بھی پہلو سے پرکھیں تو یہ صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ دنیا کے عام

Marfat.com

بادشاہ کے سامنے بھی جب کوئی آدمی پیش کیا جاتے، تو دوسرا آدمی کیسے مخل ہو سکتا ہے۔ اور جب شہنشاہوں کے شہنشاہ کے سامنے اور رحمۃ اللعالمینؐ کے سامنے، جناب عثمانؓ ذوالنورین بیعت رضوان کے سبب، اور شرم و حیا کے عظیم مظہر ایک آدمی کو پیش کرتے ہیں، تو حضور پاکؐ معافی کیوں نہ دیتے۔ اور کسی دوسرے کو ان کو قتل کرنے کی کیسے ہمت ہوتی

عکرمہؓ بن ابوجہل اور صفوانؓ بن امیہ کو ان کی اپنی عورتوں کی سفارش پر معافی مل گئی۔ جناب علیؓ، بنو مخزوم کے کچھ آدمیوں کو قتل کرنا چاہتے تھے، جن کو ان کی اپنی بہن جناب امِ ہانیؓ نے معافی دے دی تھی۔ دونوں بہن و بھائی میں تکرار ہوا، اور معاملہ حضور پاکؐ کے پاس لے جایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: "اے علیؓ! جس کو میری بہن[1] نے معافی دے دی، اس کو معافی ہے۔" اور پھر سرکارِ دو عالمؐ تو فرما چکے تھے کہ جو ابوسفیانؓ کے گھر داخل ہوا۔ اس کو بھی معافی ہے۔ حالانکہ جناب ابوسفیانؓ اس دن اسلام لے آئے۔ اور جناب حمزہؓ کا کلیجہ چبا جانے والی ہندہؓ کو بھی معافی مل گئی۔

کچھ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ عبداللہؓ، مرتد ہو گیا تھا اور مرتد کی سزا قتل ہے۔ نہیں، مرتد بھی اگر اسلام میں واپس آجائے تو اس کو سزا نہیں دی جاتی۔ پہلی دو کتابوں میں ہم طلیحہؓ، عیینہؓ اور عمرؓ بن معدی کرب کا ذکر کر چکے ہیں کہ وہ مرتد ہو گئے لیکن پھر جب توبہ کی تو معافی مل گئی۔

روحانی پہلو

ہمارے لحاظ سے اس ساری کہانی میں روحانی پہلو زیادہ ہے، جس کو مورخ نظر انداز کر گئے۔ جناب عبداللہؓ، کبھی کاتبِ وحی تھے، بعد میں مرتد ہوئے۔ جب حضور پاکؐ کے سامنے پیش ہوئے ہوں گے، تو حضور پاکؐ کو وہ زمانہ ضرور یاد آیا ہو گا۔ اس لئے ذرا سوچ میں پڑ گئے ہوں گے۔ جس کو بعد میں غلط رنگ دے دیا گیا۔ کہ حضور پاکؐ معافی نہ دینا چاہتے

---

[1] جناب امِ ہانیؓ، جناب علیؓ کی سگی بہن تھیں اور حضور پاکؐ کی چچیری بہن۔ آپؐ نے امِ ہانیؓ کیلئے میری بہن کے الفاظ استعمال کرکے آپؓ کی شان اور بڑھا دی اور معافی کو اور واضح کر دیا۔

Marfat.com

تھے۔ دراصل ہمارے لحاظ سے تو کاتبِ وحی کے لیئے دوزخ کی آگ نہ تھی۔ اور گناہ کرنے کے بعد توبہ کی لذّت زیادہ ہوتی ہے۔ اور حضور پاکؐ دل ہی دل میں خوش ہو رہے ہوں گے کہ جناب عبداللہ رضؓ کا نفس آج نفسِ لوامہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس کا ذکر قرآنِ پاک میں بھی ہے۔

ہمارے جن مؤرخین نے حضرت عثمان رضؓ پر قرابت داری کا الزام لگایا۔ وہ یہاں بھی غلطی کر گئے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عثمان رضؓ اور جناب عبداللہ رضؓ دونوں حضور پاکؐ کی نگاہِ ناز سے مراد پا گئے۔

رومیوں کا سکندریہ پر حملہ

چنانچہ حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے پہلے سال، ۲۴ ہجری ہی میں اہلِ روم نے ایک بہت بڑے بحری بیڑے کے ساتھ سکندریہ فتح کرنے کی کوشش کی۔ کچھ مؤرخین کے حساب سے ۲۴ ہجری کے آخری ایام میں رومی فوج سکندریہ پر قبضہ کر چکی تھی اور ۲۵ ہجری کے شروع میں سکندریہ سے باہر نکل کر مصر کو دوبارہ فتح کرنے کی کوشش شروع کی اور بعض کے مطابق سکندریہ کو بھی ۲۵ ہجری میں فتح کیا۔

روایت ہے کہ رومی بیڑے میں تین سو جہاز تھے اور ان جہازوں کو روکنے کے لئے مسلمانوں کے پاس کوئی بحری فوج موجود نہ تھی۔ اس لئے رومی فوج کا سکندریہ میں کسی نے مقابلہ نہ کیا۔ رومی فوج کی تعداد الگ طور پر نہیں بتائی گئی، لیکن تین سو جہازوں میں ایک سو جوان فی جہاز کی اگر اوسط بھی لگائی جائے تو رومی فوج تیس ہزار سے کم نہ تھی مسلمانوں کی بری فوج کوئی ایک ہزار تھی اور اہلِ روم نے جہازوں سے اُتر کر سکندریہ پر بھرپور حملہ کر دیا۔ دراصل سکندریہ میں ایک لاکھ بیس ہزار رومی یا یورپین آبادی تھی۔ ان لوگوں نے پوشیدگی میں قیصر روم اور اس کی حکومت کے ساتھ رابطہ قائم کیا ہوا تھا بلکہ خط و کتابت ہوتی رہی تھی اور اس میں سکندریہ کے لوگ اکیلے نہ تھے بلکہ ڈیلٹا کے علاقوں کے کچھ اور لوگ بھی شامل تھے۔

Marfat.com

مسلمان مؤرخین یا یورپین مؤرخین نے یہ نہیں واضح کیاکہ ایک ہزار مسلمان مجاہدین کس طرح لڑے اور ان کی کمانڈ کون کر رہا تھا۔ عبداللہؓ بن ابی سرح کہاں تھے اور رومیوں کے ساحل پر اُترنے کے بعد وہ کہاں گئے۔ صرف اتنا کہا گیا ہے کہ فسطاط میں خبر پہنچی کہ سکندریہ پر رومیوں کا قبضہ ہوگیا ہے اور وہاں سے مسلمانوں کا ایک وفد یہ بتانے مدینہ شریف گیاکہ مصر کے حالات خراب ہوگئے ہیں اور عمروؓ بن عاص کو دوبارہ مصر بھیجا جائے۔ لیکن ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ جناب عمروؓ ہی گورنر تھے اور پندرہ ہزار فوج فسطاط میں موجود تھی۔ کیونکہ کوئی مورخ یہ ذکر نہیں کرتا کہ مدینہ سے کوئی اور کمک آئی۔ بلکہ یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ جناب عمروؓ نے فسطاط میں جان بوجھ کر دیر لگائی۔ جناب خریجہؓ نے عرض بھی کی کہ جلدی اہل روم کو مصر سے نکالا جائے تو جناب عمروؓ بن عاص نے کہاکہ نہیں، ان کو سکندریہ سے باہر نکلنے دو کہ ان کو سکندریہ کے باہر ہی برباد کرنا بہتر رہے گا۔ اگر جناب عمروؓ بن عاص مدینہ سے آتے تو کیا ان کے آنے سے پہلے پندرہ ہزار فوج فسطاط میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی اور رومیوں کے ساتھ لڑائی کے لئے کوئی تجویز نہ بنتی یا یہ نہ لکھا ہوتا کہ کون کمانڈر تھا جس نے پندرہ ہزار فوج کو اس طرح بٹھائے رکھا۔

زمان و مکان کا حساب

ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ جناب عمروؓ بن عاص فسطاط میں موجود تھے کہ زمان و مکان کے حساب سے سکندریہ پر رومیوں کے قبضہ کی خبر فسطاط پہنچنے تک کم از کم پندرہ دن لگتے اور آگے مدینہ تک ایک مہینہ۔ اور جناب عمروؓ بن عاص کے فسطاط پہنچنے میں ایک اور مہینہ لگ جاتا۔ تو ان دو اڑھائی ماہ میں رومی آسانی کے ساتھ پیش قدمی کرکے فسطاط کے سامنے دریائے نیل کے مغربی علاقوں پر قبضہ کر چکے ہوتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حالات سے کچھ اس طرح پیش رفت کی کہ رومی سکندریہ میں اُتر گئے۔ ایک ہزار مسلمان مجاہدین تتر بتر ہوگئے کہ تیس ہزار رومیوں کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے اور سکندریہ کی آبادی کا بڑا حصہ رومیوں کے ساتھ مل چکا تھا۔ لیکن مقوقس اور قبطی عیسائیوں میں سے اکثر نے اہلِ روم کے

Marfat.com

ساتھ کوئی خاص تعاون نہ کیا۔

رومیوں کے مسائل

رومی اب عجیب وغریب مسائل سے دوچار تھے۔ تیس ہزار کے لشکر کے لیے خوراک کا بندوبست کرنا اب پہلے کی طرح آسان نہ تھا۔ پہلے وہ سارے علاقے کے حکمران تھے۔ سب کچھ ان کے پاس موجود تھا۔ اب انہوں نے خوراک اور سامان زبردستی اکٹھا کیا اور لوگوں نے اس چیز کو بہت ناپسند کیا۔ تیس ہزار کا تو ہمارا اندازہ ہے۔ پتہ نہیں کتنے ملاح اور بندوبستی قسم کے لوگ ہوں گے۔ ایک روایت کے مطابق جناب عمروؓ بن عاص کا یہ خیال تھا کہ لوگ اہلِ روم سے خود بخود نفرت کرنا شروع کر دیں گے۔ کیونکہ رومی ان کے پاس سے سب کچھ چھین لیں گے، کہ انہیں بہت زیادہ خوراک اور سامان کی ضرورت ہوگی۔

رومیوں کی پیش قدمی

رومی صرف سکندریہ پر قبضہ کر کے وہاں نہ بیٹھ سکتے تھے۔ ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ پیش قدمی کر کے ڈیلٹا کے دوسرے علاقوں پر بھی قبضہ کریں۔ تاکہ رسد رسانی حاصل کرنے میں آسانی ہو۔ اس لیے انہوں نے کچھ دن تو انتظار کیا کہ شاید مسلمان کوئی لشکر بھیجیں۔ لیکن جب ایسا نہ ہوا تو وہ جنوب کی طرف چل پڑے۔ انہوں نے بھی وہی راستہ استعمال کیا، جو مسلمانوں نے سکندریہ فتح کرتے وقت کیا تھا۔ ہم نقشہ چہارم میں اس راستہ کو دکھا چکے ہیں۔ لیکن تھوڑی تبدیلی یہ تھی کہ رومی دریائے نیل کے ڈیلٹا کے مغربی دریا کے مغربی کنارے کی بجائے مشرقی کنارے پر پیش قدمی کر رہے تھے۔

منوئیل خصی، جس کو مسلمان کسی نام سے پکارنے کی بجائے صرف ہیجڑہ یا خصی کے نام سے پکارتے تھے، فوجی تدبیرات کا ماہر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے طرزِ جنگ کا مطالعہ کر چکا تھا کہ اگر وہ دریا کے مغربی کنارے پر پیش قدمی کرتا تو مسلمان ریگستان کو اپنے بائیں پر رکھ کر کسی ایک جگہ اس کو روک کر یا جگہ بجگہ ریگستان کے علاقے کی طرف سے ایسے حملے کرتے

Marfat.com

کہ رومی فوج کی سمجھ میں کچھ نہ آتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ رومی یہ سمجھ چکے تھے کہ جس جگہ کے نزدیک ریگستان ہو وہاں متحرک مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کر کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ چنانچہ ان کی خواہش یہ تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ محدود علاقے میں، ان کی مرضی کی جگہ پر ہو۔ ایک اور چیز، جو منوئیل نے کی وہ یہ تھی، کہ جب وہ دریا کے کنارے پیدل پیش قدمی کرتے تھے تو دریا میں ساتھ ساتھ کشتیوں کا بحری بیڑہ بھی ان کے دائیں بازو پر حرکت میں رہتا تھا اور آبی راستوں کے استعمال کے لئے ایسا ضروری ہوتا ہے۔

نکیوس کی لڑائی

جناب عمرو رضؓ بن عاص کو جب منوئیل خصی کی اس طرز اور ارادوں کا پتہ چل گیا تو آپ رضؓ نے بھی دریائے نیل کو جیزہ کے مقام پر عبور کیا اور دریا کے مغربی کنارے پر ترانہ تک پیش قدمی کی۔ یہ کوئی تیس چالیس میل کا فاصلہ تھا۔ یہاں پر آپ رضؓ نے دشمن کے بارے میں پوری خبر حاصل کی، اور آپ رضؓ کو پتہ چلا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ نہیں۔ وہ مسلمانوں سے دوگنا یا اس سے کچھ کم ہیں۔ یعنی جناب عمرو رضؓ بن عاص کی فوج کی تعداد پندرہ سے بیس ہزار بتائی جاتی ہے اور اندازہ ہے کہ رومی تیس ہزار یا اس سے کچھ زیادہ تھے۔ اگر رومی بہت زیادہ ہوتے تو جناب عمرو رضؓ کبھی بھی دریا پار نہ کرتے۔ آپ مغربی کنارے پر رہ کر دشمن کے ساتھ "حرکتی چالوں" سے لڑائی لڑتے۔ لیکن اب دشمن پھنس چکا تھا۔ دشمن جناب عمرو رضؓ بن عاص کے مرضی کے علاقے میں پہنچ چکا تھا اور وہ نکیوس کے قریب تھا۔ نکیوس نہ کوئی اہم مقام تھا اور نہ ادھر کوئی اہم زمین تھی۔ لیکن یہاں فوجی اصلاح صحیح ثابت ہوئی۔ اور فوجی لحاظ سے یہ سب کچھ اصولِ ضرورت کے تحت ہوا، کہ لشکر مقناطیس کی طرح ایک دوسرے کو کھینچ لیتے ہیں۔

چنانچہ جناب عمرو رضؓ بن عاص نے دریا کو پار کیا، اور اگلے دن دشمن کے سامنے صف بندی کر لی۔ ہم اس جنگ کا کوئی خاکہ یا نقشہ نہیں بنا رہے ہیں کہ زمین نے تدبیرات میں کوئی مؤثر کام نہ کیا۔ یہ فوجوں کی حرکت کی جنگ تھی۔ اس کو حرکتی چال کہیں یا منور کہ کسی زمانے میں یہ بھی جنگ کا ایک اعلیٰ پایہ کا اصول مانا جاتا تھا اور یہ اصول اب بھی اہم ہے۔ لیکن ایسی باتوں کی طرف ہم دھیان نہیں دیتے۔ بہرحال

Marfat.com

جناب عمرو رضؓ بن عاص نے فسطاط سے اس لئے پیش قدمی نہ کی تھی کہ دشمن کو صرف روک دیں گے بلکہ وہ دشمن کو تباہ و برباد کرنے کے لئے آگے بڑھے تھے، تاکہ اسے اس طرح تباہ کیا جائے کہ اور کچھ نہ ہو تو وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ تو جائے، اس لئے انہوں نے دشمن پر حملہ کرنے کی تجویز بنائی لیکن جناب عمرو رضؓ بن عاص یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کچھ رومی کشتیوں میں سوار ہونے لگے۔

منوئیل خصی کی تجویز

منوئیل کی تجویز بڑے اعلیٰ پایہ کی تھی اس نے دفاع میں رہ کر مقابلہ کرنے کی بجائے کچھ فوج کو کشتیوں میں سوار کیا اور باقی فوج کو خشکی کے راستے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ خشکی والے خشکی سے آگے بڑھے۔ اور ان کے دائیں بازو سے کشتیوں میں سوار رومی مسلمانوں کے بائیں بازو پر پہنچ گئے اور انہوں نے دریا کے بیچ کشتیوں میں سوار رہتے ہوئے مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ اس طرح رومی فوج سامنے سے مسلمانوں کے کافی نزدیک پہنچ گئی۔ یہ لڑائی کا پہلا مرحلہ تھا اور اس میں رومیوں نے مسلمانوں کا کافی نقصان کیا۔

اس کے بعد رومی کشتیوں سے اُتر کر اپنی بڑی فوج میں شامل ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں کے بائیں بازو پر ایک سخت حملہ کیا۔ روایت ہے کہ کچھ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور جناب شریک رضؓ جو بائیں بازو کے کمانڈر تھے، انہوں نے بڑی مشکل کے ساتھ رومی حملہ کو روکا اور اپنی صفوں کو بحال کیا۔ رومیوں نے البتہ حالات کا صحیح اندازہ نہ لگایا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کا کافی نقصان ہو چکا تھا اور ایک بھرپور حملہ کا وقت آ گیا تھا۔ اس لئے انہوں نے ایک بھرپور حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کا زیادہ نقصان تیروں کی وجہ سے ہوا تھا۔ اب جو ہاتھوں ہاتھ لڑائی کا موقع مجاہدین کو ملا، تو انہوں نے رومیوں کو میدانِ جنگ میں ڈھیر کر دیا اور رومی پسپا ہونا شروع ہو گئے۔ لڑائی کا دوسرا مرحلہ بھی ختم ہو گیا۔

اب مسلمان سوچ رہے تھے کہ رومی شائد ایک آدھ حملہ اور کریں گے اور رومی یہ سوچ رہے تھے کہ مسلمان جلد جوابی حملہ کریں گے۔ اس وجہ سے لڑائی تھم گئی کہ اتنے میں ایک رومی افسر بڑی شان و شوکت والے لباس میں ملبوس آگے نکلا اور مبازرت طلب کی۔ مسلمانوں کی طرف سے جناب حمال رضؓ نکلے جو مبازرت میں نام پیدا کر چکے تھے۔ یہ مبازرت کافی دیر جاری رہی اور جناب حمال رضؓ

Marfat.com

نے بڑی مشکل کے ساتھ رومی افسر کو ختم کیا۔ بلکہ خود اتنے شدید زخمی ہوئے کہ چند دن بعد وفات پا گئے۔ جناب عمروؓ کو بڑا رنج ہوا۔ کیونکہ آپ حمالؓ کے بڑے مداح تھے۔ اس لئے آپ کو مقدم پہاڑی کے قبرستان میں ایک نمایاں جگہ پر بڑی عزت کے ساتھ دفن کیا۔

مسلمانوں کا حملہ

بہرحال جناب حمالؓ کی کامیابی نے لڑائی کا رخ پھیر دیا اور اس کے بعد مسلمانوں نے رومیوں پر جوابی حملہ کر دیا، جس سے رومی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اب رومی بھاگتے جا رہے تھے اور مسلمان تعاقب کر رہے تھے۔ یہ تعاقب اپنی قسم کا آپ تھا۔ سکندریہ کا فاصلہ نکیوس سے تقریباً سو میل ہے اور اگلے چار پانچ دن مسلمانوں نے رومیوں کا لگاتار تعاقب کیا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ رومی سکندریہ میں پہنچ کر پھر قلعہ بند ہو جائیں لیکن رومی بھاگنے میں تیز نکلے اور مسلمانوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ ایک دفعہ پھر قلعہ بند ہو چکے تھے۔

سکندریہ کا محاصرہ اور دوسری فتح

جناب عمروؓ بن عاص جب سکندریہ پہنچے اور انہوں نے سکندریہ کے دروازے بند دیکھے تو ان کو سخت افسوس ہوا کہ انہوں نے سکندریہ کا قلعہ اس طرح مسمار کیوں نہ کر دیا جس طرح فرما کے قلعہ کو کیا تھا لیکن ان کا یہ افسوس بڑا وقتی تھا چند دنوں بعد کچھ لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ ملاپ قائم کیا کہ اگر ان کی جان بخشی ہو تو وہ قلعہ کے دروازے رات کو کھول دیں گے۔ مسلمانوں نے مان لیا اور قلعہ کے دروازے کھل گئے۔ مسلمان دوسری دفعہ سکندریہ میں نعرہ تکبیر کی صدا کے ساتھ داخل ہوئے اور سکندریہ کی فضا اللہ اور رسولؐ کے نام سے گونج اٹھی۔

مغربی مبصرین کے تبصرے

سکندریہ کی دوسری فتح پر مغربی مبصرین نے عجیب و غریب تبصرے کئے ہیں کوئی لکھتا ہے کہ رومیوں نے دوبارہ سکندریہ پر قبضہ کرنے کے بعد اگر وہ فسطاط پہنچ جاتے تو مصر دوبارہ سلطنت روم میں شامل ہو گیا ہوتا کوئی کہتا ہے کہ قبطی عیسائیوں اور مقوقس نے مدد نہ کی اور پھر کچھ لوگوں نے سکندریہ کے لوگوں پر غداری کا الزام لگایا کہ انہوں نے

Marfat.com

سکندریہ کے دروازے کھول دیئے اور رومیوں کو بھاگنا پڑ گیا۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ پر کچھ ٹھیک ہیں، سوائے فسطاط تک پیش قدمی کے۔ اگر رومی یہ بات کر بیٹھتے تو ان میں سے ایک بھی بچ کر واپس سکندریہ نہ پہنچتا۔ وہ مصر میں جنگ ہار چکے تھے۔ لوگ ان کے مخالف تھے اور مسلمانوں کی متحرک طاقت کے سامنے وہ سکندریہ کے باہر کسی جگہ نہیں ٹھیر سکتے تھے۔

لیکن رومیوں کے سکندریہ پر قبضہ رکھنے کا وقت بھی گزر چکا تھا پہلے بھی رومیوں نے سکندریہ کو اس لئے چھوڑا تھا کہ کوئی اکیلی دکیلی بندرگاہ قبضہ میں نہیں رکھی جا سکتی۔ دوسری جنگِ عظیم میں سنگاپور کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ انگریز اس کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے تھے لیکن جب ملایا پر جاپانیوں کا قبضہ ہو گیا تو انگریزوں اور امریکہ کی ملی جلی بحری طاقت اور سنگاپور کا اندرونی دفاع سنگاپور کو نہ بچا سکا بلکہ ۱۹۴۲ میں رنگون کی بندرگاہ پر قبضہ کے سلسلہ میں جب جاپانی رنگون سے تیس میل شمال میں پیگو کے مقام پر پہنچ گئے تو انگریزوں کو رنگون چھوڑنا پڑ گیا مگر ۱۹۴۵ میں راقم ہو۔ جب برطانوی فوجوں کے ساتھ رنگون پر حملہ کرنے والی فوج کے ساتھ اترا تو دفاع کے لئے کوئی جاپانی وہاں موجود نہ تھا اور ہمارے اوپر ایک گولی بھی فائر نہ ہوئی۔ وجہ یہ تھی کہ چودھویں فوج جس کے ساتھ راقم خود شمالی برما میں رہ چکا تھا جس وقت پیگو پہنچی تو جاپانیوں نے رنگون خالی کر دیا۔

کسی بندرگاہ کا دفاع یا اس پر قبضہ رکھنے کا مضمون بڑا اہم ہے اور بندرگاہ تب تک بندرگاہ ہے کہ اس کے اوپر والے خشکی کے علاقوں کے ساتھ ہر طرح کا رابطہ موجود ہو جب اس میں خلل آجائے تو ایک دوسرے کو بھی لے ڈوبے گا۔ ہر بندرگاہ کا دفاع اپنی قسم کا آپ ہوتا ہے کہ ہر بندرگاہ کے جغرافیائی اور سیاسی حالات ایک جیسے نہیں ہوتے اس لئے خاص مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے خصوصاً ہماری بندرگاہ کراچی کے بارے میں اور زیادہ دقیق اور عمیق مطالعہ کی ضرورت ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اکیلا بحری بیڑہ کسی بندرگاہ کی حفاظت نہیں کر سکتا، خواہ وہ کتنا مضبوط ہو یہاں ملی جلی کوشش کی ضرورت ہوتی ہے۔

؎۱ راقم شمالی برما میں زخمی ہو گیا تھا اور ٹھیک ہونے کے بعد چودھویں فوج کی بجائے رنگون پر حملہ کرنے والی فوج میں شامل ہو گیا تو دونوں طرف کی لڑائی دیکھنے کا موقع مل گیا۔

Marfat.com

سکندریہ کی دوسری جنگ کے نتائج

۱۔ سکندریہ اور مصر پر اہلِ روم کا دوبارہ حملہ ضرور کسی بڑی تجویز کا حصہ تھا۔ رومیوں نے شام کے ساحل پر کسی بندرگاہ پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کی۔ شام کے محاذ پر کوئی اور بھرپور حملہ نہ کیا آخر مصر اور سکندریہ کو کیوں چنا گیا جو اتنا دور تھا۔ اور بحری جنگ اس زمانے میں ایک مشکل عمل تھا کہ کشتیاں بادبانوں اور چپوؤں کی مدد سے چلتی تھیں۔ جنگ بھی اتنی گھمسان کی تھی کہ منویل خصی اس جنگ میں مارا گیا۔ کچھ رومی کشتیوں میں سوار ہو کر یورپ واپس چلے گئے ان کی کافی بڑی بڑی کشتیاں بندرگاہ میں رہ گئیں۔ ان کشتیوں نے مسلمانوں کو بڑا فائدہ دیا۔ کہ اس کے بعد مسلمانوں نے جو بحری فوج بنائی اُس میں یہ کشتیاں بڑے کام آئیں

۲۔ بہر حال اس جنگ کے نتائج بڑے واضح تھے کہ رومیوں کی طبیعت خوب صاف ہوئی اور آئندہ انہوں نے بحری بیڑے کے ساتھ اتنی بڑی فوج کو کسی ساحل پر اتار کر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کی۔ سمندر کے ذریعے بری فوج کے ساتھ حملہ کرنے کے لئے بہت تیاری کی ضرورت ہوتی ہے اور مشکل کام یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح ایک دفعہ وہاں پر قدم ٹک جائیں۔ لیکن ایک یہ مرحلہ بھی مشکل ہوتا ہے۔ کہ جہاں پر اترا جائے وہاں کے لوگ بھی حملہ آور کے ساتھ تعاون کریں۔ اتحادیوں نے دوسری جنگ عظیم میں سمندری حملہ کے لئے پہلے سسلی اور اطالیہ کو چنا۔ وہاں کامیابی کے بعد بحیرہ اوقیانوس یا رود بار انگلستان سے بڑا حملہ جون ۱۹۴۴ میں فرانس کے جزیرہ نما سیئر برگ پر کیا۔ وہاں کے لوگوں نے بھی اتحادیوں کو خوش آمدید کہا اور پیچھے بے پناہ طاقت بھی موجود تھی جس سے کامیابی ہوئی۔

۳۔ رومیوں کے اس حملے اور شکست میں مسلمانوں کے لئے بڑے سبق تھے۔ اور ان پر ظاہر ہو گیا کہ اہل روم کے لئے مصر اور افریقیہ کی شام سے بھی زیادہ اہمیت ہے اس لئے مسلمانوں کو آگے بڑھنا ہوگا اور رومیوں کو طرابلس وغیرہ سے مکمل طور پر خارج کرنا ہوگا۔ ورنہ رومی خشکی اور سمندر دونوں طرف سے حملہ کر سکتے ہیں۔ ساتھ ہی مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا کہ ان کو کوئی بحری بیڑہ بنانا ہو گا کہ سمندر پر قبضہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

Marfat.com

۴۔ اسلام کے لحاظ سے فتح کا اختتامی مقام، باطل فلسفوں سے مختلف ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو ملک فتح کرکے اللہ کے احکام کا نفاذ کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ حق کو لایا جائے اور باطل کو مٹایا جائے۔ اِس عمل کو بتدریج آگے بڑھایا جاتا ہے، نہ کہ اس طرح جیسے سکندر یونانی، یا منگول ملک فتح کرتے گئے۔ لیکن فتوحات قائم نہ رہ سکیں۔ نپولین بھی دنیا کو فتح کرنا چاہتا تھا اور کبھی مصر پہنچ گیا اور اور کبھی ماسکو۔ لیکن یہ سب فتوحات اُس کو مہنگی پڑیں۔ اِس صدی میں جرمنی اور جاپان نے بھی ایک ایسی کوشش کی۔ لیکن یہ عارضی اور ضرورت کی فتوحات ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کی فتوحات کے لئے کچھ تیاری کی ضرورت ہوتی تھی۔

۵۔ اور یہ سبق آج کل بھی اتنا اہم اور ضروری ہے، اسلام کو جغرافیائی طور پر ملکوں کی فتوحات میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ اسلام ایک فلسفۂ حیات کا دعویدار ہے، اور اِس فلسفۂ حیات کو پہلے اپنے ملک میں جاری و ساری کرنا ہوتا ہے، تاکہ اوروں کے لئے یہ ایک مثال ہو۔ حضرت عمرؓ یہی فرماتے تھے، کہ جہاں تک وہ پہنچ چکے تھے۔ وہاں تک اسلامی فلسفۂ حیات کو جاری و ساری کیا جائے۔ اور مسلمانوں کے کردار، طرزِ معاشرت یعنی رہنے سہنے کے طریقے اور عمل کو دیکھ کر لوگ اسلام میں داخل ہوں۔

مسلمانوں کی عظمت

سکندریہ کی دوسری جنگ میں مسلمانوں کی عظمت کی ایک درخشاں مثال موجود ہے کہ کئی مغربی مورخین نے بھی اِس کو سراہا ہے۔ جنگ کے بعد کچھ لوگوں نے شکایت کی، کہ جب رومی آئے تو انہوں نے اُن کا مال چھین کر اُس پر قبضہ کرلیا یا استعمال کیا۔ چونکہ مسلمان اُن کو اِس عرصہ میں حفاظت نہ دے سکے۔ تو یا تو اُن کے نقصانات کو پورا کیا جائے یا اُن کا ٹیکس واپس کیا جائے۔ یہ درخواست جناب عمروؓ بن عاص کے سامنے پیش ہوئی، تو انہوں نے منظور فرمائی۔ لیکن فرمایا کہ لوگوں کے تمام نقصانات کو پورا کیا جائے۔ اس عمل سے کئی مصری مسلمان ہوگئے۔ بلکہ پہلے جو حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا۔ کہ عربی زبان کو جاری کرو تو اہل مصر نے عربی زبان کو اپنانا بھی شروع کر دیا تھا۔

Marfat.com

لسانی وحدت

اہل مصر پہلے غیر عرب ہیں، جنہوں نے عربی زبان کو اپنا کر افریقہ کے مغرب تک اِس کارِ خیر کو پہنچادیا۔ اور اہل مصر کا یہ رویہ اِس جہان اور آخرت دونوں میں اُن کے لیئے باعث رحمت ہے۔ کاش! مشرق میں بھی ایسا ہوتا۔ تو آج مسلمانوں میں اور زیادہ وحدت ہوتی۔ یا کم از کم وحدت کا ذریعہ تو موجود ہوتا۔ حضور پاکؐ نے فرمایا:۔

"پسند کرو عربی کو، کہ قرآن پاک کی زبان ہے۔ پسند کرو عربی کو، کہ اہلِ جنت کی زبان ہے۔ اور پسند کرو عربی کو، کہ یہ میری زبان ہے۔" یہ آخری فقرہ، ہم عجمیوں کے لئے ہے اور جس نے اس فقرہ کے سامنے آمَنَّا وَصَدَّقْنَا کے الفاظ کہے، وہ عجمی نہ رہ گیا۔ اور ہم آج بھی عجم کے چکر میں ہیں، کہ عرب و عجم کا سوز و ساز ایک نہ ہو سکا:۔

وُہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد　　محبت میں یکتا حمیت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا　　یہ سالک مقامات میں کھو گیا　(اقبالؒ)

جنابؓ عبداللہؓ کی عملداری

سکندریہ کی دوسری جنگ کے بعد خلیفۂ وقت نے مصر کے علاقہ کے لئے وہی نظام تجویز کیا جو بصرہ اور کوفہ میں رائج تھا کہ مالیات کے افسر کو مرکز مقرر کرتا تھا نظامت اور سپہ سالاری کے لئے گورنر جناب عمروؓ بن عاص جواب دہ ہوں گے، لیکن مالیات کو عبداللہ بن ابی سرح کے حوالے کیا جائے جو ضرورت کے مطابق مصر کے گورنر کو بھی رقم دے گا۔ اور وُہ مرکز کا نمائندہ ہو گا۔ جناب عمروؓ بن عاص کو یہ بات پسند نہ آئی۔ وہ خلیفہ اوّل کے زمانے سے خود مختار طور پر سپہ سالاری کر رہے تھے۔ صرف ضرورت کے تحت شام میں انہوں نے جناب خالدؓ اور جناب ابو عبیدہؓ کے ماتحت کام کیا تھا۔ اور مصر کی نظامت ان کو بہت پسند تھی۔ اس لئے انہوں نے جناب عثمانؓ کو لکھا کہ "اس تجویز کا یہ مطلب ہے کہ" میں گائے کے سینگ پکڑنے والا بن جاؤں اور دودھ دوہنے والا کوئی اور ہو۔"

اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ اس کہاوت میں کتنی سچائی ہے پہلے جناب عمرؓ نے بھی حضرت

Marfat.com

عمرؓو بن عاص اور سب گورنروں کا محاسبہ کیا تھا۔ اور جو رقم ان کے پاس حساب سے فالتو نظر آئی وہ بیت المال میں ڈال دی گئی۔ اور جناب فاروقؓ ہی نے ملک شام، کوفہ۔ اور بصرہ میں مالیات کے نظام کو الگ کر دیا تھا لیکن مصر میں ایسا نہ ہو سکا تھا کہ اس وقت ملک نیا نیا فتح ہوا تھا۔ ادھر مہمات آگے جاری تھیں۔ بہرحال یہ سب معاملات اتنے پیچیدہ نہیں جتنے تاریخ والوں نے بنا دیئے ہیں ایسی باتیں اختلافات ضرور پیدا کرتی تھیں اور آگے یہ ذکر آئے گا کہ کوفہ میں ایسا اختلاف جناب سعدؓ بن ابی وقاص اور جناب عبداللہؓ بن مسعود کے درمیان بھی پیدا ہوا تھا۔
مصر کے حالات کچھ مختلف تھے وہاں حضرت عثمانؓ اور جناب عمرؓو بن عاص میں اختلاف ضرور ہوا ہوگا۔ البتہ یہ گائے کے سینگوں والی بات سے ہوا یا کسی اور ایسے لفظ سے، کہ جناب عثمانؓ نے، عبداللہؓ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر بنا دیا۔ اور جناب عمرؓو بن عاص کو سبکدوش کر دیا گیا۔

سازشیوں کے حلوے مانڈے

یہ واقعہ پچیس یا چھبیس ہجری کا ہے۔ اور حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ ۳۲ اور ۳۳ ہجری میں شروع ہوا۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے کہ اگلے پانچ، چھ سالوں میں بڑی فتوحات ہوئیں۔ ایران اور شام کے علاوہ سب سے زیادہ فتوحات افریقہ میں ہوئیں اور اُن کا سہرا عبداللہؓ بن ابی سرح کے سر باندھا جانا چاہیئے۔ لیکن تاریخوں میں جناب عمرؓو بن عاص کی سبکدوشی کو بھی بعد میں نزاع کا باعث بنا دیا گیا۔ اُس زمانے میں کسی نے کوئی بات نہ کی اور متعدد عظیم صحابہ کرامؓ کے فرزند افریقہ میں جناب عبداللہؓ کی ماتحتی میں جہاد میں مصروف رہے۔ جناب عمرؓو بن عاص کا تقرر خلیفہ اوّل نے گیارہ ہجری میں ایک لشکر کے کمانڈر کے طور پر کیا تھا۔ اُن کے ساتھ والے اُس زمانے کے باقی کمانڈر یا تو سبکدوش کر دیئے گئے تھے یا وفات پا چکے تھے، کتاب دوم میں خلیفہ اول کے جن سترہ لشکروں کے کمانڈروں کا ذکر ہے۔ اُن میں جناب عمروؓ بن عاص سب سے آخر میں سبکدوش کیے گئے۔ اور انکے اپنے بیٹے عبداللہؓ جن کا ذکر ہو چکا ہے، وہ عبداللہؓ بن ابی سرح کی فوج میں ایک امیر کے طور پر مامور تھے۔
اب تاریخ میں جو یہ روایات موجود ہیں، کہ جناب عمرؓو بن عاص نے خود تسلیم کیا کہ مصر کی گورنری سے ہٹ جانے کے بعد وہ حضرت عثمانؓ اور اُن کے امرا کی تنقید کو ہی اپنا شغل بنائے رکھتے تھے۔

Marfat.com

تو یہ روایت تسلیم نہیں کی جا سکتی۔ ظاہر ہے کہ فتنہ و فساد کے بعد، کئی کہانیاں گھڑ لی گئیں اور صحابہ کرامؓ کے ماضی کو بھی خواہ مخواہ بیچ میں لایا گیا۔

افریقہ کی فتوحات

جناب عبداللہؓ نے عملداری سنبھالنے کے بعد رہے سہے افریقہ کو فتح کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ مصر کی حدود موجودہ سڈی برانی تک تھیں۔ باقی سب علاقے افریقہ کے صوبے یا ملک کی عملداری میں تھے۔ یعنی برقہ سے لے کر تنجیر تک ایک ہی ملک تھا جس کا دارالخلافہ کارتھیج تھا جو موجودہ ٹیونس شہر کے نزدیک تھا۔ یہاں بھی اہل روم کا ایک باجگذار بادشاہ رہتا تھا۔ جس کا نام جرجیر تھا اور اہل یورپ اُسی شخص کو گریگوری (GREGORY) کہتے ہیں یہ وسیع علاقے پر حکومت کرتا تھا اور جگہ جگہ اُس کے عامل یا گورنر تھے۔ کچھ یہ روایت بھی ہے، کہ ہرقل کے مرنے کے بعد جرجیر نے اہل روم کی باجگذاری ختم کر دی، اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ لیکن مسلمانوں کے حملوں اور پیش قدمی کے دوران رومی جہاز بھی کئی دفعہ کمک لے کر افریقہ کے ساحل پر لنگر انداز ہوتے رہے اور جہاں مسلمانوں کی زیادہ نفری دیکھی وہاں وہ جہازوں میں سوار ہو کر یورپ واپس چلے جاتے تھے۔ اس لئے رومیوں کا افریقہ کے ساتھ تعلق ضرور تھا۔ نقشہ ششم یہاں پر حالات کی کچھ سرسری نشاندہی کرتا ہے۔ اس میں پہلے جناب عمروؓ بن عاص کی برقہ تک کی مہم اور جناب عقبہؓ بن نافع کی زویلہ تک کی مہمات کی نشاندہی بھی کی گئی ہے اگر جناب عمروؓ بن عاص طرابلس تک بھی گئے تو مانا جا سکتا ہے۔ نقشہ ظاہر کرتا ہے کہ برقہ سے لے کر طرابلس کے ساحلی علاقے یورپ کے ساحل سے کافی دور رہے اور یہاں پر اہل روم کا زور نہ تھا، لیکن طرابلس سے آگے بحیرہ روم کی وسعت تنگ ہو جاتی ہے اور سسلی و اطالیہ کے علاقوں کے ساتھ رابطہ نزدیک سے ہو جاتا ہے۔ ہم مختلف مقامات کے فاصلوں کا ذکر کر چکے ہیں کہ اب مسلمان وسیع علاقوں میں سرپٹ گھوڑے دوڑانے کے لئے پر تول رہے تھے۔

Marfat.com

اسلامی لشکر

جناب عثمانؓ نے جناب عبداللہؓ کو افریقہ کی فتوحات کی اجازت دے دی اور مدینہ شریف سے بیس ہزار کا ایک لشکر تیار کر کے فسطاط بھیجا گیا۔ اس لشکر میں جناب امام حسنؓ بن علیؓ امام حسینؓ بن علیؓ، عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ، عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص، عبداللہؓ بن عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کے چچیرے بھائی مروان اور حارث بن حکم بھی تھے ۔ یہ بھی روایت ہے کہ عبدالرحمٰنؓ بن ابو بکرؓ بھی لشکر میں شامل تھے۔ لیکن کچھ مورخین نے ان کا نام نہیں لکھا عبداللہؓ بن زبیرؓ کے بارے میں بھی اسی طرح اختلاف ہے، کہ لشکر کے ساتھ تھے یا بعد میں کمک یا خبر حاصل کرنے کے لئے آئے۔ لیکن آگے چل کر جنگ میں شرکت ضرور کی جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ یہ تمام نام ہم نے مختلف تاریخوں سے لئے ہیں کسی تاریخ میں سارے نام ہیں اور کسی میں تھوڑے طبری نے جناب امام حسنؓ امام حسینؓ کے علاوہ صرف چار اور نام لکھے ہیں اور آگے وغیرہ کے لفظ پہ اکتفا کی ہے۔ ہمارا تجزیہ ہے کہ سب صحابہؓ کرام کے عظیم فرزند ضرور ایسی جنگوں میں شامل ہوئے ہوں گے۔

ایک روایت یہ بھی ہے، کہ جناب عقبہ بن نافع بھی جنہوں نے پہلے زویلہ تک کے علاقے فتح کیے تھے۔ اس لشکر میں شامل تھے۔ چنانچہ ان سب روایات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ اسلامی لشکر بہت بڑا تھا۔ بعض مورخین کے حساب سے بیس ہزار مجاہدین مدینہ شریف سے آئے اور بیس ہزار فسطاط سے اکٹھے ہوئے اور کل لشکر کی تعداد چالیس ہزار تھی لیکن کچھ مورخین نے کل لشکر کی تعداد بیس ہزار بتائی ہے اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ سب سوار تھے یعنی وہ گھوڑوں پر سوار تھے یا اونٹوں پہ۔ آگے سے جرجیر کے لشکر کی نفری ایک لاکھ بیس ہزار بتائی جاتی ہے اور کچھ مبصرین کا خیال ہے کہ یہ زیادتی ہے تعداد زیادہ سے زیادہ ساٹھ ہزار ہو گی گو گبن بھی ایک لاکھ بیس ہزار کی نفری تسلیم کرتا ہے اور اکثر مسلمان مورخین بھی جن کا تعلق شمالی افریقہ سے رہا ہے یہی کہتے ہیں۔ ہمارا اندازہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد بھی تیس ہزار سے کم نہ تھی، کہ اتنا دور جانے کے لئے زیادہ نفری کی ضرورت تھی اور جرجیر کی فوج بھی ساٹھ یا ستر ہزار تک ہو گی۔

Marfat.com

افریقہ کے سیاسی اور ملکی حالات

افریقہ کی پرانی تاریخ کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ کسی زمانے میں طرابلس بھی زیادہ اہم رہا ہے ایشیا یا یورپ سے جو لوگ افریقہ جاتے تھے وہ ادھر ہی آباد ہو جاتے تھے۔ پھر ٹیونس، جس کو اس زمانے میں کارتھیج کہتے تھے زیادہ اہم ہوگیا۔ اور اناطولیہ سے فناکس لوگ باقی پوزیشین اور جرمنی سے ونڈال لوگ وغیرہ دنفوں کے ساتھ افریقہ میں جا کر آباد ہوتے رہے۔ مسلمان مورخین نے البتہ شمالی افریقہ کے تمام لوگوں کو بربر یا زناتہ کے نام سے موسوم کیا ہے روایت ہے کہ جالوت انہی لوگوں کا بادشاہ تھا۔ حضرت طالوتؑ کے ساتھ جب جالوت کی لڑائی ہوئی، تو حضرت داؤدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا کہ آپؑ بھی حضرت طالوتؑ کے لشکر میں تھے۔ یہ ذکر قرآن پاک میں بھی ہے کہا جاتا ہے کہ اس شکست کے بعد یہ لوگ مواتہ اور برقہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ ان مقامات کو زمانۂ قدیم میں اطابلس بھی کہتے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں نے ان علاقوں کو طرابلس کا نام دے دیا۔ یہ نام اس صدی میں دوسری جنگِ عظیم تک عام رہا اور سارے ملک کو ہی طرابلس کہتے تھے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد اس ملک کو لیبیا کہا جانے لگا کر سارنیکا، طرابلس اور لیبیا سب علاقے مل کر ایک ملک بن گیا۔

اس کے بعد موجودہ ٹیونس آتا ہے جس کو پرانے زمانے میں کارتھیج کہتے تھے۔ وہاں کے لوگوں کو بھی مسلمان بربر ہی کہتے تھے۔ گو بنیادی طور پر وہ بھی فناکس اور پوزیشین ہیں۔ اور کسی زمانے میں اہل روم کے مقابلہ کی سلطنت تھی۔ حضرت عیسےٰؑ کے زمانے سے پہلے پرانی رومی سلطنت، جس کا دارالخلافہ موجودہ روم تھا۔ ان کے اور کارتھیج والوں کے درمیان بڑی جنگیں ہوئی جن کو عسکری تاریخ کے طالب علم پیونک کی جنگیں کہتے ہیں۔ انہی جنگوں کے دوران ہنی بال نے تنجیر سے سمندر پار کر کے سپین کو فتح کیا اور کوہ ایلپس کے راستے اہل روم پر حملہ کیا، جو عسکری تاریخ ایک عظیم مثال ہے۔ لیکن جواب میں سیکپیو نے یہی کچھ کارتھیج بن کیا کہ ہنی بال کے ساتھ اطالیہ میں لڑائی لڑنے کی بجائے وہ ہنی بال

Marfat.com

کے ملک میں پہنچ گیا۔ ہنی بال بے شک ایک عظیم جرنیل تھا لیکن اپنوں نے اس کے ساتھ غداری کی اور اس نے زندگی کے آخری ایام گمنامی کی حالت میں دمشق میں گزارے۔ گو یہ جنگیں بعد بھی جاری رہیں تو ظاہر ہوا کہ بربر اہلِ یورپ کے پرانے دشمن بھی تھے

تبصرہ

یہاں ایک تبصرہ بھی ضروری ہوگیا ہے۔ مسلمانوں نے چند سال بعد پورے شمالی افریقہ کو فتح کرلیا۔ اور بربر قوم کے اکثر لوگ مسلمان ہوگئے چنانچہ بنوامیہ کے زمانے میں موسیٰؒ بن نصیر اور طارقؒ بن زیاد نے ہنی بال کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تنجیر سے آگے بڑھ کر اندلس (سپین) پر حملہ کیا، تو اسلامی لشکر میں بربر بھی شامل تھے، جو مسلمان ہو چکے تھے۔ اہلِ یورپ نے اپنی شکست کی ذمہ داری بربر قوم کی سختی پر ڈال دی جو پہلے بھی ان کے دشمن تھے۔ اور اہلِ یورپ نے اپنی زبان میں ایک نئے لفظ کو اپنایا، کہ جب کسی جگہ ظلم کا ذکر کیا جاتا تو کہتے فلاں بڑا (BARBARIC) ہے یعنی بربر قوم کی طرح ظالم ہے۔ ہم نے انگریزوں کی نقل کرتے ہوئے اس لفظ کو اردو میں بھی جگہ دے دی اور آج "بربریت" کا لفظ ظلم کے معنیٰ میں لیا جاتا ہے۔ کیا یہ بات افسوسناک نہیں؟

قسطنطنیہ کے رومی

بہرحال ہم جس زمانے کا ذکر کر رہے ہیں۔ اُس زمانے میں قسطنطنیہ کے رومی طرابلس اور ٹیونس کے علاقوں پر قابض رہ چکے تھے کہ ہرقل کے باپ بھی کس زمانے میں کارتھیج کا گورنر تھا اور ہرقل چھوٹا بڑا بھی وہاں پر ہی ہوا تھا۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ قسطنطنیہ والے اپنے آپ کو اطالیہ والی روم کی سلطنت کے جانشین کہتے ہیں۔ ان کے ہاتھ سے ایک دفعہ افریقہ نکل گیا تھا۔ پانچویں صدی عیسوی میں قسطنطنیہ کے رومیوں نے افریقہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ آخر ۵۳۲ عیسوی میں بلارس نے افریقہ کو فتح کر لیا یہ وہ جرنیل ہے جس کو لارڈ ویول اپنی کتاب "سولجری" SOLDIERING

Marfat.com

نقشہ ستشم :- مسلمانوں کی شمالی افریقہ کی فتوحات

پہلا مرحلہ :- عمروؓ بن عاص کا برقہ تک حربی مظاہرہ

دوسرا مرحلہ :- عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح کی طرابلس اور تیونس کی فتوحات

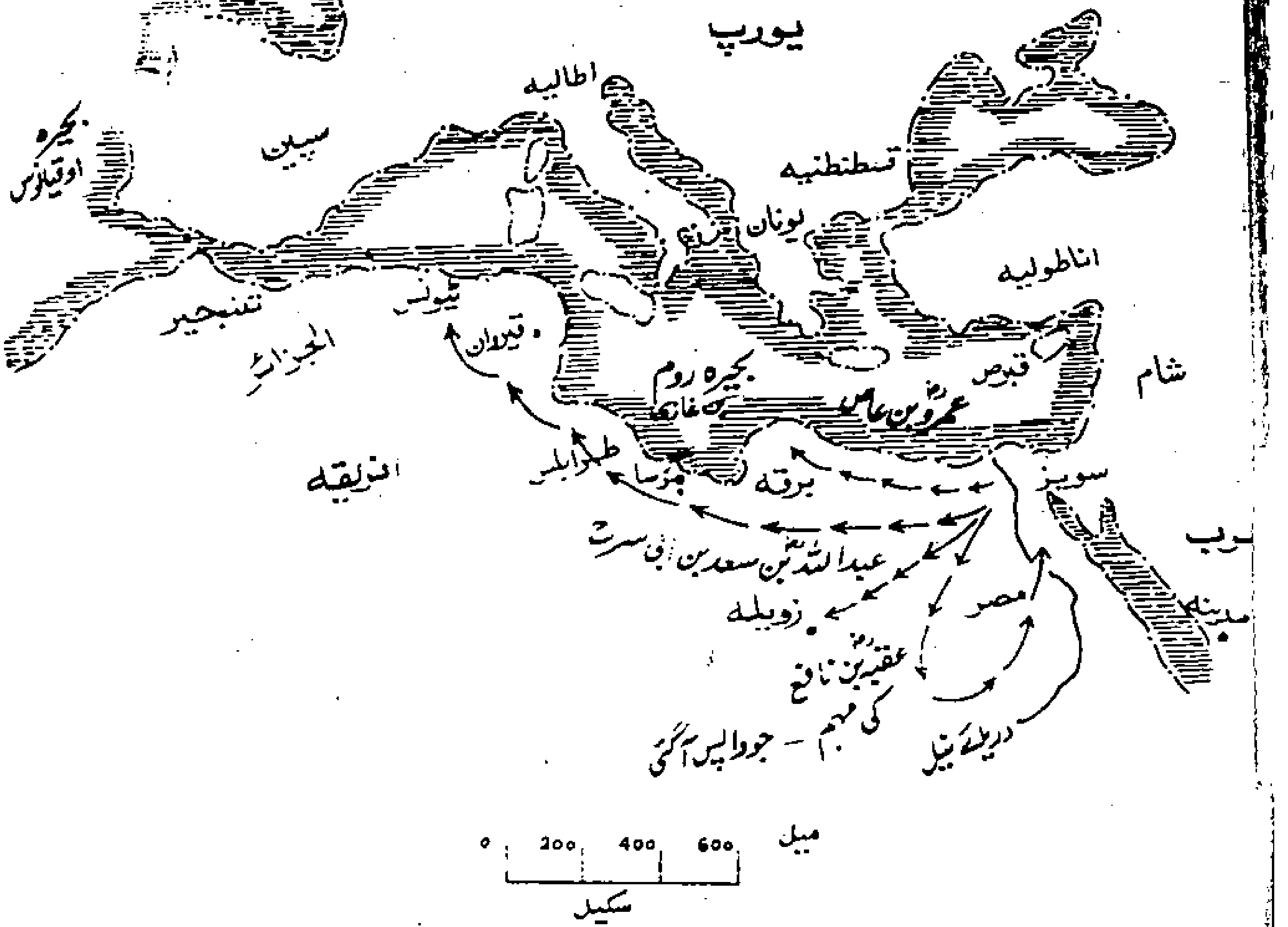

میں مارلبرو کے ساتھ دنیا کا عظیم ترین جرنیل کہتا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے بارے میں تو کوئی انگریز اچھے الفاظ کب کہتا ہے۔ لیکن چرچل کو خوش کرنے کے لئے اس کے دادا مارلبرو اور بلارس کو ویول نے ہنی بال۔ نپولین۔ سکندر یونانی، چنگیز خان اور پتہ نہیں دنیا کے کن کن عظیم جرنیلوں سے اوپر رکھ دیا۔ کلاسوٹز جو جنگ کا ماہر سمجھا جاتا ہے اس نے بلارس اور مارلبرو دونوں کی خوش قسمت اور معمولی تدبر کا جرنیل کہا ہے اور راقم اس سلسلے میں کلاسوٹز کی کتابوں کے اردو تراجم اور ہفتہ وار ھلال کے جولائی۔ اگست ۱۹۸۱ کے پرچوں میں اس تعصب پر تفصیل سے تبصرہ کرچکا ہے کہ ویول کی کتاب "سولجری" کو ہمارے کچھ لوگ خواہ مخواہ بڑی اہم کتاب سمجھتے ہیں۔ یہ ایک گھٹیا قسم کی کتاب ہے۔ جہاں سپاہی کو چور اور ڈاکو کہا گیا ہے۔ انگریز نامی ایسے ہو سکتے ہیں۔ مسلمان مجاہد ایسے نام پسند نہیں کرتے۔ اور جنرل ویول ایک ابن الوقت جرنیل تھا۔

اسلامی لشکر کی پیش قدمی

اسلامی لشکر فسطاط سے روانہ ہوا اور دریائے نیل کو جیزہ کے مقام پر عبور کیا۔ پھر دریا کے مغربی کنارے کے ساتھ ہی رہا اور سکندریہ کو اپنے دائیں ہاتھ پر چھوڑتے ہوئے مصر اور لیبیا کے ریگستان میں داخل ہو گیا لیکن سفر ساحل سمندر کے نزدیک نزدیک تھا یہ شروع ۲۷ ہجری کی بات ہے۔ اب نقشہ ششم سے مدد لیں۔ برقہ کوئی چار یا پانچ سو میل دور تھا اور وہاں پہنچنے تک ایک ماہ لگ گیا ہوگا، برقہ سے طرابلس راستہ سیدھا نہیں اس لئے فاصلہ کوئی آٹھ سو میل ضرور ہوگا۔ جس کو طے کرنے میں ڈیرھ ماہ ضرور لگا ہوگا۔

افریقہ کے ساحلی علاقے زیادہ آباد نہیں ہیں۔ ساحلی علاقے تب آباد ہو سکتے ہیں کہ جہاں اگر کوئی دریا ڈیلٹا بنائے یا سمندر کی بہت زیادہ جھیلیں یا کھاڑیاں خشکی کے اندر گھسی ہوئی ہوں۔ افریقہ کے ساحل پر یہ دونوں باتیں نہ تھیں۔

بہرحال اسلامی لشکر کی یہ پیش قدمی اہل روم کے لئے بھی اتنی حیران کن تھی کہ انہوں نے مقابلے کے بارے میں کوئی کارروائی نہ کی اور مسلمان لشکر جب طرابلس پہنچے تو رومی فوجوں

Marfat.com

نے کچھ مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ مسلمانوں کی تعداد کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ جلد ہی انہوں نے طرابلس کے قلعہ میں پناہ لے لی اور اپنے بادشاہ جرجیر کو خبر دے دی جرجیر یونانی نسل کا تھا۔ اس لئے ہم اس کو بھی رومی ہی کہہ رہے ہیں، گو اُن دنوں وہ کافی خودمختار ہو چکا تھا اور قسطنطنیہ والوں کی ذرا بھر بھی پروا نہ کرتا تھا۔ لیکن اب وہ یہ سن کر حیران رہ گیا کہ اُس کا ایک اور دشمن کے ساتھ واسطہ ہے اِس لئے اس نے جہازوں کے ذریعے طرابلس کو مدد بھیجی اس کو معلوم تھا کہ مسلمانوں کے پاس کوئی بحری طاقت نہیں ہے۔

طرابلس کی دوبارہ فتح

جناب عمروؓ بن عاص بھی طرابلس کے قلعہ کو فتح کر چکے تھے۔ اور پھر واپس چلے گئے تھے افریقہ کے ساحل کی بندرگاہیں رومیوں کے لئے اہم تھیں کہ ان کا بحیرہ روم پر قبضہ تھا اور جرجیر کے لئے بھی اہم تھیں۔ لیکن مسلمان ابھی ریگستان کو ہی استعمال کر رہے تھے انہوں نے خشکی کی طرف سے طرابلس کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اور اسلامی لشکر میں کچھ مجاہدین ایسے بھی تھے جو عمروؓ بن عاص کے لشکر کے ساتھ آئے تھے، اور انہیں قلعہ کے کمزور مقامات کا پتہ تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے جرجیر کی بحری کمک وہاں پہنچنے سے پہلے ہی طرابلس پر قبضہ کر لیا اور جرجیر کے لوگ بھاگ گئے۔ چنانچہ جو کمک سمندر کے راستے آ رہی تھی۔ وہ بھی واپس چلی گئی اور جرجیر کو خبر دی کہ مسلمانوں نے نہ صرف طرابلس کو فتح کر لیا ہے۔ بلکہ اس دفعہ وہ اتنی زیادہ نفری رکھتے ہیں کہ آگے بھی ضرور پیش قدمی کریں گے۔

سبیطلہ کی جنگ

جرجیر نے کارتھیج کو کب خیرباد کہا اس سلسلے میں مورخین خاموش ہیں۔ روایت ہے کہ رومیوں سے خودمختاری حاصل کرنے کے بعد اس نے بہتر سمجھا کہ دارالخلافہ سمندر سے کچھ دور فاصلے پر رکھے۔ اس لئے اسلامی لشکر کے پہنچنے سے پہلے جرجیر کا دارالخلافہ سبیطلہ تھا۔ نقشہ ہفتم میں نقشہ ششم کی نسبت کارتھیج کے ملک کو زیادہ وسیع طور پر دکھایا

Marfat.com

گیا ہے، تاکہ مسلمانوں کی حکمت عملی اچھی طرح سمجھ آجائے کیونکہ اب وہ افریقہ کے بہتر علاقے کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ طرابلس سے آگے دو سو میل سفر کرنے کے بعد مسلمانوں نے اپنا رخ مغرب کی بجائے شمال کی طرف پھیر دیا۔ جرجیر اپنا لاؤ لشکر لے کر مسلمانوں کو روکنے کے لئے جنوب کی طرف آگے بڑھا۔ مورخین اس کی فوج کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر بتاتے ہیں۔ اور ہم ساٹھ یا ستر ہزار کا اندازہ کر چکے ہیں۔ جرجیر کے دستے فیف کے مقام پر پہنچے ہی تھے، کہ متحرک مسلمان دستوں نے ان پر حملہ کر دیا اور اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا تو تیونس کی فضا اللہ اور رسولؐ کے نام سے گونج اٹھی:۔

ے ناگاہ فضا بانگِ اذان سے ہوئی لبریز وہ نعرہ کہ ہل جاتا ہے جس سے دلِ کہسار۔ (اقبالؒ)

مسلمان مجاہدین کافی عرصہ سے کسی بھرپور جنگ میں حصہ نہ لے سکے تھے وہ جنگ کے لئے بے تاب تھے۔ پھر اسلام کا لشکر بھی بہت بڑا تھا۔ اور اس کے متحرک ہونے کی وجہ سے گرد وغبار اُڑا جس نے جرجیر کے لشکر کو ڈرا دیا اس نے جلدی سے لشکر کو واپس کیا اور سبیطلہ کے سامنے شمال سے جنوب کی طرف اپنے لشکر کی تقریباً چار یا پانچ میل لمبے علاقے میں صف بندی کر دی۔ لشکر کے پیچھے ایک اونچی جگہ پر اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا، جس کے چاروں طرف حفاظتی افواج لگا دیں۔ موسم گرمیوں کا تھا اس لئے مسلمان سبیطلہ پہنچ کر رک گئے۔ اور ان کو بھی رومی صفوں کے سامنے صف بندی کرنا پڑ گئی۔

مسلمانوں کی تین شرائط

جنگ شروع کرنے سے پہلے جناب عبداللہؓ نے جرجیر کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو جزیہ ادا کیا جائے۔ اگر یہ دونوں شرطیں منظور نہیں ہیں تو پھر مسلمان بھرپور جنگ کر کے سبیطلہ کو فتح کریں گے۔ جرجیر نے پہلی دونوں شرطیں نامنظور کیں اور جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔

Marfat.com

جنگ کی کاروائی

جنگ کی کاروائی اور صف بندی کے سلسلے میں مورخین خاموش ہیں۔ واقعات کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب عبداللہ رضؓ بن زبیر رضؓ ایک بازو کے امیر تھے اور ہر روز سورج چڑھتے وقت جنگ شروع ہو جاتی اور دوپہر تک گھمسان کی جنگ ہوتی۔ لیکن گرمی سخت تھی اس لئے دوپہر کے وقت دونوں لشکر ستانے لگتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر جنگ شروع ہو جاتی اور سورج غروب ہونے تک جنگ جاری رہتی کسی مورخ نے زمین اور طرفین کی تجویز کو بیان نہیں کیا اس لئے ہم بھی کوئی تدبیراتی تجزیہ یا تبصرہ نہیں کر رہے۔ البتہ اِس جنگ کے نفسیاتی اور روحانی پہلوؤں کی طرف کچھ ایسی پیش رفت ہوئی کہ تدبیراتی معاملات پر پردے پڑ گئے۔

نفسیاتی جنگ

جرجیر کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ وُہ مسلمانوں کو کیسے شکست دے۔ اُس کے دل میں خیال آیا کہ اگر کسی طرح وہ مسلمانوں کے سپہ سالار کو تہ تیغ کروا سکے، تو شاید لڑائی جیت جائے۔ اُس کی ایک خوبصورت لڑکی تھی جس کو ابن خلدون نے صبیحہ کا نام دیا ہے۔ جرجیر نے اُس کو اُس کی تقریباً چالیس خوبصورت سہیلیوں کے ساتھ بلا کر اپنے ہیڈکوارٹر میں کھڑا کر کے یہ اعلان کیا کہ جو آدمی مسلمانوں کے سپہ سالار کا سر کاٹ کر لائے گا اس کے ساتھ وہ اپنی لڑکی کی شادی کر دے گا۔

مسلمان سپہ سالاروں کا طریق کار یہ تھا کہ وہ اگلی صفوں میں رہ کر جنگ لڑتے تھے یا وہاں حاضر ہوتے تھے۔ یہی کچھ جناب عبداللہ رضؓ بھی کرتے تھے۔ لیکن جب رومی، اُن کو صفوں میں دیکھ لیتے تھے تو اُن کی طرف ٹوٹ پڑتے تھے۔ اِس وجہ سے جناب عبداللہ رضؓ نے فیصلہ کیا کہ وہ میدانِ جنگ میں پچھلی صفوں میں رہیں گے تاکہ رومی اُن پر جلدی سے حملہ نہ کر سکیں۔

Marfat.com

مدینہ سے کمک

اِسی زمانے میں مدینہ شریف میں حضرت عثمانؓ فکر مند ہوئے کہ افریقہ کے علاقے سے کوئی خبر نہ مل رہی تھی۔ ابن خلدون کے مطابق جناب عثمان رضؓ نے عبدالرحمٰنؓ بن زبیرؓ کو فوج کے دستہ کے ساتھ کمک کے طور پر بھیجا، کہ افریقہ کی خبر لائے۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ عبداللہؓ بن زبیرؓ تھے کہ جناب زبیرؓ کے کسی بیٹے کا نام عبدالرحمٰنؓ نہ تھا۔ آپ شہداؓ کے نام پر اپنے بیٹوں کے نام رکھتے تھے۔ اِس لئے ہم اِن کو عبداللہؓ ہی کہیں گے۔ بہرحال جب جناب عبداللہؓ میدانِ جنگ میں پہنچے تو انہوں نے حکم دیا کہ مجاہدین باری باری میدانِ جنگ میں داخل ہوں گے اور نعرہ تکبیر لگائیں گے۔ اِس طرح گو کمک تو تھوڑی تھی، لیکن یہاں بھی جنگِ قادسیہ والا طریقہ دہرایا گیا اور مسلمانوں کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ جو مجاہد میدانِ جنگ میں پہنچتے تھے وہ نعرہ تکبیر لگا کر پہلی صفوں میں پہنچ کر دشمن کو تلوار کے ہاتھ دکھاتے تھے۔ جناب عبداللہؓ خود سب سے آخر میں داخل ہوئے اور وہ بھی جنگ میں شریک ہو گئے، کافی دیر جنگ لڑنے کے بعد انہوں نے پوچھا کہ سپہ سالار کہاں ہیں تو اُن کو بتایا گیا کہ وہ پیچھے ہیں۔

ہر دو عبداللہؓ کی ملاقات

جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ جب عبداللہؓ بن ابی سرح سے ملے اور خلیفہ سوم کا سلام دیا تو حیرانگی سے پوچھا کہ وہ لشکر کی اگلی صفوں سے اتنا دور کیوں ہیں۔ جناب عبداللہؓ بن ابی سرح نے ساری کہانی سنائی۔ تو جناب ابن زبیرؓ نے کہا کہ یہ تو نفسیاتی جنگ ہے آپ اعلان کر دیں کہ مسلمان مجاہدین سے جو جرجیر کا سر کاٹ لائے گا اُس کو جرجیر ہی کی بیٹی عطا کر دی جائے گی۔ چاہے وہ اُس سے نکاح کرے چاہے لونڈی کے طور پر رکھے۔ بلکہ اُس کی سہیلیوں میں سے بھی، اُس کو کچھ لڑکیاں عطا کی جائیں گی۔ چنانچہ اُسی وقت اسلامی لشکر میں یہ اعلان کر دیا گیا۔ اب صبیحہ کے دعویداروں میں اضافہ ہو گیا تو ساتھ جرجیر کو

ما :- حصہ دوم میں یہ پہلو واضح ہے۔

Marfat.com

بھی اپنے سر کی فکر پڑ گئی ۔

تبصرہ ۔

یہ جنگ اب تمام تدبیراتی پہلوؤں سے باہر نکل آئی ۔ تمام مغربی مورخین و مبصرین اور اپنوں نے بھی اِس تمام واقعہ کو بڑا رومانی بنا دیا ہے اور جی بھر کر تبصرے کئے ۔ اگر ہم سب باتوں کو یہاں لکھیں تو اپنے مقصد سے دور ہٹ جائیں گے ۔ البتہ چند پہلو وضاحت طلب ہیں ۔ جرجیر نے نفسیاتی جنگ شروع کی ۔ اور اِس میں اُس کو اتنی کامیابی ہوئی کہ جناب عبداللہؓ اِتنے موثر نہ رہے ۔ یا اُن کو صحیح مشورہ نہ دیا گیا ۔ جب اُن کو صحیح مشورہ دیا گیا جو ردعمل کے طور پر تھا تو وہ بھی مؤثر ہو گئے اور جرجیر کو اپنی فکر پڑ گئی ۔ دوسری بات یہ ہے کہ مسلمان کمانڈر کو کہاں ہونا چاہیئے ۔ بے شک ہم مانتے ہیں کہ امیر کی حفاظت ضروری ہے ۔ حضور پاکؐ بدر کے میدان میں ایک حفاظتی مقام پر تھے یہی حالت جنگِ اُحد میں تھی ۔ لیکن ضرورت پڑی تو اگلی صفوں میں بھی شریک ہو گئے ۔ تمام اسلامی جنگوں میں امرا کی ذاتی دلیری اور میدانِ جنگ کی اگلی صفوں میں لڑنے کی روایات موجود ہیں ۔

امیرِ لشکر کے میدانِ جنگ پر اثرات

اسلام میں امیر کی بڑی اہمیت ہے اور اُس کی حفاظت بھی اِسی طرح اہم ہے ۔ لیکن جو امیر اپنی افواج کی اگلی صفوں میں جانے یا رہنے کی ہمت نہ رکھتا ہو وہ اسلامی افواج کے کسی دستہ کا امیر نہیں ہو سکتا ۔ اسلامی فلسفہ جنگ کے لحاظ سے امیر کو باخبر ہونا چاہیے اور وہ اپنے ماتحتوں کو نظر آئے ۔ جو کمپنی کمانڈر اپنے ماتحتوں کو نظر نہ آئے وہ کمپنی کامیاب نہیں ہو سکتی ۔ اور جو بٹالین کمانڈر کم از کم اپنی پلٹن کی آدھی نفری کو نظر نہیں آتا وہ بٹالین بھی کامیاب نہیں ہو سکتی ۔ جس برگیڈ کمانڈر یا ڈویژن کمانڈر کے سامنے زمین کا چپہ چپہ بول نہ رہا ہو کہ وہاں کیا ہو رہا ہے تو وہ کمانڈر اپنے عہدے کے لئے موزوں نہیں ۔ اُس کو باہر نکل کر اپنی آنکھوں کا استعمال ضرور کرنا چاہیئے ۔

Marfat.com

صفحہ ۱۲۶-ا

نقشہ ہفتم :- ٹیونس یا کارتھیج کا علاقہ اور سبیطلہ کی جنگ ۔ محل وقوع

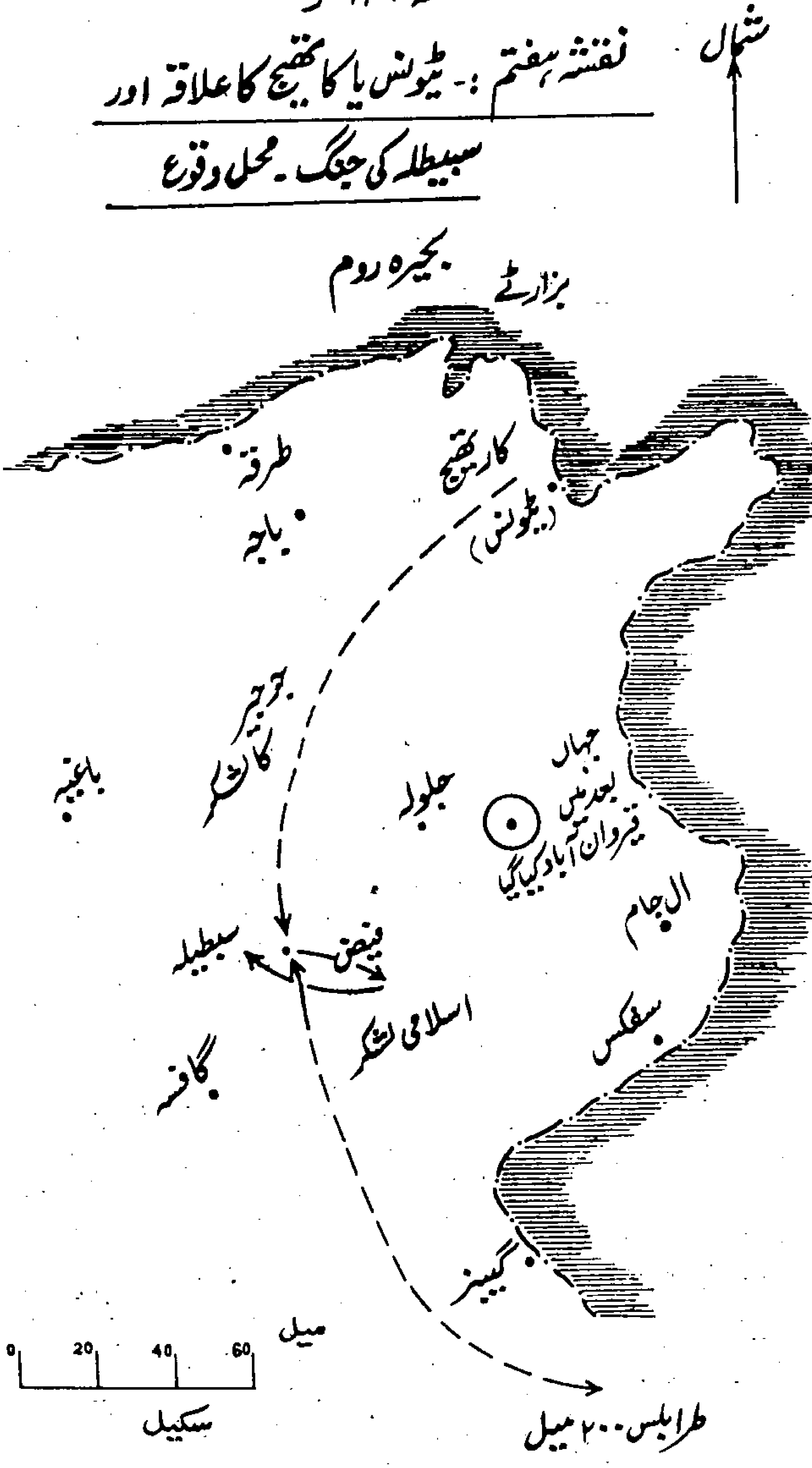

Marfat.com

کچھ لوگ یہ کہیں گے کہ کمانڈر کی جان کی حفاظت ضروری ہے ۔بے شک یہ صحیح ہے لیکن کسی حد تک ۔جنگ موتہ میں کیا ہوا ؟ جنگ جسر میں کیا ہوا ؟ حصّہ اول اور حصّہ دوم میں وضاحت کردی گئی ہے کہ مسلمان فتح و شکست کے لئے نہیں لڑتا ۔ وہ اللہ اور رسولؐ کے لئے لڑتا ہے ۔فتح کے لئے دعائیں مانگتا ہے ۔اور ہر سطح پر امیر موجود ہوں تاکہ اوپر والے کی ذمہ داری سنبھال سکیں ۔

رُومانی پہلو اور عورت

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جو مسلمان جرجیر کا سر اس وجہ سے کاٹتا کہ اُس کو صبیحہ ملے گی تو اُس کا ثواب کہاں گیا ؟ اصلی بات یہ ہے کہ مسلمان مجاہدین اللہ اور رسولؐ کے لئے لڑ رہے تھے ۔اور جرجیر کا سر کاٹنے کا کوئی فالتو انعام اِس دنیا میں مل جاتا تو کوئی ہرج نہیں تھا۔ یعنی مسلمان مجاہدین صبیحہ حاصل کرنے کے لئے نہیں لڑ رہے تھے اگر وہ مل جاتی تو یہ ایک ایسا انعام تھا جس طرح حیرہ کی فتح کے بعد جناب شویل رضؓ کو کرامتہ مل گئی اور جس کا ذکر پہلی کتاب میں موجود ہے اور حضور پاکؐ اِس انعام کے لئے خود اپنی زندگی میں فرما گئے تھے اور مسلمانوں کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ سب حضور پاکؐ کی وجہ سے ہے ۔

؎ عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ

ذرہ ریگ کو تو نے دیا طلوعِ آفتاب ۔ (اقبالؒ)

جرجیر کا قتل

اِس جنگ کا فیصلہ جرجیر کے قتل کی وجہ سے جلدی ہوا ۔ ورنہ بڑی دیر لگ جاتی ۔گو تدبیراتی طور پر واقعات کا زیادہ علم نہ ہونے کی وجہ سے ہم نے اِس جنگ کا کوئی خاکہ نہ بنایا تھا ۔لیکن جرجیر کے ہیڈ کوارٹر پر حملہ کی تجویز اور مسلمانوں کے بھرپور حملہ کو سمجھنے کے لئے نقشہ ہشتم میں ہم بغیر سکیل کے اِس جنگ کے دو مرحلوں کو دکھا رہے ہیں ۔روایت ہے کہ جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ دائیں بازو پر متعین تھے ۔ وہاں پر ایک بربر سردار جو اسلام کی طرف

Marfat.com

مائل ہو چکا تھا، اُس نے پوشیدگی میں ابن زبیرؓ کے ساتھ ملاقات کی اور اُن کو بتایا کہ جرجیر کے ہیڈکوارٹر تک ایک راستہ موجود ہے۔ اور دوپہر کے وقت سب لوگ آرام کرتے ہیں۔ اگر اُس راستے سے اچانک چھاپہ مارا جائے تو جرجیر کو قتل کیا جا سکتا ہے۔

ابن زبیرؓ نے ابن سرحؓ سے اِس چیز کا ذکر کیا اور خود تیس سواروں کے ساتھ ہی اِس چھپے راستے جرجیر کے ہیڈکوارٹر پر حملہ کرنے کی تجویز بنائی ساتھ ہی فیصلہ ہوا کہ اسلامی رسالہ دوپہر کے وقت مسلمانوں کے دائیں بازو کے پیچھے تیار رہے اور جیسے ابن زبیرؓ کی طرف سے اشارہ ملے وہ دشمن کے بائیں بازو پر حملہ آور ہو جائے۔ اسکے بعد سامنے سے تمام اہل لشکر دشمن پر یلغار کر دیں۔ نقشہ ہشتم کے پہلے مرحلہ میں تجویز کی بنیادی صف بندی اور طریقۂ کار دکھایا گیا ہے۔ دوسرے مرحلہ میں تجویز کے عملی پہلو کی نشاندہی کی گئی ہے، تاکہ معاملات آسانی سے سمجھ میں آسکیں۔ چنانچہ ایک مقررہ دِن حسبِ معمول مسلمانوں اور رومیوں نے سُورج نکلتے ہی ایک دوسرے پر حملے شروع کر دیئے۔ مسلمانوں کے حملے بڑے پُرزور تھے۔ لیکن کچھ حملے ایسے بھی تھے کہ رومیوں کو زیادہ مشقت کا سامنا تھا۔ کہ مسلمان آگے بڑھ کر پیچھے ہٹتے تھے۔ مسلمانوں نے دوپہر تک سخت لڑائی لڑی پھر ظاہر کیا کہ وہ تھک ہار کر آرام کے لئے جا رہے ہیں۔ رومی بھی تھک کر آرام کرنے لگے۔ اِس دوران جناب ابن زبیرؓ نے اپنے تیس سواروں کے ساتھ جیسا کہ نقشہ ہشتم کے پہلے مرحلہ میں دکھایا گیا ہے ایک لمبا چکر لگایا اور جرجیر کے ہیڈکوارٹر کے نزدیک پہنچ گئے۔ جرجیر بھی گھوڑے پر سوار تھا اور لشکر کی، دیکھ بھال کر کے آرام کی غرض سے قلعہ کے اندر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ نے للکار کر اس پر وار کر دیا۔ جرجیر نے گھوڑے سے اتر کر کسی جگہ چھپنے کی کوشش کی تو جناب ابن زبیرؓ بھی گھوڑے سے اُتر گئے اور جرجیر کو پکڑ کر گرا لیا اور سر کاٹنے لگے تو صبیحہ کی دو تین سہیلیاں جناب ابن زبیرؓ پر جھپٹنے لگیں جنہیں دوسرے مجاہدین نے ہٹا لیا۔ جرجیر کا سر کاٹ کر جناب ابن زبیرؓ نے نیزہ کی نوک پر اوپر اٹھایا اور اسی دوران مسلمانوں کے رسالے نے جرجیر کے لشکر کے بازو پر حملہ کر دیا۔

جرجیر کے لشکر میں کھلبلی مچی ہوئی تھی اور مسلمانوں نے سامنے سے بھی یلغار کر دی۔ لیکن

Marfat.com

نقشہ ہشتم: سبیطلہ کی جنگ

جنگ کا پہلا مرحلہ

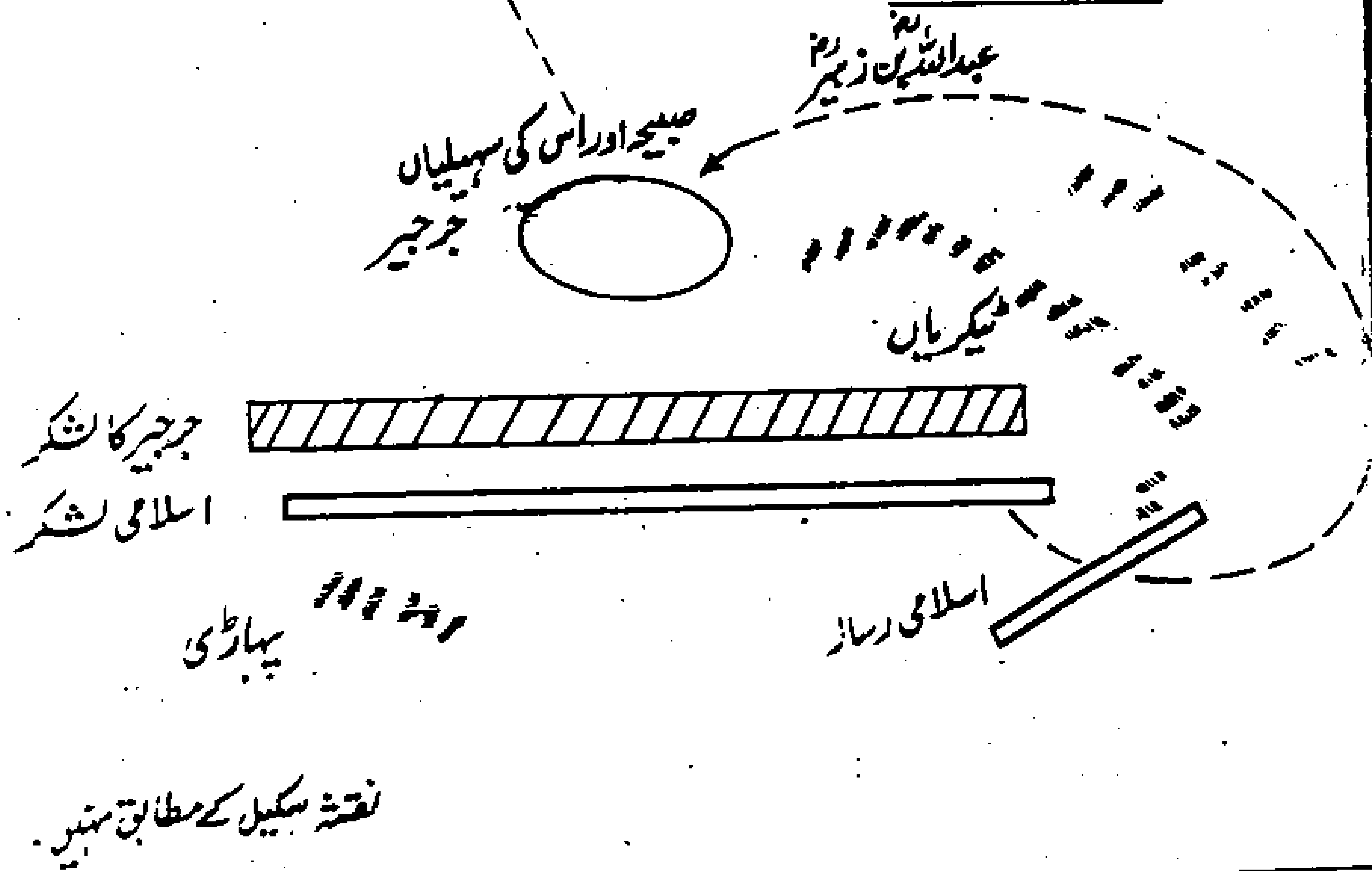

جنگ کا دوسرا مرحلہ

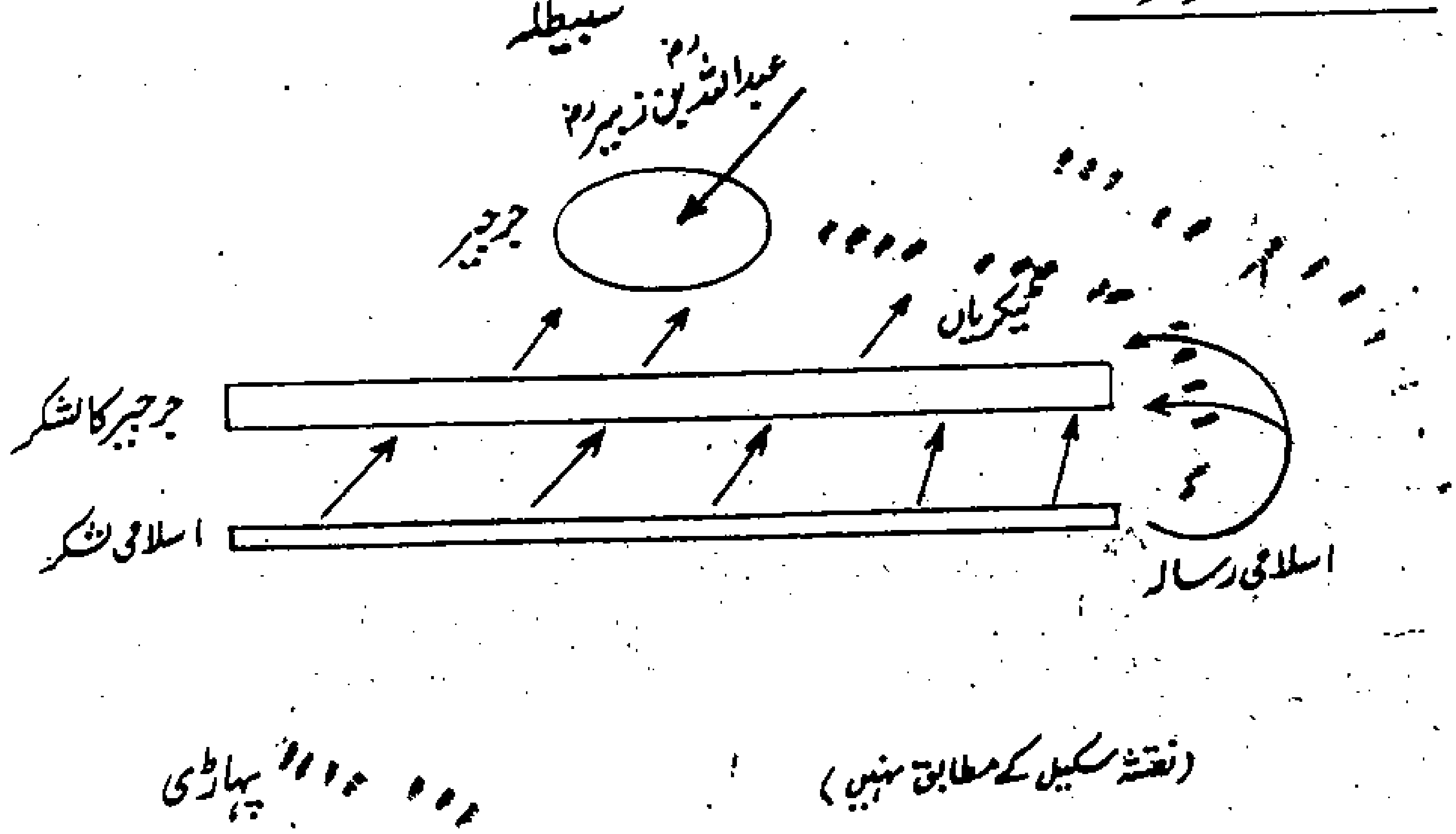

Marfat.com

اب ضرورت اِس امر کی تھی کہ سبیطلہ کے قلعہ کے دروازے سے یہ لوگ قلعہ میں داخل نہ ہوسکیں، اِس لئے جناب ابن زبیرؓ چند مجاہدوں کو لے کر قلعہ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ تو قلعہ والوں نے دروازہ بند کردیا۔ چنانچہ جرجیر کی ساری فوج قلعہ کے باہر تھی اور افراتفری میں اِس نے اِدھر اُدھر بھاگنا شروع کردیا۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا اور شام تک قلعہ کے اندر کی فوج نے بھی غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔ اِس جنگ میں مسلمانوں کو اِتنا مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ کہ آج تک کسی جنگ میں حاصل نہیں ہوا تھا۔ جرجیر کے جانشینوں نے دس لاکھ دینار سالانہ جزیہ دینا منظور کیا۔ روایت ہے کہ مسلمانوں نے آگے پیش قدمی کی اور وہ کار تھفیج تک گئے اور اُس جگہ پر بھی پڑاؤ کیا جہاں بعد میں قیروان کی چھاؤنی بنائی گئی۔

جرجیر کی لڑکی

مورخین اور مبصرین، جب کسی بیان کو پر لطف بنانا چاہیں تو کہانی بھی گھڑ لیتے ہیں۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ لڑائی کے بعد کوئی مجاہد بھی جرجیر کی لڑکی کا دعویدار نہ بنا۔ تو سالارِ لشکر نے حیرانگی سے پوچھا، کہ جرجیر کا قاتل کون تھا جس کو صبیحہ عطا کی جائے۔ تو پھر دعویداروں کی تعداد بڑھ گئی۔ تو سالارِ لشکر نے لڑکی سے پوچھا کہ تمہارے باپ کو کس نے قتل کیا۔ لڑکی نے کہا کہ وہ جوان اُس کو دکھائے جائیں۔ یہ جناب ابن زبیرؓ کا دستہ تھا اُس دستہ کو دیکھ کر لڑکی نے جناب ابن زبیرؓ پر جاکر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اِس غم میں اُس کے لئے ایک خوشی ضرور تھی، کہ جناب ابن زبیرؓ بڑے خوش شکل اور وجیہ تھے۔ بے شک ابن زبیرؓ کا کئی لحاظ سے مقام بہت اونچا ہے۔ کہ مدینہ میں مہاجرین کے آنے کے بعد وہ پہلے لڑکے تھے جو کسی مہاجر کے گھر پیدا ہوئے۔ پھر جناب صدیق اکبرؓ کے نواسے اور حضور پاکؐ کی عظیم پھوپھی صفیہؓ کے پوتے ہر لحاظ سے عظیم تھے۔

تبصرہ

ہمارا خیال ہے کہ اِس میں شک والی کوئی بات نہ ہوگی جناب ابن زبیرؓ نے کوئی دعوے

Marfat.com

نہ کیا ہوگا۔ اور سالارِ لشکر نے شاید اُن سے پوچھا ہو کہ جرجیر کو کس نے قتل کیا تھا تو آپؓ نے کہہ دیا ہوگا کہ جرجیر کی لڑکی سے پوچھ لیا جائے۔ بہر حال اس جنگ کے واقعات نامکمل ہیں چالیس ہزار کے قریب اسلامی لشکر جس میں عظیم صحابہ رضوان اللہ علیہم کے عظیم فرزند موجود تھے۔ کئی مہینوں کا سفر تھا اور کئی دن یا مہینے جنگ جاری رہی۔ ہزاروں کے قریب دشمن کو تہ تیغ کیا گیا یہی وجہ تھی کہ ایک لاکھ کے قریب لشکر کو شکست دی جا سکی۔ کئی مسلمان شہید ہوئے۔ لیکن حضورؐ کے چچیرے بھائی حضرت معبدؓ ابن عباسؓ کے علاوہ کسی اور شہید کا ذکر نہیں کیا گیا۔ البتہ یہ ذکر ہے کہ اسلامی لشکر شمال کی طرف حربی مظاہروں کے لئے روانہ ہو گیا اور جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ کو ہی مدینہ بھیجا گیا کہ اس فتح کی خبر دیں۔ وہی مالِ غنیمت بھی ساتھ لے گئے۔

اب آگے دو قسم کی روائتیں ہیں۔ کچھ مورخین نے لکھا ہے کہ جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ نے اپنی کارروائی کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ تو اتنی بڑی فتح کا سہرا ابن سرحؓ کے سر بندھ گیا اور امیہ خاندان کے لوگ اس پر فخر کرتے تھے کہ اُن کے رشتہ دار خلیفہ کے زمانے میں اتنی زیادہ فتوحات اُن ہی کے خاندان کے ایک سپہ سالار کی وجہ سے ہوئیں۔

اور اب ایک طبقہ ایسا ہے جو کہتے ہیں کہ عبداللہؓ بن ابی سرح نے جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ کو قاصد بنا کر بھیجنے میں بڑی غلطی کی۔ انہوں نے تمام تر فتوحات کا سہرا اپنے سر باندھ دیا۔ اور عبداللہؓ کے اگلی صفوں میں نہ ہونے کی کہانی کو اتنا مشہور کیا کہ آئندہ کی فتوحات بھی عبداللہؓ بن ابی سرح کا یہ داغ نہ دھو سکیں۔

ایک نام کے کئی مجاہدین

اول تو اس جنگ میں عبداللہؓ نام کے اتنے مجاہدین تھے کہ حساب نہیں۔ مثلاً عبداللہؓ بن ابی سرح۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ۔ عبداللہؓ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن جعفر طیارؓ عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص۔ اس کے علاوہ دو اور عبداللہؓ تھے جن دونوں کے والد کا نام بھی نافع تھا۔ اس لئے دادا کے نام لکھ کر معاملات کچھ الگ ہو سکتے تھے۔ وہ عبداللہؓ بن نافع بن الحصین اور عبداللہؓ بن نافع بن عبدالقیس تھے۔ الحصین کے پوتے عبداللہؓ کو افریقہ میں ابن سرحؓ نے اپنا جانشین بھی چھوڑا کہ وہ وہاں سے جزیہ اور خراج وصول کرتے

Marfat.com

تھے۔ اِس کے علاوہ کئی عظیم صحابہ کے فرزندوں کا ذکر ہم نے کیا ہے کہ اِس لشکر میں شریک تھے۔ لیکن آگے کوئی ذکر نہیں ملتا کہ کس نے کیا کچھ کیا۔

دراصل اِس وقت سازشی لوگ مسلمانوں کی صفوں میں داخل ہو چکے تھے اور انہوں نے اور باتوں کے علاوہ قبائلی حسد یا خاندانی رقابت کو بھی مسلمانوں کے اندر داخل کر دیا تاریخوں میں جو کچھ لکھا ہوا تھا اس کو بھی بعد میں شاید خرد برُد کر دیا گیا۔ امیہ خاندان کی کوشش تھی کہ کسی ہاشمی خاندان کے آدمی کی بہادری کا ذکر نہ ہو، کہ حکومت ہاشمیوں کے پاس نہ چلی جائے۔ اور چال یہ چلی کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ حضور پاکؐ کے بعد ہاشمیوں میں سے کسی نے جہاد میں حصہ نہ لیا۔ کیوں کہ اُن کو خلفاء کے ساتھ اختلاف تھا۔ حالانکہ امام حسینؓ نے جنگ کربلا میں اپنی شہادت والے روز بھی اسلامی سلطنتوں کی سرحدوں پر جہاد پر جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ اہل بیت کے ساتھ محبت رکھنے والوں نے بھی یہ بات تسلیم کر لی کہ اُن کے ساتھ ناانصافی ہوئی اور اُس کے بعد یہ بات بھی مان لی کہ اہل بیت یا ہاشمی خاندان کے لوگوں نے پہلے تین خلفاء کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھا اور جہاد میں حصّہ نہ لیا۔ یہ افسوسناک رویہ ہے اور اِس پہلو کا مزید تجزیہ چوتھی کتاب میں پیش کیا جائے گا۔ کہ ہم جہاد اللہ اور رسولؐ کے لئے کرتے ہیں نہ کہ حاکمِ وقت کے لئے۔ اور اصولی طور پر ہمارا حاکم وہ ہو سکتا ہے جو اَطِیْعُوْ اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے فرمان کا پابند ہو۔ اس لئے ہر کتاب میں ہم نے ہاشمی خاندان کے لوگوں کی کارروائی کا ذکر ضرور کیا ہے کہ وہ جہاد میں شریک ہوتے تھے۔

افریقہ کے اتنے دور دراز ممالک کو فتح کرنے کے باوجود مسلمانوں نے اِس علاقہ کو باجگذار بنانے پر ہی اکتفا کی، اور صرف جزیہ لینے کی شرط پر اسلامی لشکر واپس چلے گئے۔ اور مسلمانوں کے واپس چلے جانے کے بعد اہل روم کا قاصد بھی افریقہ پہنچ گیا، کہ اپنا خراج لے جائے۔ جرجیر کے جانشینوں نے یہ خراج دینے سے انکار کر دیا بہرحال مسلمان اور خاص کر مصر کے گورنر عبداللہؓ بن ابی سرح اسکے بعد اہل روم کے ساتھ بحری جنگوں میں معروف ہو گئے جن کا ذکر اگلے باب میں آئے گا، بعد میں اندرونی خلفشار شروع ہو گیا۔ البتہ چوتھی کتاب کے آخری ابواب میں ہم پھر

Marfat.com

افریقہ کے حالات کو آگے بڑھائیں گے۔

افریقہ کی جنگ کے نتائج و اسباق

۱۔ افریقہ کی یہ فتوحات دنیا کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ بحیرۂ روم کے ساحلی علاقوں سے یورپین لوگ جب چاہتے تھے، افریقہ کو تاخت و تاراج کر دیتے تھے۔ اہلِ یورپ اور اہل کارتھیج کی جنگیں بھی یورپ کے لوگوں اور افریقہ میں یورپ کے پرانے آباد کاروں میں تھیں۔ لیکن مسلمانوں نے افریقہ کو فتح کر کے تاریخ کا رُخ موڑ دیا۔ اور اہل یورپ نے ایک ہزار سال تک بحیرہ روم والے راستے سے افریقہ کا رُخ نہ کیا۔ وہ پہلے وسطی اور جنوبی افریقہ پر قابض ہوئے اور پھر انیسویں صدی میں شمالی افریقہ میں آنا شروع ہوئے۔ اور اب بیسویں صدی میں پھر اُن کو یہاں سے خارج کر دیا گیا ہے۔

۲۔ مسلمانوں کی افریقہ کی اِس فتح کے بعد شمالی افریقہ کے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر مسلمانوں نے سپین اور سسلی کی طرف یلغاریں شروع کر دیں۔ گو اِس فتح تک مسلمانوں نے صرف طرابلس تک کے علاقوں پر قبضہ رکھا۔ اور ٹیونس کے لوگ صرف خراج دیتے تھے۔ لیکن چند سال بعد مسلمان مراکو پہنچ گئے۔

۳۔ مسلمانوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب کسی علاقے کو فتح کرتے تو جہاں تک حربی مظاہرے کرتے تھے، وہاں سے تھوڑا پیچھے رہتے تھے اور دوسری یا تیسری کوشش میں آہستہ آہستہ آگے پیش رفت کرتے تھے۔ مسلمانوں کی اِس حکمت عملی کے گہرے مطالعہ کی ضرورت ہے۔

۴۔ مسلمان اب بے فکر تھے۔ مصر کے علاقے پر اہل روم ملا جلا بحری اور خشکی کا حملہ نہ کر سکتے تھے۔ مسلمان بحیرہ روم کے جنوبی ساحل پر قابض ہو چکے تھے۔ اب اُن کا رُخ جزائر قبرص، روڈس اور بحیرہ روم کے اہم سمندر کی طرف تھا۔

۵۔ مسلمان اُس وقت دُنیا کی ایک عظیم طاقت بن چکے تھے۔ اُن کے مقابلے کی کوئی طاقت دنیا میں موجود نہ تھی اور بڑے بڑے اندرونی خلفشار یا خانہ جنگیاں بھی مسلمانوں کو ختم نہ کر سکیں۔

۶۔ افریقہ کی فتوحات کی لڑائیوں کے تدبیراتی پہلوؤں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ دنیا کی عسکری

Marfat.com

تاریخ میں اتنے بڑے لشکر کا اتنا لمبا سفر ان حالات میں آج سے پہلے نہ ہوا ہوگا۔ اور مسلمان یہ سب کچھ اپنے فلسفۂ حیات پر عمل کرنے کیوجہ سے کر سکے۔ مدینہ یا فسطاط سے کارتھیج کی مہم اور دشمن کو اپنے سے تین گنا فوج کو سبیطلہ کے مقام پر شکست دینا ایک عظیم عسکری کارنامہ ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے پاس ذاتی بہادری اور تدبیرات کی تفصیل موجود نہیں ہے۔

۷۔ یہ فتوحات عظیم صحابہ کرامؓ کے عظیم فرزندوں کی جہاد میں شمولیت کیوجہ سے حاصل ہوئیں لیکن بنوامیہ کے زمانے میں جب پرانی چھوٹی تاریخوں سے الگ تاریخ کی کتابیں لکھی گئیں۔ تو عظیم صحابہ کے عظیم فرزندوں کی ذاتی بہادری والی باتوں کو تاریخ سے خارج کر دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ پورے واقعات میں امام حسنؓ امام حسینؓ، عبداللہؓ بن عمرؓ اور عبداللہؓ بن عباسؓ کی ذاتی کارروائی کا کوئی ذکر نہیں۔ بہرحال ہمارے سامنے ایک مقصد ہے، کہ ہم نے عظیم صحابہؓ کے عظیم فرزندوں کی جنگ میں شرکت کا ذکر کر کے تفرقہ والی کہانیوں کو تو ختم کر دیا۔ ہمارے بعض مورخین نے ناموں کا ذکر بھی تاریخ سے خارج کر دیا ہے۔

Marfat.com

پانچواں باب

شام کے محاذ کی مزید فتوحات اور بحری جنگیں

دوسری کتاب

اِس سلسلے کی دوسری کتاب میں شام و فلسطین کی فتوحات کو مفصل طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ اِن فتوحات کا پھیلاؤ بھی کچھ رُک چکا تھا۔ شمال میں اناطولیہ کا پہاڑی علاقہ آچکا تھا مغرب میں سمندر تھا۔ کہ قساریہ کی بندرگاہ فتح کرنے میں کافی دیر لگ گئی۔ اِس کے علاوہ طاعون کی وبا سے سرزمین شام میں بڑے نقصانات ہوئے۔ جناب ابو عبیدہ رض کی وفات ایک سانحہ عظیم تھا۔ اُن کی عمر اُس وقت صرف اٹھاون برس تھی اور اسلام کے اِس فرزند کی وفات سے جو خلا پیدا ہوگیا وہ پر نہ ہوسکا۔ جناب فاروق اعظم رض اُن کی وفات سے پہلے ہی بھانپ گئے تھے کہ جناب ابو عبیدہ رض کا آخری وقت آچکا ہے۔ جب جناب ابو عبیدہ رض نے مدینہ نہ آنے کی درخواست کی تو جناب عمر رض نے پھُوٹ پھُوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ اور فرمایا کہ وہ اب اپنے اللہ سے ملنے والے ہیں۔

روایت ہے کہ جناب ابو عبیدہ رض نے اپنی وفات سے تھوڑا پہلے جناب معاذ رض بن جبل کو اپنا جانشین منتخب کیا، تو وہ بھی چند دن کے بعد وفات پاگئے۔ کچھ روایات میں یہ ہے کہ جناب عیاض رض بن غنم بھی چند دن ملک شام کے سپہ سالار رہے اور پھر وفات پاگئے۔ آپ جناب ابو عبیدہ رض کے چچیرے بھائی بھی تھے اور خالہ زاد بھی۔ آپ رض عراق سے جزیرہ کی فتح کے لئے آئے تو اِدھر ہی رہ گئے۔ انہی دنوں جناب یزید رض بن ابو سفیان رض نے چند دن سپہ سالار رہنے کے بعد طاعون سے وفات پائی۔ اِس کے چند دن جناب عمرو رض بن عاص سپہ سالار رہے اور افواج کو پہاڑوں کی طرف منتقل کیا۔ پھر جناب عمرو رض، مصر کی فتح کے لئے چلے گئے جس کا ذکر پہلے باب میں ہوچکا ہے۔ اسکے بعد شام و فلسطین کی سپہ سالاری جناب معاویہ رض بن ابو سفیان رض کے سپرد ہوئی۔ آپ نے جابیہ کی بجائے دمشق کو مرکز بنانے

Marfat.com

کی تجویز پیش کی جسے جناب عمر فاروق رضؓ نے منظور فرمایا۔

چھوٹے صوبوں کی امارتیں

مدینہ شریف سے مرکز صرف بڑے صوبوں کے عاملوں کو ذمہ داری دیتا تھا اور آگے صوبے، چھوٹے صوبوں یا ضلعوں میں بٹے ہوتے تھے۔ جناب صدیق اکبرؓ کے زمانے سے فلسطین کا امیر الگ مقرر کیا گیا تھا اور جناب فاروق رضؓ نے بھی فلسطین، اُردن، حمص وغیرہ سب علاقوں کے الگ الگ امیر مقرر کئے تھے۔ اصول یہ تھا کہ جنگ کی صورت میں ایک سپہ سالار اعظم یا بڑا صوبیدار بن جاتا تھا چنانچہ جناب عمر فاروقؓ کے زمانے سے چار صوبے تھے۔ مصر کا دارالخلافہ فسطاط تھا۔ شام فلسطین کا دارالخلافہ جابیہ اور بعد میں دمشق تھا۔ ایران و عراق کے دو حصے تھے ایک کی ذمہ داری کوفہ سے نبھائی جاتی تھی اور دوسرے علاقے کی بصرہ سے۔ اِن دونوں صوبوں کا مزید ذکر چھٹے اور ساتویں باب میں موجود ہے۔

جناب معاویہؓ کی عملداری

ہمارے مورخین نے یہ معاملات کچھ گڈمڈ کر دیئے اور جگہ جگہ صوبے اور امرا کا ذکر شروع کر دیا۔ کہ حمص کا صوبہ الگ تھا۔ پھر یہ بھی جناب معاویہؓ کے ماتحت کر دیا گیا۔ فلسطین کا صوبہ بھی جناب معاویہؓ کو دے دیا گیا۔ اور اِس طرح یہ کہانی گھڑ لی گئی، کہ جناب عثمانؓ نے جناب معاویہؓ کو زیادہ علاقوں کی ذمہ داری دے دی۔ بات یہ نہ تھی۔ اصلی حقیقت یہ تھی کہ بعض دفعہ بڑے صوبیدار کو اجازت دے دیتے تھے کہ وہ اپنے علاقے میں کوئی چھوٹا امیر مقرر کر دے۔

چنانچہ حمص کے امیر جناب عیاضؓ بن غنم تھے۔ اُن کے بعد حضرت عمرؓ نے وہاں پر جناب عمیرؓ بن سعید انصاری کو مقرر کیا۔ اُن کے بعد مورخین لکھتے ہیں کہ اِس جگہ کی صوبہ داری جناب معاویہؓ نے سنبھال لی۔ حالانکہ واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہاں پر پہلے حبیبؓ بن مسلمہ رہے اور پھر عبدالرحمٰنؓ بن خالدؓ بن ولید۔ ظاہر ہے کہ جناب معاویہؓ علاقے کے سپہ سالار اعظم تھے۔ اور حمص بھی اُن کے ماتحت تھا۔ اِسی طرح مورخین لکھتے ہیں کہ فلسطین کا صوبہ پہلے جناب عمروؓ بن عاص کے پاس تھا۔ وہ مصر گئے تو اُن کی جگہ عبدالرحمٰنؓ بن علقمہ مقرر ہوئے اور اُن کی وفات کے بعد جناب معاویہؓ

Marfat.com

نے فلسطین کی عملداری بھی سنبھال لی۔ لیکن حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے وقت جب عمال کا ذکر کرتے ہیں تو فلسطین میں علقمہ رضؓ بن حکیم کو عامل بتاتے ہیں۔ اردن میں ابو الاعور رضؓ سلمی کو اور قنسرین میں حبیبؓ بن مسلمہ کو۔ یہ وضاحت اس لئے ضروری تھی کہ قارئین یہ پہلو سمجھ لیں کہ جناب معاویہؓ سرزمین شام کے سالار اعظم تھے اور چھوٹے صوبوں کے الگ حکمران تھے۔ اور یہ غلط ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے سب کچھ امیر معاویہ رضؓ کے حوالے کر دیا۔

جناب فاروقؓ اور امیر معاویہؓ

ہم یہاں پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جناب عمر رضؓ نے اپنے زمانے میں جناب معاویہ رضؓ کو سرزمین شام کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا اور فاروقِ اعظم رضؓ کا جناب ابو عبیدہؓ بن جراح کے جانشین کے طور پر امیر معاویہ رضؓ کو چننا ہی اس سلسلہ میں جناب معاویہ رضؓ کو ایک بہت بڑا خراج تحسین ہے۔ گو جناب عمر رضؓ کے زمانے میں امیر معاویہ رضؓ نے ملک شام میں کوئی بڑی فتوحات حاصل نہ کیں لیکن سوچنے والی بات یہ ہے کہ ملک شام کو اسلامی سلطنت میں جو اہمیت حاصل تھی۔ اُس زمانے میں کسی اور علاقے کو نہ تھی باقی ہر جگہ سے دشمن فرار ہو چکا تھا لیکن یہاں قیصر روم سامنے قسطنطنیہ میں بیٹھا تھا اور اس کی سلطنت کو اس وقت تک بھی سمندروں اور خشکی دونوں جگہوں پر بڑی وسعت حاصل تھی۔

لیکن ہمارے ہاں ایک ضرب المثل چلتی ہے۔ کہ جناب عمر فاروق رضؓ فرمایا کرتے تھے کہ جناب معاویہ رضؓ مسلمانوں کے سیزر (CEASER) ہیں۔ کسی پرانی تاریخ میں یہ بات نظر نہیں آتی۔ اور جیسے ہم جلال مصطفیٰ ﷺ اور دوسری کتاب کے پانچویں باب میں بیان کر آئے ہیں، کہ تمام اہل یورپ کے لئے سیزر کا نام مقدس ہے۔ تو ہمارے "دانشور" بھی سیزر سے متاثر ہو گئے۔ اور خواہ مخواہ ایک ضرب المثل گھڑ لی۔ اور جناب عمر رضؓ کا نام استعمال کر لیا۔ ہم یہ چیز تسلیم کرنے کو بھی تیار نہیں کہ جناب فاروق رضؓ کسی مسلمان کا موازنہ کسی باطل فلسفہ والے کے ساتھ کریں۔ سیزر۔ جناب معاویہ رضؓ کے پاؤں کی خاک کے بھی برابر نہیں ہے۔ ایسے ہی دانشوروں کے لئے علامہ اقبالؒ نے یہ فرمایا :-

---

عـ۱ صفحہ ۱۹۸

Marfat.com

ے فکرِ عرب کو دے کر فرنگی تخیلات — اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو!
وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا — روحِ محمدؐ اُس کے بدن سے نکال دو

امیر معاویہؓ کی سوچ

جناب فاروقِ اعظمؓ کی خلافت کے زمانے ہی میں جناب معاویہؓ نے خلیفہ دوم سے گذارش کی کہ وقت آگیا ہے کہ مسلمان سمندروں پر قبضہ کریں اور جبتک جزیرہ قبرص اور بحیرہ روم کے باقی جزیروں پر قبضہ نہیں کیا جاتا۔ فلسطین اور شام کے ساحلی علاقوں کے لئے رومی خطرہ پیدا کرتے رہیں گے۔ جناب عمر فاروقؓ کے سامنے جناب علاؓ بن الحضرمی کی مثال موجود تھی انہوں نے صوبہ فارس پر قبضہ کرنے کے لئے بحرین میں ایک بحری فوج تیار کی تھی۔ اور اس فوج نے صوبہ فارس پر حملہ بھی کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی اور جناب فاروقؓ کو اس فوج کی امداد کے لئے بصرہ سے بڑے لشکر بھیجنا پڑے۔ یہ کہانی پہلی کتاب کے پچیسویں باب میں بیان کی جا چکی ہے۔

چنانچہ جناب فاروقؓ نے بحری جنگوں کے سلسلہ میں جناب عمروؓ بن عاص سے مشورہ کیا جو مصر کو فتح کر چکے تھے۔ جناب عمروؓ بن عاص کا جواب طبری اور ابن خلدون دونوں نے نقل کیا ہے۔ جناب ابن عاصؓ نے سمندر کی بڑی بھیانک تصویر پیش کی کہ وہاں پر پانی اور آسمان کے بغیر اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اور لوگ کشتیوں پر اس طرح سوار ہوتے ہیں جس طرح لکڑی پر کیڑا۔ اگر یہ کشتیاں الٹ پلٹ ہو جائیں تو لوگ ڈوب جاتے ہیں۔ اور اگر کشتیوں کو کچھ نہ ہو تو لوگ صحیح و سالم رہتے ہیں۔

جناب فاروقؓ کا فیصلہ

جناب عمر فاروقؓ نے جب یہ حالات سُنے۔ تو آپ نے بحری جنگ کی اجازت نہ دی اور فرمایا "بخدا مجھے ایک مسلمان کی جان پوری سلطنتِ روم سے زیادہ عزیز ہے۔ اور ہم نے سُنا ہے کہ بحیرہ شام (بحیرہ روم) خشکی کے طویل ترین حصہ کے قریب ہے اور روز و شب اللہ تعالیٰ

Marfat.com

سے اجازت مانگتا ہوں کہ وہ سیلاب کی صورت میں آگے بڑھ کر زمین کو غرق کر دے تو میں ایسے کافر اور پیچیدہ سمندر پر کیسے مسلمانوں کو سوار کردوں۔"

تبصرہ

ہمارے پاس کوئی واضح ثبوت نہیں کہ ہم اِس خط یا حضرت عمرؓ کے بیان کی تردید کر سکیں۔ خط کا پہلا فقرہ ہمارے لئے نیا نہیں ہے۔ اِس قسم کی ہدایات جناب فاروقِ رضؓ نے اکثر دیں۔ جن کا ذکر پہلی اور دوسری کتاب میں ہو چکا ہے، کہ اسلام خواہ مخواہ مسلمانوں کو کسی مشکل میں ڈالنے کے حق میں نہیں۔ اور صرف سلطنت پر قبضہ کرنا مسلمانوں کے مقصد میں شامل نہ تھا۔ مسلمان یہ چاہتے تھے، کہ انہیں دنیا کو اللہ کے احکام سے آگاہ کرنے کی اجازت ہو۔ اور جہاں پر لوگ اِن احکام کو تسلیم کر لیتے تھے، وہاں پر مسلمان اِن احکام کو جاری و ساری کرتے تھے قیصرِ روم ان احکام کے نفاذ میں رکاوٹ ڈال رہا تھا اور مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنا چاہتا تھا، تو ضروری تھا کہ اُس کے مزاج کو درست کیا جاتا۔

جہاں تک خط کے دوسرے فقروں کا تعلق ہے تو اُس میں جناب عمرؓ نے پانی یا سمندر کے شعور کی بات کی ہے کہ اگر اُس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے تو وہ زمین پر غالب آسکتا ہے۔ اُس زمانے میں بہت کم لوگوں کو معلوم تھا کہ پانی خشکی سے آتنا زیادہ ہے لیکن شک یہ پڑتا ہے کہ کیا حضرت عمرؓ سمندر سے ڈرتے تھے اور کیا حضرت عمرؓ اسلام کو خشکی تک محدود رکھنا چاہتے تھے؟ ہمارا خیال ہے، کہ حضرت عمرؓ کے خطوط یا ہدایات کے آدھے حصوں کو بیان کیا گیا ہے۔ بے شک انہوں نے اُس زمانے میں جنگ کی اجازت نہ دی ہوگی، بلکہ صرف تیاری کے احکام دیئے ہوں گے ورنہ آپ کی وفات کے چار سال کے عرصہ میں مسلمان سمندروں پر کیسے چھا سکتے تھے آگے تفصیل آتی ہے کہ جب قبرص پر حملہ کیا گیا تو اس میں مصر سے آکر بھی فوج شامل ہوئی تھی۔ اگر امیر معاویہؓ اِس تجویز کے اکیلے بانی ہوتے تو مصر کی بحری فوج قبرص کی جنگ میں کیسے شامل ہو جاتی۔ پھر حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد جناب عمروؓ بن عاص تو رومیوں کے ساتھ خشکی پر لڑتے رہے، کہ انہوں نے دوبارہ سکندریہ پر قبضہ کر لیا تھا اور دوسرے گورنر جناب عبداللہؓ افریقہ پہنچ گئے تو مصر میں بحری جنگ کی تیاری کس کے حکم کے تحت ہوتی رہی

Marfat.com

اور اتنا جلدی تیاری کیسے ہو گئی ؟ ظاہر ہے کہ مسلمان خلیفہ اول اور دوم دونوں کے زمانوں سے ایسی تیاریوں میں مصروف تھے۔

حقیقت پسندانہ جائزہ

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے سمندر کی جنگ کو معطل رکھا اور سمندر کو سمجھنے کی تیاری کے احکام دیئے۔ حضور پاکؐ نے تیاری کو جہاد اکبر کا نام دیا ہے اور ظاہر ہے کہ جناب عمرؓ نے بھی تیاری کے احکام دیئے۔ ایک روایت کے مطابق جن لوگوں نے آگے چل کر بحری جنگوں میں حصہ لیا اُن میں مصری ملاحوں کے علاوہ یمن اور خلیج فارس کے مجاہد بھی شامل تھے۔ یہ لوگ کافی پہلے ملک شام میں آچکے ہوں گے اور قرآن پاک میں "سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ" کے احکام ہیں۔ حضور پاکؐ نے قیصر روم تک دور دور لوگوں کو اسلام کی آغوش میں داخل ہونے کی دعوت دی، تو حضرت عمرؓ مسلمانوں کو سمندری سفر یا سمندری جنگوں سے کیسے روک سکتے تھے۔ جنگ بدر کی مشاورت کے وقت جناب سعدؓ بن معاذ اور المقدادؓ، تو حضور پاکؐ کو یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر اُن کو برق الغمد[1] میں کودنا پڑے تو وہ اُس سے بھی گریز نہ کریں گے۔ کہ جہاد میں رکاوٹوں کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اس لیے اسلام کو خشکی پر محدود نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ظاہر کہ جناب معاویہؓ حضرت عمرؓ کے زمانے سے سمندری جہاد کی تیاری میں ضرور مصروف رہے اور جناب عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں تیاری مکمل ہو گئی۔

حضرت عثمانؓ کی ہدایات

حضرت عثمانؓ نے خلافت سنبھالنے کے بعد تمام سپہ سالاروں کو جو ہدایات دیں، وہ بڑی دلچسپ ہیں کہ ان ہدایات میں جناب عثمانؓ کی شخصیت کی ایک جھلک ملتی ہے۔ انہوں نے اپنی ہدایات میں جناب عمرؓ والے دبدبہ کو تو استعمال نہ کیا، البتہ یہ ضرور فرمایا کہ جناب عمرؓ کی تمام ہدایات اُن کے مشوروں کے تحت ہوتی تھیں۔ یعنی جناب عمرؓ اپنے طریق کار کو

---

[1] جلال مصطفےٰ صفحہ ۴۸

Marfat.com

مجلسِ مشاورت کے ساتھ صلاح و مشورہ کے بعد فیصلہ کرتے تھے اور وہ تمام ہدایات اب بھی قائم دائم ہیں یعنی ان پر سختی کے ساتھ عمل جاری رکھا جائے اس سلسلہ میں جناب عثمانؓ کے خط کا متن حسب ذیل ہے :-

تم مسلمانوں کے حامی اور محافظ ہو۔ حضرت عمرؓ نے تمہیں جو ہدایات بھیجی تھیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ بلکہ ہمارے مشورہ سے جاری کی گئی تھیں۔ لہٰذا تمہاری طرف سے اِس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہونا چاہیے۔ ورنہ اللہ تمہیں بھی تبدیل کردے گا اور تمہاری بجائے کوئی دوسرا مقرر ہوگا۔ تم دھیان رکھو کہ تم کیسا کام کرتے ہو، اللہ تعالٰی نے میرے ذمے جو کام مقرر کردیئے ہیں۔ میں ان کی دیکھ بھال کر رہا ہوں "

آپؓ نے اِسی قسم کے خط محصلین اور عوام کے نام بھی لکھے، جن میں فوجی پہلو کم ہیں اِس لیے ہم ان کو یہاں نقل نہیں کر رہے۔ اِن خطوط اور اوپر والے خط سے جناب عثمانؓ کے طریقِ کار اور اُن کی شخصیت کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ چند لفظوں میں وہ سب کچھ کہہ گئے۔ اور جناب عثمان رضؓ پھر پیدا نہیں ہو سکتے۔ لیکن افسوس کہ آپ آگے دیکھیں گے کہ اُن کے ساتھ "عوام" نے کیا کیا۔ اِس خط سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر صوبے میں محصلین الگ تھے، اِس لئے جناب عثمان رضؓ نے نہ صرف مصر میں الگ محصل مقرر کیا۔ بلکہ ہر صوبہ میں ایسے ہی محصلین موجود تھے۔

جناب عثمان رضؓ نے مسلمان سپہ سالاروں، محصلین اور عوام کو چوکنا کردیا تھا کہ وہ ملک میں اندرونی انتظام کو صحیح چلانے اور سرحدوں کی حفاظت میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں - جناب عثمانؓ کے زمانے میں پہلے دو خلفائے راشدین کے مقابلے میں سلطنت کو زیادہ وسعت حاصل ہوگئی تھی۔ مغرب میں مسلمان ٹیونس تک پہنچ چکے تھے۔ شمال میں عموریہ سے ہوتے ہوئے آرمینیہ، جزیرہ، آذربائیجان، جھیل کیپسن، طبرستان اور دریائے جیحون تک سرحد جاتی تھی۔ مشرق میں کابل، زبلستان سے ہوتے ہوئے مکران اور دریائے سندھ کے علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہوگئے تھے۔ اِن حالات میں رومیوں نے دیکھا کہ جزیرہ کے علاقوں میں اسلامی فوج کم ہے تو انہوں نے کوشش کی کہ وہ علاقے مسلمانوں سے واپس لے لئے جائیں۔

Marfat.com

محاذ عراق اور محاذ شام کی ملی جلی کارروائی

چنانچہ رومی جنرل بطریق جندران نے ایک بڑی فوج اکٹھی کی، اور خبر ملی کہ قونیہ ہومس اور قس کے علاقوں میں کوئی اسی ہزار فوج اکٹھی ہو چکی ہے۔ جناب امیر معاویہ رضؓ کی طرف سے ان سرحدوں کی ذمہ داری پر جناب حبیبؓ بن مسلمہ مامور تھے۔ پہلے وہ حمص میں تھے۔ لیکن پھر آگے قنسرین کو مرکز بنا کر انہوں نے آگے پیش قدمی کی۔ جناب معاویہ رضؓ اُس زمانے میں بحری جنگوں کی تیاری میں مصروف تھے، جن کا ذکر آگے آئے گا۔ چنانچہ انہوں نے خلیفہ سوم کو حالات سے باخبر کیا کہ عراق سے کسی فوج کو بھیج کر اُن کے افسر جناب حبیبؓ بن مسلمہ کی مدد کی جائے۔ عراق میں کوفہ کے عامل کی ذمہ داری کا علاقہ شام کے محاذ کے نزدیک تھا جس کا مکمل ذکر اگلے باب میں آئے گا۔ بہرحال اُس زمانے میں جناب ولیدؓ بن عقبہ کوفہ کے عامل بن چکے تھے اور وہ خود آذربائیجان سے نیچے کچھ علاقوں میں بغاوتیں فرو کرنے کے کام میں لگے ہوئے تھے۔

آرمینیا کی فتح

جناب ولید رضؓ نے اپنے لشکر سے سلمانؓ بن ربیعہ کو الگ کیا اور حبیبؓ بن مسلمہ کی امداد کے لئے بھیج دیا۔ اِس مہم کو سمجھنے کے لئے نقشہ یازدہم سے استفادہ کریں جہاں دونوں مسلمان سپہ سالاروں کے رابطے کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جناب حبیب رضؓ بن مسلمہ، البتہ عراق کی امدادی فوج کے آنے سے پہلے ہی روانہ ہو چکے تھے۔ پھر اُن کو خبر ملی کہ بطریق جندراں کا ایک جرنیل جس کا نام موریان ہے وہ جیش المقدم کے ساتھ آگے بڑھنے کی تیاری کر رہا ہے۔ جناب حبیبؓ نے اس کو مہلت نہ دی اور اُس کی پیش قدمی سے پہلے ہی اُس کو جالیا۔ علاقہ مشکل تھا۔ اور دونوں لشکروں کے درمیان چھوٹے چھوٹے ٹیلے آجاتے تھے جو مسلمانوں کو متحرک طرزِ جنگ کے راستے میں رکاوٹ بن جاتے تھے۔ اِس لئے جناب حبیب رضؓ نے چند مجاہدین کو اکٹھا کر کے فیصلہ کیا کہ شبخون مار کر رومی جنرل موریاں کا خاتمہ کیا جائے۔ جناب حبیب رضؓ

Marfat.com

کی زوجہ محترمہ اُم عبداللہؓ بن یزید کہیں نزدیک تھیں۔ انہوں نے ساری بات سن لی۔ جناب حبیبؓ رات کے اندھیرے میں چھپ کر موریاں کے خیمے تک پہنچ گئے اور موریاں کے نگہبانوں کو تہ تیغ کردیا۔ پھر مجاہدین موریاں پر جھپٹ پڑے اور جس مجاہد نے موریاں کا سر قلم کیا وہ مجاہد کی بجائے اسلام کی مجاہدہ اور جناب حبیبؓ کی اپنی زوجہ تھیں جنہوں نے بھیس تبدیل کرکے مردوں کے کپڑے پہن لئے تھے۔ جناب حبیبؓ امیر معاویہؓ کے زمانے میں ایک جنگ میں شہید ہوگئے تھے تو ان کی زوجہ محترمہ اُم عبداللہؓ کی عزت افزائی کے لئے متعدد مجاہدین نے ان سے نکاح کی درخواست کی لیکن یہ عزت عظیم صحابی جناب ضحاکؓ بن قیس فہری کو نصیب ہوئی۔

موریاں کے خاتمے کے بعد رومی لشکر وہاں سے بھاگ گیا اور اسی دوران جناب سلمانؓ بن ربیعہ بھی جناب حبیبؓ کے ساتھ آکر مل گئے سلمان رضؓ کے لشکر کی تعداد کوئی دس ہزار بتائی جاتی ہے۔ اس کے بعد دونوں سپہ سالاروں نے مل کر آرمینیا کے کافی علاقے پر قبضہ کرلیا بلکہ بطریق جندران بھی مسلمانوں کے خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اُس کا نام استعمال کیا گیا تھا۔ ورنہ وہ مسلمانوں کا وفادار ہے۔ اُس نے وہ امن نامہ پیش کیا جو جناب عیاضؓ بن غنم نے اُسے کو دیا تھا۔ دونوں صحابیوں نے جناب عیاضؓ جیسے عظیم صحابی کا امان نامہ دیکھا تو انھوں نے جندراں کو معاف کردیا اور بیلقان اور بردعہ کے شہروں پر قبضہ کرلیا۔

جناب معاویہؓ کی پیش قدمی

اس دوران جناب معاویہؓ نے انطاکیہ کے مقامات سے آگے پیش قدمی کی اور رومیوں نے انطاکیہ اور طرطوس کے درمیان تمام تر قلعے خالی کردیئے۔ مسلمانوں نے ان قلعوں کو مسمار کردیا۔ رومیوں کا طریقہ تھا کہ سردیوں سے پہلے کسی قلعہ پر آکر قبضہ کرلیتے تھے۔ مسلمان اہل لشکر سردیوں میں کسی قلعہ کا محاصرہ کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ اس طرح رومی سردیوں میں ان علاقوں پر قابض ہوجاتے تھے۔ جناب معاویہؓ کی پیش قدمی کا نقشہ ذہن پر مطالعہ کریں تو اس پیش قدمی اور حکمت عملی کو خود بخود سمجھ آجائے گی۔ مسلمان اب بحری جنگوں کی تیاری کر رہے تھے اور ان کا پہلا حملہ قبرص پر تھا۔ اس لئے حکمتِ عملی کے طور پر اناطولیہ کے کچھ نزدیکی ساحلی

Marfat.com

علاقوں پر قبضہ کی ضرورت تھی۔

قبرص پر پہلا حملہ

جزیرہ قبرص جس کو (CYPRUS) کہتے ہیں اور آج بھی مسلمانوں اور غیروں کے درمیان وجہ نزاع ہے۔ یہ ملک کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ چنانچہ اسلام کی تاریخ کا پہلا بحری حملہ اسی جزیرہ پر ہوا۔ جس میں امیر معاویہ رض گورنر شام اور جناب عبداللہ رض بن ابی سرح گورنر مصر دونوں شریک ہوئے تھے۔ بحری جنگوں میں اِن دونوں صحابہؓ کا مقام اولین حیثیت رکھتا ہے۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ پچھلے باب میں ذکر ہو چکا ہے کہ رومی جب سکندریہ سے ناکام بھاگے تو وہ کافی زیادہ کشتیاں سکندریہ کی بندرگاہ میں چھوڑ گئے تھے۔ جناب عبداللہؓ نے اُن سب کشتیوں کا خوب استعمال کیا۔ گو اِن کشتیوں کے ملاح زیادہ تر مصری ہی تھے، لیکن مجاہدین جنہوں نے حملہ میں حصّہ لیا اُن سب کا تعلق عرب سے تھا، اور سب مسلمان تھے۔ اور کچھ روایات ہیں کہ کشتی بان کے طور پر بھی صرف اُن مصریوں کو استعمال کیا گیا جو اسلام کے دائرہ میں داخل ہو چکے تھے۔

جناب معاویہؓ نے بحری جنگ کی زیادہ تیاری قساریہ کے مقام پر کی تھی، کہ جناب فاروق اعظمؓ کی خلافت کے زمانے میں جناب معاویہ رض نے اِس شہر کے محاصرہ پر کافی وقت گذارا۔ اور اُسی زمانے میں جناب معاویہ رض سمندر پر قبضہ کی ضرورت کو بھانپ چکے تھے۔ بہرحال پورے شام پر قبضہ اور عملداری کے بعد بیروت، صور (TYRE) اور طرابلس الشام (TRIPOLY) کی بندرگاہوں پر بھی مسلمانوں کا قبضہ تھا اور یہ مقامات چونکہ قبرص کے نزدیک تھے۔ اِس لئے شام کے علاقے سے مجاہدین حملہ کے لئے اِن مقامات سے کشتیوں پر سوار ہوئے تھے۔

جناب عثمانؓ کے احکام

جناب عثمان رض نے جناب معاویہؓ کو بحری جنگ کی اجازت دیتے ہوئے یہ ہدایات بھی دی

Marfat.com

تھیں کہ وہ از خود اس مہم کی قیادت کریں گے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو اپنی زوجہ محترمہ کو بھی ساتھ لے جائیں۔ ساتھ ہی جناب عثمانؓ نے لکھا کہ عظیم صحابہؓ جو شام اور مصر میں ہیں اُن کو دعوت دیں کہ وہ دستوں کی کمانڈ کریں۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ میں سے جناب عبادہؓ بن صامت اور ان کی زوجہ محترمہ اُم حرام، جناب ابوذر غفاریؓ، جناب المقدادؓ، جناب الدرداءؓ، جناب شداد رضؓ بن اوس، جناب عبداللہؓ بن قیس جناب سفیان ازدیؓ ان جنگوں میں شریک ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ حکم بھی دیا کہ صرف وہی لوگ جہاد میں شریک ہوں جو خوشی سے رضاکارانہ طور پر اس جنگ میں شرکت کرنا چاہیں۔ دونوں موخرالذکر صاحبان یمن کے علاقے کے ہونے کی وجہ سے سمندر کے حالات سے واقف تھے۔ بحری جنگ میں ایسے لوگوں کی ضرورت بھی تھی۔

تبصرہ

یہاں ایک نکتہ کی وضاحت ضروری ہے۔ جہاد سب مسلمانوں پر فرض ہے اور جب کسی طرف جہاد پر جانے کے احکام مل جائیں، تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وُہ فلاں کام میں، معروف ہے۔ صرف امیر کی اجازت سے ہی کوئی آدمی کسی اور کام کے لئے پیچھے رہ سکتا ہے اور پھر جتنے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے اتنے آدمیوں کو جہاد پر بھیجا جاتا ہے اور یہ حکومت کی مرضی ہوتی ہے کہ کس کو کس طرف بھیجا جائے۔ لیکن یہاں پر حکم سخت نہ تھا۔ کچھ لچک رکھی گئی کہ سمندر کی جنگ کا پہلا تجربہ تھا اور محدود ضرورت تھی۔ اس کا یہ مطلب نہ سمجھ لیا جائے کہ جہاد جو فرض کفایہ ہے، اُس سے گریز بھی کیا جا سکتا ہے۔ اِس پہلو کو ہم جلالِ مصطفےٰؐ کے آٹھویں باب میں اچھی طرح سے اللہ تعالےٰ کے احکام کے تحت عملی طور پر واضح کر چکے ہیں کہ جہاد سے گریز کی اجازت نہیں۔ بدقسمتی سے تفرقہ ڈالنے والوں نے یہ شوشہ بھی چھوڑ دیا کہ خلفائے راشدین کے زمانے میں کچھ صحابہ کرام رضؓ نے عملی طور پر جہاد میں حصّہ نہ لیا۔ وہ خلیفہ وقت کے ساتھ اختلاف کی وجہ سے تھا اور جہاد میں شرکت اپنی مرضی سے ہوتی ہے۔ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ بلکہ عظیم صحابہ اور کاموں پر لگے ہوئے تھے۔ اور اختلاف ہو بھی، تو جہاد فرض ہے کہ امام حسین رضؓ نے یزید کے ساتھ اختلافات ہوتے ہوئے بھی میدان کربلا میں ایک شرط یہ پیش کر دی تھی کہ اُن کو جہاد پر جانے دیا جائے۔ ہم اس کی

Marfat.com

مزید وضاحت چوتھی کتاب کے آخری ابواب میں کریں گے ۔

حضرت عثمانؓ کی مزید ہدایات

چنانچہ حضرت عثمانؓ نے جناب معاویہؓ کو مزید یہ لکھا، کہ جناب عمرؓ نے جب سمندری جنگ کی اجازت نہ دی تھی، تو انہوں نے ایسا ہمارے ساتھ مشورہ کے بعد کیا تھا۔ اور جناب عمرؓ کے اُس خط کی نقل بھی موجود ہے جو انہوں نے اِس سلسلہ میں آپ کو لکھا تھا۔ اِس کے باوجود اب حالات میں تبدیلی کے تحت میں آپؓ کو اِس مہم کی اجازت دیتا ہوں۔ اور عبداللہؓ بن سعد آپؓ کی امداد کے لئے مصر سے بحری فوج لے کر آ رہے ہیں ۔

جنرل گلب اپنی کتاب میں اِس خط پر یہ تبصرہ کرتا ہے کہ بڑی حیرانگی کی بات ہے کہ اُس زمانے میں مسلمان امرا اپنے خطوط کی کاپیاں یا نقلیں بھی دفتر کے ریکارڈ میں رکھتے تھے"۔ بے شک دینِ فطرت کے پیروکار زبانی وعدہ اور احکام پر دل و جان سے عمل کرتے تھے لیکن ہمارے آقا کا فرمان ہے، کہ جب کوئی وصیّت یا وعدہ کرو تو بہتر ہوتا ہے کہ کسی کو اُس پر گواہ بنالو۔ اور اگر ایسی بات لکھ دی جائے تو اور بہتر ہے"۔ اس وجہ سے مسلمان خلفا اپنی اکثر ہدایات کی نقلیں سنبھال کر رکھتے تھے اُن نقلوں اور روایتوں کو صحیح رکھنے کی وجہ سے صحابہ کرام کے عظیم فرزندوں نے چالیس المغازیؒ کی کتابیں لکھیں جن کا اکثر ذکر ہو چکا ہے اور ہماری موجودہ تاریخیں یعنی ابن اسحق، ابن سعد، اور واقدی کی تاریخ انہی کتابوں سے تیار کی گئیں بلکہ محدثین نے بھی اِن کتابوں سے استفادہ کرکے فقہ کی کتابیں لکھیں ۔

قبرص کی فتح

قبرص پر بحری حملہ کے سلسلہ میں مورخین کسی تفصیل میں نہیں جاتے کہ لشکر کی تعداد کتنی تھی۔ اور شام والی فوج اور مصر والی فوج میں رابطہ کہاں پر اور کیسے قائم ہوا۔ اور نہ

ع۔ المغازی فلسفہ جنگ کو کہتے ہیں ۔

Marfat.com

ہی یہ تفصیل موجود ہے کہ قبرص کو فتح کرنے والی افواج، قبرص کے کونسے علاقے میں جاکر اُتریں۔ پس اتنا کہا جاتا ہے کہ جناب عبداللہؓ بن ابی سرح بھی بحری بیڑہ لے کر شام پہنچ گئے۔ اور امیر معاویہؓ کے لشکر میں اور کون تھا اس پہلو کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ بحری جنگوں کے لئے بڑی تیاریوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جنگ کی حالت میں ایک کشتی میں بیٹھ کر دریا کو عبور کرنے کے لئے کتنے جتن کرنے پڑتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں سائنس کی اتنی ترقی کے باوجود ایسی جنگوں کے لئے بڑی تیاری اور اعلٰی پایہ کے رابطے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ہم صرف یہ تبصرہ کریں گے کہ مسلمانوں نے بھرپور تیاری کی رابطہ اعلٰی پایہ کا تھا۔ تجویز کافی سوچ بچار کے بعد بڑے اعلٰی پایہ کی اور عملی بنائی گئی، تو تب ہی مسلمانوں کے لئے یہ مشکل اور اپنی قسم کی پہلی مہم اس شاندار طریقہ سے سرانجام پاگئی۔

حیران کن کارروائی

شام کے ساحل پر سے کشتیوں میں بیٹھ کر مسلمان مجاہدین قبرص کی طرف روانہ ہوگئے اور جب مسلمان مجاہدین قبرص کے ساحل پر اُترے تو وہاں کے لوگ اور حکومت حیران رہ گئی کہ یہ مسلمانوں کی ایک حیران کن کارروائی تھی۔ اہل قبرص نے شاید اُس وقت تک کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ مسلمان اِس طرح کشتیوں میں سوار ہوکر بحیرہ روم کو عبور کرلیں گے اور اُن کے ملک کے چپہ چپہ پر چھا جائیں گے۔ قبرص کی کسی بندرگاہ کے دفاع کا بندوبست تو ضرور ہوگا۔ لیکن سارے ساحل کا دفاع اس زمانے کی سوچ میں ابھی نہ آیا تھا۔ اور مسلمانوں نے اپنی پہلی بحری جنگ میں دنیا کی عسکری تاریخ میں ایک نئے طریق کار کو جنم دیا۔

چنانچہ روم کی طرف سے قبرص کے گورنر نے مسلمانوں کی اطاعت منظور کرلی، اور مسلمانوں کو سالانہ سات ہزار دینار خراج دینے پر رضامند ہوگیا۔ یہ وعدہ بھی کیا کہ وہ جزیرہ قبرص کو مسلمانوں کے خلاف کسی کارروائی کے لئے رومیوں کو استعمال کرنے کی اجازت نہ دے گا۔ علاوہ اُس طرف کوئی بڑا رومی بحری بیڑہ آیا، تو قبرص کی حکومت مسلمانوں کو بروقت خبر بھی دیگی۔ البتہ قبرص کے گورنر نے یہ اجازت چاہی کہ اسے اہل روم کو بھی خراج دینے کی اجازت

Marfat.com

ہو، کہ اُن کے ساتھ بھی اس کا وعدہ قائم رہ سکے۔ دوسرے لفظوں میں قبرص کا گورنر غیر جانبدار رہنے کی ایک ظاہراً سعی کر رہا تھا۔ مسلمان یہ نہ چاہتے تھے، کہ قبرص خواہ مخواہ میدان جنگ بنے۔ اِس لئے اُن کو قبرص اور اہل روم کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات پر کوئی اعتراض نہ تھا۔

اسلامی لشکر اور بحیرہ روم

قبرص میں فوجیں اُتارنے میں کئی مقصد تھے۔ اوّل، تو مسلمان بحیرہ روم کے اندر داخل ہونے کی ایک سعی کر رہے تھے اور سمندری حالات سے واقف ہونا چاہتے تھے۔ اِس کام کے لئے قبرص کا جزیرہ موزوں ترین جگہ تھی۔

دوم: قبرص کے ساتھ تعلقات رکھ کر مسلمان اہل روم کے بحری بیڑہ کا کھوج آسانی سے لگا سکتے تھے۔ اِس لئے مسلمانوں نے جان بوجھ کر آسان اور سہل شرطوں پر سمجھوتہ کر لیا کہ سمندر میں اُن کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ روایت ہے کہ مسلمانوں نے جناب معاویہؓ کے حکم کے تحت پچاس سمندری حملے کئے۔ البتہ مورخین نے وضاحت نہیں کی کہ یہ حملے تجرباتی تھے یا عملی اور کتنے حملے قبرص کی فتح سے پہلے کئے، کتنے اناطولیہ کے ساحل پر کئے اور کتنے حملے بعد میں جزیرہ روڈس یا آبنائے باسفورس کے علاقوں میں کئے۔ بہرحال قبرص کی پہلی فتح ۲۸ ہجری میں ہوئی اور شاید سال کے آخری مہینے ہوں گے کہ جناب عبداللہؓ بن ابی سرح افریقہ کی فتوحات سے ۲۸ ہجری کے شروع ہی میں واپس آ گئے تھے۔

مسلمانوں کی پہلی بحری جنگ

مُسلمانوں کی قبرص کی فتوحات نے اہل روم کو پریشان کر دیا۔ وہ فکرمند ہو گئے کہ مسلمان سمندروں میں داخل ہو رہے تھے۔ اہل روم کے پاس مسلمانوں کے خلاف تین بڑی کاوٹیں تھیں۔ اناطولیہ کے پہاڑ۔ سردی کا موسم اور سمندر، مسلمان اِن تینوں رکاوٹوں کو ختم کرنے کی کوشش میں تھے۔ لیکن ایسے کاموں پر وقت لگتا ہے۔ اہل روم یہ چاہتے تھے، کہ مسلمانوں

Marfat.com

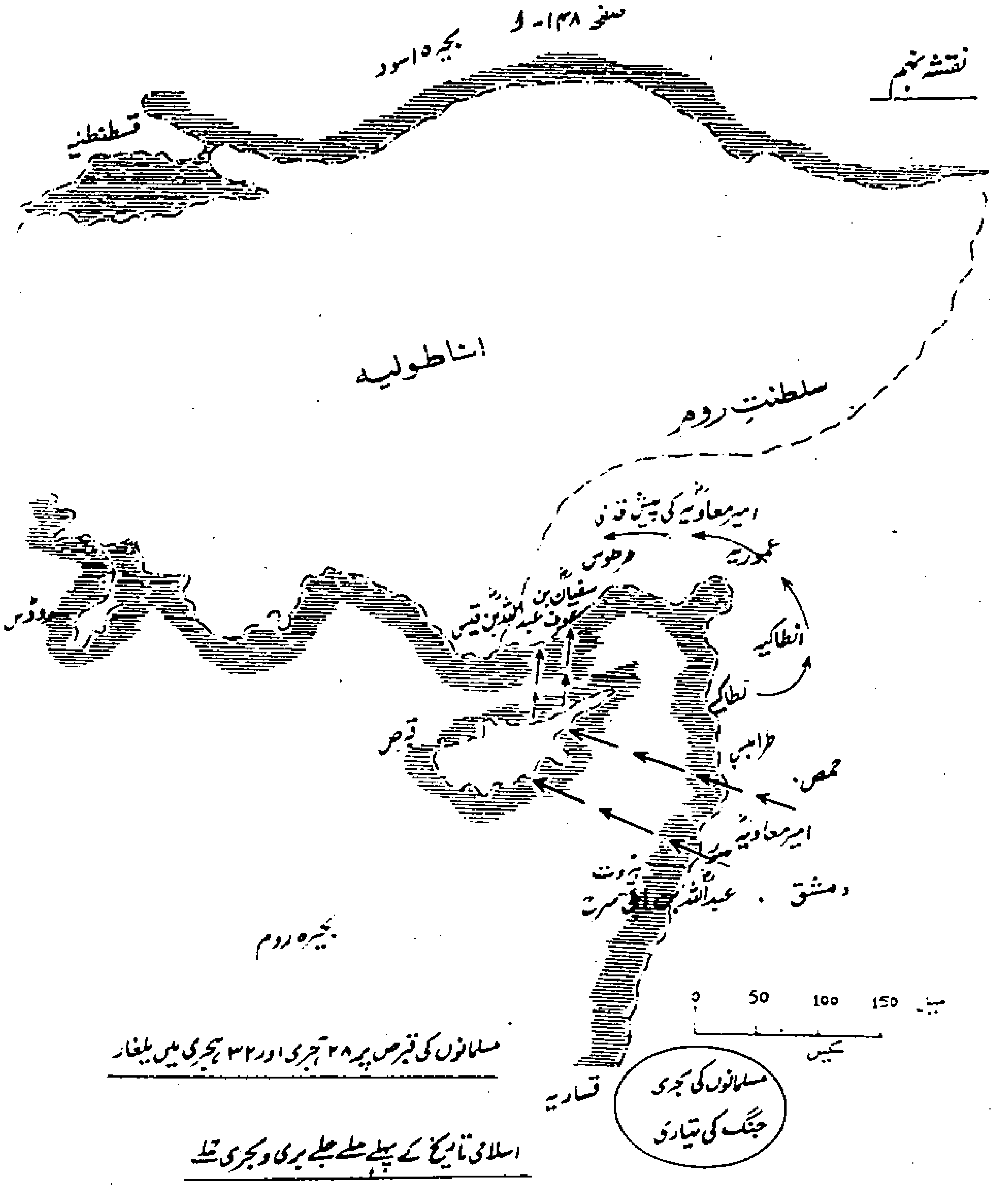

نقشہ نمبر
صفحہ ۱۴۸ - ۱
بحیرہ اسود
قسطنطنیہ
اناطولیہ
سلطنت روم
امیر معاویہؓ کی پیش قدمی
عموریہ
انطاکیہ
قبرص
حمص
امیر معاویہؓ
بیروت
دمشق
بحیرہ روم
قساریہ
0 50 100 150
مسلمانوں کی قبرص پر ۲۸ ہجری اور ۳۲ ہجری میں یلغار
مسلمانوں کی بحری جنگ کی تیاری
اسلامی تاریخ کے پہلے جلے بری و بحری حملے

Marfat.com

نے جو بحری بیڑہ یا کشتیاں بنا لی ہیں، اُن کو سمندر میں غرق کر دیا جائے۔ بلکہ اہل روم کی نظر سکندریہ پر تھی اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ کسی طرح سکندریہ پر قبضہ کرنے کی ایک اور کوشش کی جائے۔

چنانچہ اہلِ روم نے ایک بہت بڑا بحری بیڑہ تیار کیا جس میں تقریباً پانچ سو جہاز تھے۔ اہل روم کو معلوم تھا کہ مسلمانوں کا چھوٹا سا بحری بیڑا مصر کے ساحل کے نزدیک ہے۔ اِس لئے اُن کے بیڑے نے بھی مصر کے ساحلوں کی طرف رُخ کیا۔ اگر وہ نئے اسلامی بحری بیڑے کو سمندروں میں شکست دے دیتے تو سکندریہ پر قبضہ ضرور کر لیتے خواہ یہ قبضہ عارضی ہی ہوتا۔ اور اِس سے اہلِ روم کئی مقصد حاصل کر سکتے تھے۔ مسلمانوں نے جو دور تک افریقہ کے ساحل پر قبضہ کیا ہوا تھا اُس میں خلل پڑ جاتا اور قبرص پر بھی قبضہ نہ رہ سکتا تھا۔ مسلمانوں نے اُس وقت تک جتنی کشتیاں یا جہاز حاصل کئے تھے اُن سب کو ڈبو دیا جاتا۔ یا یہ جہاز مسلمانوں سے چھین لئے جاتے، تاکہ مسلمان بحری طاقت نہ بن سکیں۔

گو قبرص والوں نے مسلمانوں کے رومی بیڑہ کی حرکت کے بارے میں کوئی خبر نہ دی لیکن مسلمانوں نے اب سمندر کی مخبری بھی شروع کر دی تھی۔ اُن کو رومی بحری بیڑہ کی حرکت کی خبر مل گئی۔ لیکن وہ گہرے سمندر میں جا کر جنگ کرنے کا اُس وقت تک ارادہ نہ رکھتے تھے اور اُن کے جہاز ہلکے پھلکے تھے اور وہ ساحل کے نزدیک ایک پھیلاؤ میں تھے۔ جناب عبداللہؓ بن ابی سرح مسلمانوں کے پہلے بحری جرنیل کہے جا سکتے ہیں اس لئے اُن کو اسلام کا پہلا عملی امیرالبحر، ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اُن کی باقی کارکردیوں پر سیر حاصل تبصرہ ہو چکا ہے۔

صواری کی جنگ

نقشہ دہم پر اِس بحری جنگ کا ایک خاکہ ہے کہ ہمارے لحاظ سے یہ پہلی بحری جنگ تھی دوسری کا ذکر آگے آئے گا۔ اِس جنگ میں رومی جہاز سکندریہ کے نزدیک جب مصر کے ساحل کے پاس پہنچے، تو شام کا وقت ہونے والا تھا اور ہوا تھم گئی تھی چنانچہ طرفین نے کشتیوں اور جہازوں کے بادبان کھول دیئے اور جو جہاز جہاں تھے ادھر ہی لنگر انداز ہو گئے۔ مسلمان

Marfat.com

اُس وقت تک دفاعی جنگ کے لئے صف بندی کر رہے تھے۔ لیکن جب رومی جہاز لنگر انداز ہوگئے تو جناب عبداللہؓ نے رات ہی کے وقت تجویز بنائی تاکہ صبح سویرے مسلمان مجاہدین چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں سوار ہوکر رومی جہازوں کے نزدیک پہنچ جائیں چنانچہ اس تجویز کے تحت مسلمانوں نے صبح سویرے رومی جہازوں کے نزدیک پہنچ کر اُن پر حملہ بول دیا۔

طریقہ یہ تھا کہ مسلمان تیراندازی کی مدد سے جہاز کے نزدیک پہنچ جاتے تھے اور پھر جہازوں یا بڑی بڑی کشتیوں کے عرشے پر چڑھ جاتے اور رومیوں کو نیزوں یا تلواروں سے تہ تیغ کر دیتے۔ بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی۔ رومی جو مصر کے ساحل پر اُترنے کی اُمید میں آئے تھے، اُن کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اُن کے کئی جہاز اور کشتیاں ڈبو دی گئیں۔ جانی نقصان کی کوئی حد نہ رہی۔ رومی سمندر کے سفر سے تھکے ہوئے تھے۔ مسلمان تازہ دم تھے اور ساحل کے نزدیک تھے۔ وہ چھوٹی کشتیوں کے ساتھ جس طرف چاہتے تھے حرکت کر سکتے تھے رومیوں کے نقصان کا اندازہ مشکل ہے کہ ہر چیز سمندر کی تہ میں چلی گئی۔ کچھ لاشیں سمندر میں تیرتی نظر آئیں یا سمندر نے بعد میں زمین پر پھینک دیں رومیوں کے پاس اب صرف ایک صورت رہ گئی تھی کہ جو کشتیاں یا بڑے جہاز بچ گئے تھے اُن پر سوار ہوکر بھاگ جائیں انہوں نے لڑتے ہوئے اُن کے بادبان باندھے اور سمندر کی راہ لی۔ مسلمانوں نے محدود تعاقب کیا اور ایسا تعاقب نہ کر سکے جس طرح وہ ریگستان میں کرتے ہیں۔ اِس کو صواری کی جنگ بھی کہتے ہیں کہ جہازوں کے بادبان کھلے ہوئے تھے۔

جنرل گلب سمیت کئی مغربی مبصرین نے یہ تبصرہ بھی کیا ہے، کہ رومی بحری بیڑہ کو اتنی سخت شکست ہوئی تھی، کہ اگر مسلمان مجاہد اُن کا سمندر میں تعاقب کرتے، تو کوئی بھی رومی بچ کر واپس نہ جاتا اور رومیوں کو مسلمانوں کے ساتھ دوسری بحری جنگ لڑنے کی اتنی جلدی یعنی تین سال بعد میں ہمت نہ ہوتی، ہمارے لحاظ سے مسلمانوں نے بہت اچھا کیا، جو تعاقب نہ کیا، ہلکے پھلکے جہازوں کو گہرے سمندر میں لے جانا مشکل ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ کی تنبیہ کام آ رہی تھی۔ مسلمانوں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا اور رومی اپنے مقصد میں ناکام ہوئے۔ یہ جنگ ہماری عسکری تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

Marfat.com

قبرص پر دوسرا حملہ

رومیوں کے بحری بیڑہ کا اِس طرح مصر کے ساحل تک پہنچ جانا ایک بڑی ہمت والی کارروائی تھی اور وہ آئندہ بھی ایسی کارروائی کر سکتے تھے۔ مسلمانوں نے اِس بیڑے کا سمندر کے اندر تو تعاقب نہ کیا۔ لیکن تعاقب سے جو ثمرات وصول کئے جا سکتے تھے، اِن کے لئے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا، کہ شام کے ملک سے جناب معاویہ رضؓ نے ایک لشکر جرار کے ساتھ قبرص پر حملہ کر کے اُس پر مکمل قبضہ کر لیا اور وہاں پکے طور پر بارہ ہزار مجاہدین کو تعینات کر دیا گیا۔ قبرص کے گورنر نے مسلمانوں کو رومی بیڑے کی حرکت کی کوئی خبر نہ دی تھی، بلکہ قبرص سے بھی کئی کشتیاں اور جہاز اِس رومی بحری بیڑہ میں شامل ہو گئے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کی مہم نے اُن لوگوں کے خلاف بھی کارروائی کی جو رومیوں کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور ساتھ ہی قبرص کو اسلامی سلطنت کا حصّہ بنا لیا۔

جناب معاویہ رضؓ نے قبرص کے علاقہ میں جناب عبداللہؓ بن قیس کو امیر البحر مقرر کیا اور اُن کو حکم دیا کہ قبرص سے اناطولیہ کے ساحل پر بحری حملے کئے جائیں۔ اِن حملوں کی نشاندہی بھی نقشہ دہم میں کی گئی ہے اور ایسے ہی ایک حملے میں عبداللہؓ بن قیس شہید ہو گئے۔ دراصل وہ باقی مجاہدین سے کچھ الگ ہو گئے تھے اور اُن کی شہادت کے بعد رومیوں نے بڑی خوشیاں منائیں، کہ اُن کے نام سے سارا اناطولیہ خوف و ہراس سے کانپنا شروع ہو جاتا تھا۔ رومیوں کی یہ خوشیاں کچھ پکی قسم کی نہ تھیں کہ جناب عبداللہ رضؓ کے جانشین جناب سفیانؓ بن عوف ازدی نے یہ بحری کارروائیاں زیادہ بھرپور طریقے سے جاری رکھیں کہ آپ کا تعلق قبیلہ ازد سے تھا اور آپ یمن کے علاقہ میں بحری سرگرمیوں کی تربیت حاصل کر چکے تھے۔ آپ بھی ایک بحری جنگ میں شہید ہوئے کہ مسلمانوں نے اپنا رخ جزیرہ روڈس کی طرف کر لیا تھا۔ لیکن اب مسلمان ایک بحری طاقت بن چکے تھے۔

دوسری بحری جنگ

مسلمانوں کی اِن بھرپور بحری کارروائیوں اور قبرص پر قبضہ کے بعد رومیوں کو معلوم

Marfat.com

ہو رہا تھا کہ مسلمان جلد ہی بحیرہ روم پر مکمل قبضہ کر لیں گے۔ اِس لئے انہوں نے مسلمانوں کو بحیرہ روم میں آگے بڑھنے سے روکنے کی ایک اور کوشش کی۔ اِس بحری جنگ کو بھی نقشہ دہم میں دکھایا گیا ہے اور اِس جنگ کا مقصد قبرص پر دوبارہ قبضہ کرنا تھا۔ کچھ مسلمان مورخین نے صرف ایک بحری جنگ کا ذکر کیا ہے۔ اُس جنگ میں ایک طرف قیصر روم قسطین اور دوسری طرف امیر معاویہؓ اور عبداللہؓ دونوں کو اِس جنگ میں لڑتے دکھایا ہے۔ لیکن سب مغربی مورخین دو بحری جنگوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ہمیں ان کے ساتھ اتفاق ہے، کہ مسلمانوں کی تاریخوں کو غور سے پڑھنے کے بعد دونوں جنگوں میں وقفہ کا بیان نظر آتا ہے۔ ہمارے تجزیہ کے مطابق پہلی بحری جنگ مصر کے ساحل کے قریب ہوئی جس میں مسلمانوں کی کمانڈ جناب عبداللہؓ کر رہے تھے۔ رومیوں کے کمانڈر کا نام معلوم نہیں اور ہم اِس جنگ کا ذکر کر چکے ہیں۔ دوسری بحری جنگ قبرص سے شمال مغرب میں فناکس کے علاقے میں ہوئی اور مسلمانوں کے کمانڈر امیر معاویہؓ تھے۔ اور شہنشاہ روم قسطین رومی بحری فوجوں کی کمانڈ کر رہا تھا۔ نقشہ دہم میں اِس جنگ کو الگ طور پر دکھایا گیا ہے۔

جن مسلمان مورخین نے دو بحری جنگوں کا ذکر کیا ہے وہ پہلی بحری جنگ کو سکندریہ پر قبضہ کرنے کی تیسری کوشش کا نام دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ جنگ ۳۱ ہجری میں ہوئی اور رومی سکندریہ پر قبضہ نہ کر سکے۔ دوسری بحری جنگ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ۳۴ ہجری میں قبرص کے نزدیک ہوئی۔ یہ بیانات بھی ظاہر کرتے ہیں، کہ سمندر میں تین سال کے وقفے سے دو الگ الگ جنگیں ہوئیں، اور جو مورخین امیر معاویہؓ اور شاہِ روم کو سکندریہ کے نزدیک لے جاتے ہیں، انہوں نے دونوں جنگوں کو ایک کرتے وقت یہ نہ سوچا کہ شاہ روم اپنے ملک سے اتنا دور کیسے جاتا۔ یا امیر معاویہؓ اپنے ذمہ داری کے علاقے کو کیسے چھوڑ سکتے تھے۔

چنانچہ ہم پہلی جنگ کا ذکر کر چکے ہیں۔ اور دوسری فناکس کے نزدیک ہوئی جہاں پر قیصر روم زخمی ہوا اور بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگ سکا اور صقیلہ چلا گیا۔ وہاں پر تخت کے دوسرے دعویداروں نے اُس کو قتل کر دیا اور رومی

Marfat.com

سلطنت میں پھر تخت کی وراثت کا جھگڑا شروع ہو گیا۔

یہ ۲۴ ہجری کے واقعات ہیں۔اُس زمانے میں مسلمانوں کے باقی صوبوں میں سازش کے اثرات کے تحت فتنہ و فساد شروع ہو چکا تھا جس کا ذکر اگلے ابواب میں آئے گا۔ یہ بھی اللہ کی رحمت تھی کہ شام کے علاقے میں کوئی فتنہ برپا نہ ہوا، کہ مسلمان دشمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے پھر رومیوں میں خود تخت نشینی کا جھگڑا شروع ہوا، تو اِس وجہ سے اگلے ایک دو سال رومی خاموش ہو گئے۔ ہم شام کے حالات کو ادھر ہی چھوڑ کر اگلے باب میں مشرقی محاذ کا رُخ کریں گے اور پھر چوتھی کتاب میں یہاں سے حالات کو شروع کر کے آگے مسلمانوں کے قسطنطنیہ کے پہلے محاصرہ تک جائیں گے۔

نتائج واسباق

۱۔ یہ باب بڑا اہم۔ ایک طرف بری اور بحری فتوحات کو شیر و شکر کرتا ہے تو دوسری طرف آرمینیا کی فتح سے مشرقی محاذوں کے ساتھ رابطہ قائم ہوتا ہے۔ علاوہ اناطولیہ کی طرف بھی پیش قدمی جاری رکھی جاتی ہے۔

۲۔ ہم نے عملی طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ بحری جنگوں کے مخالف نہ تھے بلکہ اس سلسلہ میں انہوں نے تیاری کے لئے احکام دیئے۔ بہر حال کچھ مشیت ایزدی بھی ہوتی ہے۔ کیا خبر حضرت عمرؓ کے زمانے میں اگر بحری جنگیں ہوتیں تو وہ سمندروں کو بھی ایک ایسا خط لکھتے جیسا دریائے نیل کو لکھا۔

۳۔ اور سمندر بھی ہمارے لئے مسخر ہو گئے ہوتے۔ بس اس میں اللہ کا راز تھا اور گو حضرت عثمانؓ، امیر معاویہؓ اور عبداللہؓ نے سمندر کو مسخر کرنے کا اہم کام سرانجام دیا۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں نے سمندر کو مسخر کرنے کی طرف اتنا دھیان نہ دیا، جتنا کہ دینا چاہیئے تھا۔ اور اگلے چھ سات سو سال صرف بحیرہ روم میں رہے۔ پھر انہوں نے بحیرہ عرب کا استعمال بھی چھوڑ کر مشرق کی طرف بھی خشکی کا راستہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کے سپین میں زوال اور ترکوں کی پندرھویں صدی عیسوی کی فتوحات نے اہل یورپ کو سمندروں میں "پھینک" دیا اور سمندروں کی مدد سے انہوں نے

Marfat.com

ہم پر دو سو سال حکومت کی۔ وہ اب خلاؤں میں جا رہے ہیں اور ہمارے سکولوں میں مادیت کے سبق پڑھائے جا رہے ہیں کہ اس زمین کے گرد و غبار سے کھیلو:۔

شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے

سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا (اقبالؒ)

۴۔ ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کے سمندری لڑائیوں کے سلسلہ میں وقتی التوا کو پرانے زمانے سے غلط رنگ میں پیش کیا گیا، کہ یہ "سمندر بڑا کافر" ہے۔ حضرت عمرؓ بھی اس میں داخل نہ ہونے کی رائے دے چکے ہیں وغیرہ۔ اس لیے معاملات کو خشکی تک محدود رکھا جائے۔ اُس زمانے میں یا بنو امیہ کے زمانے تک اس قسم کی سازش زیادہ گہری نہ تھی۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بنو عباسیہ کے زمانے سے یہ سازش گہری ہوتی گئی کہ "علم" کا زور تھا۔ اور عملی علم، جو عشق سے حاصل ہوتا ہے اُس میں جمود تھا۔

عشق کی تیغ جگر دار اُڑا لی کس نے؟

علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی! (اقبالؒ)

۵۔ بہر حال جناب عثمانؓ کی اجازت اور جناب معاویہؓ اور عبداللہؓ کی کوشش سے قبرص کی فتح، سمندری جنگوں اور اناطولیہ کی طرف مزید پیش قدمی نے شام اور مصر کی فتوحات کو قائم دائم کر دیا۔ مشرقی محاذ پر دارالحکومت مدائن پر قبضہ ہو جانے سے ایران کا کسریٰ تو سرگرداں پھر رہا تھا۔ اور نہاوند کی شکست نے اُس کی رہی سہی جان بھی ختم کر دی تھی۔ لیکن مصر و شام کے محاذوں کے آگے قیصر روم قسطنطنیہ کے مضبوط قلعوں میں آرام سے بیٹھا تھا۔ ایک طرف اناطولیہ کے وسیع علاقے، موجودہ بلقان کے علاقے اور متعدد سمندری جزیروں پر اُس کا قبضہ تھا۔ اور بحیرہ روم میں اُس کا طوطی بول رہا تھا۔ اور مسلمانوں نے ابھی بحیرہ روم میں پہلا قدم ہی رکھا تھا۔

۶۔ سلطنت روم دنیا کی مانی ہوئی اول نمبر کی بحری طاقت تھا۔ بحیرہ روم اُن کی "جھیل" تھی اور بحیرہ اسود اُن کا "تالاب" تھا۔ ایران روم کی جنگوں میں جب ایرانی قسطنطنیہ کے دروازے کھٹکھٹا رہے تھے۔ تو اُس زمانے میں بھی بحیرہ اسود میں اہل روم کی اتنی زیادہ بحری طاقت تھی کہ اُس بحری طاقت کی مدد سے ہرقل نے آرمینیا کے راستے مدائن کے دروازے کھٹکھٹانے شروع کر دیئے

Marfat.com

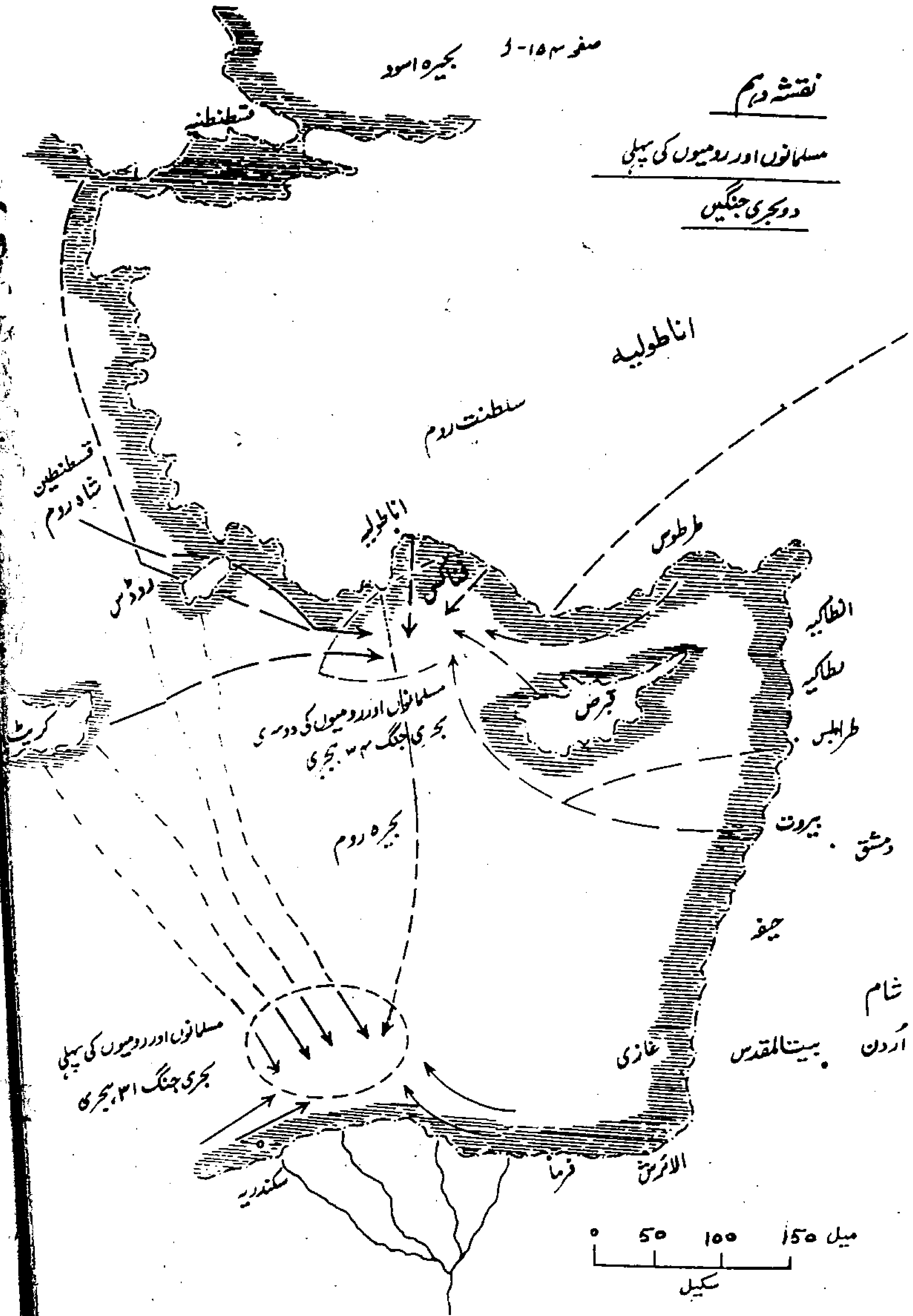

صفحہ ۱۵۴-ل
نقشہ دوم
مسلمانوں اور رومیوں کی پہلی
دو بحری جنگیں
بحیرہ اسود
قسطنطنیہ
اناطولیہ
سلطنت روم
قسطنطین شاہ روم
اناطولیہ
طرطوس
انطاکیہ
لطاکیہ
طرابلس
رودس
قبرص
کریٹ
مسلمانوں اور رومیوں کی دوسری بحری جنگ ۳۴ ہجری
بحیرہ روم
بیروت
دمشق
حیفہ
شام
اردن
بیت المقدس
غازی
مسلمانوں اور رومیوں کی پہلی بحری جنگ ۳۱ ہجری
سکندریہ
فرما
الاثرش
میل ۱۵۰ ۱۰۰ 50 0
سکیل

Marfat.com

تھے۔ لیکن اب حالات تبدیل ہو چکے تھے۔ مسلمانوں نے آرمینیا پر قبضہ کر لیا تھا اور بحیرہ روم کے جنوبی ساحل پر ٹیونس تک اللہ اور اُس کے رسولؐ کا نام بلند ہو رہا تھا۔ لیکن سب کامیابی کی بسم اللہ مصر اور شام کے ساحلوں پر کی گئی۔ اور بے شک جناب معاویہؓ اور جناب عبداللہؓ فاتح بحیرہ روم بھی ہیں۔

۷۔ جناب معاویہؓ اور جناب عبداللہؓ کے ان کارناموں اور اسلام کی اِس خدمت کو ہماری سیاسی اور عسکری تاریخ میں سنہری لفظوں میں لکھا جانا چاہیئے، کہ انہوں نے اپنے سیاسی تدبر، عسکری خوبیوں اور ان تھک کوششوں سے سات سال کے عرصہ میں مسلمانوں کو دنیا کی ایک بحری طاقت بنا دیا۔

۸۔ مغربی مورخین اور مبصرین نے اس سلسلے میں بڑے حقیقت پسندانہ تجزیئے پیش کئے، کہ ان بحری جنگوں میں مسلمانوں کی فتوحات کے بعد، قیصر روم کے لئے شام اور مصر پر دوبارہ قبضہ کرنے والی بات بالکل ختم ہو گئی۔ لیکن افسوس کہ اپنے مورخ سمندر کو "کافر" ہی کہتے رہے۔

۹۔ اہلِ روم فکر مند ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں سے بحری جنگوں میں شکست کھانے کے بعد، اہل روم اور اہلِ یورپ مسلمانوں کے ساتھ نپٹنے کے نئے طریقے سوچ رہے تھے۔ ایک طریقہ جو انہوں نے سوچا، وہ یہ تھا کہ اپنے لوگوں کو اسلام کے نظریۂ حیات سے نفرت کرنا سکھایا اور اس کے لئے طریقہ یہ استعمال کیا کہ اسلام کو ہی غلط رنگ میں پیش کر دیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنے لوگوں کو اتنا گمراہ کر دیا ہے کہ ان کو اب اسلام میں کوئی اچھی بات نظر نہیں آتی اور اسلام کا مطالعہ وہ تعصب والے اور بودے پیمانوں سے کرتے ہیں۔ جس کا ذکر جگہ بجگہ ہو چکا ہے۔

ے یہ عیشِ فراواں یہ حکومت یہ تجارت + دِل سینہ بے نور میں محرومِ تسلی!
تاریک ہے افرنگ مشینوں کے دھوئیں میں + یہ وادیِ ایمن نہیں شایانِ تجلی! (اقبالؒ)

۱۰۔ دشمن کو نیچا دکھانے کے لئے ایک طریقہ ہر سطح پر کافی کامیاب رہتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ جب تمہیں دشمن ختم کرنے پر تلا ہُوا ہو تو تم دشمن کے "گھر" پر حملہ کر دو یا اُس کے "گھر" کے اندر آگ لگا دو۔ مسلمانوں نے عام طور پر اس طریقہ کو کبھی نہ اپنایا کہ وہ حالت جنگ میں ہوتے تو سیدھی کارروائی کرتے تھے اور حالاتِ امن میں وہ کسی کے ساتھ دغابازی یا بدعہدی نہ کرتے تھے

Marfat.com

غیروں نے یہ طریقہ اپنایا۔ چنانچہ اہلِ یورپ نے قسطنطنیہ کو بچانے کے لئے، ہمیشہ کسی سازش سے مسلمانوں کے گھر کے اندر آگ لگائی یا صلیبیوں کو بھیج کر ہمیں اپنے دفاع پر مجبور کردیا اور ہم بحیرہ روم یا اناطولیہ کی طرف سے آگے اتنی تیزی سے نہ بڑھ سکے۔ اور سپین میں بھی رُک گئے۔

۱۱۔ یہ بڑے وسیع مضامین ہیں اور اپنی ساری تاریخ کے بامقصد مطالعہ کے بعد ہم پر روشن ہو سکتا ہے کہ ہم نے کیا غلطیاں کیں۔ غیروں نے ہمیں کس طرح خراب کیا اور اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے

۱۲۔ جہاں تک اسباق کا تعلق ہے، تو چھوٹے چھوٹے سبق تو بے شمار ہیں اور کارروائیوں کے ایک ایک پہلو میں ہمارے لئے اسباق موجود ہیں۔ جناب فاروق رضؓ کی جانب سے تیاری کا حکم۔ جناب عثمان رضؓ کی اجازت۔ مسلمان امراء کی ذاتی شمولیت، صحیح حکمتِ عملی، تدبیرات کا قابلِ عمل ہونا۔ اسلامی فلسفہ حیات پر عمل۔ غرضیکہ کئی پہلو ہیں جو بیان کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن بہتر ہے۔ کہ ہم کچھ وسیع تر اسباق میں بھی جائیں۔ اس باب میں ہم نے اہلِ روم کے ساتھ اپنی کشمکش کی نشاندہی کی ہے اور یہ دراصل ہماری دوسری کتاب پر ایک اضافہ ہے۔ آگے جا کر چوتھی کتاب میں ہم اس میں اور اضافہ کریں گے اور ہمارے بامقصد اسباق حسبِ ذیل ہیں:۔

ا ۔ یہ جنگ جاری و ساری ہے۔ آج فلسطین اور لبنان میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ اسی جنگ کا سلسلہ ہے۔

ب ۔ اہلِ یورپ اور طرح سے بھی ہم پر یلغار کر رہے ہیں۔ ہمیں وہ اپنے بودے فلسفوں کا غلام بنانا چاہتے ہیں۔ بلکہ بنا چکے ہیں۔ ادب، تہذیب اور ثقافت کی آڑ میں وہ اسلام پر وار کر رہے ہیں اور ہماری نادانی کا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

ج ۔ وہ لوگ خلاؤں میں جا رہے ہیں۔ زیرِ زمین جا رہے ہیں اور ہم اس غلط فہمی میں ہیں کہ ہمیں وہ لوگ ٹیکنالوجی سکھلائیں گے۔ ہمیں اپنی سیاسی وحدت کے تحت ہی سب کچھ سیکھنا ہوگا۔ پہلے پاکستان میں پوری قوم کو اللہ کی فوج بنانا ہوگا۔ اور پھر پوری امت کو، تو تب ہی ہمارے لئے دنیا میں عزت کے ساتھ رہنا ممکن ہو سکے گا۔

د ۔ ایک اور ضروری سبق یہ ہے کہ تاریخ کا بامقصد مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوگا کہ حضرت عثمان رضؓ کے لئے کتنا ضروری تھا، کہ وہ جناب معاویہ رضؓ اور جناب عبداللہ رضؓ جیسے

Marfat.com

لوگوں کو مصر و شام میں رکھتے، کہ اہلِ روم کا مقابلہ ہوتا رہتا۔ افسوس کہ اِن باتوں کو وجہ نزاع بنا کر ہم خواہ مخواہ قوم میں تفرقہ ڈالتے ہیں:

۱۔ قارئین! ہم اب مشکل دور میں داخل ہو رہے ہیں۔ ہمارے تبصرے محدود اور بامقصد ہونا چاہئیں، کہ پُرانے زمانے کے اختلافات اور غلط الزام تراشیوں سے سبق سیکھیں کہ فی الحال تو کافی کچھ کھو بیٹھے ہیں۔

"اے بادِ صبا! کملی والے سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے امت بے چاری کے دین بھی گیا۔ دنیا بھی گئی" (اقبال)

Marfat.com

چھٹا باب

کوفہ کا محاذ، امرا اور جنگی کارروائیاں

اِس سلسلے کی پہلی کتاب میں مشرقی محاذ یعنی ایران و عراق کی فتوحات کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ جناب صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی خلافت کے زمانوں کو الگ الگ بیان کرنے کی بجائے واقعات کو تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ پوری حکمت عملی آسانی سے سمجھ آجائے۔ اور جس طرح پانچواں باب کتاب دوم پر اضافہ ہے۔ اس طرح چھٹا اور ساتواں باب کتاب اول پر اضافے ہیں۔ فتوحات ایران میں سرسری طور پر حضرت عثمانؓ کے زمانے کے کچھ واقعات بیان کر دیئے گئے تھے۔ لیکن پورے واقعات اگر اِدھر ہی بیان کر دیئے جاتے تو "زماں" کا سلسلہ بہت وسیع ہو جاتا اور ایک طرف وقت کے لحاظ سے ہم بہت آگے نکل جاتے تو دوسری ،کتاب کے واقعات کے تانے بانے پہلی کتاب کے ساتھ ملانے میں کافی محنت کرنا پڑتی۔

اِس کے علاوہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مشرقی محاذ پر اتنے زیادہ واقعات ہوئے۔ اتنے امرار تبدیل ہوئے۔ اِتنی بغاوتیں ہوئیں، اور اِتنے نئے علاقوں پر قبضے ہوئے کہ اِن واقعات کو الگ کتاب میں رکھنا ضروری ہو گیا تھا بلکہ آگے جو سازش ہوئی اس نے بھی زیادہ تر انہی مشرقی علاقوں میں جنم لیا اور اگر ان سب واقعات کو ملا دیا جاتا تو قارئین بھول بھلیوں، میں کھو جاتے۔

چنانچہ قارئین کی آسانی کیلئے آگے ہم نے اِس علاقہ یا محاذ کو بھی دو حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ کوفہ کا محاذ اور بصرہ کا محاذ۔ انتظامی طور پر بھی یہ دو الگ الگ صوبے تھے اور ہم نے کوفہ کے لیے نقشہ یازدہم ساتھ لگا دیا ہے اور بصرہ کے محاذ کے لیے نقشہ دوازدہم۔ قارئین کو یاد ہوگا، کہ خلیفہ دوم نے حکم دیا تھا، کہ عراق و ایران کے علاقوں میں دو بڑی فوجی چھاونیاں بنائی جائیں۔ بالکل اِسی طرح کے احکام شام کے ملک کے لئے دیئے گئے کہ وہاں پر جابیہ میں چھاونی بنائی گئی اور مصر میں بھی ایسے احکام دیئے کہ وہاں پر

Marfat.com

فسطاط کی چھاؤنی بنائی گئی۔ اسی طرح پہلی کتاب میں ذکر آچکا ہے کہ ایران و عراق کے محاذ پر کوفہ اور بصرہ کی چھاؤنیاں وجود میں آئیں۔ دونوں چھاؤنیوں میں سے ہر ایک میں تیس سے چالیس ہزار کے قریب مجاہدین رہتے تھے اور ضرورت کے وقت اپنی ذمہ داری کے علاقوں میں پھیل جاتے تھے۔ اِس نفری سے کوئی دس ہزار کی نفری باری باری آگے والی سرحدوں پر متعین رہتی تھی۔

کوفہ کے عامل کی ذمہ داری وہاں سے شروع ہوتی تھی جہاں شام کے عامل کی ذمہ داری ختم ہوتی تھی۔ یعنی موصل، آذر بائیجان، اور جرجان وغیرہ کے علاقے جھیل کیپین تک کوفہ کے تحت آتے تھے اور اِس کی نشاندہی نقشہ یازدہم میں کردی گئی ہے کہ تقریباً سارا شمال مغربی ایران اِن کے پاس تھا۔ بصرہ کے گورنر کا علاقہ اور زیادہ وسیع تھا اس کی نشاندہی نقشہ دوازدہم میں ہے۔ جنوب میں صوبہ فارس، مکران سے ہوتے ہوئے مشرق میں قندھار، کابل، ہرات وغیرہ کو شامل کرکے دریائے جیحوں تک کے علاقے اس عامل کی ذمہ داری میں تھے۔ کوفہ اور بصرہ کے گورنروں کی درمیانی حدود تقریباً اصفہان اور نہاوند کے علاقوں سے گزرتی تھیں۔ اور ضرورت پڑنے پر آگے والے علاقوں میں ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے تھے۔

کوفہ اور بصرہ کے عامل ایک دوسرے کی مدد بالکل اِسی طرح کرتے تھے جس طرح شام کے عامل جناب معاویہؓ اور مصر کے عامل جناب عبداللہؓ ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ اور ایسے واقعات آپ پچھلے باب میں پڑھ آئے ہیں۔ کوفہ کے محاذ سے شام کے عامل کیلئے جو مدد بھیجی گئی اُس کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ جناب عثمانؓ کے زمانے میں علاقے بہت وسعت اختیار کر چکے تھے اور مشرقی محاذ کا نقشہ یازدہم اور نقشہ دوازدہم سے اندازہ لگائیں کہ علاقے کتنے وسیع تھے۔ صرف کوفہ کے محاذ کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ کئی امارتوں میں بٹا ہوا تھا۔ جناب عثمانؓ کی خلافت کے آخری سالوں میں جو چھوٹے عامل کوفہ کے سپہ سالارِ اعظم کے نیچے آتے تھے اُن کی تفصیل کچھ اِس قسم کی تھی۔ آذر بائیجان میں اشعثؓ بن قیس۔ اصفہان میں سائبؓ بن اقرع۔ رماہ میں مالکؓ بن حسیب یربوئی

Marfat.com

موصل میں کلیم رضؓ بن سلامہ۔ قرقیشیا میں جریر رضؓ بن عبداللہ باب میں سلمان رضؓ بن ربیعہ اور حلوان میں عتبہ رضؓ بن النہاس۔ یہ تمام عامل سول انتظام کے ذمہ دار بھی تھے اور اپنے علاقہ کے سپہ سالار بھی۔ کوفہ میں جناب قعقاع رضؓ بن عمرو عامل کے فوجی مشیر تھے اور تمام علاقوں میں فوجی رابطہ، ضبط اور فوجی کارروائیوں کی تجویز کا معاملہ بھی اُن ہی کے ہاتھوں میں تھا۔

تبصرہ

یہاں ایک تبصرہ ضروری ہو گیا ہے۔ ہم حضرت عثمان رضؓ کے زمانے کے چھوٹے عاملوں کا ذکر شام کے محاذ پر بھی کر چکے ہیں۔ ان میں کوئی بھی جناب عثمان رضؓ کا رشتہ دار نہ تھا۔ سوائے جناب امیر معاویہ رضؓ کے۔ اور جن عاملوں کا اب ذکر کیا گیا ہے اِن میں بھی کوئی جناب عثمان رضؓ کا رشتہ دار نہ تھا۔ ظاہر ہوا کہ جناب عثمان رضؓ نے اپنے رشتہ داروں میں سے بہت کم لوگوں کو امارت پر مقرر کیا۔ حالانکہ رشتہ داری کے معاملہ میں جناب عثمان رضؓ کچھ زیادہ ہی خاندانوں کے ساتھ رشتہ میں منسلک تھے اور وہ سب تفصیل آگے آتی ہے۔

حضرت عثمان رضؓ کی رشتہ داری

جب حضرت عثمان رضؓ کے خلاف فتنہ و فساد شروع کیا گیا تو اُس وقت بھی یہ الزام لگایا گیا کہ جناب عثمان رضؓ اپنے رشتہ داروں کو امارت دیتے ہیں۔ بلکہ ہمارے لحاظ سے غلط طور پر یہ الفاظ جناب فاروقِ اعظم رضؓ کی طرف منسوب کئے گئے کہ بخدا وہ جناب عثمان رضؓ کو اِس لئے خلیفہ نامزد نہیں کرتے کہ اُن کے رشتہ دار اور خاص کر بنو امیہ حکومت پر چھا جائیں گے۔ ہم نے اِس چیز کا تجزیہ کر کے اِس روایت کو تیسرے باب میں ہی رد کر دیا تھا۔ لیکن اب چونکہ ہم حضرت عثمان رضؓ کے زمانے کے درمیان میں پہنچ چکے ہیں تو یہ دیکھنا ضروری ہے، کہ پچھلے دو ابواب میں اُن کے کتنے رشتہ دار امارت پر تھے۔ ہمیں تو کل دو نظر آتے ہیں اور اب اس باب کے اُمرا کا ذکر کیا گیا ہے تو اِن میں سے ایک بھی حضرت عثمان رضؓ کا رشتہ دار نہیں ہے۔ آگے البتہ تین ایسے امرا کا ذکر آئے گا جو حضرت عثمان رضؓ کے رشتہ دار تھے۔

Marfat.com

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی کے رشتہ دار اگر کسی کام کے اہل ہوں تو کیا اُن کے ساتھ انصاف نہ کیا جائے، اور ان کو کوئی ذمہ داری نہ سونپی جائے تو یہ ایک بے انصافی ہو گی۔ ساتھ ہی حکومت کو بھی جناب معاویہؓ، جناب عبداللہؓ بن ابی سرح جیسے لوگوں کی خدمات کی ضرورت تھی۔ اور آگے جناب عبداللہؓ بن عامر کا ذکر آئے گا جنہوں نے کابل فتح کیا۔ تو کیا حضرت عثمانؓ کے اِن رشتہ داروں کی خدمات سے فائدہ نہ اٹھایا جاتا ؟

لیکن ایک اور پہلو یہ ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ میں شاید حضرت عثمانؓ رشتہ کے لحاظ سے زیادہ خاندانوں کے ساتھ منسلک تھے اور آپ کے رشتہ داروں کی تعداد قریش میں سب سے زیادہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ حضورؐ پاک نے جناب عثمانؓ کو ہی صلح حدیبیہ[1] کے وقت قریش کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ آپ کے قریبی رشتہ داروں کی تفصیل لکھی جائے تو بہتر ہو گا۔ آپ بنو امیہ یعنی عبدشمس بن عبدالمناف کے خاندان سے تھے۔ اِس طرح تمام بنو امیہ آپ کے رشتہ دار تھے۔ حضور پاکؐ کے پردادا جناب ہاشم بھی عبدشمس کے بھائی اور عبدمناف کے بیٹے تھے۔ اِس لئے بنو ہاشم بھی حضرت عثمانؓ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ قریش کے علمبردار بھی عبدشمس کی اولاد سے تھے، جن میں عتبہ، شیبہ اور ولید شامل تھے، جو جنگ بدر میں مارے گئے۔ لیکن اُن کی اولاد اسلام لائی بلکہ ابو حذیفہؓ بن عتبہ تو جنگ بدر کے وقت سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ تو یہاں پر بھی حضرت عثمانؓ کے رشتہ داروں کی تعداد زیادہ ہو گئی۔

حضرت عثمانؓ کی والدہ ماجدہ اروئیؓ بنت کریز کو اول تو یہ سعادت حاصل تھی کہ آپ اسلام لے آئیں اور حضورؐ پاک کی بیعت کی۔ دوم آپؓ کا تعلق بھی بنو عبدشمس سے تھا کہ عبدشمس کے بیٹے حبیب کی پوتی تھیں۔ اِس لئے عبدشمس کی اولاد کا ہر فرد آپ کا رشتہ دار بن گیا۔ لیکن خاص بات یہ تھی کہ آپؓ کی والدہ حضور پاکؐ[2] کی پھوپھی اُم حکیمؓ

---

[1] جلال مصطفےٰؐ صفحہ ۱۷۰-۱۷۱ ، [2] جلال مصطفےٰؐ صفحہ ۵۹۔

Marfat.com

کی بیٹی تھیں ۔ اِس لئے جناب عثمان رضؓ حضور پاکؐ کے بھانجے بھی تھے۔ تو بنو ہاشم میں جناب علیؓ، جناب جعفر طیارؓ، جناب عقیل رضؓ، جناب عبداللہؓ بن عباس رضؓ یعنی حضور پاکؐ کے تمام چچیرے بھائی حضرت عثمان رضؓ کے ماموں تھے جناب زبیرؓ بن عوام اور عبداللہ رضؓ بن حجش بھی آپ کے ماموں تھے کہ وہ آپ کی والدہ کے خالہ زاد بھائی تھے اور ام المومنین جناب زینبؓ آپ کی خالہ تھیں۔

اِن سب باتوں سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ جناب عثمانؓ حضور پاکؐ کے داماد تھے۔ تو ام المومنین جناب خدیجہؓ کے سارے خاندان کے ساتھ آپ کا رشتہ ہو گیا۔ اِس کے علاوہ جناب عثمان رضؓ نے ولید بن عبد شمس بن مغیرہ کی ایک بیٹی کے ساتھ شادی کی ہوئی تھی اسی طرح بنی مخزوم کے ساتھ بھی رشتہ قائم ہو گیا۔ دوسری شادی جناب عتبہؓ بن غزوان کی بہن کے ساتھ کی تو بنی نوفل[1] کے ساتھ بھی رشتہ داری ہو گئی۔ اِس کے علاوہ جناب عثمان رضؓ کی ایک سوتیلی بہن کی شادی جناب عمرؓو بن عاص کے ساتھ ہوئی تھی۔ عبداللہؓ بن سعد آپ کے رضاعی بھائی تھے۔ ولیدؓ بن عقبہ بن ابی معیط اخیافی بھائی تھے۔ عبداللہؓ بن عامر ماموں زاد بھائی تھے۔ سعیدؓ بن العاص بھی بنو امیہ کے خاندان سے تھے کہ آپ جناب خالدؓ بن سعید بن العاص بن امیہ کے بھتیجے تھے۔ آپ کی پرورش جناب معاویہؓ نے کی۔

چنانچہ ہم اگر خونی یا خاندانی رشتہ کی تہہ میں جائیں تو معلوم ہو گا کہ سب کے سب رشتہ دار تھے۔ لیکن اسلام میں اول رشتہ اللہ اور رسولؐ کی وجہ سے ہے۔ اور اگر یہ رشتہ صحیح ہو تو اس کے بعد قرابت داروں کے حقوق کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن اگر یہ رشتہ صحیح نہ ہو تو پھر اِس طرح ہو گا، جس طرح جنگ بدر میں ہُوا۔ جلال مصطفےٰؐ کے پہلے باب میں اِس کا ذکر ہو چکا ہے کہ باپ بیٹے اور بھائی ایک دوسرے کے مقابلہ میں تھے بلکہ جناب ابو عبیدہؓ کا باپ اُنہی کے ہاتھوں سے قتل ہوا کہ بار بار بیٹے پر حملہ کرتا تھا۔ جناب عمرؓ کا ماموں العاص انہی کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ اور دوسرا ماموں ابو جہل بھی سامنے تڑپ رہا تھا۔ جناب ابو بکر رضؓ کو افسوس رہا کہ اُن کا بیٹا عبدالرحمٰن جو اُس وقت تک اسلام نہ لایا تھا،

---

[1] شادیوں کی وجہ سے اور خاندانوں کے ساتھ بھی رشتہ تھا، جس کی تفصیل نہیں دی جا رہی۔

Marfat.com

وہ ان کے ہاتھوں سے کیوں کر بچ گیا چنانچہ اِس سب وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ ہم مشکل دور میں داخل ہو رہے ہیں۔ ہمیں اسلامی فلسفہ حیات کو سامنے رکھ کر حضور پاکؐ کے عظیم رفقاؓ کے حالات کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ صحیح حالات ہمارے سامنے آجائیں اور ہم انسانی کمزوریوں یا غیروں کی سازش میں فرق کو سمجھ سکیں۔ تاکہ ہم آئندہ کے لئے کوئی سبق سیکھ سکیں کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کے سامنے جواب بھی دینا ہوگا۔

؎ کھو نہ جا اِس سحر و شام میں اے صاحب ہوش
اک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش

(اقبالؒ)

کوفہ کے عامل

پہلی کتاب میں یہ ذکر آچکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کے طرز عمل سے بیزاری کا اظہار کیا تھا کہ جب وہ اُن پر کسی سخت شخص کو عامل مقرر کرتے تو چیخ و پکار شروع ہو جاتی اور جب کسی معتدل شخص کو عامل مقرر کیا جاتا تو وہ کہتے کہ وہ موثر نہیں اِس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ کوفہ کے پہلے عامل حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔ دوسرے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ اور حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت جناب مغیرہؓ بن شعبہ کوفہ کے عامل تھے۔ جناب مغیرہؓ پہلے بصرہ کے علاقے میں تھے اور جب وہ اُن علاقوں میں تھے تو اُن پر لوگوں نے زنا کا الزام لگایا۔ اسلام میں امراء سے بھی جواب طلبی کی جاتی ہے۔ چنانچہ جناب فاروق اعظمؓ نے ان کو اس مقدمہ کے لئے مدینہ شریف طلب کیا۔ لیکن صرف تین گواہ کسی غیر عورت کا ذکر کر سکے۔ چوتھا گواہ زیاد تھا جو ابن ابی یعنی اپنے باپ کے بیٹے کے نام سے موسوم تھا۔ اُس نے کہہ دیا کہ اُس نے عورت کا منہ نہ دیکھا۔ صرف پاؤں دیکھے اِس لئے وہ نہیں کہہ سکتا کہ عورت کون تھی۔ دوسرے گواہ بھی دوسرے بالا خانے میں تھے، جہاں زیادؓ تھا، اور جب سوال جواب ہوئے تو اُن کی گواہی بھی شکیہ قرار دی گئی اور اُن کو اُلٹا سزا ملی اور جناب عمرؓ نے جناب مغیرہؓ کو زنا کے الزام سے بری الذمہ قرار دے دیا۔

زیادؓ: زیادؓ کے باپ کے معاملات مشکوک تھے۔ آپ کی ماں طائف میں رہتی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں بڑے

Marfat.com

بڑے لوگ اُس کے پاس آتے تھے اور اِس طرح زیاد پیدا ہوا۔ لیکن جب طائف کے لوگ مسلمان ہوئے تو زیاد بھی مسلمان ہوگیا۔ پڑھا لکھا تھا۔ اور کافی ذہین بھی تھا۔ اِس لئے بصرہ کے گورنر کا ردیف یا میر منشی مقرر ہوا۔ یعنی اسلام میں انسان کا ذاتی کردار دیکھا جاتا ہے نہ کہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اُس کا باپ کون ہے۔ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بھی زیادؓ کی ذہانت سے متاثر ہوئے اور آگے جناب علیؓ بھی زیادؓ پر بڑا بھروسہ کرتے تھے۔ جناب علیؓ کی وفات کے بعد جناب معاویہؓ نے زیاد کی خدمات سے فائدہ اُٹھایا بلکہ اُس کو اپنا بھائی بنا دیا کہ اُس کی شکل جناب ابو سفیانؓ سے ملتی تھی۔ چنانچہ زیادؓ ابن ابی کی بجائے آخری زمانے میں زیادؓ بن ابو سفیانؓ کے نام سے مشہور ہوا۔ زیادؓ اور اُس کے بیٹے عبیداللہ کا ذکر آگے آئے گا۔ یہی عبیداللہ، یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا، اور واقعہ کربلا کا ذمہ دار بنا۔

مغیرہؓ بن شعبہ

جناب مغیرہؓ بن شعبہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ جلال مصطفےٰ ؐ، کتاب اول اور اِس کتاب کے پہلے باب میں بھی آپؓ کا ذکر ہوچکا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے آخری سالوں میں جناب مغیرہؓ بن شعبہ کو کوفہ کا عامل مقرر کیا کہ کسی سخت شخص کی ضرورت تھی تاکہ وہاں کے حالات ٹھیک کرے۔ جناب مغیرہؓ ثقیف خاندان میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔ جناب عروہؓ بن مسعود اور جناب ابو عبید ثقفیؓ شہیدِ ایران آپ کے چچا تھے۔ اور جناب مغیرہؓ بن شعبہ کو سیاسی اور فوجی لحاظ سے جناب عمروؓ بن عاص کے پایہ کی شخصیت قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ بھی وصیت کی، کہ اگر ممکن ہوسکے تو اُن کے مقرر کردہ عاملوں کو کم از کم ایک سال اُن کے عہدوں پر برقرار رکھا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے ایک سال تک جناب مغیرہؓ کو کوفہ میں عامل رکھا لیکن اہلِ کوفہ شکایات پر شکایات بھیجتے تھے۔ گو بیچ میں بات کوئی نہیں ہوتی تھی۔ اِس لئے حضرت عثمانؓ نے ایک سال بعد

۱؎ صفحہ ۱۶۹، ۲۸۱، ۲۸۲ اور ۲۸۳

Marfat.com

جناب مغیرہؓ کو کوفہ کی عملداری سے سبکدوش کر دیا۔

جناب سعدؓ بن ابی وقاص

حضرت عثمانؓ کی نظر جناب سعدؓ بن ابی وقاص پر پڑی اور اُن کی عظمت اور تجربہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے اُن کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا۔ وہاں پر مالیات کا محکمہ ایک عظیم صحابی جناب عبداللہؓ بن مسعود کے پاس تھا۔ لیکن قارئین یہ سُن کر حیران ہوں گے کہ اہلِ کوفہ نے اِن دونوں عظیم صحابہؓ کے درمیان اختلافات پیدا کر دیئے۔ نظامت بھی کچھ عجیب سلسلہ ہے۔ جناب سعدؓ فوجی سپہ سالار بھی تھے اور گورنر ہوتے ہوئے سیاسی معاملات بھی آپ کے سپرد تھے اِس سلسلہ میں جناب سعدؓ کو کچھ فالتو رقم خرچ کرنا پڑتی تھی۔ کچھ لوگوں کو رقم دلوائی کہ کوئی سیاسی یا فوجی ضرورت تھی۔ جناب عبداللہؓ نے یہ تمام رقم جناب سعدؓ کے کھاتے میں ڈال دی اور تنخواہ سے کاٹنے کی سفارش کی۔ جناب سعدؓ نے اختلاف کیا اور معاملات اسلام کے مرکز کو بھیج دیئے گئے۔ وہاں پر طرفین نے اپنی اپنی رائے پیش کی۔ جناب عبداللہؓ بن مسعود فقیہ تھے اور جناب سعدؓ سپاہی تھے۔ مقدمات میں فقہا کی رائے زیادہ وزنی ہوتی ہے۔ چنانچہ فیصلہ جناب عبداللہؓ کی رائے کے مطابق ہوا۔ جناب سعدؓ کو یہ بات منظور نہ تھی تو آپ نے استعفٰی دے دیا۔ کچھ مؤرخین نے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کو مجبوراً جناب سعدؓ کو سبکدوش کرنا پڑا۔ بہرحال بات ایک ہی ہے۔ نہ تو جناب سعدؓ اور نہ ہی جناب عبداللہؓ میں سے کوئی ایک بھی جناب عثمانؓ کا رشتہ دار تھا۔ اِس لئے سازش والے یہاں پر کوئی جانبداری کا الزام نہ پیدا کر سکے۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یہ شان تھی کہ۔ اُن کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ اور وہ اصول کو نہ توڑتے تھے۔ اِسی میں اُن کی عظمت تھی۔ ہم نے اُس کو تفرقہ بنا لیا۔

ولیدؓ بن عقبہ

بہرحال جناب سعدؓ کے کوفہ کی گورنری کو چھوڑنے کے بعد ولیدؓ بن عقبہ کو کوفہ میں

Marfat.com

نقشہ یازدہم - کوفہ کے محاذ کی ذمہ داری کا علاقہ

اور طبرستان و آذربائیجان

شمال

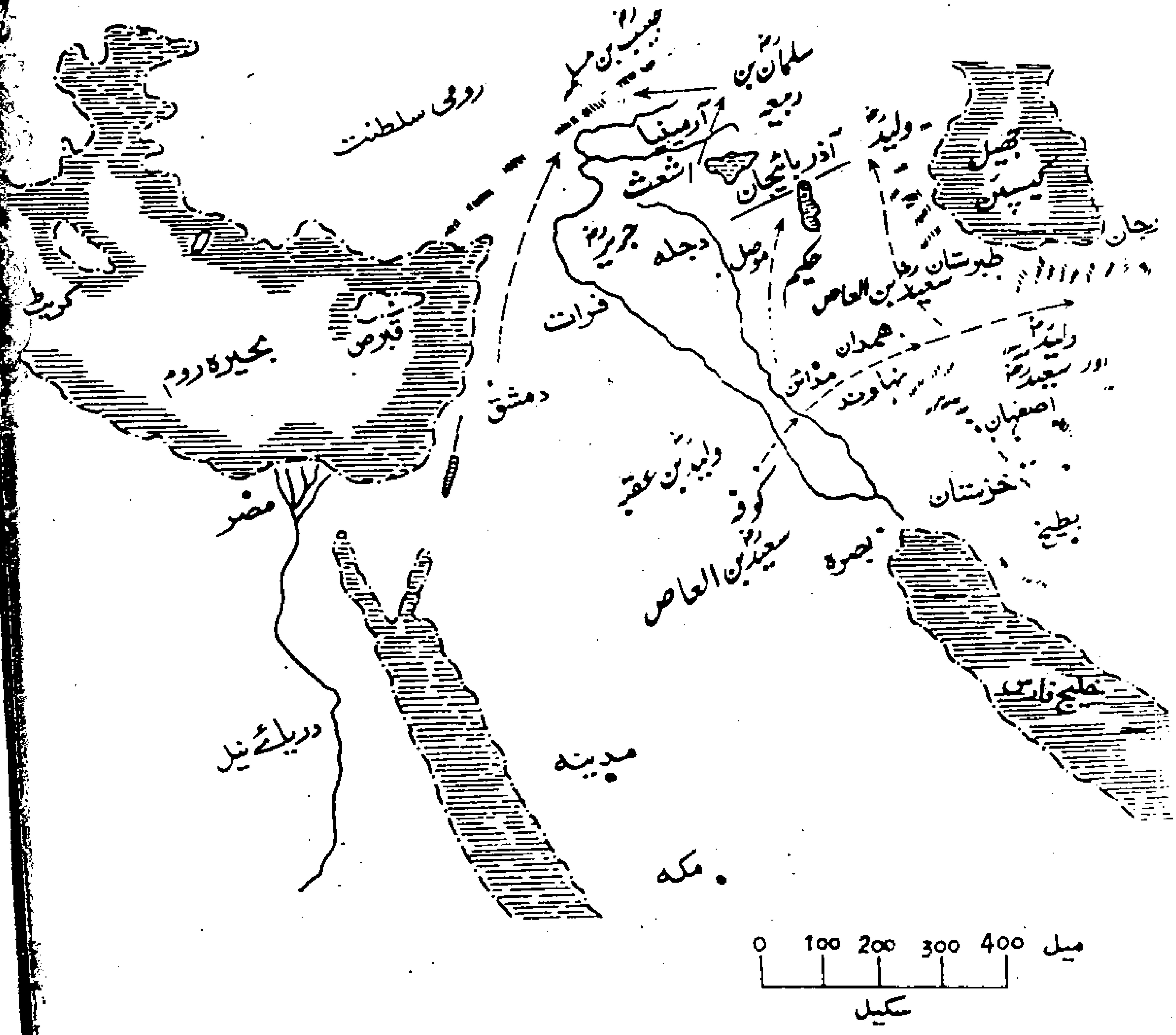

Marfat.com

عامل مقرر کیا گیا۔ جناب ولیدؓ اِس سے پہلے جزیرہ کے علاقے میں عامل تھے اور آپ کو وہاں پر جناب عمر فاروقؓ نے متعین کیا تھا۔ اِس سے پہلے جناب صدیق اکبرؓ کے زمانے میں آپ ہی نے جناب خالدؓ اور جناب عیاضؓ بن غنم میں رابطہ قائم کر دیا۔ علاوہ اِس بات کا مختصر ذکر دوسری کتاب میں ہو چکا ہے، کہ آپؓ بھی جناب عیاضؓ بن غنم کے ساتھ تھے۔ اور اُن کی وفات کے بعد جزیرہ کے سارا علاقہ آپ کی عملداری میں تھا۔ آپ جناب عثمانؓ کے اخیافی بھائی تھے اور کوفہ میں جناب عثمانؓ کسی ایسے آدمی کو مقرر کرنا چاہتے تھے جس پر وہ مکمل بھروسہ کر سکیں۔

اب بدقسمتی یہ تھی کہ ولیدؓ کا باپ عقبہ بن ابی معیط کافر تھا اور جنگ بدر میں باقی کافروں کے ساتھ پکڑا گیا تھا۔ عقبہ نے مسلمانوں پر بڑے ظلم کئے تھے اور ابن اسحق کے مطابق عقبہ کے پکڑے جانے کے بعد اُس کا سر قلم کیا گیا۔ کہ یہ تو وہی آدمی تھا، جس نے اُس وقت حضور پاکؐ پر اوجھ پھینکا، جب آپ سجدے میں تھے۔ یہی آدمی مدینہ میں یہودیوں کے ساتھ ملاپ کر کے حضور پاکؐ سے آکر سوال پوچھتا تھا۔ اور مسلمان اِس کو کفار کا شیطان کہتے تھے۔ ویسے یہ بھی روایت ہے کہ عقبہ جنگ بدر میں مارا گیا تھا۔ باپ کے مارے جانے کے بعد ولیدؓ مسلمان ہو گیا تھا۔ اور جہاد میں نہ صرف شرکت کرتا رہا بلکہ بڑا نام پیدا کیا اور حضرت عمرؓ آپ کے ساتھ بہت خوش تھے۔ کوفہ والوں نے بھی پانچ سال جناب ولیدؓ کے ساتھ اچھی طرح گذارنے کے بعد اُنکے خلاف طرح طرح کی کہانیاں گھڑ لیں کہ حضور پاکؐ نے ولیدؓ سمیت عقبہ کی تمام اولاد کو دربدر کرنیکا حکم دیا تھا۔ اس میں کوئی سچائی نہ تھی باپ کے گناہ کیوجہ سے اولاد کو کیسے سزا دی جاتی۔ ہاں رشتہ والی بات ٹھیک تھی کہ آپؓ نہ صرف جناب عثمانؓ کے اخیافی بھائی تھے بلکہ خاندان امیہ میں سے بھی تھے۔ تو ہم نے اگلے صفحہ پر بنو امیہ کا شجرہ وضاحت کے ساتھ دے دیا ہے کہ رشتہ والی بات آسانی سمجھ آجائے۔ لیکن رشتہ والے معاملات لمبے چوڑے تھے۔ ولیدؓ کی ایک بہن کی شادی جناب عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے ساتھ بھی ہوئی تھی۔ جناب عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت عثمانؓ کے ہم زلف بھی تھے، کہ دونوں کی شادیاں شیبہ کی بیٹیوں کے ساتھ ہوئی تھیں۔ یہ وہی شیبہ تھا جو جنگ بدر میں مارا گیا تھا۔ اِس لئے رشتہ میں تو سب ایک دوسرے کے رشتہ دار تھے لیکن کفر اور اسلام کی لڑائی میں سب رشتے ختم ہو جاتے تھے۔

Marfat.com

بنوامیہ کا شجرہ وضاحت کے ساتھ

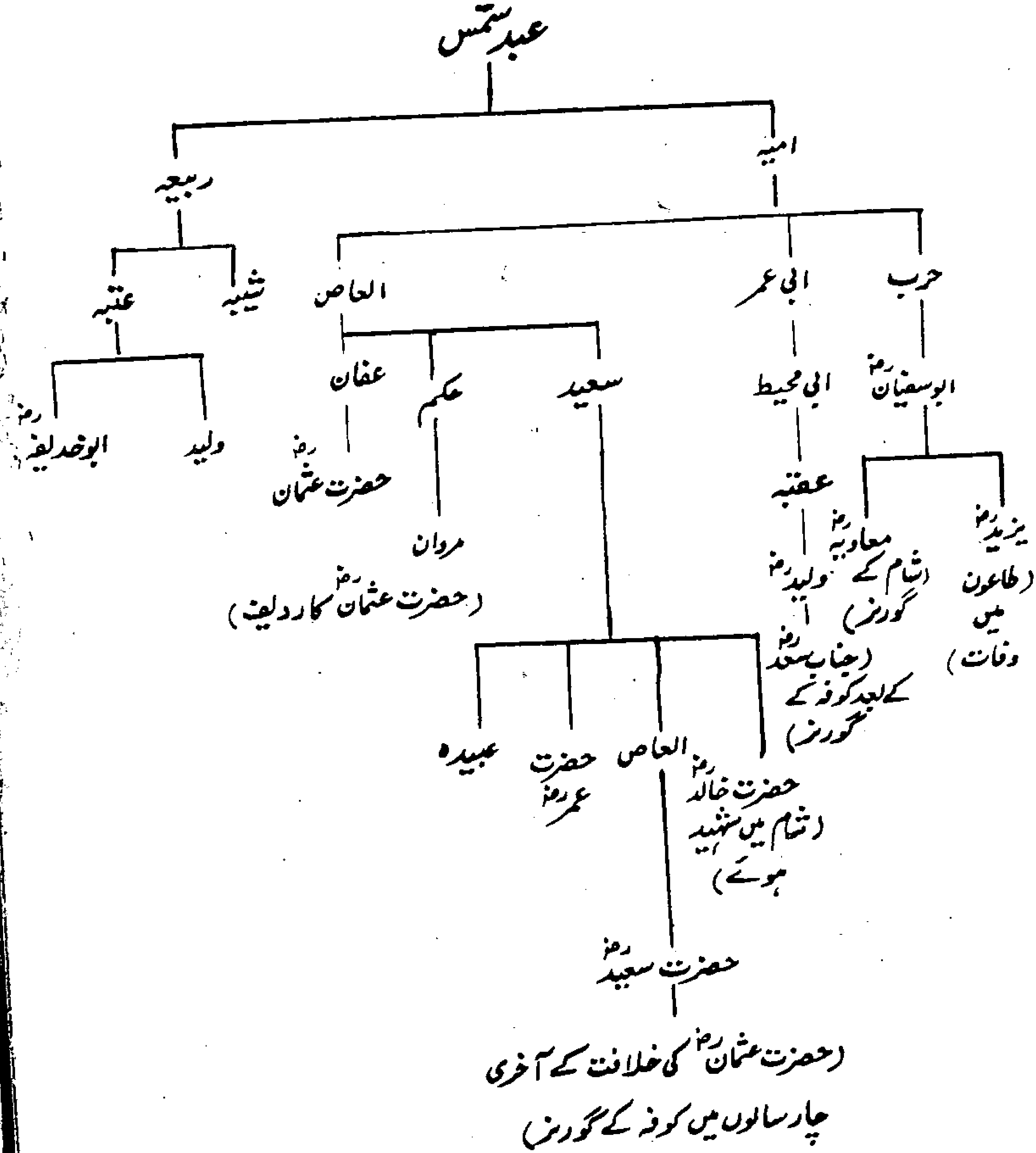

مصر کا گورنر عبداللہ رض حضرت عثمان رض کا رضاعی بھائی تھا۔ اور بصرہ کا گورنر عبداللہ رض بن عامر ماموں زاد بھائی تھا اور اپنی خلافت کے آخری سالوں میں حضرت عثمان رض نے لوگوں کی درخواست پر ان کو گورنر بنایا۔ اپنے خاندان سے آپ کے والد طلوع اسلام سے پہلے وفات پاگئے۔ آپ کے چچا حکم اسلام نہ لایا تھا۔ اور حضور پاک ؐ نے اُس کو مکہ سے طائف جلاوطن کر دیا تھا کچھ لوگ

Marfat.com

کہتے ہیں کہ حضور پاکؐ کی وفات کے بعد حکم اسلام لے آیا لیکن حکم کے اسلام والی بات مشکوک ہے اس کا بیٹا مروان مسلمان ہوا اور جناب عثمان رضؓ کے ردیف کا کام کیا۔ دوسرا چچا سعید حالتِ کفر میں گیا۔ اُسکے بیٹے جناب خالدؓ اور جناب عمرؓ اولین مسلمانوں میں ہیں، اور حصہ دوم میں اُن کا کثرت سے ذکر ہے۔ جناب خالدؓ کے دو بھائی العاص اور عبیدہ حالت کفر میں جنگ بدر میں مارے گئے۔ العاص کا نوجوان بیٹا سعید رضؓ اسلام لے آیا اور حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے آخری، سالوں میں کوفہ کا گورنر بنا۔ ولیدؓ کا باپ عقبہ بھی جنگِ بدر میں حالتِ کفر میں مارا گیا۔

ابو سفیان رضؓ، حضرت عثمان رضؓ کے والد کے چچیرے بھائی تھے۔ آپ اسلام لے آئے۔ اور آپ کے دو بیٹے جناب معاویہ رضؓ اور یزید رضؓ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ جناب یزید رضؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں طاعون کی وبا میں شام میں وفات پا گئے۔

امیہ کا ایک بھائی ربیعہ تھا جس کے بیٹے عتبہ اور شیبہ۔ اور عتبہ کا بیٹا ولید جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔ عتبہ کے بیٹے جناب ابو حذیفہ رضؓ اولین اسلام لانے والے ہیں اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ عبد شمس کے بھائی حضور پاکؐ کے پر دادا جناب ہاشم تھے۔ اور دونوں عبد مناف کے بیٹے تھے۔ عبد مناف قصی کے بیٹے تھے۔

Marfat.com

ولیدؓ بن عقبہ کی جہاد میں مصروفیت

جناب عثمانؓ نے جیسے ہی خلافت سنبھالی اُس زمانے میں ملک شام میں قیصر روم کی طرف سے کچھ خطرہ پیدا ہو چکا تھا۔ اِس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔ چنانچہ خلیفہ سوم نے ولیدؓ بن عقبہ کو حکم دیا کہ وہ جناب معاویہؓ کی امداد کے لئے اُس طرف کوچ کریں۔ روایت ہے کہ جناب ولیدؓ نے سلمانؓ بن ربیعہ کو جیش المقدم کے طور پر آگے بھیجا اور اُس کے بعد آپ خود ایک لشکرِ جرار لے کر آذر بائیجان کی طرف روانہ ہوگئے۔ دراصل یہ علاقے حضرت عمرؓ کے زمانے میں جناب حذیفہؓ بن الیمانؓ نے فتح کیے تھے اور اس کا ذکر دوسری کتاب میں ہو چکا ہے۔ کہ وہاں کے لوگوں نے سالانہ آٹھ لاکھ درہم خراج دینے پر صلح کر لی تھی۔ لیکن اب خراج دینا بھی بند کر دیا۔ جناب ولیدؓ جب آذربائیجان پہنچے تو مدینہ شریف سے حکم ملا کہ سلمانؓ بن ربیعہ کو تو حبیبؓ بن مسلمہ کے ساتھ آرمینیا کی طرف پیش قدمی کرنے دیں اور خود باقی علاقوں سے بغاوت فرو کریں۔

آپ نے ایک لشکر عبداللہؓ بن شبیل احمسی کے ماتحت آگے بھیجا جس نے موقان، البیر اور طلیسان پر قبضہ کر لیا، تو پھر لوگوں نے صلح کی عرض کی اور حسب وعدہ آٹھ لاکھ درہم خراج ادا کر دیا۔ ویسے جناب ولیدؓ اکثر بغاوتوں کو فرو کرنے یا جہاد کے لئے کوفہ سے باہر رہتے تھے۔

علاوہ سلمانؓ بن ربیعہ کے دوسرے بھائی عبدالرحمٰنؓ، ولیدؓ کے احکامات کے تحت اسی علاقہ میں جہاد میں مصروف تھے اور ترکوں کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

ظاہر ہے کہ جناب ولیدؓ بن عقبہ پانچ سال تک کوفہ کے عامل رہے اور وہ خود اکثر سرحدوں پر جہاد میں جاتے رہتے تھے۔ ان کی فوج کا ایک بڑا حصہ ویسے بھی سرحدوں پر جہاد میں مصروف تھا۔ اور جب سرحدوں پر امن بحال ہو گیا تو جناب ولیدؓ واپس کوفہ آ گئے۔ لوگ اُن کے ساتھ بڑے خوش تھے، کہ انہوں نے اپنے دروازے پر کوئی دربان مقرر نہ کیا اور ہر قسم کے لوگ کسی روک ٹوک کے بغیر اُن کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔

Marfat.com

لیکن انسان کسی حالت میں خوش نہیں رہتا۔ اُس کو جتنی سہولت ملتی جائے، اُس کی خواہشات بڑھتی رہتی ہیں۔ اور فتنہ والے تو ویسے بھی ہر جگہ موجود رہتے ہیں۔ اور موقع کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ اور جیسے موقع ملے وہ شرارت کر دیتے ہیں۔

فتنہ کی بنیاد

کوفہ میں فتنہ کی بنیاد چند مفسدوں نے باندھی۔ کہ انہوں نے ایک نوجوان ابن حلیمان فراعی کو شہید کر دیا۔ اِن مفسدوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور حضرت عثمان رضؓ کے پاس اطلاع بھیجی گئی، کہ مفسدین نے برسرِعام قتل کیا ہے۔ اسلامی سلطنت میں یہ اپنی قسم کا پہلا واقعہ تھا، حضرت عثمان رضؓ نے حکم دیا کہ تمام مفسدین کو قتل کر دیا جائے۔ مفسدین کی تعداد نہیں بتائی گئی اور صرف چار اشخاص کے نام دیئے ہیں۔ لیکن وہ لوگ کوفہ کے گردونواح کے باشندے تھے اور ابن حلیمان دور کے علاقے کے تھے پس نسلی اور علاقائی تعصب کو ہوا دینے کے لئے سازشی آگے آگئے۔ قتل کے سلسلہ میں تو کچھ کہہ نہ سکتے تھے کہ صحیح بات تھی۔ لیکن جناب ولید رضؓ بن عقبہ کے خلاف بہتان تراشیوں اور الزامات کی بھرمار کر دی۔

جس زمانے میں جناب ولید رضؓ جزیرہ میں عامل تھے تو وہاں پر آپؓ کی بنو تغلب کے ایک شاعر کے ساتھ ملاقات ہوگئی۔ اُس کا نام ابو زبید تھا اور نصرانی تھا۔ شراب کا سخت رسیا تھا۔ وہ ظاہراً اسلام تو لے آیا۔ لیکن شراب پینے سے باز نہ آتا تھا۔ گویہ کام چوری چھپے کرتا تھا۔ اب ابو زبید بھی کوفہ آگیا اور جناب ولیدؓ کے ہاں جانا شروع کر دیا۔ دوستی کیوجہ سے جناب ولیدؓ نے ابو زبید کو اپنے گھر ٹھہرا لیا۔ اِس پر لوگوں نے جناب ولیدؓ پر بھی تہمت لگا دی کہ دونوں مل کر شراب پیتے ہیں اور یہ دوستی شراب کیوجہ سے ہے۔ پھر ایک دن ایک مفسد نے جناب ولیدؓ کے گھر میں داخل ہو کر اُن کی مہر چوری کر لی اور مشہور کر دیا کہ وہ تو اپنی مہر کی بھی حفاظت نہیں کر سکتے جناب عبداللہؓ بن مسعود بھی ادھر ہی تھے تو مفسدین نے جناب عبداللہؓ کے سامنے جناب ولیدؓ کی ایسی

Marfat.com

کردارکشی کی، کہ جناب عبداللہ رضؓ بن مسعود نے بھی بات مان لی اور ولیدؓ سے پوچھ لیا۔ بلکہ بات چیت میں اتنی بدمزگی پیدا ہوگئی کہ دونوں کے درمیان تو تو میں میں کی نوبت آگئی۔

شراب نوشی کا الزام

لیکن سازشیوں نے صرف اسی پر اکتفا نہ کی۔ وہ مدینہ پہنچ گئے اور جناب عثمان رضؓ کے سامنے چار گواہ پیش ہو گئے کہ جناب ولیدؓ شراب پیتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جناب ولیدؓ کے ظاہراً شراب پینے کو ثابت کرنا تو مشکل تھا۔ اُن لوگوں نے کہا کہ انہوں نے جناب ولیدؓ کو قے کرتے دیکھا اور یہ قے شراب کی تھی۔ یہ مقدمہ اپنی قسم کا آپ تھا کہ شراب کی قے وہی کر سکتا ہے جس نے شراب پی ہو۔ سازش کرنے والوں میں نو جندب، ابوخشہ غفاری، اور حشامہ بن صعب وغیرہ شامل تھے۔ جندب کا لڑکا ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے ایک بے گناہ کو قتل کیا تھا اور اُس کے بعد اُس کو قتل کی سزا مل گئی تھی۔ اِسی طرح باقی سازش میں شمولیت والے بھی زیادہ تر اُن لوگوں کے رشتہ دار تھے، جنہوں نے قتل کیا تھا کہ گواہوں میں ابوزینب اور ابومورع بھی شامل تھے جن کے لڑکوں نے قتل کیا تھا اور سزا پا چکے تھے۔

مقدمے کا فیصلہ

مورخین میں اختلاف ہے، کہ اس مقدمے کا فیصلہ حضرت عثمان رضؓ نے خود کیا یا اس کے قاضی حضرت علی رضؓ تھے۔ اکثر مورخین کی رائے یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ ہی قاضی تھے یا اُن سے مشورہ ضرور کیا گیا اور ولیدؓ کو چالیس کوڑوں کی سزا دی گئی روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضورؐ پاک اور جناب ابوبکر صدیق رضؓ ایسے جرم میں صرف چالیس کوڑوں کی سزا دیتے تھے۔ اور جناب فاروق رضؓ نے بعض دفعہ جرم سخت ہونے کی وجہ سے اسّی کوڑوں کی سزا بھی دی اور وہ بھی ٹھیک تھا۔ لیکن جناب علیؓ نے اس سلسلے میں حضور پاکؐ کی سنت کی پیروی کی اور صرف چالیس کوڑوں کی سزا دی۔

Marfat.com

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضؓ نے کوڑے مارنے کے لئے حضرت امام حسنؓ کو بلا بھیجا۔ لیکن وہ معذرت کر گئے، اور کوڑے جناب عبداللہؓ بن جعفر طیار رضؓ نے مارے۔ ایک راوی نے ذکر کیا کہ جناب سعیدؓ بن العاص نے کوڑے مارے، کہ وہ بھی بنوامیہ کے خاندان سے تھے اور اُن کو جناب ولیدؓ کی جگہ کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ مسلمانوں میں یہ بھی رواج تھا کہ جب اپنا کوئی شخص گناہ کرتا تو اُس کو خود سزا دی جاتی تھی یا سزا دیکھی جاتی تھی۔ حضرت عمر رضؓ اپنے بیٹے کو کوڑوں کی سزا اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ اور جب کسی کو اِس دنیا میں اپنے گناہ کی سزا مل جائے تو وہ آخرت میں سزا سے بچ جاتا ہے۔ یہ اسلامی فلسفۂ حیات ہے اور کسی کے سزا ملنے کے بعد اُس کی عیب جوئی نہیں کرنی چاہیئے۔ وہ ہم سے بہتر تھا کہ سزا یہاں مل گئی۔ ہم اپنے گناہوں پر پردے ڈالے پھرتے ہیں۔ یہاں بھی اللہ کے چور اور آخرت میں بھی زیادہ سزا کے منتظر رہیں۔

تبصرہ ــــ یہاں چند تبصرے ضروری ہیں کہ شراب کی بُوسُنگھنے میں آئی تو ایک گورنر کو نہ صرف اپنے عہدہ سے معزول کر دیا گیا۔ بلکہ اُس کو کوڑے بھی لگے، اور یہاں ہمارے ملک کا ایک سربراہ کھلم کھلا اعلان کرتا تھا کہ وہ شراب پیتا ہے۔ لوگوں کا خون نہیں پیتا تو عوام "پاکستان زندہ باد" اور سربراہ ملک زندہ باد" کے نعرے لگاتے تھے۔ کیا ہم نے اِسی لئے پاکستان بنایا تھا؟ تو اس طرح تو یزید بن معاویہؓ بھی شراب ہی پیتا تھا اور لوگ آج بھی کسی ایسے ہی شخص کو منتخب کرنے کو تیار ہیں۔ راقم پر بھی یہ الزام لگ سکتا ہے کہ وہ اُس زمانے میں کیوں خاموش رہا۔ خدا کے فضل سے راقم نے ایوب ہال میں چھ سو افسروں کے سامنے اُسی سربراہِ ملک کے منہ پر یہ باتیں کیں جن کو آج اس کتاب کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ پر قرابت داری کا الزام لگانے والے بھی سوچیں کہ انہوں نے اپنے قرابت دار کو نہ صرف گورنر کے عہدہ سے معزول کیا بلکہ برسرِ عام کوڑے لگوائے کیا اِس سے بہتر انصاف کی مثال مل سکتی ہے؟ کیا حضرت عثمان رضؓ جنہوں نے ولیدؓ کے ساتھ ایسا کیا وہ باقی لوگوں کے ساتھ بھی اِسی طرح نہ کرتے؟ تیسرا پہلو یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ نے

Marfat.com

فقہ میں لچک کو بیان کردیا کہ شرابی کو کوڑے لگ سکتے ہیں۔ وہ زیادہ بھی ہو سکتے ہیں اور کم بھی۔ دین فطرت کا کوئی مقابلہ نہیں۔ ہر سوال کا جواب حضور پاکؐ کے عظیم رفقارضؓ کے اعمال واقوال میں ملتا ہے۔ صرف ڈھونڈنے کی ضرورت ہے اور صرف اپنے قلم میں پاکیزگی ہونی چاہیے۔

؎ تو اپنی سرنوشت اب اپنے قلم سے لکھ
خالی رکھی ہے خامۂ حق نے تری جبیں۔ (اقبالؒ)

سعیدؓ بن العاص

حضرت عثمانؓ نے جناب ولیدؓ کی جگہ جناب سعیدؓ بن العاص کو کوفہ کا گورنر بنایا۔ آپ کا تعلق بھی امیہ خاندان سے تھا۔ آپ کی پرورش آپ کے چچا اور عظیم صحابی جناب خالدؓ[1] بن سعید نے کی تھی۔ جناب سعیدؓ کے والد العاص[2] حالت کفر میں بدر میں مارے گئے تھے۔ جناب سعیدؓ اس وقت بچے تھے اور اپنے مسلمان چچاؤں خالدؓ بن سعید اور عمروؓ بن سعید کی پرورش میں رہے۔ جناب عمروؓ بن سعید جنگِ اجنادین میں شہید ہوئے۔ اور جناب خالدؓ بن سعید جنگ یرموک کے بعد شام کی ایک جھڑپ میں مرج الصفر کے پاس شہید ہوگئے تھے۔

جناب عمرؓ نے جناب سعیدؓ کی شادی سفیانؓ بن عوف کی بیٹی سے کرائی سفیانؓ شہید ہوگئے اور ان کی چار بیٹیاں رہ گئی تھیں۔ جناب عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بھی جناب سفیانؓ کی ایک بیٹی کے ساتھ شادی کی تو وہ جناب سعیدؓ کے ہم زلف بن گئے۔ جناب سعیدؓ نے دوسری شادی جناب مسعودؓ بن نعیم کی بیٹی کے ساتھ کی ہوئی تھی اور مشہور صحابی جناب جبیرؓ بن معطم بھی اُن کے ہم زلف تھے۔

یہ سب واقعات بیان کرنے اور تفصیل میں جانے کا مقصد یہ ہے کہ جناب عثمانؓ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے، کہ ولیدؓ کے بعد بھی انھوں نے اپنے ایک رشتہ دار کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ جناب عثمانؓ کے جناب سعیدؓ کے ساتھ رشتہ داری یہ تھی، کہ حضرت عثمانؓ کے دادا اجنا سعد

---

[1] جلال مصطفےٰ صفحہ ۲۸۲ اور ۲۹۰ [2] جنگ بدر میں حالتِ کفر میں دو العاص مارے گئے دوسرا حضرت عمرؓ کا ماموں تھا جو اُن کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ یہ اس لئے لکھ دیا کہ شک نہ رہے۔

Marfat.com

کے پردادا تھے۔ لیکن ہم نے جناب سعیدؓ کے باقی رشتہ داروں کا ذکر بھی کر دیا ہے، کہ جناب سعیدؓ بن العاص کے نہ صرف بہت زیادہ رشتہ دار تھے، بلکہ آپ کے دو چچا اللہ کے راستے میں شہید ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ، جناب سعیدؓ کو بہت پسند کرتے تھے۔

جناب سعیدؓ بن العاص کی جہاد پر روانگی

جناب سعیدؓ نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ساتویں سال امارت سنبھالی یعنی تقریباً ۳۰ ہجری میں کوفہ کے عامل بنے اور انہی دنوں میں طبرستان کے علاقے میں جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔ ایران اور عراق کے علاقے کی جنگوں کو طبری نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور خاص کر طبرستان تو اُن کا اپنا علاقہ تھا لیکن ایک واقعہ کو تین یا چار دفعہ مختلف راویوں کی زبان سے اِس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ انسان بھول بھلیوں میں پڑ جاتا ہے۔ نقشوں کا استعمال تو خیر اُس زمانے میں بالکل نہ تھا۔ لیکن فاصلوں کا بھی بالکل ذکر نہیں ملتا۔ طبرستان کے مشرق میں ساتھ ہی خراسان کا علاقہ جو بصرہ کے عامل کے ماتحت تھا اور کسی مورخ نے واضح نہیں کیا کہ مغرب میں شام اور کوفہ کے علاقوں کی درمیانی حد کون سی تھی اور مشرق میں بصرہ اور کوفہ کے علاقوں کی درمیانی حد کیا تھی۔ اِس لئے نقشہ یازدہم اور دوازدہم کا پھر مطالعہ کریں، تو حدود کا کچھ خاکہ ذہن میں بیٹھ جائے گا۔ نقشہ یازدہم میں کوفہ کے محاذ پر پہلے ولیدؓ بن عقبہ کے زمانے میں آرمینیا کی کارروائی اور بعد میں جناب سعیدؓ بن العاص کے زمانے میں جرجان اور طبرستان کی کارروائی دکھائی گئی ہے۔ اگلے باب میں نقشہ دوازدہم میں بصرہ کا محاذ دکھایا گیا ہے۔ یہ دونوں نقشے اس طرح بنائے گئے ہیں کہ درمیانی علاقے دونوں نقشوں میں موجود ہیں۔ کہ دونوں کی "حدود" کا خاکہ سمجھ میں آجائے۔

جناب سعیدؓ نے جب کوفہ کی امارت سنبھالی تو وہ لوگ جنہوں نے جناب ولیدؓ کے خلاف الزام لگائے تھے، واپس کوفہ آ گئے ان میں ابوخشہ الغفاری، جندب اور صعب کے نام آتے ہیں لیکن ساتھ اشتر کا بھی پہلی دفعہ ذکر آتا ہے کہ وہ بھی فسادیوں کے ساتھ کچھ تعلق رکھتا تھا۔ اب یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ یہ لوگ واقعی کسی سازش میں شریک تھے یا نہیں۔ ممکن ہے کہ انہوں نے یہ سب کچھ نادانی کی وجہ سے کیا ہو کہ اُن کے لڑکے جو قتل میں شریک تھے اور ر

Marfat.com

اُن کو سزا مل گئی تو اُس وجہ سے وہ لوگ اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ رہے تھے ۔

جناب سعیدؓ جب کوفہ پہنچے تو انہوں نے تمام لوگوں کو خطبہ دیا اور سمجھایا کہ وہ لوگ اسلامی اخوت قائم رکھیں اور جہالت کے زمانے والی باتوں کی طرف واپس نہ جائیں لیکن حالات خراب ہو چکے تھے ۔ جناب سعیدؓ چند دن میں ہی حالات کو بھانپ گئے اور جناب عثمانؓ کو لکھا کہ کوفہ کا نظام درہم برہم ہو چکا ہے ۔ اہل شرف و سابقین اسلام "مغلوب" ہو چکے ہیں ۔ اور نئی پود کوفہ کے بازاروں میں دندناتی پھرتی ہے ۔ البتہ طبرستان کے علاقے میں کچھ بغاوت ہو چکی ہے اور میں ایک لشکر لے کر وہاں جا رہا ہوں ۔ ممکن ہے جہاد پر جانے کے بعد یہ لوگ کسی شغل میں مصروف ہو جائیں ۔" جناب سعیدؓ نے حضرت عثمانؓ کو مدینہ سے نیک کردار والے لوگوں کی کمک بھیجنے کی گزارش کی ۔

مدینہ سے کمک

جناب عثمانؓ نے جناب سعیدؓ کو لکھا کہ وہ کوفہ کے حالات کو ٹھیک کرنے کی کوشش کریں ۔ اور بصرہ کا عامل بھی اگلی حدود پر جہاد کے لئے پیش قدمی کرنے والا ہے ۔ آگے دونوں لشکر ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ رکھیں ۔" حضرت عثمانؓ نے کن کن صحابہ کرامؓ کو سعیدؓ کی مدد کے لئے بھیجا اور کون پہلے سے وہاں موجود تھے اِس سلسلے میں مورخین خاموش ہیں ۔ وہ صرف قعقاعؓ بن عمرو کا ذکر کرتے ہیں کہ وہاں موجود تھے ۔ لیکن جو صحابہ کرامؓ جناب سعیدؓ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اُن کا ذکر موجود ہے ۔ چند اسمائے گرامی یہ ہیں جناب امام حسنؓ ، جناب امام حسینؓ ، جناب سلمان فارسیؓ ، جناب ابو ھریرہؓ ، جناب عبدؓ اللہ بن عمرؓ ، جناب عبد اللہؓ بن زبیرؓ ۔ جناب عبد اللہؓ بن عمروؓ بن عاص اور جناب حذیفہؓ بن الیمانؓ ۔ خراسان کا علاقہ بھی ساتھ تھا اور وہاں نیشاپور کے علاقے تک بصرہ کے محاذ سے مجاہدین پہنچ گئے جن کا ذکر اگلے باب میں ہو گا ۔ یہ اِس لئے جناب سعیدؓ بن العاص نے اپنا تمام تر رُخ طبرستان کی طرف پھیر دیا ۔

شمالی ایران میں جہاد

جناب حذیفہؓ بن الیمانؓ اِن علاقوں سے واقف تھے اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں .

Marfat.com

انہوں نے یہاں پر کئی مقامات فتح کئے تھے اُن کو جناب سعیدؓ نے قومس بھیجا جو انہوں نے جلدی فتح کرلیا۔ اور جناب سعیدؓ خود ایک لشکر لیکر جرجان پہنچ گئے جرجان کے حاکم نے دو لاکھ دینار سالانہ خراج دینا منظور کیا۔ اِس کے بعد جناب سعیدؓ نے طمیسہ کا رخ کیا طمیسہ دریا کے کنارے سرحدِ جرجان اور طبرستان پر ایک بڑا آباد شہر تھا۔ اور وہاں کے لوگ مقابلہ کے لئے باہر نکل آئے۔ سخت خونریز جنگ ہوئی لیکن کھلے میدان میں ایرانی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کرسکتے تھے۔ جناب سعیدؓ خود صفِ اول میں تھے اور چند مجاہدین کو لے کر وہاں پہنچ گئے۔ جہاں طمیسہ کا والی کھڑا تھا۔ جناب سعیدؓ نے طمیسہ کے والی پر اتنا سخت وار کیا کہ اُس کی زرہ بھی کٹ گئی اور تلوار پاؤں تک پہنچ گئی۔ اب ایرانیوں کے قدم اکھڑ گئے اور کھلے میدان میں بُری طرح مار کھانے کے بعد اہل طمیسہ نے بھاگ کر اپنے قلعہ میں پناہ لے لی۔ مسلمانوں نے محاصرہ کرلیا جو کئی ماہ تک جاری رہا۔ مسلمانوں کے پاس اس وقت بڑی اعلےٰ قسم کی منجیقیں بھی تھیں۔ چنانچہ ہر جگہ سے ان منجیقوں کو اکٹھا کیا گیا اور اس زور سے سنگ باری کی گئی کہ اہلِ شہر بوکھلا گئے اور مسلمانوں کے سامنے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔

طمیسہ سے فارغ ہونے کے بعد جناب سعیدؓ نے فامنہ کے صحرائی علاقوں کو بھی فتح کیا۔ پھر قومس پہنچ کر اہل جرجان کے ساتھ امن کا سمجھوتہ کرلیا اور تمام لوگوں نے مسلمانوں کی اطاعت کرلی۔ لیکن جناب سعیدرضؓ ادھر ہی ٹھیر گئے تاکہ حالات کا مزید مطالعہ کرسکیں۔

قارئین کو یاد ہوگا، کہ جناب ولیدؓ بن عقبہ نے آذربائیجان کے علاقے میں جناب سلمانؓ بن ربیعہ کو متعین کیا تھا، اور ان دونوں بھائیوں سلمانؓ اور عبدالرحمنؓ کی کارروائیوں کا ذکر ہوچکا ہے۔ کہ انہوں نے آگے بڑھ کر آرمینیا کی فتح میں جناب حبیبؓ بن مسلمہ کا ہاتھ بٹایا تھا۔ اُس زمانے میں شام کے لشکر قبرص یا اناطولیہ کے ساحل کی طرف زیادہ مصروف تھے۔ اس لئے آرمینیا اور آذربائیجان کی سرحد پر پھر کچھ بغاوت ہوگئی۔ جناب سعیدرضؓ نے جناب حذیفہ رضؓ بن الیمانؓ کو پھر اُس علاقے میں باغیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ بلکہ مورخین نے دو لشکروں کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے، کہ جناب ابوھریرہؓ اور جناب سلمان فارسیؓ بھی اِن لشکروں میں شامل تھے، یا ایک لشکر کی سرداری بھی ان دو صحابہ میں سے کسی ایک کے سپرد تھی۔ مسلمانوں نے مل کر بغاوت تو فرو کردی۔ لیکن زیادہ بیت

Marfat.com

ہے، کہ کوفہ کے لشکر اور شام کے لشکر والوں کے درمیان کچھ تُو تُو مَیں مَیں ہوگئی۔ یہ نادانی کچھ سے یا دولت آجانے کے سبب سے تھا۔ اس بارے میں کوئی پکی رائے نہیں دی جاسکتی۔ ممکن ہے سازش ہر سطح پر کام کر رہی ہو۔ لیکن پھر بھی قصور ہمارا ہی ہے، کہ ہم ان سازشیوں کے کھلونے کیوں بنتے ہیں۔ محاذ پر یہ پہلی طبقاتی تفرقہ کی کہانی ہے۔

بلنجر کی لڑائی

اسی زمانے میں سرحد پر بلنجر کی لڑائی ہوئی۔ وہ ایسی جگہ تھی جہاں پر ترکستان کے ساتھ حدود ملتی تھیں۔ اِس لڑائی کو سب مورخین بہت بڑی لڑائی کہتے ہیں، جس میں متعدد مسلمان شہید بھی ہوئے۔ کچھ صحابہ کرام رضؓ بھی شہید ہوئے جن میں جناب یزیدؓ بن معاویہ نخعی، عمروؓ بن عتبہ اور منعمد شیبانی رضؓ قابلِ ذکر ہیں۔ بلکہ اِسی جنگ میں جناب عبدالرحمٰنؓ بن ربیعہ خود بھی شہید ہوئے اور اِن کی لاش پر دشمن کا قبضہ ہوگیا۔ اُنہوں نے جہاں ان کو دفن کیا ہے وہاں ایک مزار بنالیا گیا۔ اِسی جنگ میں بھی جناب ابوھریرہؓ اور جناب سلمان فارسیؓ کی شرکت کا ذکر ہے۔

یہ موٹے موٹے حالات تھے، جو جناب سعیدؓ کو بغاوت فرو کرنے میں پیش آئے اور اُن مقامات کا سرسری ذکر کر دیا گیا ہے، جہاں وہ خود گئے یا جہاں انہوں نے کوئی لشکر بھیجا۔ یہ تمام تر بڑی دلچسپ مہمات ہیں۔ لیکن اِس علاقے کے مورخین نے اِن مہمات کی تفصیل میں جانے کی کوشش نہ کی۔ بلاذوری یا اصفہانی وغیرہ نے بھی اختلافی باتوں اور افسانوں پر زیادہ زور دیا۔ حالانکہ اِن علاقوں کے مورخ، جو بعد کے زمانوں میں ہوئے اگر وہ لوگوں کی مدد سے پرانے زمانے کے حالات کی تفصیل میں جاتے، تو ہر شہر سے اس زمانے کی جنگوں کے کچھ حالات مل جاتے۔ جس طرح بعد کے مورخین نے مصر و افریقہ کے حالات کے جنگی پہلوؤں کو بہتر طور پر بیان کیا ہے، جن میں ابن حکیم، مراکشی اور ابن خلدون خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

Marfat.com

البتہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ عظیم صحابہ کرام رضؓ اور خاص کر جناب امام حسن رضؓ اور امام حسین رضؓ کی شمولیت کے ذکر کے علاوہ اور کسی کارروائی کا ذکر نہیں ملتا۔ حضور پاکؐ کے نواسے جن کو آپؐ نے کندھوں پر اٹھایا۔ وہ جہاں جاتے ہوں گے لوگ محبت کا اظہار کرتے ہوں گے۔ اور آپؓ دونوں نے نہ صرف افریقہ اور کوفہ کے صوبوں میں کام کیا، بلکہ آگے بصرہ کے اُس لشکر میں بھی شامل تھے جو شمالی وزیرستان میں آیا۔ کہ وہاں کرایشنڈی کے مقام پر حسن ماہان[1] برمکی کا ایک کتبہ ملا ہے، جس پر درج ہے کہ یہاں وادی بویہ (بالائی ڈور) کے مقام پر اُن مشرکین کا ہیڈکوارٹر تھا جن کے خلاف جہاد میں امام حسنؓ اور امام حسین رضؓ بھی شامل تھے۔

سعیدؓ بن العاص کی کوفہ واپسی

بغاوت فرو کرنے کے بعد جب ہر جگہ حالات ٹھیک ہو گئے تو جناب سعیدؓ کوفہ واپس آگئے۔ گو کافی مجاہدین سرحدوں پر ہی متعین رہے۔ جب تک مجاہدین سرحدوں پر رہتے یا جہاد میں مصروف رہتے تو حالات ٹھیک رہتے تھے۔ لیکن اب چھاؤنی میں واپسی ہو گئی اور محفلیں لگنا شروع ہو گئیں۔ جناب سعید رضؓ کو از خود بھی ایسی محفلوں میں کوئی خامی نظر نہ آئی۔ لیکن یاد رہے کہ محفلیں کسی مقصد کے تحت جمائی جانی چاہییں۔ بے مقصد محفلیں ایک دن اپنے بد اثرات لے آتی ہیں۔ اسلام کی محفلیں مسجد میں ہوتی ہیں گھر میں محفلوں کی ممانعت نہیں لیکن جب کوئی چیز حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو پھر اس میں خرابیاں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔

کوفہ کی محفلیں

جہاد سے واپس آنے کے بعد جناب سعیدؓ نے کوفہ کے لوگوں کے ساتھ بہتر تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ حضرت عثمان رضؓ بھی ہدایات دے چکے تھے، کہ لوگوں کے ساتھ میل ملاپ

---

[1] خاندان عباسیہ کے زمانے میں حسن ماہان برمکی وزیرستان کا گورنر تھا۔

Marfat.com

کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ جناب سعیدؓ عام قسم کی محفلیں بھی لگاتے تھے جن کو آج کل کی زبان میں "دربارِ عام" کہہ لیں اور کچھ خاص قسم کے محفلیں بھی لگاتے تھے۔ اِس مجلس کے شرکاء کے نام ابن خلدون نے تفصیل سے لکھے ہیں جن میں تقریباً ہر قبیلہ کے لوگ ہوتے تھے۔ یعنی سرزمین عرب سے قریش یا مہاجرین، انصار، بنو اسد بنو تمیم وغیرہ کوفہ کے گرد و نواح سے بنو بکر، نخعی، ہمدانی وغیرہ ہوتے تھے۔ رات کو صحبت گرم ہوا کرتی۔ ہنسی مذاق اور لطیفہ گوئی کی باتیں شروع ہوتیں۔ پھر ہوتے ہوتے اس ہنسی مذاق نے طعن، تشنیع اور سخت کلامی کی صورت اختیار کر لی۔ اگر بات کو اسلامی فلسفۂ حیات تک محدود رکھا جاتا۔ اور فلسفہ، اصول، یا نظریہ کی باتیں کی جاتیں، تو ٹھیک تھیں۔ لیکن جہاں طنز و طعن آئے وہاں مادیات اور ذاتیات کی باتیں بھی شروع ہوگئیں پھر قبائل کی برتری اور رقابت تک بات جا پہنچی۔ اور آخر ہاتھا پائی تک نوبت آئی۔ جناب سعیدؓ کے اعلیٰ پولیس افسر جناب عبدالرحمٰنؓ نے بیچ بچاؤ کرنے کی کوشش کی۔ تو اشتر نخعی وغیرہ اُس کو پڑ گئے کہ وہ قبیلہ بنو اسد کا تھا۔ بہر حال اتنی خرابی پیدا ہوئی کہ جناب سعیدؓ نے یہ محفلیں لگانی بند کر دیں۔ اور یہ محفلیں گروہوں میں تبدیل ہوگئیں۔ اب ہر گروہ نے الگ الگ اپنی اپنی مجالس لگانا شروع کیں۔ جہاں پر ایک دوسرے اور حکومت کے خلاف بھی باتیں کی جاتیں (ان باتوں کی تفصیل نانویں باب میں ہے) بہر حال حالات اتنے خراب ہوگئے کہ جناب سعیدؓ کوفہ سے باہر ہوگئے۔ آپ مدینہ میں گئے کہ جناب عثمانؓ کو حالات سے باخبر کریں تو آپ کی غیر حاضری میں حالات اِتنے خراب ہوئے کہ یزید بن قیس نے تو حکومت کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ جناب قعقاعؓ بن عمرو نے حالات کو سنبھالا دینا شروع کیا۔ لیکن جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔ جن اب بوتل سے باہر نکل چکا تھا۔ ہر آدمی مکمل آزاد تھا اور جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ کوئی آدمی بر سرِ بازار کھڑا ہو جاتا اور بغیر کسی وجہ کے حکومت کے خلاف بہتان تراشیاں شروع کر دیتا۔ جناب سعیدؓ، حضرت عثمانؓ سے ہدایات لے کر واپس آئے کہ اہل کوفہ سے پوچھا جائے کہ وہ کیا چاہتے ہیں تو حضرت سعیدؓ کو کوفہ میں داخل بھی نہ ہونے دیا گیا۔ اور جرعہ کے مقام پر قادسیہ کے قریب ہی روک دیا گیا۔ بلکہ اتنی سخت کلامی ہوئی کہ جب جناب سعیدؓ کا غلام آگے سے بول پڑا تو اُس کو قتل کر دیا گیا۔ باغیوں کا سردار تو یزید بن قیس ہی تھا۔ لیکن نیت

Marfat.com

ہے کہ جناب سعیدؓ کے غلام کو اشتر نخعی نے قتل کیا۔ جناب سعیدؓ نے پوچھا کہ آخر تم لوگ چاہتے کیا ہو؟ تو اہل کوفہ نے کہا کہ تمہاری جگہ جناب ابو موسیٰ اشعریؓ کو عامل بنایا جائے۔

جناب ابو موسیٰ اشعریؓ

جناب ابو موسیٰ اشعری رضؓ کا ذکر جلال مصطفےٰ میں بھی ہو چکا ہے اور پہلی کتاب میں اکثر ابواب میں آپ کا تذکرہ آیا ہے۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت آپ بصرہ کے عامل تھے اور جیساکہ اگلے باب میں ذکر آئے گا کہ لوگوں کے کہنے پر جناب عثمانؓ نے جناب ابو موسیٰؓ کو سبکدوش کرکے وہاں جناب عبدؓ اللہ بن عامر کو عامل مقرر کیا تھا۔ اب جناب سعیدؓ راستے سے ہی واپس چلے گئے اور حضرت عثمانؓ کو حالات سے آگاہ کیا۔ جناب عثمانؓ نے فرمایا یہ تو بڑی معمولی بات ہے انہوں نے جناب سعیدؓ کو سبکدوش کر دیا اور جناب ابو موسیٰ رضؓ کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا۔ اور چند دنوں کے لئے حالات میں کچھ خاموشی آگئی۔ لیکن سازش اور فساد میں کوئی کمی نہ آئی۔ اور اس کا ذکر آخری تین ابواب میں ہوگا۔ اب جو لوگ حضرت عثمانؓ پر قرابت داری کا الزام لگاتے ہیں، وہ سوچیں کہ جناب سعیدؓ نے کیا قصور کیا اور پھر بھی جناب عثمانؓ نے لوگوں کی بات تسلیم کرکے اُن کی مرضی کے عامل کا تقرر کر دیا۔ لیکن سازش جاری رہی۔

نتائج واسباق

کوفہ کے محاذ کے حالات کچھ نامکمل ہیں کوفہ، ایران، عراق کے محاذ کا مغربی حصہ یا سیکٹر تھا اگلے باب میں مشرقی حصہ کے بیانات کے بعد عراق و ایران کے محاذ کا کچھ مکمل خاکہ ٹھیک طور پر نظر آسکے گا۔ بدقسمتی سے محاذ اب سرحدوں پر نہ تھا بلکہ اندرون خانہ تھا۔

۲۔ ایک طرف مسلمان اپنی سرحدوں پر جہاد میں مشغول تھے۔ اور گو ایران کا بادشاہ اپنا پایہ تخت چھوڑ چکا تھا لیکن وہ ابھی زندہ تھا (اُس کا ذکر اگلے باب میں آئے گا) اِسی وجہ سے اندرون ملک جگہ جگہ بغاوتیں ہو رہی تھیں، جن میں یزدجرد اور ایرانی امرا کا ہاتھ ضرور

؏ صفحہ ۲۴۶

Marfat.com

ہوتا تھا۔

۳۔ مسلمان مجاہدین کے لئے غیروں کی اِن بغاوتوں کا قلع قمع کرنا تو کچھ آسان تھا اور سرحدوں کی حفاظت بھی ہو رہی تھی لیکن اپنی اندرونی محاذ آرائی عجیب شکل اختیار کر گئی تھی۔ غلطی یہ ہوئی کہ مسجدوں کے علاوہ باقی مقامات پر بھی مجالس اور محفلیں قائم ہو گئیں دولت کی ریل پیل تھی۔ طرح طرح کی کانا پھوسیاں شروع ہو گئیں۔ عمر رسیدہ صحابہ کرامؓ یا تو وفات پا چکے تھے یا محدود جگہوں یعنی گھروں اور مسجدوں تک جاتے تھے۔ نوجوان مسلمان دنیا کی مانی ہوئی سلطنتوں کو شکست دے کر اُن کے باجگزار ملکوں کے مالک بن چکے تھے۔ امرا حاکم ضرور تھے، لیکن مساوات کی سختی سے پابندی کی وجہ سے کچھ لوگوں نے ایسی برابری اور آزادی کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔

۴۔ امرا کی ہر کاروائی پر انگشت نمائی ہوتی تھی۔ امرا بھی نوجوان تھے۔ نادانی اور انسانی کمزوری ہر جگہ ہوتی ہے۔ اِن امرا کی معمولی لغزش والی بات بھی خلیفہ تک پہنچا دی جاتی تھی۔ حاکموں کی زندگی مشکل ہو گئی۔ لوگ اُن کے سر پر سوار ہو رہے تھے۔ ہر آدمی کوئی جائز یا ناجائز شکایت لئے پھرتا تھا۔ وہ آزادی اور جمہوریت کا دلدادہ ہو چکا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ فرد آزاد ہے وہ جو کچھ چاہے کرے۔

۵۔ سازش والے بھی بیچ میں موجود تھے۔ انہوں نے تمام تر حالات کی ذمہ داری خلیفہ، وقت اور امرا پر ڈال دی۔ کچھ اچھی مثالیں بھی تھیں کہ جناب ابو ذر غفاریؓ جیسے صحابی گوشہ نشین ہو گئے اور انہوں نے اطاعتِ امیر کے اصول کو اپنی ذاتی باتوں پر ترجیح دی، جس کا ذکر آگے آئے گا۔ لیکن نوجوان طبقے میں سے اکثر لوگ دندناتے پھرتے تھے اور اُن میں سے بعض سازشیوں کے ہتے چڑھ چکے تھے۔

۶۔ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ سمیت متعدد صحابہ کرامؓ کے ناموں کو غلط طور پر استعمال کیا گیا کہ یہ عظیم صحابہ حضرت عثمانؓ اور اُن کے امرا کی کارکردگی سے نالاں ہیں۔ اِن کی طرف سے لوگوں کو جھوٹے خط لکھے جاتے، کہ ہاں لوگ خروج کریں اور حضرت عثمانؓ کے عاملوں کو وہاں سے ہٹا دیں۔ دوسری طرف اِن صحابہ کرامؓ کو غلط اطلاعات

Marfat.com

مہیا کی جاتیں کہ حضرت عثمانؓ کے عامل یہ کر رہے ہیں اور وہ کر رہے ہیں۔ اور عظیم صحابہؓ حیران تھے کہ حضرت عثمانؓ ان عاملوں کے خلاف کوئی کارروائی کیوں نہیں کرتے۔

۷۔ مصر میں ایک گروہ پیدا ہو گیا کہ اُن کی خط و کتابت حضرت علیؓ کے ساتھ ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ بننے کو تیار ہیں، کوفہ و بصرہ میں ایسے گروہ پیدا ہو گئے جنہوں نے جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ کے لئے ایسی ہی باتیں مشہور کر دیں، اور ایک دوسرے کے ساتھ یہ خط و کتابت شروع تھی، کہ کسی طرح حضرت عثمانؓ کو ہٹا دیا جائے اور پھر اپنی مرضی کا خلیفہ مقرر کریں۔ اہل سازش اتنے ہوشیار تھے، کہ خلافت کے دعویدار بھی آگے تین رکھے، کہ حضرت عثمانؓ کے ہٹ جانے کی صورت میں خلافت کا جھگڑا جاری رہے۔

۸۔ شر پسند لوگوں، اور سازش والوں کی تعداد تو تھوڑی تھی۔ لیکن وہ عام لوگوں کی نادانی کا پورا فائدہ اُٹھا رہے تھے۔ بھیڑ چال والی بات تھی۔ کانا پھوسیاں شروع تھیں اور لوگوں کے ساتھ اس قسم کے وعدے کئے جا رہے تھے جس طرح آج کل سیاستدان عوام کے ساتھ کرتے ہیں۔ جلال مصطفےٰؐ کے پیش لفظ میں ان حالات کی تفصیل ہے۔

۹۔ جنرل گلب اور کچھ مغربی مبصرین نے ان حالات کا موجودہ حالات کے ساتھ موازنہ کیا ہے کہ کس طرح آج کل بھی کئی ملکوں میں لوگوں کو بہکا کر بازاروں اور گلیوں میں بھیج دیا جاتا ہے، جہاں پر وہ اپنے ملک کے سامان کی توڑ پھوڑ کرتے ہیں۔ نعرے لگاتے ہیں کہ ہم باغی ہیں اور ایسے حقوق مانگتے ہیں جو پورے کرنے مشکل ہوتے ہیں۔ اخبار والے بڑے مزے کی سرخیاں جماتے ہیں کہ عوام اور پولیس کی آنکھ مچولی ہوئی ہے۔ اور جب کوئی فساد کرنے والا مر جاتا ہے تو اُس کو شہید بنا کر قوم کا ہیرو بنایا جاتا ہے۔

۱۰۔ جنرل گلب کو شاید معلوم ہوگا کہ انگریز از خود ایسا کر چکے ہیں، کہ سولھویں سترھویں صدی میں اُن کے عوام نے اپنے بادشاہ چارلس اول کو پھانسی دی، تو آگے سے کرام ویل کی آمریت ملی۔ تو پھر اُسی بادشاہ کو شہید بادشاہ کے نام سے یاد کرنا شروع کر دیا۔ اور کچھ عرصہ بعد تخت اُس کے بیٹے کے حوالے کر دیا۔

عہ صفحہ ۲۹

Marfat.com

فرانس والوں نے بادشاہت ختم کی، تو اُن کو نپولین کی آمریت ملی۔ جرمنوں نے اپنے قیصر کو نکالا تو اُن کے آگے ہٹلر کی آمریت ملی۔ اِس وجہ سے یہ بڑا بہتر ہوتا ہے کہ بے ربط وضبط عوام کو معاملات ہاتھ میں نہ لینے دیئے جائیں۔ آگے ہم دیکھیں گے کہ مسلمانوں کی اِس آزادیِ فکر کی وجہ سے کتنا نقصان ہوا۔

۱۱۔ اسلام دینِ فطرت ہے۔ لوگوں کو بادشاہوں کی غلامی سے نکال کر اللہ اور رسولؐ کی غلامی میں دیتا ہے۔ لیکن فرد کو مادر پدر آزادی کی اجازت نہیں حضور پاکؐ کا فرمان ہے۔"جو اکیلا رہ گیا وہ آگ کے لیئے ہے"۔ اور حضرت عمرؓ کا فرمان ہے لَیْسَ الْاِسْلَامَ اِلاَّ بِالْجَمَاعَتْ (اسلام جماعت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا) اب جماعت تب قائم رہ سکتی ہے کہ ہر سطح پر امیر ہو اور امیر کا حکم مانا جائے۔ اگر ہر فرد قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لے یا اپنی مرضی کرے، تو پھر ملک کیسے چل سکتا ہے۔ ہمارے اندر اگر کسی وجہ سے تفرقہ کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ تو وہ قول یا عمل جس کی وجہ سے ایسا ہو۔ وہ غیر اسلامی ہے۔ اس کی تفصیل البتہ الگ کتاب کا مضمون ہے۔

۱۲۔ اسلام اللہ کی آمریت ہے۔ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ ہر امیر اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے فرمان کا پابند ہو۔ اور اصول یہ ہو کہ ہم امیر کی ہر حالت میں اطاعت کریں۔ اگر ہم سب اپنی مرضی کریں۔ یا غیروں کے فلسفوں پر عمل کریں تو حالات وہی ہو جائیں گے جو حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہو گئے تھے۔

۱۳۔ جب ایسا وقت آتا ہے تو ہم نہیں دیکھتے کہ جس حکومت کو ہم تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ اُس کے بعد کیا ہوگا۔ چودہ سو سال میں پہلی دفعہ اللہ اور رسولؐ کے نام پر ایک ملک قائم ہوا ہے۔ کچھ لوگوں نے اپنی خود غرضی یا غیروں کا کھلونا بننے کی وجہ سے پاکستان کی حقیقت کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ اِن لوگوں کی پہچان یہ ہے، کہ وہ پاکستان کی ہر حکومت کی مخالفت کریں گے۔ کہ حکومت کو نقصان پہنچا کر وہ دراصل پاکستان یا اُس نظریے کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، جس کے تحت یہ ملک قائم ہوا تھا۔ ایسے لوگوں کی ہمیں پہچان ہونی چاہیئے۔ اور اُن کو ان کے "مقام" پر رکھنا چاہیئے۔

۱۴۔ اب ہماری بدقسمتی یہ ہے، کہ ہم نے تاریخ سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ ہمارے عالم، دانشور اور اہلِ قلم حضرات جناب عثمانؓ اور اُس زمانے کے باقی عظیم صحابہؓ پر تنقید کرتے ہیں۔ اور اپنے

Marfat.com

گریبان میں منہ ڈال کر نہیں دیکھتے، کہ ہم نے کیا کیا، کہ اِس ملک کو دولخت کر دیا۔ ضرورت اِس امر کی ہے، کہ ہم لوگ اسلامی فلسفۂ حیات کے اصول، اِس زمانے کے مطابق ڈھالیں اور جو بات ان اصولوں کے خلاف جاتی ہے، یا جو کوئی اِن اصولوں کے خلاف بات کرتا ہے اُس کو اپنی "جگہ" پر رکھیں یہ لوگ منافق ہیں اور اللہ اور رسولؐ کے دشمن ہیں۔

O

Marfat.com

ساتواں باب

بصرہ کے امراء ۔ اور محاذ کی جنگی کارروائیاں

نقشہ دوازدہم پر کوفہ اور بصرہ دونوں محاذوں کی صورتِ حال بہتر طور پر سمجھ آسکتی ہے ۔ گو کچھ حیرانی ضرور ہوتی ہے، کہ کوفہ اور بصرہ نزدیک ہیں ۔ اور صوبوں کی بانٹ اِس طرح کیوں کی گئی، کہ جغرافیائی طور پر عراق، ایران کی الگ الگ عملداری بنائی جا سکتی تھی یا اس کے تین چار صوبے بھی ہو سکتے تھے ۔ لیکن اگر حالات اور جغرافیہ کا گہرا مطالعہ کیا جائے، تو فوجی حکمت عملی کے لحاظ سے یہ طریقہ ٹھیک تھا ۔ خلفائے راشدین نے مصر اور سارے افریقہ کے لئے فسطاط کی چھاؤنی بنائی، جو مدینہ شریف سے نزدیک تھی اور یہاں سے ہی افواج نے نکل کر ٹیونس تک کے علاقے فتح کئے ۔ بعد میں البتہ قیروان کی چھاؤنی کی ضرورت پڑی ۔ شام و فلسطین کے لئے جابیہ کے مقام پر فوجی چھاؤنی بنائی گئی ۔ لیکن چند انتظامی مجبوریوں کیوجہ سے دارالحکومت کو دمشق لے جانا پڑا ۔ عراق و ایران کے علاقوں کو آدھا آدھا بانٹا گیا مغربی علاقے کے لئے کوفہ کی چھاؤنی تھی، اور مشرقی کے لئے بصرہ کی ۔ گو دونوں مقامات عراق میں تھے لیکن مدینہ شریف کی حکمت عملی کے تحت یہی مقامات زیادہ بہتر تھے ۔

اِس کا فائدہ یہ تھا کہ صوبائی دارالخلافے یا چھاونیاں مدینہ شریف کے نزدیک تھیں ۔ اور اِن مقامات سے آگے چھوٹی چھوٹی چھاونیاں سارے علاقے میں پھیلی ہوئی تھیں ۔ بالکل اِسی طرح جس طرح ایک کور ہیڈ کوارٹر سے آگے دو تین ڈویژن ہیڈ کوارٹر ۔ اور پھر ہر ڈویژن ہیڈکوارٹر سے آگے اُس کے بریگیڈ ہیڈ کوارٹر ۔ اور اُس سے آگے بٹالین وغیرہ ہوتی ہیں ۔ ویسے بھی اصول یہ ہوتا ہے کہ مرکز سے صوبائی دارالخلافے نزدیک سے نزدیک ہوں کہ فوجی لحاظ سے یہ ضروری ہوتا ہے ۔ اب انگریزوں کو دیکھو کہ ہندوستان پر قبضہ کرنے سے پہلے انہوں نے سارا زور بمبئی، مدراس اور کلکتہ پر لگا دیا اور وہاں مضبوط قلعے قائم کئے کہ انگریز سمندر کے راستے

Marfat.com

ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ جب پورے ملک پر قبضہ ہوگیا تو پھر بھی دار الخلافہ کلکتہ ہی میں تھا۔ اور ۱۹۱۱ میں دار الخلافہ دہلی میں تبدیل کیا گیا اور وہ بھی اِس وجہ سے کہ اُس زمانے میں انگریزی سلطنت کو اتنی وسعت مل چکی تھی کہ اس پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ لیکن ہم نے اِس سے کوئی سبق نہ سیکھا کہ اسلام تو پہلے ہی دن سے ہر معاملہ کو فوجی طریقہ پر حل کرتا تھا۔

بصرہ۔ چند بنیادی پہلو

قارئین کی توجہ اس سلسلہ کی پہلی کتاب کی طرف مبذول کرائی جاتی ہیں۔ عراق کی فتوحات کی بنیاد انہی علاقوں میں ڈالی گئی۔ بارھویں ہجری میں جناب خالدؓ نے ہرمز کو کاظمہ کے مقام پر شکست دی، اور پھر مسلمان مجاہدین ابلہ پہنچ گئے جو بصرہ کے نزدیک ہے اس علاقے میں مسلمانوں نے عامل مقرر کیے اور یہ ذکر تھا۔ کہ جناب حسن بصریؒ کے والد اسلام میں داخل ہوگئے لیکن ساتھ ہی قارئین کو یاد ہوگا کہ مسلمانوں کا اس وقت بڑا مقصود حیرہ تھا اور انہوں نے بصرہ کے علاقے میں جنگی کارروائیاں حربی مظاہروں کے طور پر کیں۔ لیکن آگے زیادہ پیش قدمی نہ کی۔ یہ ذکر پہلی کتاب کے ساتویں اور آٹھویں باب میں ہے۔ لیکن آگے چل کر پچیسویں باب میں بصرہ سے آگے خرستان، اہواز، فارس اور خراسان کے کچھ علاقوں کی فتوحات کا ذکر ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے جب خلافت سنبھالی تو جناب ابوموسٰے اشعریؓ بصرہ کے عامل تھے۔ اور اُن کی عملداری جیسا کہ نقشہ دوازدہم میں دکھایا گیا ہے، ایک طرف خراسان سے لے کر مشرق میں سیستان تک تھی اور جنوب و جنوب مشرق میں فارس سے لے کر مکران تک کے علاقے اُن کی عملداری میں تھے۔

جنابِ عبداللہؓ بن عامر

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے پہلے چھ سالوں میں جناب ابوموسٰیؓ ہی بصرہ کے عامل رہے، اور انہوں نے تمام علاقوں کے نظام کو بڑی اچھی طرح سے چلایا۔ جناب عثمانؓ کی خلافت کے چھٹے سال بصرہ اور اردگرد میں کچھ لوگوں نے تجویز پیش کی کہ اِس محاذ پر آگے فتوحات کی ضرورت

Marfat.com

ہے اِسی لئے کسی نوجوان کو وہاں پر سپہ سالار مقرر کیا جائے۔ جناب عثمان رضؓ نے یہ تجویز منظور کی اور جناب عبداللہ رضؓ بن عامر کو بصرہ کا عامل مقرر کیا اور جناب ابو موسیٰ رضؓ کو آگاہ کیا کہ اُن کی سبکدوشی باعزت طور پر ہے اور اُن کے کام میں کوئی کمی نہیں۔ جناب ابو موسےٰ رضؓ کو بھی اِس میں کوئی رنجش نہ تھی اور جب جناب عبداللہ رضؓ بن عامر وہاں پہنچے، تو جناب ابو موسےٰ رضؓ نے اُن کو خوش آمدید کہا اور بصرہ میں خطبہ دیا کہ اہل بصرہ بڑے خوش قسمت ہیں کہ اُن کے نئے عامل نجیبؓ الطرفین ہیں۔ یعنی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے عظیم صحابہ رضؓ کے رشتہ دار ہیں۔

آپؓ کی سب سے بڑی رشتہ داری تو یہ تھی، کہ آپ کی دادی حضور پاکؐ کی پھوپھی تھیں جن کا نام ام حکم رضؓ تھا۔ اِس لئے سارے بنو ہاشم آپ کے ننھیال والے تھے۔ آپ خود بنو عبد شمس سے تھے جہاں امیہ خاندان کے ساتھ آپؓ کا شجرہ مل جاتا تھا اور عبد شمس حضور پاکؐ کے پردادا ہاشم کے بھائی تھے۔ آگے چل کر واقعات ظاہر کریں گے کہ حضرت عثمانؓ کا یہ چناؤ بہت اچھا تھا کہ آپؓ نے نہ صرف اپنے علاقے سے بغاوت فرو کی بلکہ کئی اور نئے علاقے بھی فتح کئے جن میں کابل بھی تھا۔ اس زمانے میں کسی نے آپ کے چناؤ پر اعتراض نہ کیا۔ لیکن آپؓ چونکہ حضرت عثمانؓ کے ماموں زاد بھائی بھی تھے تو بعد میں آپؓ پر بھی اعتراض کئے گئے۔ ایسی الزام تراشیاں بالکل فضول اور بے جا حرکتیں تھیں۔

حضرت عثمان رضؓ نے البتہ ایک اور تبدیلی بھی کی کہ بحرین کا عامل جو پہلے خود مختار تھا اور مدینہ سے احکام لیتا تھا اُس کو بھی آپؓ نے بصرہ کے عامل کے ماتحت کر دیا۔ بحرین چھوٹی جگہ تھی۔ حضور پاکؐ کے زمانے سے جزیرہ ہونے کیوجہ سے یہاں کا عامل الگ چلا آتا تھا لیکن اب ضرورت کے تحت اور نزدیکی کی وجہ سے کچھ یکجائی کی ضرورت تھی۔ بحرین کے عامل حضرت عثمان رضؓ بن ابو العاص تھے، اور انہوں نے اِس نئے فیصلہ کو قبول کیا۔

صوبہ فارس میں بغاوت

عبداللہ رضؓ بن عامر کے عامل اور سپہ سالار بننے سے پہلے اکثر مفتوحہ علاقوں میں کچھ بغاوتیں

Marfat.com

پھوٹ رہی تھیں۔ خاص کر صوبہ فارس، مکران اور ایرانی بلوچستان میں باغی کافی طاقت پکڑ چکے تھے اور اصطخر کے اہم قلعے پر اُن کا قبضہ تھا۔ یہاں سے انہوں نے بغاوت کو تقریباً سارے صوبہ فارس میں پھیلا دیا۔ اُسی زمانے میں جناب عبداللہؓ بن معمر خراسان سے تبدیل ہو کر نئے نئے فارس کے صوبہ میں آئے تھے۔ انہوں نے باقی تمام علاقوں سے بغاوت کو جلدی ختم کر لیا لیکن کافی زیادہ باغیوں نے بھاگ کر اصطخر کے قلعے میں پناہ لے لی۔ جناب عبداللہؓ بن معمر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں باغیوں کی پوزیشن کافی مضبوط تھی اور ایک جھڑپ میں جناب عبداللہؓ بن معمر شہید ہو گئے۔ بلکہ شدید جنگ میں کئی مجاہدین بھی شہید ہو گئے اور مسلمانوں کو قلعے کا محاصرہ چھوڑنا پڑ گیا۔

جناب عبداللہؓ بن عامر کو جب یہ خبر ملی تو آپؓ نے ایک لشکر جرار تیار کیا اور باغیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ نے اپنے جیش المقدم پر جناب عثمانؓ بن العاص کو مقرر کیا جو بحرین سے آچکے تھے۔ میسرہ پر ابوبرزہؓ الاسلمی کو اور میمنہ پر معقلؓ بن بسیار کو مقرر کیا۔ رسالہ اور متحرک دستوں کی کمانڈ جناب عمرانؓ بن حصین کر رہے تھے۔ باغی حالات کو نہ بھانپ سکے۔ وہ قلعہ کے باہر تھے، کہ پہلے مسلمان دستے پسپا ہو چکے تھے اور باغیوں کے دل بڑھے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے مسلمانوں کے جیش المقدم کو دیکھ کر قلعہ کے باہر ہی صف بندی کر دی۔ لیکن یہ اُن کو بہت مہنگی پڑی، کہ باقی اسلامی لشکر بھی وہاں پہنچ گیا۔ چنانچہ قلعہ کے باہر ایک خونریز جنگ ہوئی جس میں اہل فارس کو اتنی سخت شکست ہوئی کہ وہ قلعے میں بھی پناہ نہ لے سکے۔ جو لوگ وہاں پر تھے، انہوں نے قلعہ کے دروازے غیر مشروط طور پر کھول دیئے۔ اور آئندہ امن وامان سے رہنے کا وعدہ کیا۔

دارابجر کے علاقہ میں کوچ

اصطخر کے معاملات سے فارغ ہونے کے بعد جناب عبداللہؓ بن عامر نے دارابجر کے علاقے کا رُخ کیا۔ وہاں پر جور شہر میں بغاوت ہو گئی تھی۔ اس شہر کو اردشیر بھی کہتے تھے۔ اس علاقے کے مسلمان عامل جناب ہرمؓ بن عیان نے اس شہر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ جناب ہرمؓ

Marfat.com

نے البتہ اس مقام کو جناب عبداللہؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی فتح کر لیا۔ واقعات اِس طرح بیان کیے جاتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ تھا اور گو جہاد کے وقت روزہ قضا ہو سکتا ہے، لیکن جناب ہرمؓ روزہ رکھتے تھے۔ سارا دن وہ اپنی ذمہ داری نبھاتے تھے ۔ اُن کے خادم کو دن کو چھٹی ہوتی تھی۔ وہ افطاری اور سحری کا کھانا پکا کر ایک جگہ رکھ جاتا اور پھر اپنی ذمہ داری والی جگہ پر پہنچ جاتا تھا کہ دشمن پر نظر رکھے۔

ایک دِن جب جناب ہرمؓ واپس آئے تو کھانا نہ ملا۔ آپ نے پانی سے روزہ افطار کیا اور پانی ہی پی کر روزہ رکھا ۔ دوسرے دن صبح اپنی ذمہ داری والی جگہ پر چلے گئے۔ روایت ہے کہ آپ نے چند دن اسی طرح گزار دیئے لیکن خادم سے کچھ نہ پوچھا کہ شاید سامانِ خوراک کی کمی تھی روایت ہے کہ آپ کافی کمزور ہو گئے تو ایک دن خادم نے پوچھ لیا کہ اُن کو کیا تکلیف ہے۔ فرمایا کہ شاید محاصرہ اٹھانا پڑے گا۔ خوراک کی اتنی کمی ہو گئی ہے کہ مجھے بھی کھانا نہیں مل رہا۔ تو خادم نے عرض کی کہ جناب وہ ہر روز کھانا پکا کر فلاں جگہ رکھ جاتا رہا۔ اِس لئے خادم نے اجازت چاہی کہ اُس دن وہ اپنی ذمہ داری پر دیر سے جائے گا تاکہ چھپ کر دیکھے کہ کھانا کدھر جاتا ہے۔

خادم چھپ کر بیٹھ گیا جب ذرا اندھیرا پڑا تو ایک کتا آیا اور بڑی خاموشی کے ساتھ کھانا اُٹھایا اور پھر قلعہ کی طرف چل پڑا۔ کتے والی بات عجب تھی کہ قلعہ کے اندر کوئی کتا ہو سکتا تھا۔ باہر تو کبھی کوئی کتا نظر نہ آتا تھا۔ خادم نے کتے کا پیچھا کیا اور دیکھا کہ قلعہ کی دیواروں میں ایک جھاڑی کے نیچے ایک شگاف ہے جہاں سے کتا قلعہ کے اندر چلا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالٰی نے یہ سبب بنادیا اور خادم نے جناب ہرمؓ کو وہ شگاف یا سوراخ دکھا دیا۔ جناب ہرمؓ نے مجاہدین کو اکٹھا کیا اور کافی تعداد میں مجاہدین اِس سوراخ سے قلعے کے اندر داخل ہو گئے اور تجویز کے مطابق قلعے کے ایک دروازہ پر قبضہ کر کے اس کے دروازے کھول دیئے۔ جس سے باقی مجاہدین قلعے میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ یہ شہر جناب عبداللہؓ کے وہاں پہنچنے سے چند دن پہلے فتح ہو گیا اور جناب عبداللہؓ نے البتہ حربی مظاہرے جاری رکھے۔ فارس کے علاقے میں جناب ہرمؓ بن عیان کے ماتحت جناب حرثؓ بن راشد اور برجمان رضہ جہمی کو مختلف اضلاع میں مامور کیا کہ ہر جگہ سے بغاوت کو مکمل طور پر ختم کر دیں ۔ جب حالات ٹھیک ہو گئے تو آپ نے

Marfat.com

جناب عثمانؓ کو ان فتوحات کی خبر دی اور بہت بڑا لشکر تیار کرکے آپ خراسان اور کرمان کی طرف روانہ ہو گئے۔

خراسان کی مہم

جناب عبداللہؓ فارس کے علاقوں سے سیدھے خراسان کی طرف روانہ ہو گئے یا بصرہ واپس آئے اور وہاں سے شمال کی طرف روانہ ہوئے، اس سلسلہ میں مورخین میں کچھ اختلاف ہے آپ البتہ دور دراز علاقوں کی مہم پر جا رہے تھے، جس پر کافی وقت صرف ہونا تھا۔ اس لئے آپؓ نے جناب زیادؓ بن عامر کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور پھر شمال کی طرف رواں دواں ہو گئے۔ فوجی معاملات میں آپ کے مشیر جناب عاصمؓ بن عمرو تھے، جن کے دوسرے بھائی قعقاعؓ کوفہ میں مشیر تھے۔ ان دونوں عظیم بھائیوں کا پہلی کتاب میں کثرت سے ذکر کیا گیا ہے جناب عبداللہؓ خراسان ۲۹ ہجری کے آخر یا ۳۰ ہجری کے شروع میں گئے۔ زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ دارالبجر کے علاقے سے واپس اصطخر آئے جہاں کا عامل جناب شریکؓ بن اعور حارثی کو مقرر کیا۔ انہوں نے وہاں پر ایک بہت بڑی مسجد بنوائی جس کو تاریخی حیثیت حاصل ہے کہ فارس کے صوبہ میں بغاوت کے فرو ہو جانے کے بعد اُس مسجد کا سنگِ بنیاد جناب شریکؓ نے رکھا۔

خراسان کی مہم پر جانے کے لئے آپؓ نے دو راستے اختیار کئے۔ مورخین میں جو اختلاف ہے کہ آیا آپ نے کرمان والا راستہ اختیار کیا یا اصفہان والا، وہ اسی وجہ سے ہے کہ اصل میں لشکر دونوں راستوں پر گئے تھے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ آپؓ بصرہ نہ گئے اور صوبہ فارس سے ہی شمال کی طرف چلے گئے۔ اِس کی بھی یہی وجہ ہے کہ ایک لشکر اصطخر کے راستے سیدھا شمال کی طرف چلا گیا۔ ہم نے نقشہ دوازدہم پر یہ دونوں پیش قدمی کے راستے دکھا دیئے ہیں اور ہمارا تجزیہ ہے کہ آپ نے اصطخر والے راستے سے کرمان کی طرف جناب امیرؓ بن احمر یشکری کو بھیجا۔ اور خود بصرہ آئے اور وہاں سے اصفہان والا راستہ استعمال کیا اور آپؓ کے جیش المقدم کے طور پر جناب احنفؓ بن قیس تھے۔

یہ دورخی پیش قدمی فوجی لحاظ سے تدبیرات اور حکمتِ عملی کی ایک بڑی حربی خوبی مانی جاتی ہے۔ اِس میں باہمی روابط کی ضرورت ہوتی ہے لیکن اگر دشمن کمزور ہو تو ضروری نہیں کہ

Marfat.com

صفحہ ۱۹۲ - ا

شمال

نقشہ دوازدہم ۔ بصرہ کے محاذ کی ذمہ داری کا علاقہ اور مکران، سیستان، خراسان، جرجان کی مہمات و کابل وزیرستان کی فتوحات

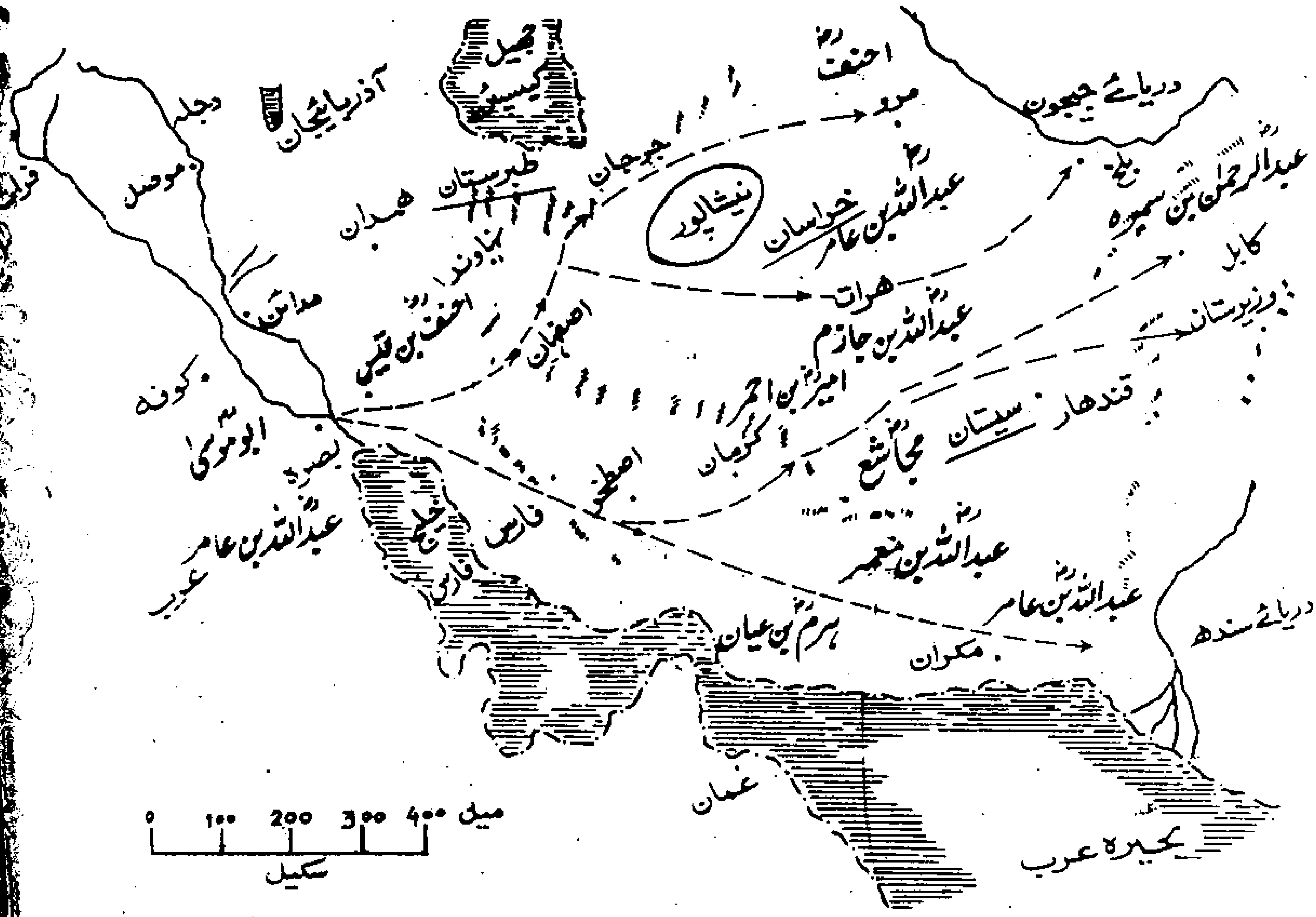

Marfat.com

ہر وقت رابطہ قائم ہو۔ مقامات اور وقت دے دیئے جاتے ہیں کہ فلاں مقام پر فلاں وقت یہ کام ہوگا یعنی سارا کھیل "زماں و مکاں" کا ہوتا ہے لیکن ایسی تجویز تب بنتی ہے کہ زمین کے چپہ چپہ سے واقفیت ہو اور پہلے سے اندازہ ہو کہ کس جگہ دشمن کیا کرنے کے قابل ہوگا۔

چنانچہ جناب عبداللہؓ نے امیرؓ بن احمر کو ہدایات دیں کہ کرمان پر قبضہ کرنے کے بعد وہ وہاں پر جناب مجاشعؓ بن مسعود کو چھوڑ دیں۔ کہ وہ مشرق میں سیستان کے علاقوں پر نظر رکھیں اور امیرؓ بن احمر شمال کا کوچ کرتے ہوئے خراسان کے علاقے میں اُن کے ساتھ رابطہ قائم کریں۔ جناب عبداللہؓ جس راستے پر خود جارہے تھے اُن کے آگے آگے جناب احنفؓ بن قیس تھے۔ انہوں نے طبسین کے دو ضلعوں کو فتح کر لیا جو خراسان کے دروازے سمجھے جاتے تھے اور اُس کے بعد کوہستانی علاقہ آجاتا تھا۔ تو جناب عبداللہؓ نے حکم دیا کہ اب لشکر میں پھیلاؤ نہ رکھا جائے اور ایک دوسرے سے نزدیک رہتے ہوئے ہر شہر یا قلعہ یا فوجی چوکی پر قبضہ کرنے کے لئے ضرورت کے مطابق فوج بھیجی جائے گی۔ یہ تجویز بڑی کامیاب رہی اور اس طرح کوہستانی علاقے کے ہر شہر پر مسلمانوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا اور چھ لاکھ سالانہ خراج پر دوبارہ سمجھوتہ ہو گیا۔ علاوہ جناب امیرؓ بن احمر اور جناب مجاشعؓ نے بھی مشرق میں کچھ علاقے فتح کئے۔

یہ اُس زمانے کی بات ہے جب عبداللہؓ کے مغربی یا بائیں بازو پر جناب سعیدؓ بن العاص طبرستان کے علاقوں میں بغاوت فرو کر رہے تھے۔ جناب سعیدؓ بن العاص طبرستان کی بغاوت کو ختم کرنے کے بعد مشرق کا رخ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن اسی دوران جناب عبداللہؓ بن عامر نے جرجان تک کے علاقوں کو دوبارہ فتح کر لیا تو جناب سعیدؓ نے اپنا تمام تر رخ مغرب کی طرف آذربائیجان کے علاقوں کی طرف کر دیا اور آگے اُن کے دستے ترکستان تک پہنچ گئے۔ جناب عثمانؓ کے عاملوں کی اس حکمت عملی اور طریق کار کو جب گیارہویں اور بارہویں نقشہ پر دیکھا جائے تو انسان عش عش کرنے لگتا ہے۔ لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب سعیدؓ کے لشکر سے کچھ عظیم صحابہ کرامؓ مشرقی افواج میں شامل ہو گئے۔ اس کی تفصیل بھی بعد میں آتی ہے۔

بیہق کی فتح

اب جناب عبداللہؓ بن عامر نیشاپور کے علاقوں میں داخل ہو چکے تھے انہوں نے ایک

۱۔ آپ عظیم صحابی جناب عبداللہؓ کے چھوٹے بھائی تھے اور آپ ہمارے شمالی وزیرستان کے شیر تلہ کے مقام تک آئے جسکی تفصیل بعد میں آئے گی۔

Marfat.com

لشکر کے ساتھ حضرت اسودؓ بن کلثوم کو بیہق شہر کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا یہ جگہ ابر کے مقام سے کوئی پندرہ بیس میل تھی اور وہاں پر دشمن قلعہ بند ہوگیا لیکن قلعہ میں ایک شگاف تھا جس کے بارے میں مخبروں نے مسلمانوں کو خبر کردی اور ایک رات چھپ کر مسلمان قلعہ میں داخل ہوگئے قلعے میں گھمسان کی جنگ ہوئی بیہق شہر تو فتح ہوگیا لیکن جناب اسودؓ بھی شہید ہوگئے اور لشکر کی کمانڈ اُن کے بھائی ادھمؓ بن کلثوم نے سنبھال لی اور چند دستوں کو وہاں چھوڑ کر آپ نیشا پور کی طرف روانہ ہوگئے اِن کے پیچھے جناب عبداللہؓ بن عامر بھی سب لشکر کو لے کر نیشاپور پہنچ گئے۔

نیشاپور کی فتح

جناب عبداللہؓ بن عامر نے شہر کے محاصرے کا حکم دے دیا۔ شہر کے چار دروازے تھے دفاعی لحاظ سے شہر چار حصوں میں بٹا ہوا تھا ہر دروازے کا ایک سردار تھا جو اپنے علاقے کے دفاع کا ذمہ دار تھا۔ ایک دروازے کے سردار نے جب اسلامی لشکر پر نظر دوڑائی تو گھبرا گیا اور اپنی جان کی امان پر رات کو دروازہ کھولنے کی پیش کش کی جو مسلمانوں نے منظور کرلی۔ لیکن قلعے کا بڑا کمانڈر اُس سے پہلے ہی دل چھوڑ چکا تھا اور دروازہ کھولنے سے پہلے جان کی امان کی شرط پر اِس کا بھی ایک قاصد آچکا تھا۔ اِس طرح نیشاپور پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا۔ دس لاکھ درہم سالانہ خراج دینے پر صلح ہوگئی۔ نیشاپور کے ارد گرد چند اور قصبوں کو بھی مسلمانوں نے بزورِ شمشیر فتح کیا جن میں استاق رام ہرمز اور حیبرفت وغیرہ شامل ہیں۔ وہاں کے تمام لوگ بھی مسلمانوں کے مطیع ہوگئے۔ اِن علاقوں کے نظام کے لئے جناب عبداللہؓ نے قیسؓ بن ہیثم سلمی کو مامور کیا نیشاپور اسلام کی آغوش میں آنے کے بعد، ہماری تہذیب اور تمدن کا مرکز بن گیا۔ جناب فریدالدین عطارؒ یہاں پر رہی تھے۔ اور جلال الدین خوارزم نے یہاں مغلوں کا بڑا مقابلہ کیا۔

رَے اور مرو کی فتوحات

اب جناب عبداللہؓ نے رے اور مرو کا رُخ کیا راستے میں سرخش اور بیور کے مقامات آتے

Marfat.com

تھے۔ اُن کو بھی سر کیا اور وہاں پر حاتمؓ بن باہلی کو امیر مقرر کیا رَے اور مرو کو دوبارہ فتح کرنے کا سہرا بھی جناب احنفؓ بن قیس کے سر ہے کہ وہ جیش المقدم کے کمانڈر تھے خاص کر مرو کی باجگذاری بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ وہاں پر دو کروڑ سالانہ خراج پر صلح ہوئی۔ اِسی دوران جناب عبداللہؓ بن عامر نے ایک لشکر ہرات بھیجا جس کی کمانڈ جناب عبداللہؓ بن حازم کر رہے تھے۔ انہوں نے ہرات فتح کیا اور دس لاکھ سالانہ خراج پر صلح ہوگئی۔ ہرات موجودہ افغانستان میں ہے اور کسی تعارف کا محتاج نہیں۔

بلخ کی فتح

اِس طرح ہرات کے بارے میں تسلی ہو جانے کے بعد جناب عبداللہؓ بن عامر نے اپنے عظیم ساتھی جناب احنفؓ بن قیس کو ساتھ لیا اور بلخ کی طرف روانہ ہوگئے راستے میں دار ابجرؓ آیا وہاں کے حاکم نے تین کروڑ سالانہ خراج دینے کی پیش کش کی لیکن جناب احنفؓ نے یہ شرط لگائی کہ یہ نیا علاقہ ہے پچھلے علاقوں کا نظام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں کے حاکم جگہ جگہ مسجدیں بنائیں جن میں ہمارے مبلغ آکر دین اسلام کی تبلیغ کریں گے اور اِس علاقے کے حاکم یہ ذمہ داری لیں کہ وہ اِن مبلغین کی حفاظت بھی کریں گے اور اذانیں ہر شہر میں باقاعدگی سے دی جائیں گی۔ یہ شرائط منظور کر لی گئیں اور مسلمان وہاں سے مہروالروز کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہاں پر اہل شہر نے سخت مقابلہ کیا لیکن بری طرح شکست کھائی اور چھ لاکھ سالانہ خراج پر سمجھوتہ ہوگیا۔ صوبہ جرجان کے چند شہر باقی تھے جہاں پر لوگ مسلمانوں کے مطیع نہ تھے۔ اُن شہروں میں طالقان اور فاریاب قابل ذکر ہیں۔ وہاں دو الگ الگ لشکر بھیجے گئے۔ ایک کی کمانڈ جناب اقرعؓ کر رہے تھے اور دوسرے کی جناب امیرؓ بن احمر۔ جنہوں نے اُن شہروں اور گردو نواح کے علاقوں کو فتح کرلیا۔

اِس طرح تمام علاقوں کو فتح کرتے ہوئے جب ہر طرف سے اسلامی لشکر بلخ پہنچے تو اہل شہر سمجھ گئے کہ مقابلہ نہیں ہوسکتا تو انہوں نے غیر مشروط طور پر صلح کر لی اور سات لاکھ سالانہ خراج دینا منظور کیا۔ اِس علاقے کو طخارستان بھی کہتے ہیں اور فرغانہ کا مقام بھی نزدیک ہے جہاں

عہ اُس زمانے میں کافی علاقے کو دار ابجر کا علاقہ کہتے تھے۔

Marfat.com

پر بعد میں اِس خطہ کے پہلے مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کی آبائی سلطنت تھی۔ اِس لئے فرغانہ کے مقام سے ہمارے تاریخ کے طالب علم اچھی طرح سے واقف ہیں۔ کہ ساتھ خوارزم کا علاقہ بھی ہے جہاں اسلام کا جلیل فرزند جلال الدین خوارزم بعد میں پیدا ہوا۔

البتہ مسلمان پہلی دفعہ اِس علاقہ میں جناب عثمانؓ کے زمانے میں داخل ہوئے لیکن اہلِ خوارزم، جو دریائے جیحون کے دونوں کناروں پر آباد تھے اُنہوں نے مسلمانوں کے لشکر کی آمد کی خبر سن کر پُل توڑ دیا اور ہر مقام سے تمام کشتیاں دریا کی دوسری طرف لے گئے۔ یعنی اِس کنارے سے آمدورفت بند ہوگئی۔ دریا میں طغیانی تھی۔ اِس لئے جناب عبداللہؓ بن عامر نے جناب احنفؓ کو واپس بلا لیا۔ بلخ پر جناب اُسیدؓ بن المنتشم کو امیر مقرر کیا اور مشرقی علاقوں کا رُخ کیا۔ بلخ سے آگے وسط ایشیا کی فتوحات کا ذکر چوتھی کتاب میں ہے۔

کابل اور مشرقی علاقوں کا رُخ

قارئین کو یاد ہوگا کہ جناب عبداللہؓ بن عامر نے ایک لشکر کو کرمان بھیجا تھا۔ اس لشکر کے، کرمان کو فتح کرنے کے بعد مجاشعؓ بن مسعود تو اِدھر ہی متعین ہوگئے۔ لیکن باقی لشکر کو جناب امیرؓ بن احمر کے تحت آگے پیش قدمی کرنے کا حکم تھا۔ اور وہ ہرات پہنچ چکے تھے۔ اِس طرح جناب عبداللہؓ کا دایاں بازو حفاظت میں آچکا تھا۔ بائیں طرف ویسے ہی حفاظت موجود تھی کہ جناب سعیدؓ بن العاص کے ساتھ رابطہ قائم ہوچکا تھا اور اُن کے لشکر جھیل کیسپین سے بائیں طرف آگے بڑھ رہے تھے۔ اب جناب عبداللہؓ بن عامر کی سامنے والی حدود جھیل کیسپن اور دریائے جیحون کی وجہ سے محفوظ ہوچکی تھیں۔ اِس لئے جناب عبداللہؓ نے مشرق میں ہندوکش کے علاقوں، زبلستان، غزنی اور کابل کو فتح کرنے کی تجویز بنائی۔

کابل کی فتح کا پیش خیمہ

کوہ ہندوکش کے اِن علاقوں کو فتح کرنے کے لئے جناب عبداللہؓ بن عامر نے ایک لشکرِ جرار تیار کیا جس کی کمانڈ جناب عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ کو سونپی۔ آپ خود نیشاپور کے گرد و نواح

Marfat.com

میں تھے اور آگے پیش قدمی کرنے والوں کے ساتھ مکمل رابطہ تھا کہ اب جس علاقے میں مسلمان داخل ہو رہے تھے وہ ایران سے مختلف تھا۔ یہاں پر ہندوانہ تہذیب اور رسم و رواج تھے۔ مذہب کے لحاظ سے کچھ لوگ بدھ مذہب تھے، لیکن اُن کو مغربی بدھ کہتے تھے اور اُن کے عقائد موجودہ بدھ کے لوگوں سے مختلف تھے۔ اِن بدھوں کا ایک بڑا بادشاہ راجہ کنشک ہو گذرا ہے جس کا ذکر ہم اپنی تاریخوں میں بھی پڑھتے ہیں کہ وہ ہمارے خطوں کا بادشاہ رہ چکا ہے۔

بہرحال اسلامی لشکر میں بڑے بڑے عظیم مجاہد تھے جن میں عبداللہؓ بن حازم، مہلبؓ اور عبادؓ بن الحصین قابلِ ذکر ہیں۔ لیکن ایک خاص بزرگ جناب حسن بصریؒ بھی اِس لشکر میں شامل تھے۔ جناب حسن بصریؒ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اکثر صوفیا اور فقرا اپنے سلسلوں کو جناب حسن بصریؒ کے واسطے سے حضرت علیؓ تک پہنچاتے ہیں۔ کہ بعد میں جناب حسن بصریؒ جناب علیؓ کیساتھ بھی رہے۔ لیکن ہماری تاریخوں میں آپ اِس مہم میں پہلی دفعہ کھل کر سامنے آئے ہیں۔ گو آپ کے والد بزرگوار کے اسلام لانے کا ہم پہلی کتاب میں کاظمہ کی فتح کے بعد ذکر کر چکے ہیں۔ اِس مہم میں جناب حسن بصریؒ میر منشی تھے اور واقعات کو بڑی صفائی سے بیان کیا ہے یعنی لکھ کر چھوڑ گئے ہیں اِس لئے واقعہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

رُستم کا گھوڑا

کابل کی وادی میں داخل ہونے سے پہلے وادی سینا کے بسرے پر زرنج کا قلعہ تھا یہاں پر لوگوں نے مسلمانوں کا بڑا سخت مقابلہ کیا۔ لیکن آخر غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے اور دو لاکھ درہم سالانہ خراج دینے پر صلح ہو گئی۔ وادی سینا میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان اُس گاؤں سے بھی گذرے جہاں رُستم پہلوان کسی زمانے میں اپنا گھوڑا باندھا کرتا تھا۔ رُستم کے گھوڑے اور چور کی کہانی ہمارے بچوں کی اکثر کتابوں میں موجود ہے۔

زرنج کی فتح کے کچھ عرصہ بعد جناب عبدالرحمٰنؓ نے ہندوکش کے علاقوں کی طرف پیش قدمی شروع کر دی، جہاں پر کابل اور زابلستان کے مشہور مقامات تھے۔ غزنی بھی نزدیک

ع۱ جلال مصطفٰے صفحہ ۱۴ اور ۲۵۵

Marfat.com

ہی ہے اور جس زمانے میں طبری تاریخ لکھ رہا تھا اور غزنی زیادہ مشہور تھا۔ بعد کے مورخین نے ان علاقوں کو بلاد غزنی کا نام دیا اور افغانستان کے ان علاقوں کو جناب محمود غزنوی کی وجہ سے بلندیاں حاصل ہوئیں۔ نقشہ دوازدہم واضح کرے گا کہ جن علاقوں کو مسلمانوں نے اس مہم میں فتح کیا وہ غزنی سے لے کر کابل تک پھیلے ہوئے تھے اور ان علاقوں میں بت پرست لوگ آباد تھے۔ ایران کی حکومت کا ان علاقوں پر کوئی اثر نہ تھا۔ ان علاقوں کے لوگ خود مختار تھے۔

جبل زور کا بُت خانہ

ان علاقوں میں سب سے بڑا بت خانہ جبل زور کے مقام پر تھا۔ جناب عبدالرحمٰنؓ نے اِس مقام پر قبضہ کرنے کے بعد اِس مندر کے سب سے بڑے بُت کی آنکھیں نکال دیں اور ہاتھ کاٹ دیئے۔ پھر آپ اُس مندر کے مہنت سے یوں مخاطب ہوئے: "سنو! اے کافر اِس بت کے گلے میں جو سونا، چاندی و جواہرات کے ہار ہیں، یہ تم لوگ لے لو۔ میں یہ اِس لئے کر رہا ہوں کہ تمہیں شک نہ پڑے کہ ہم بتوں کو کسی لوٹ مار کی غرض سے توڑتے ہیں گو اِس سونے اور چاندی پر ہمارا حق ہے، لیکن میں اِس دولت کو ٹھکرا رہا ہوں کہ تم لوگوں کو ہمارا فلسفہ حیات سمجھ آجائے۔ اور تم لوگ یہ نہ سمجھ جاؤ کہ ہم اِن بتوں کو کسی طمع کی خاطر توڑتے ہیں۔ نہیں ہم اِن کو اِس لئے توڑتے ہیں کہ تم لوگوں پر ظاہر ہو کہ یہ بت کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ نفع و نقصان پہنچانا اللہ کے ہاتھ میں ہے جو ہم سب کا خالق ہے۔ اور ہم اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اور اُسی کے احکام کے نفاذ کے لئے اِن علاقوں میں داخل ہوئے ہیں۔ ہم ملکوں کو اس لئے فتح نہیں کرتے کہ وہاں پر لوٹ مار کریں بلکہ ہم اللہ کے احکام کے نفاذ کی خاطر ملک فتح کرتے ہیں۔" مہنت اور باقی لوگوں پر اِن باتوں کا بہت اثر ہوا اور وہ مسلمان ہوگئے۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان کے لوگ دائرہ اسلام میں جلدی داخل ہوگئے۔

---

۱ جلال مصطفےٰ صفحہ ۱۴، ۳۷۹ - اور ۳۸۰

Marfat.com

تبصرہ

یہاں ایک تبصرہ ضروری ہے ۔ انگریزوں نے اِس ملک میں آجانے کے بعد ہماری تاریخ کو مسخ کرنے کی بڑی کوشش کی ۔ انہوں نے کئی ہندوؤں یعنی جادوناتھ سرکار وغیرہ کے ہاتھوں سے اس خطہ کی تاریخ اس طرح لکھوائی کہ محمود غزنوی رح اس علاقہ پر لوٹ مار کی غرض سے حملہ کرتا تھا۔ اور مندروں کو نشانہ بنانے میں بھی یہی غرض تھی ۔ حالانکہ محمود غزنوی نے اسلام کا فلسفۂ حیات ایک جملے میں بیان کیا ہے کہ وہ روزِ قیامت بت شکن کے نام سے پکارا جانا پسند کرے گا ۔ یعنی وہ یہ سمجھتا تھا کہ مسلمان اس دنیا میں صرف یہ سوچتا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دے گا ۔ ایسے شخص کو لوٹ مار سے کوئی غرض نہیں ہو سکتی تھی ۔ آپ جناب عبدالرحمٰن بن سمرہ کی روایات کو پھیلا دے رہے تھے ۔ اور دوسرا فوجی حکمت عملی کے تحت مندروں میں بتوں کو توڑنا ضروری تھا ۔ اس علاقے کے لوگوں میں کسی عقیدہ یا کسی چیز میں نہ وحدتِ عمل تھی نہ وحدت فکر ۔ ہاں بت پرستی کے لحاظ سے اُن میں جو وحدتِ فکر تھی اس کو پاش پاش کرنا ضروری تھا ۔ کسی دشمن قوم کی وحدتِ فکر کو پاش پاش کر دیا جائے تو فوجی حکمت عملی کامیاب ہوتی ہے ۔

کابل کی فتح

جبل زور کی فتح کے بعد جناب عبدالرحمٰن رض کابل کی طرف روانہ ہو گئے ۔ اِس فتح میں کچھ دیر ضرور لگ گئی ۔ کہ کابل کا محاصرہ کرنا پڑ گیا ۔ مسلمانوں کے پاس بڑی اچھی منجنیقیں تھیں ۔ اور انہوں نے اُن کا خوب استعمال کیا لیکن کابل کا قلعہ بہت مضبوط تھا ۔ آخر عباد رض بن الحصین نے مشورہ دیا کہ جنگ رات دن جاری رکھی جائے ۔ کہ محاصرین رات کو آرام کر لیتے ہیں ۔ یہ تجویز بڑی کارگر ثابت ہوئی ۔ اور جب مسلمانوں نے آٹھ پہر سنگ باری جاری رکھی تو کابل کے در و دیوار ہل گئے ۔ چنانچہ محاصرین قلعے سے نکل آئے اور باہر نکل کر مسلمانوں کے ساتھ مقابلے میں سر دھڑ کی بازی لگا دی ۔ اُن کے پاس دو ہاتھی بھی تھے ۔ جن پر سوار ہو کر وہ مسلمانوں کی

ع۱ جلال مصطفےٰ ص ۳۷۹ - ۳۸۰

Marfat.com

صفوں پر حملہ آور ہوئے۔ جناب عبداللہ رض بن حازم نے ایک ہاتھی پر حملہ کر کے اُس کی سونڈ کاٹ دی۔ اور دوسرے ہاتھی کی سونڈ جناب مہلب رض نے کاٹ دی۔ اِس کے بعد مسلمانوں نے اِس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ کابل کی فضا اللہ اور رسول ص کے نام سے گونج اُٹھی اور کافروں کا لشکر تہس نہس ہوگیا۔ تاریخوں میں یہ ثبوت نہیں ملتا کہ جناب عبداللہ رض بن عامر خود بھی کابل تک آئے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ہیڈکوارٹر نیشاپور ہی میں رہا۔

عبداللہ رض بن عامر کی عاجزی اور حج

عبداللہ رض بن عامر نوجوان آدمی تھے۔ اُس وقت اُن کی عمر کوئی تیس پینتیس سال کی ہوگی اور آپ رض کو اتنی فتوحات حاصل ہوئی تھیں جن پر ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ آپ رض نے اِن جنگوں کے لئے جو سفر کئے، وہ تقریباً تین ہزار میل بنتے ہیں۔ نوجوانی کے باوجود آپ کے دل میں کوئی گھمنڈ نہ پیدا ہوا۔ بلکہ عاجزی آگئی۔ آپ اپنے مرکز نیشاپور گئے اور وہاں سے حج کا احرام باندھ کر مکہ شریف روانہ ہوگئے۔ کہ وہاں جا کر اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کریں۔ خلیفۂ وقت ہر سال حج پر جاتے تھے۔ انہوں نے عبداللہ رض بن عامر کو فتوحات کی مبارک دی اور اُن کی عاجزی پر خوش ہوئے۔ لیکن ساتھ نیشاپور سے احرام باندھنے پر اعتراض کیا اور فرمایا احرام صرف وہاں سے باندھا جائے جہاں سے حکم ہے۔ تاکہ مسلمانوں کی وحدتِ فکر و وحدتِ عمل میں فرق نہ پڑے۔

بصرہ کے محاذ کے چھوٹے امرا

ہم نے پچھلے ابواب میں وعدہ کیا تھا کہ ہم ثابت کریں گے کہ بصرہ کے محاذ کے چھوٹے امرا میں سے بھی کوئی بھی جناب عثمان رض کا رشتہ دار نہ تھا۔ اب سب امرا حق کا ذکر ہوچکا ہے اُن کی کارکردگی پر نظر ڈالیں اور دوبارہ نام یاد کریں۔ کہ جناب ہرم رض بن عیان یشکری، جناب جریث رض بن راشد، جناب احنف رض بن قیس، جناب حبیب رض بن قرہ، جناب خالد رض بن عبداللہ، جناب مجاشع رض بن مسعود، جناب قیس رض بن ہیثم سلمی، جناب امیر رض بن احمر، جناب عمر رض بن عثمان، اور جناب قیس رض بن ہبیرہ میں سے کوئی بھی حضرت عثمان رض کا رشتہ دار نہ تھے۔ ہاں جناب عبدالرحمٰن رض بن سمرہ فاتح کابل نہ صرف

Marfat.com

جناب عثمانؓ کے رشتہ دار تھے بلکہ سرکارِ دو عالم حضور پاک محمد مصطفےٰؐ کے رشتہ دار بھی تھے۔ افسوس کہ لوگ جناب عثمانؓ پر قرابت داری کے سلسلہ میں غلط الزام لگاتے ہیں۔

عظیم صحابہؓ کے قدم مبارک پاکستان میں

کسی کو کیا معلوم تھا کہ جن خطوں میں جناب عثمانؓ کے لشکر اور عظیم صحابہ کرام یا عظیم صحابہؓ کے عظیم صحابی فرزند، پھر رہے ہیں وہاں پر ایک دن اللہ اور رسولؐ کے نام پر ایک مملکت کی بنیاد رکھی جائے گی۔ اِس لئے پرانے مورخین نے، حضرت عثمانؓ کے لشکروں کو کابل، وادی زبلستان اور غزنی کے صوبوں تک ضرور پہنچایا لیکن آگے یہ ذکر نہیں کیا کہ مشرق میں ہمارے موجودہ صوبہ سرحد یا قبائلی علاقوں تک یہ لشکر کس کس مقام تک آئے۔ اُس زمانے میں کابل اور غزنی کے صوبوں کی حدود مشرق میں پشاور اور بنوں تک پھیلی ہوئی تھیں۔ بہرحال اب جو آثار یا تاریخ کے اور مطالعے ہوئے ہیں۔ تو اُن سے معلوم ہُوا، کہ شمالی وزیرستان کی وادی شیرتلہ میں جناب مجاشعؓ بن مسعود کا فوجی کیمپ تھا۔ ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں، کہ آپ عظیم صحابی عبداللہؓ کے چھوٹے بھائی تھے اور امیرؓ بن احمر کے لشکر کے ایک حصہ کے کمانڈر۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ذمہ داری کا علاقہ مشرق میں وزیرستان تھا۔ کہ فتوحات کے سلسلہ میں یا بعد میں آپ اپنے لشکروں کے ساتھ وادیٔ شیرتلہ میں رہے۔

اِس کے علاوہ وادی بویہ یعنی بالائی دوڑ کے علاقے سے کچھ آثارِ قدیمہ دریافت ہوئے ہیں کہ رزمک اور امیر علی کے نزدیک کڑلیشنڈی کے مقام پر ایک پرانہ کتبہ ملا، جس کو وہاں پر عباسیہ کے خاندان کے زمانے میں حسن ماہان برمکی نے لگوایا تھا، کہ وہاں پر اُس کا ہیڈ کوارٹر یا صوبائی دارالحکومت تھا۔ اس کتبہ پر یہ لکھا ہوا تھا، کہ اس جگہ کسی زمانے میں کفار اور مشرکین کا ہیڈ کوارٹر تھا، اُن کے خلاف مسلمانوں کے جو لشکر جہاد کے لئے آیا، اُس میں سید الشہدا امام حسنؓ اور امام حسینؓ بھی شامل تھے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ پیچھے ہم نے جناب سعیدؓ کے اُس لشکر کا ذکر کیا تھا، جس میں امام حسنؓ اور امام حسینؓ شامل تھے اور آگے لکھا تھا، کہ جناب سعیدؓ نے، جناب عبداللہؓ بن عامر کے ساتھ فوجی رابطہ قائم کر لیا۔ اور اُس کے بعد وہ خود مغرب کی طرف چلا گیا، لیکن اُس کے لشکر سے کچھ لوگ یا ایک

Marfat.com

حصّہ عبداللہؓ بن عامر کے ساتھ شامل ہوگیا تھا۔ تو ظاہر ہوا کہ جناب امام حسنؓ اور امام حسینؓ سمیت کافی لوگ بصرہ والے لشکر میں شامل ہوگئے تھے کہ انہوں نے وادی غزنی اور زبلستان کے علاقہ میں جہاد میں حصّہ لیا تو تب ہی ایسا کتبہ وزیرستان کے علاقہ میں ملا۔

قارئین! یہاں آکر ہمارا یہ جائزہ صحیح ثابت ہوتا ہے، کہ کسی سازش کے تحت ہماری تاریخ سے عظیم صحابہؓ کی بہادریوں کے قصوں کو خارج کر دیا گیا۔ اور کچھ نے یہ کہ دیا کہ اُن کو اختلاف تھا۔ وہ شریک نہ ہوئے۔ اللہ ہم پر رحم کرے۔

یزدجرد کا خاتمہ

پہلی کتاب میں جنگِ نہاوند کے بعد اِن محاذوں کے حالات سرسری طور پر بیان کر دیئے گئے تھے۔ ساتھ ہی یہ بیان کیا گیا تھا کہ یزدجرد کا خاتمہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ہوا تھا کوفہ اور بصرہ کے محاذ پر جس جگہ بھی بغاوت ہوئی مورخین نے اُس میں یزدجرد کے ہاتھ کا ذکر ضرور کیا۔ لیکن یہ کہانیاں اور روایات افسانے زیادہ ہیں اور اِن میں حقیقت کم ہے۔ بے شک یزدجرد ایک چکی والے کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔ لیکن یزدجرد کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر جانے اور تخت کو دوبارہ حاصل کرنے کے بارے میں جو روایات تاریخوں میں موجود ہیں اگر اُن سب کو یکجا کیا جائے تو ایک کتاب بن جائے۔

مصیبت یہ ہے کہ اِن واقعات کے "چشم دید گواہ" یا اپنے آپ کو ایسی کہانیوں سے "وابستہ" کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ بہرحال یہ قدرتی امر ہے کہ ایک آدمی کے ہاتھ سے جب حکومت نکل جائے اور وہ حکومت کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرے تو کئی لوگ ایسی کاروائیوں میں خود بخود "شریک" ہوجاتے ہیں۔ بہرحال یزدجرد کا اِن بغاوتوں میں کتنا حصّہ تھا یہ تجزیہ ہمارے لئے بے معنی ہے۔

ہمارے لحاظ سے یزدجرد بدقسمت تھا۔ اِسلام قبول کر لیتا تو اس جہان میں بھی عزت مل جاتی اور آخرت میں بھی۔ جس طرح گمنامی میں پیدا ہوا اُسی طرح گمنامی میں مرگیا۔ اور ساتھ ہی ایرانی بادشاہت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ ایران کے اکثر لوگوں نے چونکہ اسلام قبول کرلیا۔ تو یزدجرد کی

Marfat.com

اولاد سے ۔ دانشور" تخت کا کوئی دعویدار بھی نہ پیدا کر سکے ۔کہتے ہیں کہ یزدجرد جب دَر دَر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا تو کہیں شادی کی اور اُس کا ایک اپاہج قسم کا لڑکا پیدا ہوا۔ افسانہ نویسوں کا یہ "حق" ہے کہ "وارث" پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اور آج کل بھی نہرو خاندان کے وارث نہ صرف بھارت میں حکومت کر رہے ہیں، بلکہ آئندہ وراثت قائم رکھنے کے بارے میں تجویزیں بنا رہے ہیں۔ ایوب خان کے "وارث" کا جھگڑا ابھی شروع ہوا۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قائدِ اعظم کی وراثت کا کوئی جھگڑا نہ چلا۔ ہاں ہمارے ملک کے ایک "عوامی لیڈر" کے وارث اِس ملک کے وارث بننے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ خدا خیر کرے ۔ اسلام کسی وراثت کا قائل نہیں ۔ پہلی کتاب میں اِس پہلو کو سرسری طور پر واضح کیا گیا تھا ۔ اور آگے چوتھی کتاب میں اِس کا مزید ذکر آئے گا ۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور اس میں غیروں کی نقالی، بادشاہت، یا وراثت کا کوئی سوال نہیں ۔ ساری امت حضور پاکؐ کی وارث ہے ۔

نتائج واسباق

یہ سات ابواب حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے کی فتوحات کی کہانی ہیں ۔ اور آپؓ کی خلافت کے پہلے سات آٹھ سال ایسے تھے جس میں مسلمان دنیا کی ایک عظیم طاقت تھے ۔ یہ ہماری عزت و وقار کے دن تھے ۔ اور ہماری غیرت قائم تھی ۔ گو جناب عثمانؓ کے زمانے کی کل فتوحات کا اجمالی خاکہ کتاب کے آخری باب میں بیان کیا جائے گا ۔ لیکن یہ باب اس لئے اہم ہے کہ عملی طور پر ایک محاذ پر مسلمانوں نے فتوحات کے سلسلہ کو کیسے جاری رکھا ۔ حکمتِ عملی اور تدبیرات کتنی اعلیٰ پایہ کی تھیں ۔

۲ ۔ فتوحات کا سلسلہ ۳۳ ہجری میں جا کر رک گیا ۔ کہ اندرونی خلفشار شروع ہو گیا تھا ۔ اِس کے بعد حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے ۔ اور آئندہ چار یا پانچ سال اندرونی خانہ جنگی شروع رہی ۔ لیکن جیسے ہی یہ خانہ جنگی ختم ہوئی ۔ دونوں مشرقی اور مغربی سرحدوں پر فتوحات شروع ہو گئیں ۔ اِن فتوحات کے لئے کوئی کوشش بھی نہ کی گئی ۔ معمولی لشکروں نے اپنے نزدیکی علاقوں کو روند ڈالا ۔ فوجی لحاظ سے اس کامیابی کی ایک ہی وجہ تھی اور کلاسیوٹز اگر اِن فتوحات پر تبصرہ کرتا تو کہتا کہ یہ عطیات "حضور پاکؐ" اور خلفائے راشدین کی حکمتِ عملی کا نتیجہ تھے ۔

Marfat.com

۳- اسلام کا فلسفہ حیات کیا ہے، اور اُس پر مکمل عمل سے کیسے فائدہ ہوُا۔ یہ ہمارا بڑا موضوع رہا ہے اب ضرورت کے تحت ہم چوتھی کتاب میں اپنے فلسفۂ حیات اور فلسفۂ جنگ کی تفصیل میں جائیں گے۔

۴- یہ فتوحات آگے کیوں رُک گئیں۔ اِس کا جائزہ بھی آگے آتا ہے۔ کہ تاریخ کے بامقصد مطالعہ کا یہی مطلب ہوتا ہے۔

۵- پس یہی نکتہ اہم ہے۔ کہ اجتماعی فلسفہ حیات کیا ہے اور اس پر عمل کیسے کیا جائے؟ ہمارا عندیہ یہ ہے کہ یہ کام حکومت کا ہے اور حکومت کو فلسفہ حیات کے نظام کو جاری و ساری کرنا ہوگا۔ چاہے وہ اس کو نظامِ جہاد کا نام دے یا نظامِ مصطفےؐ کا۔ قانون یا فقہ ثانوی چیز ہے اور اُس کی گاڑی کو گھوڑے کے آگے نہ رکھیں۔ حکومت گھوڑا ہے۔ لوگ گاڑی ہیں۔ اُن کو نظام کے ساتھ اس طرح باندھا جاتا ہے، کہ گھوڑا، گاڑی کو چلائے۔ البتہ اِس نظام کے لئے اصول، فقہ کے تحت وضع کئے جاتے ہیں۔ کہ فقہ کا مطلب سوجھ بوجھ ہے اور سورہ توبہ کے مطابق تفقہِ دین کا مطلب جہاد کی سوجھ بوجھ ہے۔

۶- باطل فلسفوں کے اصول یا غیروں کے طریقِ کار کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

۷- اب ذرا تدبیرات کی طرف آئیں۔ قارئین نے دیکھا ہوگا کہ مسلمانوں نے اکثر مقامات دو یا تین دفعہ فتح کئے اور اس پہلو کی ہر کتاب میں خوب تر وضاحت کی گئی ہے کہ مسلمان پیش قدمی کرکے دشمن کے ملک میں گھس جاتے تھے۔ اور اُس کے علاقوں کو ملا کر رکھ دیتے تھے۔ لیکن اگر مسلمان دیکھتے کہ آگے سے دشمن نے کوئی سخت ردعمل کیا ہے تو وہ وہاں سے پیچھے ہٹ آتے تھے۔ اور دشمن کو اپنی مرضی کے مقام پر نہس نہس کر دیتے تھے۔ قادسیہ، نہاوند، اجنادین اور یرموک کی جنگیں اِسی طریقِ کار پر لڑی گئیں۔

۸- یاد رکھیں کہ لڑائی میں بڑا مقصد دشمن کی افواج کو نہس نہس کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ دشمن میں آئندہ لڑنے کی ہمت اور سکت ختم ہو جائے۔ اب ایران کے باقی علاقوں میں بھی یہی ترتیب اپنائی

Marfat.com

گئی، گو کہ سطح چھوٹی تھی۔ فارس، اصفہان، کرمان، سیستان اور جرجان کے اکثر علاقے مسلمان فتح کر چکے تھے۔ دوبارہ جب وہاں بغاوت ہوئی تو جناب عبداللہؓ بن عامر کی حکمت عملی اور تدبیر آپ دیکھیں کہ کس طرح نہ صرف بغاوتوں کو طریقے سے ختم کیا بلکہ جیسے ہی موقع ملا کابل اور غزنی کے نئے علاقوں کو بھی اسلامی سلطنت میں شامل کر دیا۔

۹۔ کسی ملک کو فتح کرنے کے بعد پورے ملک پر جلدی قبضہ نہیں ہو جاتا۔ یہ قبضہ بڑے شہروں اور ذرائع آمد و رفت والی بڑی بڑی سڑکوں پر ہی ہوتا ہے۔ اس لئے کسی علاقے کو مطیع کرنے میں بڑا وقت لگتا ہے۔ اسلام میں لوگوں کو مطیع کرنے کے بڑے اصول یہ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے احکام کا نفاذ اس طرح کرو کہ پہلے خود اسلامی فلسفۂ حیات پر عمل کریں اور اس عمل کا ایسا مظاہرہ کریں کہ لوگ ہمارے فلسفۂ حیات سے اثر لے کر مسلمان ہو جائیں۔

۱۰۔ یہ پہلو اب ڈھیلا پڑ رہا تھا۔ کہ نوجوان مسلمان اسلامی فلسفۂ حیات سے کچھ دور ہو رہے تھے، جس کے اثرات اچھے نہ ہوئے۔ جناب عبداللہؓ بن عامر بھی نوجوان تھے لیکن واقعات ظاہر کرتے ہیں، کہ آپؓ نے اپنا کام نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا کسی بھی چیز کے سلسلے میں جناب عبداللہؓ کی کسی کارروائی پر انگلی نہیں اُٹھائی جا سکتی۔ نتائج سامنے ہیں —— اور حضرت عثمانؓ پر قرابت داری کا الزام غلط ہے۔ جناب عبداللہؓ نے دو تین سال لگاتار جہاد کے بعد اپنی عاجزی کا مظاہرہ بھی کیا۔

۱۱۔ جہاں تک اسباق کا تعلق ہے۔ وہ ساتھ ساتھ بیان ہو گئے ہیں۔ مرحلہ وار کارروائی۔ زمان و مکان پر کنٹرول، پیش قدمی کے طریق کار، اسلامی فلسفۂ حیات، بت شکنی کے اصول باہمی ملاپ اور رابطہ ہر ایک کارروائی میں کئی اسباق ہیں۔

۱۲۔ پہلی کتاب کے پیش لفظ میں واضح کیا گیا تھا۔ کہ اس سارے مطالعہ کو ہم ہر واقعہ کے نتائج اور نتائج کے اثرات کے تحت پرکھیں گے۔ جہاں نتائج اور ان کے اثرات پکے اور دوامی قسم کے تھے، وہاں پر کارروائی والوں کے خلاف انگشت نمائی ٹھیک نہ ہو گی۔ البتہ ایک دوامی اثر کا

Marfat.com

مطالعہ اب تک جاری ہے، کہ خلفائے راشدین کے زمانے میں جہاں تک فتوحات ہوئیں اسلام وہاں قائم دائم ہے ۔ باقی علاقوں میں یعنی سپین ، بلقان ، وجنوبی یورپ وسط ایشیا اور ہندوستان میں ایسا کیوں نہ ہو سکا ۔ کیا خلفائے راشدین رضؓ کے بعد کی فتوحات، خود غرضی کی فتوحات تھیں ؟ یا کیا فرق رہ گیا کہ وہاں اسلام مکمل طور پر قائم نہ رہ سکا۔ سوال بڑا اہم ہے ۔ اس پر مکمل تبصرہ چوتھی کتاب میں کیا جائے گا۔ گو اشارے۔ ان کتابوں میں بھی موجود ہیں ۔

O

Marfat.com

آٹھواں باب

قرآن پاک کی اشاعت

قرآن پاک کا محافظ خود اللہ ہے۔ کسی انسان کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ قرآن پاک کے معجزوں کو زبانی یا تحریری طور پہ بیان کرے۔ اللہ کے نیک بندے اس کو اپنے سینہ میں اٹھائے پھرتے ہیں۔ حضور پاکؐ کے زمانے کی جنگوں کے سلسلے میں ہر باب میں قرآن پاک کی کچھ آیات کا ذکر کر دیا گیا ہے کہ قرآن پاک فوجی زبان میں ہے اور سب مسلمان اللہ تعالیٰ کی فوج ہیں۔ فلسفہ جنگ، فوجی حکمت عملی اور فوجی تدبیرات کے بنیادی اصول قرآن میں موجود ہیں اور ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان اصولوں پر اپنے فلسفہ جنگ کو استوار کریں۔

جہاد ایک سیاسی فلسفہ ہے کہ امن کے زمانے میں قوم کو اس فلسفہ پر تیار اور متحد کیا جاتا ہے۔ جہاد بالسیف کا مطلب قوم اور ہتھیاروں کا رابطہ ہے (یعنی پوری قوم کی ہتھیار بندی اور جنگ کی تیاری) حرب جنگ کو کہتے ہیں جو جہاد بالسیف کی ایک شاخ یا ضرورت ہے قتال یعنی لڑائی حرب کی ایک شاخ ہے کہ تدبیرات اور تجاویز کے تحت میدانِ جنگ" مارتے" ہیں۔ یہ سب چیزیں چونکہ قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اور قرآن پاک میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ضمن میں کافی سے زیادہ ہدایات اپنے مزاج میں فوجی قسم کی ہیں اس لئے قرآن کی اشاعت کو ہم فوجی پہلو کی وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل کی بنیاد کہیں گے۔ چنانچہ اس باب کو ہم نے فوجی حکمت عملی کی کتابوں میں ایک خاص مقام دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے تو کوئی مشکل نہ تھا کہ وہ سارا قرآن، یا دین فطرت کی ہدایات ایک ہی دن میں ایک کتاب کی شکل میں نازل فرما دیتا۔ جب ساری کائنات کو پیدا کرنے والا وہ ہے تو ساتھ ہی اپنے احکام کی ایک کتاب بھی پیدا کر دیتا۔ لیکن اُس نے اپنے بھید کسی کو نہیں

۱؎ جلالِ مصطفٰےؐ صفحہ ۱۰۱

Marfat.com

دیئے۔ جب کچھ ہو جاتا ہے تو ہم کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ ہو گیا۔ تو قرآن پاک اور حضور پاکؐ کے احکام سے کچھ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ کام عملی صورت میں کرنا چاہتا تھا۔ کہ احکام آہستہ آہستہ کسی ترتیب سے اتارے جائیں اور انسان ویسے بھی پیدا ہونے کے بعد عمل آہستہ آہستہ سیکھتا ہے۔ کوئی دنیاوی مثال اللہ تعالےٰ کے طریق کار کی صحیح نشاندہی تو نہیں کر سکتی لیکن کسی دنیاوی فوج میں جب آدمی بھرتی ہوتا ہے تو اُس کی تربیت آہستہ آہستہ عملی طور پر کی جاتی ہے۔ اس طرح قرآن پاک میں احکام بتدریج نازل ہوئے کہ وقت کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ پیش رفت ہو۔

قرآن پاک کے حافظ

حضور پاکؐ کی وفات سے پہلے دین مکمل ہو چکا تھا اور قرآن پاک بھی مکمل طور پر نازل ہو چکا تھا۔ متعدد صحابہ کرامؓ قرآن پاک کو سینہ میں بھی اٹھائے ہوئے تھے اور قرآن پاک صحیفوں کی صورت میں لکھا ہوا بھی موجود تھا۔ لیکن ہر گھر یا ہر مسجد میں کسی مکمل کتاب کی شکل میں قرآن پاک اس طرح موجود نہ تھا، جس طرح آج گھر گھر موجود ہے تو وقت کی ضرورت تھی کہ امت میں وحدتِ فکر کے لئے ایک جامع شکل و صورت میں ایک جیسا قرآن پاک ہر مسلمان کے گھر یا مسجد میں موجود ہو۔ یہ بات ذرا مشکل تھی کہ ہر مسلمان قرآن پاک کو سینہ میں محفوظ کر سکے۔ ہر ایک کی یاد ایک جیسی نہ تھی۔ گو متعدد مسلمانوں نے قرآن پاک کے بڑے حصے کو حفظ کیا ہوا تھا اور کئی صحابہ کرامؓ مکمل طور پر قرآن پاک کے حافظ تھے۔

ہمارے پاس کوئی واضح روایت موجود نہیں، جس کے ذریعہ سے ہم یہ ثابت کریں کہ جناب صدیقِ اکبرؓ اور جناب عمر فاروقؓ بھی حافظِ قرآن تھے۔ لیکن جناب عثمانؓ اور جناب علیؓ کا اس سلسلہ میں ذکر ضروری ہے۔ حضرت عثمانؓ کی یہ حالت تھی کہ کئی دفعہ عشاء اور فجر کی نماز کے درمیان کسی نفل نماز کی ایک دو رکعت میں پورا قرآنِ پاک زبانی پڑھ لیتے تھے۔ اپنی خلافت کے زمانے میں۔ آپؓ جب حج پر مکہ شریف تشریف لے گئے تو اکثر راتیں

Marfat.com

اپنے ایک خادم کو مقتدی کے طور پر اپنے پیچھے کھڑا کر دیتے تھے، اور سارا قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ علاوہ آپ کاتبِ وحی بھی تھے۔ جناب علیؓ کا مقام البتہ حفاظ میں بلند ترین مانا جاتا ہے کہ آپؓ ویسے بھی اُس علم کے دروازہ تھے جس کے حضورِ پاکؐ شہر تھے۔ آپ بھی کاتب وحی تھے۔ لیکن جب سے آپ یمن جانے لگے اور حضور پاکؐ نے آپؓ کی چھاتی پر ہاتھ پھیرا تو اس کے بعد قرآنِ پاک جناب علیؓ کے قلب میں سمو دیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ جو صحابہ کرامؓ قرآن پاک کے نسخے اکٹھے کرتے تھے وہ حضرت علیؓ کو ضرور دکھا دیا کرتے تھے۔

جنگ یمامہ اور حفاظ

بارہ ہجری میں جنگ یمامہ ہوئی۔ جس میں تین سو حافظِ قرآن شہید ہوئے۔ ان میں جناب سالمؓ کی شہادت کا حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا۔ کہ حضرت عمرؓ، حضرت سالمؓ کے بہت مداح تھے اور جناب عمرؓ کے لحاظ سے جناب سالمؓ کا حفاظ میں بہت اونچا مقام تھا چنانچہ حضرت عمرؓ نے جناب ابوبکرؓ کو مشورہ دیا کہ قرآن پاک کو لکھ کر کتابی صورت دی جائے جناب ابوبکرؓ نے فرمایا کہ حضور پاکؐ نے یہ کام خود نہیں کیا تو پھر اس کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور باقی عظیم صحابہ سے مشورہ کیا گیا تو انہوں نے رائے دی کہ آخر اس میں ہرج ہی کیا ہے کہ اسے کتابی شکل دی جائے اُس زمانے میں کوئی اختلاف تو تھا نہیں اور فرق بھی صرف لفظوں کی ادائیگی اور لہجہ کا ہوتا تھا کہ کوئی "س" کو "ش" کی آواز کے ساتھ پڑھ جاتا تھا تو بعد میں آنے والوں کے لئے اختلاف پیدا ہو سکتا تھا۔

قرآن پاک کو جمع کرنا

چنانچہ فیصلہ ہوا کہ سینوں میں موجود یا کہیں کہیں متفرق طور پر لکھے ہوئے قرآن پاک کو کاغذ پر خوش خط لکھ لیا جائے اور خلیفہ وقت اپنے پاس رکھ لیں تاکہ اگر کہیں سے کوئی شک یا سوال ہو تو خلیفہ وقت اسے دور کر سکیں۔ قرآن پاک کے لکھنے کا یہ شرف ایک انصار جناب زیدؓ بن ثابت کو نصیب ہوا۔ آپ کاتب وحی بھی تھے اور خوش نویس بھی اور یہ قرآن پاک جناب صدیق اکبرؓ کی خلافت کے آخری دنوں میں مکمل ہوا۔ جناب صدیق اکبرؓ نے چونکہ حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کیا تو ساتھ قرآن پاک کا یہ نسخہ بھی جناب عمر فاروقؓ کو دے دیا۔ جناب فاروقؓ کی خلافت میں یہ نسخہ

Marfat.com

اُن کے پاس رہا۔ لیکن انہوں نے چونکہ کسی کو خلیفہ نامزد نہ کیا تو قرآن پاک کا یہ نسخہ اپنی بیٹی اور ام المومنین حضرت حفصہؓ کو دے دیا۔

روایت ہے کہ اس وقت تک اس قرآن پاک سے کئی نسخے نقل کئے گئے اور آگے ان نقل کئے ہوئے نسخوں سے بھی کئی نسخے نقل کئے گئے ہوں گے۔ لیکن اکثر یہ ہوتا تھا کہ ہر جگہ حافظ موجود ہوتے تھے ان سے سن کر لوگ قرآن پاک کو لکھ لیتے تھے۔ یعنی قرآن پاک کی کوئی سورت یا آیت جو ان حفاظ سے سنی وہ لکھ لی۔ اب حفاظ سے سن کر لکھتے وقت کئی دفعہ لفظوں کے ہجے یا زیر وزبر کو اس طرح نہ لکھا گیا جیسے مدنیہ شریف کے نسخے میں موجود تھا۔

جناب حذیفہؓ بن الیمانؓ

قارئین کو یاد ہو گا کہ جناب حذیفہؓ بن الیمانؓ [۱] نے حضرت عمرؓ کے زمانے میں بھی شمالی اور شمال مغربی عراق میں سپہ سالاری کے فرائض انجام دیئے اور ملک شام کی حدود تک گئے تھے۔ پھر حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی آپ لشکروں کے دستوں کو لے کر نہ صرف آذربائیجان تک گئے بلکہ جناب عبدالرحمٰنؓ بن ربیعہ کے ساتھ مل کر شام کے کئی علاقوں اور خاص کر باب کی جنگ میں شرکت کی [۲]۔ بہرحال جب آپ کوفہ واپس آئے تو آپ نے جناب سعیدؓ بن العاص اور باقی صحابہ کرامؓ کے سامنے عرض کی کہ قرآن پاک کا محافظ اللہ ہے لیکن ایک چیز انہوں نے عجیب وغریب سنی کہ کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ قرآن پاک صحیح پڑھتے ہیں۔ ان کا لہجہ صحیح ہے لیکن فلاں علاقے کے لوگ اُن کی طرح نہیں پڑھتے۔ اس بحث میں آگے یہ پتہ چلا کہ اس فرق کی وجہ مختلف علاقوں کے لوگوں کے لہجہ کے فرق کے علاوہ حفاظ کے لہجہ میں فرق بھی شامل تھا۔

کچھ صحابہ کرامؓ کو یہ بات معمولی نظر آئی کہ لہجہ میں فرق ہو سکتا ہے جناب سعیدؓ بن العاص اور کچھ صحابہ کرامؓ کا خیال تھا کہ اس سلسلے میں کسی وحدت کی ضرورت ہے لیکن جناب عبداللہؓ بن مسعود

---

[۱] الیمانؓ بھی صحابی تھے اور جنگ احد میں شہید ہو گئے
[۲] اس کی تفصیل پچھلے ابواب میں موجود ہے

Marfat.com

کا خیال تھا کہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری خود خدا تعالےٰ نے لی ہے۔ اتنے حفاظ قرآن پاک کو سینہ میں اٹھائے پھرتے ہیں۔ آج تک کبھی کوئی اختلاف سننے میں نہیں آیا۔ اس لئے اس سلسلہ میں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو صحابہ کرامؓ قرآن پاک کی تمام نقلوں کو ایک نسخہ کی نقل بنانا چاہتے ہیں وہ کہنے لگے کہ آخر قرآن پاک کے لکھنے میں ہرج ہی کیا ہے جب حضور پاکؐ نے خود لکھنے کا حکم دیا اور اب سب لکھے ہوئے قرآن پاک کو لفظ بلفظ ایک جیسا ہونا چاہیئے۔

مدینہ شریف میں مشاورت

کوفہ کی اس بحث میں اختلاف موجود تھا اور اسی نکتہ کو سوچتے ہوئے جناب خدیفہؓ بن الیمانؓ مدینہ شریف روانہ ہوگئے۔ وہاں پر انہوں نے حضرت عثمانؓ کو اپنے مشاہدات اور کوفہ میں قرآن پاک کے سلسلے میں بحث سے متعلق باتوں سے آگاہ کیا جناب عثمانؓ نے مشاورت طلب کی جس نے صلاح دی کہ اب کاغذ کی کوئی کمی نہ تھی اور بہتر ہے کہ قرآن پاک جو صدیق اکبرؓ نے تیار کروایا تھا کی نقلیں بنا کر تمام ممالک میں بھیجی جائیں اور لوگوں پر واضح کیا جائے کہ آئندہ لکھا ہوا قرآنِ پاک سن لینے کے بعد جب بھی لکھا جائے تو نقلیں صرف اُسی قرآن پاک سے بنائی جائیں جو حضرت عثمانؓ نے سب ممالک میں بھیجیں گے۔

کتابت اور اشاعت

چنانچہ اس کام کیلئے تین قریش نوجوان جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ، جناب عبدالرحمنؓ بن حارث اور جناب سعیدؓ بن العاص کو مقرر کیا گیا اور چوتھے جناب زیدؓ بن ثابت انصار تھے جو کاتب وحی تھے اور پہلا قرآن پاک جو صدیق اکبرؓ نے تیار کروایا تھا اور انہی نے لکھا تھا اور اس وقت ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس موجود تھا۔ ظاہر ہے کہ اُس وقت جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ افریقہ کے جہاد سے واپس آچکے تھے اور جناب سعیدؓ کو بھی کوفہ سے بلایا گیا ہوگا۔ ہمارے پاس یہ تفصیل موجود نہیں ہے۔ دراصل اُس زمانے کے لحاظ سے یہ ایک عام سی بات تھی کہ شاہد عظیم صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر عام آدمیوں نے اس طرف زیادہ دھیان بھی نہ دیا کہ مسلمانوں میں کم از کم دس فی صدی لوگ حافظ

Marfat.com

تھے اور یہ اندازہ جنگ یمامہ سے لگ سکتا ہے کہ بارہ سو مسلمان شہدا میں سے تین سو یعنی ایک چوتھائی تعداد حفاظ کی تھی۔ تو دس فی صدی والی بات میں تو کوئی شک نہیں۔ بلکہ باقی مسلمانوں میں بھی اور ایسے صاحبان کافی تھے جن کو آدھا قرآن پاک یاد تھا۔ اور خیر کئی سورتوں کا یاد ہونا تو معمولی بات تھی۔

یہ جو نئے قرآن پاک لکھ کر بھیجے گئے تو ساتھ پرانے قرآن پاک ضائع کرنے کے احکام بھی تھے اور کچھ عرصہ کے لئے نئے قرآن پاک کا نام مصحف عثمانی ہو گیا۔ یہ صرف " الفاظ " کی بات تھی کہ پرانے قرآن پاک ضائع کئے جائیں اور " مصحفِ عثمانی " کو استعمال کیا جائے۔ ضائع کرنے کے بارے میں بھی کسی مبصرین نے جلا دینے کے الفاظ استعمال کئے۔ لیکن ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا تھا کہ پرانے قرآن پاک دفن کر دیئے گئے تھے اور اس کی روایت کے طور پر ہر محرم کے مہینے میں ہمارے مسجد کے مولوی صاحب ہمیں ساتھ لے کر گھر گھر جاتے تھے کہ قرآنِ پاک یا عربی قاعدوں کے پرانے کاغذ ہم اکٹھے کرتے تھے پھر اُن سب پرانے پاروں، یا کاغذوں کو ادب کے ساتھ لے جاتے تھے اور قبرستان میں ایک گڑھا کھود کر دبا دیتے تھے اور جب ہم نیا قرآن پاک یا سپارہ خریدتے تھے تو بھی ہمارے استاد حافظ اُس کا لفظ لفظ دیکھتے تھے کہ کہیں کوئی غلطی تو نہیں

قرآن پاک اور حضرت علیؓ

روایت[۱] ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانے میں کوفہ میں ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور شکایت کی کہ حضرت عثمانؓ نے یہ مصحف کیوں جاری کیا۔ اُس کے شاید الفاظ یہ تھے کہ مصحف عثمانی"[۲] کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت علیؓ نے اس شخص کو سختی کے ساتھ ٹوک دیا اور فرمایا کہ اللہ کے کلام قرآن پاک کو کسی ایک آدمی کے نام سے مت منسوب کرو۔ یہ کام حضرت عثمانؓ نے ہمارے مشورہ سے کیا اور اگر وہ یہ کام نہ کر جاتے تو حضرت علیؓ اپنی خلافت میں یہ کام از خود کرتے۔ اس کے بعد لوگوں نے لفظ " مصحف عثمانی " کو زیادہ استعمال نہ کیا۔ جس کسی نے یہ لفظ استعمال کیا تو وہ صرف سعادت کے لئے یا موازنے کے طور پر کیا کہ قرآن پاک ایک ہے ایک اللہ، ایک رسولؐ، ایک قرآن اور ایک اُمت۔ ان چار چیزوں کو جدا نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سب

---

[۱] تاریخ ابن خلدون [۲] کچھ لوگ مصحف صدیقی بھی کہتے تھے۔

Marfat.com

ایک ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق یہ لوح محفوظ میں ہے۔ لوح محفوظ کیا ہے ہم اس تفصیل میں نہ جائیں گے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ان بیانات کو دنیاوی زبان میں بیان کرنا ناممکن ہے جناب صدیق اکبرؓ کے زمانے میں جو قرآن پاک اکٹھا کیا گیا تھا اس کے بارے میں پوری امت کو معلوم تھا۔ اور اس زمانے میں ضروری نہیں کہ صرف ایک کاپی بنائی گئی ہو۔ کئی صاحبان نے اس سے نقل کی ہوگی۔ لیکن جب دوبارہ نقل کرنے کا سرکاری انتظام کیا گیا تو بہتر سمجھا گیا کہ اس قرآن پاک سے نقلیں تیار کی جائیں۔ جو جناب زیدؓ بن ثابت نے لکھ کر جناب صدیق اکبرؓ کو پیش کیا اور جناب صدیق اکبرؓ، جناب عمر فاروقؓ کو دے گئے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں امت میں وحدت رہی۔ یعنی سرکاری طور پر بھی وحدتِ فکر و وحدتِ عمل موجود تھی تو اللہ تعالیٰ نے جناب عثمانؓ کو یہ سعادت بخشی کہ یہ عظیم کام ان کے ہاتھوں سے کروایا۔

یہاں ظاہر ہوتا ہے کہ چاروں خلفائے راشدین نے قرآن پاک کو ایک کر کے امت میں باقی رکھنے کی سعادت حاصل کرنی تھی۔ جناب صدیق اکبرؓ نے قرآن پاک کو ایک کتاب کی صورت دلوائی۔ جناب فاروق اعظمؓ نے مشورہ دیا۔ جناب عثمانؓ نے اشاعت کرائی۔ جناب علیؓ نے پہلے ذاتی طور پر قرآن پاک اکٹھا کیا پھر جب جناب فاروقؓ کے مشورہ کی تائید کی کہ ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی تو تب جناب صدیق اکبرؓ نے یہ کام کیا۔ آخر میں جناب علیؓ کے مشورہ سے جناب عثمانؓ نے اشاعت کی اور کوفہ میں ایک اعتراض والے کے اعتراض کو رد کر کے امت کے لئے وحدت کی نشاندہی کی۔

فوجی نظام سے موازنہ

یہ تھا اسلامی وحدتِ فکر کا عملی مظاہرہ۔ ہماری دنیاوی فوج میں جب نئے لوگ بھرتی ہو کر آتے ہیں تو اُن کو ایک خاص تربیت دی جاتی ہے اور سبق ہوتا ہے" فوجی لفظوں کا ایک کرنا" یعنی سب جوانوں پر واضح کیا جاتا ہے کہ یہاں بھانت بھانت کی بولیاں نہ بولی جائیں گی ایک زبان ہوگی اور نہ زبان اردو ہوگی۔ لہجہ فوجی ہوگا۔ ہر حکم یا کام کیلئے جو فوجی لفظ مقرر کیا ہوا ہے وہی استعمال کئے جائیں گے۔ اور ساری فوج کو یہ عملی تربیت ڈرل کے طور پر پریڈ

Marfat.com

گراؤنڈ میں دی جاتی ہے ۔ اور احکام پر عمل کرنا سکھایا جاتا ہے ۔ یہ ڈرل جرمنی کے اٹھارویں صدی کے بادشاہ فریڈرک اعظم نے مسلمانوں کی نماز ، قرآن پاک کے امر بالمعروف ، و نہی عن المنکر سے اخذ کی ۔ مسلمان میدان جنگ میں صف بندی اور حرکت کے جو طریقے اپناتے تھے ، فریڈرک نے اُن کو بھی ڈرل میں تبدیل کیا ۔ بلکہ مسلمان امرا جو تلوار ہاتھ میں لے کر اپنی صفوں کے آگے قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے ۔ اُس کی نقل کرتے ہوئے فریڈرک نے یہ طریقہ اپنایا کہ بڑی پریڈ جہاں جھنڈے وغیرہ عطا ہوتے تھے یا جھنڈوں کی عزت افزائی کی جاتی تھی وہاں اُس نے افسروں کو حکم دیا کہ پریڈ سے پہلے افسر جب گراؤنڈ میں اپنے دستوں کی کمانڈ سنبھال لیں گے تو بڑے افسر کے آنے تک تلوار ہاتھ میں لے کر ٹہلائی کریں گے ۔ یہ طریقہ انگریزوں کی نقل میں آج بھی ہماری " ٹرننگ آف کلر " میں رائج ہے ۔ تو ان تمام فوجی کارروائیوں میں مقصد فوجی لفظوں کو ایک کر کے وحدت کے طور پر اُس پر عمل کرنا ہوتا ہے ۔ یہی قرآن پاک سکھاتا ہے اور یہی اُس " کو ایک " کرنے کا مقصد تھا ۔ اسی وحدت کا اسلام کی ہر عبادت میں مظاہرہ ہوتا ہے ۔

چنانچہ سورۃ بقرہ کی پہلی آیت ایسی ہے ۔ جس میں ذکر ہے کہ یہ قرآن پاک اُن پرہیز گاروں کیلئے ہدایت ہے ۔ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں ۔ ایمان ایک اللہ ، ایک رسولؐ اور ایک کتاب پر ہے ۔ یہی وہ وحدت ہے جس کی قرآن پاک ہم کو ہدایت کرتا ہے کہ ہم ایک امت ہیں ۔ اسلام نے کسی گروہ بندی کی اجازت نہیں دی ۔ یہ بات ہم قارئین پہ چھوڑتے ہیں کہ وہ فیصلہ کریں کہ آیا سیاسی پارٹیاں ، مذہبی فرقے یا ٹریڈ یونینیں یا اس قسم کے دوسرے ادارے گروہ بندی کے تحت آتے ہیں یا نہیں ؟ علامہ اقبالؒ نے تو اس سلسلہ میں یہ لکھا ہے ۔

منفعت ایک ہے اُس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی ایمان بھی ایک

Marfat.com

نواں باب

آزادی فکر و آزادی عمل

اب ہم اسلام کی آزادیِ فکر اور آزادیِ عمل کے دور میں داخل ہوتے ہیں ہمارے دانشور صبح و شام زور دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرد کو آزاد پیدا کیا ہے۔ اس کے فکر و عمل میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔ اور جب کسی آدمی کو خراجِ تحسین پیش کیا جاتا ہے تو لکھا جاتا ہے کہ عجب آزاد مرد تھا۔ ہمارے عالم دین اپنے ناموں کے ساتھ "آزاد" کا لفظ ایک تخلص کے طور پر شامل کرتے ہیں اور ہم اگر سیدھے طور پر یہ کہہ دیں کہ اسلام میں آزادیٔ فکر و آزادی عمل کی حدود مقرر ہیں اور ہم ان سے باہر نہیں نکل سکتے، تو شور مچ جائے گا کہ یہ کون ہوتا ہے ہماری آزادی میں دخل دینے والا۔ بہر حال اپنی مدد کے لیے ہم علامہ اقبالؒ کا سہارا لیتے ہیں کہ شاید اس سلسلے میں ہمارے دانشور اور نوجوان اس فلسفہ یا طریق کار کی گہرائیوں میں اتر سکیں۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

ہو فکر اگر خام تو آزادیِ افکار

انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ:

بے شک حضور پاک محمد مصطفیٰ ﷺ محسن انسانیت ہیں اور آپؐ نے انسانوں کو انسان کی غلامی سے نجات دلائی اور انسانیت کو اس کی عزت اور غیرت واپس دلائی۔ لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی حدود اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی نشاندہی بھی کر دی کہ انسان کو ان حدود کے اندر رہنا ہوگا اور فرد کی ذاتی ذمہ داریاں بھی طے کی گئیں کہ وہ معاشرہ میں کیسے کام کرے گا اور اس کے اصول مقرر کر دیئے اسلام نہ شتر بے مہار بننے کی اجازت دیتا ہے نہ مادر پدر آزادی کی۔ لیکن جب انسانوں کو انسان کی غلامی سے چھٹکارا مل گیا تو پہلے دو خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں تو لوگ من و عن دینِ فطرت کی پابندی کرتے رہے لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانے میں لوگ کچھ اپنے آپ سے باہر نکلنے شروع ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے پہلے آٹھ نو سال اسلام کا زریں دور تھا۔ مسلمان جب بھی کسی جنگ میں شریک ہوئے فتح یاب ہوئے۔ پریشانی

Marfat.com

کا کوئی دور بھی نہ آیا ۔ اور ہر لحاظ سے فکرمندی میں کمی آگئی ۔ اگرچہ جناب صدیق اکبرؓ کے زمانے میں مرتدین کی وجہ سے مشکل وقت بھی آئے ۔ پھر جب آپؓ بستر مرگ پر تھے تو اس زمانے میں جناب مثنیؓ بن حارث ایران کے محاذ سے آئے اور وہاں کے پریشان کن حالات بیان کئے ۔ جناب عمرؓ کو نہ صرف ان حالات کے ساتھ نبٹنا پڑا ، بلکہ بعد میں جسر کی جنگ ، قادسیہ کی جنگ اور یرموک کی جنگ وغیرہ بڑی مشکل اور صبر آزما کارروائیاں تھیں ۔ حاکم وقت کے ساتھ مجاہدین بھی فکرمند ہو جاتے تھے لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانے میں حالات نے کبھی پریشان کن صورت اختیار نہ کی ۔

زر ، زمین اور زن تینوں کی بہتات تھی اور مسلمان اب حاکم تھے وہ ایسے مقامات اور محلات پر قبضہ کر چکے تھے ، جہاں پر پہلی حکومتوں کے بادشاہ اور امراء رہتے تھے ۔ قدرتی بات ہے کہ مسلمانوں کی طرز زندگی میں فرق آ رہا تھا اُن کے لباس میں تبدیلی ہوئی اور کھانے پینے کے طریقوں پر اثر پڑا اور جب جہاد سے فراغت ہوئی ، تو طرح طرح کی محفلیں لگنا شروع ہوئیں پھر ان محفلوں میں وہاں کے حالات و واقعات پر تبصرے شروع ہوئے ۔

آنے والے خطرات

حضرت عمرؓ ان خطرات کو بھانپ چکے تھے ۔ وہ دولت کا سخت حساب رکھتے تھے جہاں پر کسی امیر کے پاس ایک پیسہ فالتو نظر آیا ، اُس کو لے کر آپ بیت المال میں ڈال دیتے تھے ۔ وہ ہر حکم نہایت سختی سے دیتے تھے ۔ اور تمام امراء آپ کا نام سن کر کانپنا شروع کر دیتے تھے ۔ دوسری کتاب میں ذکر ہو چکا ہے کہ جب لوگوں نے سُنا کہ جناب ابوبکرؓ خلافت کے لئے جناب عمرؓ کو نامزد کر رہے ہیں تو وہ سخت گھبرا گئے تھے ۔ اُس کتاب کے پانچویں باب میں ہم نے یہاں تک واضح کر دیا ہے کہ عظیم صحابی جناب طلحہؓ بن عبیداللہ جو عشرہ مبشرہ میں تھے ۔ انہوں نے جا کر جناب ابوبکرؓ کے ساتھ سخت بحث کی کہ وہ مسلمانوں پر ایسے سخت آدمی کو امیر کیوں مقرر کر رہے ہیں ۔

لیکن جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو گھر گھر خوشی کی لہر دوڑ گئی اور یہی وجہ تھی کہ

Marfat.com

حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے آٹھ سال کو زریں دور کہا جاتا ہے۔ کہ لوگ بے فکر ہو گئے جب بے فکری پیدا ہوئی تو رویے میں بھی تبدیلی آگئی۔ اس تبدیلی نے غور و فکر میں آزادی پیدا کر دی جگہ جگہ مجلس جمنا شروع ہو گئیں۔ لوگوں نے گپ شپ لگانے کے طریقے وضع کر لئے اور ہر معاملے میں اپنی فکر کو خوب آزادی کے ساتھ استعمال کیا۔ کہیں سے کوئی پرسشش نہ ہوئی اور لوگوں نے " افلاطون " بننا شروع کر دیا۔ ہر آدمی زندگی کے ہر پہلو اور ہر معاملہ پر رائے دینے لگ گیا اور اپنے آپ کو کچھ " سمجھنا " شروع کر دیا۔ دوسروں میں اس کو نقص نظر آنے لگے خاص کر امیر میں تو اسے کئی نقص نظر آتے اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر میں امیر ہوتا تو یہ کرتا۔ اب ان باتوں نے پھیلنا شروع کر دیا۔ کانا پھوسیاں اور چہ میگوئیاں بحث و مباحثہ کی شکل اختیار کر گئیں۔

امراء کی تبدیلیاں

اس طرح ہر امیر کے خلاف جائز اور ناجائز شکایات کی بھر مار ہو گئی۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جناب عثمان رضؓ نے امراء اور عاملوں میں تبدیلیاں بھی کیں۔ مصر میں جناب عمرؓو بن عاص کا حضرت عمرؓ نے پہلے محاسبہ کیا تھا ان کے پاس کچھ رقم فالتو نکلی تھی وہ جناب عمرؓ نے بیت المال میں ڈال دی تھی اب حضرت عثمان رضؓ نے اُن کو تبدیل کر دیا۔ کوفہ میں پہلے حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کو تبدیل کیا گیا۔ پھر جناب سعدؓ بن ابی وقاص کو۔ اور اُن کے بعد جناب ولیدؓ بن عقبہ کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا ذکر بھی موجود ہے۔ تو اہل بصرہ نے سوچا کہ وہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ انہوں نے جناب ابو موسیٰ اشعریؓ کی تبدیلی کی گذارش کی تو وہ بھی حضرت عثمان رضؓ نے مان لیا۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے آخری دنوں میں اہل کوفہ نے کہا کہ انہیں امارت کے لئے جناب ابو موسیٰ رضؓ چاہئیں۔ صرف امیر معاویہؓ رہ گئے تھے کہ ملک شام میں کسی نے اُن کے خلاف شکایت نہ کی۔ لیکن ایک گروہ مدینہ میں پیدا ہو گیا کہ آخر امیر معاویہؓ کو شام میں اتنے عرصہ سے عامل کے طور پر کیوں رکھا جا رہا ہے اور جب امیر معاویہؓ کے خلاف کوئی الزام نہ مل سکا تو لوگ کہنے لگے کہ وہ جو کچھ چاہتے ہیں کرتے ہیں اور حضرت عثمان رضؓ اُن سے کوئی باز پرس نہیں

Marfat.com

کرتے وہ کیا غلط کام کرتے تھے اس سلسلے میں کسی راوی یا مورّخ نے کچھ نہیں کہا تو ظاہر ہے یہ سب کچھ کسی سازش کا نتیجہ تھا۔

اعتراضات

اب حالات کچھ عجیب صورت اختیار کرتے جا رہے تھے۔ جہاں پر لوگوں کی بات مان لی جاتی تو کچھ دن امن رہتا۔ لیکن پھر وہی بے ڈھنگی چال شروع ہو جاتی اور جہاں لوگوں کی بات نہ مانی جاتی وہاں پر لوگ تمام تر ذمہ داری خلیفۂ وقت کے سر تھوپ دیتے کہ خلیفہ بڑے کمزور ہیں۔ ہم نے واضح کر دیا ہے کہ جناب عثمان رضؓ تو جلدی تبدیلی بھی کر دیتے تھے۔ لیکن آخر خلیفہ کی بھی کچھ ذمہ داریاں تھیں ان کے بھی ذرائع اور ضرورتیں تھیں۔ وہ ہر معاملہ میں لوگوں کے آگے کیسے جھک جاتے۔ لوگ تو اعتراض کرتے ہی رہتے تھے۔ جناب عمرؓ نے جب جناب خالدؓ کو معزول کیا تو کچھ لوگوں نے مسجدِ نبویؐ میں اعتراض کیا تو حضرت عمرؓ نے اُن کو خاموش کر دیا پھر یمن سے چادروں کے سلسلے میں حضرت عمرؓ پر اعتراض کیا گیا۔ اور یہ ہماری تاریخ کا حصہ ہے لیکن راقم کو اس واقعہ کی صحت اور الفاظ پر شک ہے۔

تبصرہ علامہ عنایت اللہ مشرقی نے اس کہانی پر بہت کچھ لکھا ہے کہ وہ کون بدقسمت تھا جس نے جناب فاروق اعظمؓ جیسے عظیم صحابی پر اعتراض کیا۔ اور راقم نے ساری تاریخیں چھان ماریں کہ کسی پرانی تاریخ میں اعتراض کرنے والے کا نام مل جائے۔ لہٰذا بعد کی تاریخوں میں کسی ایک آدھ راوی نے جناب سلمان فارسیؓ کا نام لیا ہے کہ یہ اعتراض انہوں نے کیا تھا۔ اول تو حضرت عمرؓ کے خلیفہ بننے کے بہت جلد بعد جناب سلمانؓ ایران کے محاذ پر چلے گئے اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں وہیں فوت ہوئے۔ آپ مدائن کے نزدیک ایک جگہ دفن ہیں جو آپؓ ہی کے نام سے آج سلمان پاک کے نام سے موسوم ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیا جناب سلمانؓ جیسے عظیم صحابیؓ کو جناب عمرؓ کے انصاف پر شک ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ہمارا خیال ہے کہ یہ کہانی آزادیِ فکر والوں نے بعد میں گھڑ لی۔ کہ حضرت عمرؓ پر بھی اعتراض ہو سکتا تھا۔ اور ہم نے اس لئے مان لی کہ اس میں جناب عمرؓ کی بڑائی تھی۔

Marfat.com

دینِ فطرت کے اصول

چنانچہ دینِ فطرت نے اس سلسلے میں کچھ قوانین اور ضابطوں کی نشاندہی کی ہے اور حضور پاکؐ نے زندگی کے ہر معاملہ پہ زبانی اور عملی روایات چھوڑی ہیں ان روایات کو صرف حکومت ہی جاری وساری کر سکتی ہے نہ کہ عوام۔ امیر کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا پابند ہو۔ اُس کے بعد امیر کے احکام کو بغیر کسی چون وچرا کے یا حجت کے مانا جائے۔ اگر حکومت کا فیصلہ صحیح نہ بھی ہو تو حکم عدولی کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہم مسلمان اٰمنّا وصدّقنا کے قائل ہیں اگر ہمیں حکومت کے احکام میں کوئی خامی نظر آتی ہے تو ہمارا کوئی حق نہیں کہ ہم ان احکام کا مذاق اڑائیں یا قانون کو اپنے ہاتھ میں لیں۔ اول تو عوام کو حکومت کے حالات کا پتہ ہی نہیں ہوتا اس لئے احکام کے فلسفہ کو سمجھنا عوام کے بس کی بات نہیں۔ اگر واقعی حکومت کا کوئی حکم ناقابلِ عمل ہو یا بالکل بودا ہو تو عوام حکومت کو آگاہ کریں اُن کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ حکومت کے احکام نہ مانیں۔

اسلام اس چیز کی بالکل اجازت نہیں دیتا کہ لوگ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اسلام بغاوت کی اجازت بھی نہیں دیتا۔ اسلام میں تمام اختلافات کو مسجدوں کے اندر بیٹھ کر نپٹانے کے احکام ہیں۔ اور اختلافات کو بازاروں میں لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اسلام کے اجتماعی فلسفہ حیات کا ایک ستون اطاعت پر ہے اور دوسرا ربط وضبط پر۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس والا معاملہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ اور اسلام میں کسی "یاغستان" کی اجازت نہیں۔

قارئین نے پچھلے ابواب میں ضرور اندازہ لگا لیا ہوگا کہ لوگ بے جا اور ناجائز اعتراضات کر رہے تھے۔ پہلے جگہ جگہ امراء کی تبدیلی کے لئے شور مچایا اور جب اس میں کچھ کامیابی ہوئی تو لوگوں نے خلیفۂ وقت کو تبدیل کرنے کیلئے فتنہ شروع کر دیا۔ دراصل فتنہ پسند یا شرارت پسند لوگ تعداد میں زیادہ نہ تھے۔ لیکن سازش سخت گہری تھی اور عوام کو گمراہ کیا جا رہا تھا۔ کئی لوگ اسلام میں

یاغستان۔ ایک ایسا علاقہ ضلع ہزارہ سوات اور چترال کے درمیان موجود ہے۔ ان کے معاشرتی حالات کا مطالعہ بڑا دلچسپ رہے گا۔ اہلِ یورپ بھی دیکھ کر حیران رہ گئے

Marfat.com

داخل ہو چکے تھے۔ لیکن دل سے مسلمان نہ تھے اور اندر ہی اندر ہی اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنا چاہتے تھے۔ ہرمزان اور حیرہ کے عیسائی جفینہ کا ذکر ہو چکا ہے۔ ابو زبید شاعر نے جناب ولیدؓ کو ہدف بنوایا اور کوفہ کے گرد و نواح میں تو کافی لوگ پیدا ہو چکے تھے جو شرارت پر تلے ہوئے تھے اور ہر فساد کی بنیاد وہی ہوتے تھے۔ لیکن ایک شخص خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ یہ عبداللہ بن سبا تھا۔

عبداللہ بن سبا

عبداللہ بن سبا جو السوداء کے نام سے بھی مشہور تھا پہلے یہودی تھا اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مسلمان ہو کر مدنیہ شریف میں قیام پذیر ہوا۔ اس نے لوگوں کے عقائد کو خراب کرنے کی عجیب و غریب طریق سے کوشش کی۔ کہنے لگا کہ حضرت عیسےٰؑ اگر دنیا میں واپس آسکتے ہیں تو حضور پاکؐ جو نبیوں کے سردار ہیں کیا وہ واپس نہ آئیں گے؟ نہیں حضور پاکؐ دنیا میں ضرور واپس آئیں گے اور ایسی باتوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ کئی لوگوں کو یہ بات پسند آئی اور انہوں نے اس بات کو مان لیا۔ گو عبداللہ کی حضور پاکؐ کے لئے غلامی اور عقیدت کی اس بات کو بڑا سراہا گیا کر لیکن چونکہ ہمارے آقاؐ نے اپنے بارے میں کوئی ایسی بات نہ فرمائی۔ اور دنیا کو قید خانہ سے تشبیہہ دی۔ تو ہم یہ بات کیسے مانیں۔ کہ ہمارے آقاؐ نے فرمایا۔ موت کے بعد مومن کی طاقتیں ستر گنا بڑھ جاتی ہیں۔ تو اس دنیا میں کیا رکھا ہے۔ علاوہ صحیح بخاری کی احادیث سے واضح ہے کہ حضور پاکؐ حاضر و ناظر ہیں تو پھر اور کیا ضرورت ہے۔

عبداللہ بن سبا کو پہلی سازش میں کچھ کامیابی ہوئی تو اُس نے ایک اور شوشہ چھوڑا۔ کہ حضرت علیؓ دابۃ الارض ہیں اور آخر زمانے میں زمین سے نکلیں گے۔ اسی وجہ سے حضور پاکؐ نے اُن کو ابو تراب کا خطاب دیا۔ خیر یہ بات تو صحیح ہے کہ العشیرۃ کی مہم میں حضور پاکؐ نے حضرت علیؓ کو ابو تراب کے نام سے پکارا کہ پسینہ آیا ہوا تھا کہ حضرت علیؓ ایک جھاڑی کے

۱؎ جلالِ مصطفیٰ صفحہ ۳۰۳

Marfat.com

سایہ میں سو گئے۔ ہوا چلی تو چہرہ اور بدن پر مٹی کی تہ جم گئی۔ حضور پاکؐ کا وہاں سے گزر ہوا تو حضرت علیؓ کو جگایا اور فرمایا کہ اے ابوتراب۔ یعنی مٹی کے باپ یہ اپنے ارد گرد اتنی مٹی کیسے اکٹھی کرلی۔ یہ تو ایک واقعہ تھا۔

دابۃ الارض

دابۃ الارض کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ لیکن جہاں تک ہم نے اس لفظ کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور مفسرین کے بیان پڑھے ہیں تو قرآن پاک کے الفاظ دَابَّةَ الْاَرْضِ کی تفسیر یہ ہے "کہ جب لوگ آیات ربانی سے روگردانی کر جائیں گے تو زمین سے ایک جانور نکالا جائے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا"۔ مفسرین نے تو استعاروں کے ذریعے آخری زمانے کی مخلوق کی طرف اشارے کئے ہیں کہ یہ اُن کا ذکر ہے۔ اسلام نے انسان کو اشرف المخلوقات کے نام سے یاد کیا اور انسان کو جانور یا حیوان لغوی طور پر کبھی نہ کہا گیا۔ ہاں البتہ خراب کردار کی صورت میں تو انسان کو جانور سے بدتر بھی کہا گیا ہے۔ لیکن پچھلی کئی صدیوں سے اہل مغرب تو انسان کو حیوان یا جانور ہی کہہ رہے ہیں۔

تبصرہ مغربی تعلیم کے ایسے بُرے اثرات ہوئے ہیں کہ ہمارے لوگوں میں بھی اسلام سے نابلد لوگ، اسی رو میں بہ گئے ہیں۔ اور ہمارے علماء ہمارے فلسفۂ حیات کو موجودہ سائنس اور ٹیکنیکی زبان میں بیان نہیں کرتے سورۃ رحمٰن میں ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ اب اسی ترتیب سے ان آیات کے معنی کریں۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے قرآن پاک کا علم یا روشنی پیدا کی۔ جس کے لئے ہمارے فقرا نے حضور پاکؐ کا نور یا آپؐ کی آمد کی روشنی کے الفاظ استعمال کئے۔ اور پھر اللہ تعالےٰ نے انسان کی تخلیق کی کہ انسان ہی کائنات کا مرکز ہے جب انسانی قافلہ اس دنیا یا کائنات سے گزر جائے گا تو یہ دنیا لپیٹ لی جائے گی۔ اس کی تفصیل چوتھی کتاب میں ہے۔ لیکن یہاں پر ہم یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اہل مغرب یا ہندو انسان کو کائنات کا مرکز نہیں مانتے بلکہ ایک عام حیوان سمجھتے ہیں اور اس چھوٹی سی دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور اپنے ملک کو مادرِ وطن کہتے ہیں۔ دنیا کی اور دھرتی کی پوجا کرتے ہیں اور

Marfat.com

میری ماں دھرتی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اُن کے حساب سے انسان زمین کا ایک کیڑا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے روحِ انسانی کو ایک پرندے سے تشبیہہ دی ہے۔ جس کا آشیانہ عرش پر ہے۔ اور جو موت پر اپنی منزل کی طرف پرواز کرتا ہے۔ اس خاکدان میں اُس کا بسیرا عارضی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو منطق الطیر کی تعلیم دی گئی۔ حضرت فرید الدینؒ عطار رحمتہ اللہ نے اپنی ایک کتاب کو منطق الطیر کا نام دیا۔ اسلام کی ساری تعلیمات کو منطق الطیر کہا جا سکتا ہے کیونکہ ان تعلیمات کے مطابق عابد و معبود کے درمیان ایک تعلق استوار کرنا ہوتا ہے تاکہ موت کے بعد انسان اپنی منزلیں خوش اسلوبی سے طے کرے۔

امام حسنؓ کی رائے

زمین یا مادہ پرستی کو اسلام نے ناپسند کیا اور خالص دابۃ الارض یعنی زمین کے اندر سے پیدا ہونے والی چیز کو جانور کے نام تو دیئے جا سکتے ہیں لیکن اس کو انسان کے ساتھ تشبیہہ دینے والی بات کو ہمارے بزرگوں نے پسند نہیں کیا۔ اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ جناب علی المرتضےٰؓ کو اس سے تشبیہ دی جائے۔ لیکن عبداللہ بن سبا نے جناب علی المرتضےٰؓ کی وفات کے بعد ایک نیا شوشہ اور چھوڑا کہ جناب علیؓ کے ساتھ لوگوں نے انصاف نہیں کیا۔ اُن کو زمین سے پھر نکالا جائے گا اور دوسری دفعہ اُن کو اُن کے پورے حقوق ملیں گے اور وہی دابۃ الارض ہیں۔ لوگوں نے اس بات پہ یقین کر لیا اور امام حسنؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو طبری کے مطابق امام حسنؓ یہ سب بات سن کر سخت ناراض ہوئے۔ اور یہاں تک فرمایا کہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ان کی بیویوں نے دوسرے نکاح کر لئے ہیں۔ اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو وہ کیسے دوسرا نکاح کرتیں یا ہم ایسا کرنے کی اجازت دیتے۔ بلکہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جناب علیؓ نے کبھی اس شخص یعنی عبداللہ بن سبا کو منہ نہ لگایا تھا۔

عبداللہ بن سبا کی سازش

عبداللہ بن سبا نے جب سازش شروع کی۔ تو پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حقوق کی بات کی

عہ۱ جلال مصطفےٰ صفحہ ۱۳ اور ۳۷

Marfat.com

اور اس بات کو اس طرح آگے بڑھایا کہ حضرت عثمانؓ اور ان کے خاندان کو غاصب قرار دینا شروع کر دیا۔ اور قبیلوں یا خاندانوں میں جھگڑا کرنے والا پہلو جو زمانہ جہالت میں موجود تھا اس کو عبداللہ نے دوبارہ شروع کر دیا۔ حالانکہ جنگِ بدر نے سب فیصلے کر دیئے تھے اور باقی جو کسر تھی وہ حضور پاکؐ نے آخری خطبہ میں پوری کر دی تھی کہ تمام خاندانی برتریوں کو ختم کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔ عبداللہ بن سبا کی سازش حضرت عثمانؓ کے خلاف تو خوب چلی کیونکہ لوگ فطرتاً حکومت کے خلاف بات سننے کو تیار ہو جاتے تھے۔ لیکن عبداللہ کو معلوم تھا کہ نفرت کو مکمل کرنے کے لئے پہلے دو خلفائے راشدین کو بھی غاصب کہا جائے تو تب معاملات اس کی مرضی کے مطابق ہوں گے اور وہ مسلمانوں میں کسی طرح سے تفرقہ پیدا کر سکے گا۔ چنانچہ اس نے گڑے مردے اکھاڑنے شروع کر دیئے۔ کہ حضور پاکؐ کی وفات کے وقت سے لوگ گمراہ ہو گئے تھے۔ کہ حضرت علیؓ کو ان کا حق نہیں دیا اور بنو امیہ کو آگے لانے والے جناب عمرؓ ہیں کہ انہوں نے جناب معاویہؓ کو شام کی امارت دی۔ عبداللہؓ بن ابی سرحؓ کو مصر میں مالیات کے کام پر لگایا۔ ولیدؓ بن عقبہ کو جزیرہ کی امارت دی۔ سعیدؓ بن العاص کی پرورش پر توجہ دی۔ وغیرہ اس لئے عبداللہ بن سبا ملک شام کی طرف چلا گیا کہ سب سے پہلے جناب معاویہؓ کے خلاف وہاں پر ایک محاذ تیار کرے۔

عبداللہ کی جناب ابوذر غفاریؓ سے ملاقات

جناب ابوذر غفاریؓ عرصہ سے ملک شام میں جہاد میں مصروف تھے۔ دوسری کتاب میں بھی آپؓ کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور قبرص کی فتح میں بھی آپؓ شامل تھے۔ بلکہ سکندریہ کی پہلی فتح کے وقت آپؓ مصر کی فوج میں شامل تھے۔ لیکن اب جہاد میں جمود آ گیا تھا۔ لیکن جناب ابوذر غفاریؓ نے ایک اور محاذ پر جہاد شروع کر دیا تھا ـــــ جناب ابوذرؓ تقویٰ میں اپنی مثال نہ رکھتے تھے اور پہلی دو کتابوں میں جب آپ کا ذکر آیا تو گذارش کی تھی کہ آپ کے سلسلہ میں تفصیلی حالات تیسری کتاب میں لکھے جائیں گے۔ اب جناب ابوذر غفاریؓ نے لوگوں کو جہاد بالنفس کی تلقین کرنے کے لئے ایک محاذ کھول دیا تھا کہ مال دولت کا طمع نہ کیا جائے وغیرہ۔

ابن سبا جب شام پہنچا تو اس کی ملاقات جناب ابوذر غفاریؓ کے ساتھ ہوئی۔ اور جب

Marfat.com

جناب ابوذرؓ نے بتایا کہ لوگ کس طرح طمع میں پڑ چکے ہیں تو ابن سبا بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اس کے ذمہ دار امیر معاویہؓ ہیں۔ وہ جو بیت المال میں دولت اکٹھی کرتے ہیں اُس کو بعد میں اپنے خاندان کے لئے استعمال کریں گے اور عام مسلمانوں کا حق ختم کرنے کے لئے اس کا نام اللہ کا مال رکھا دیا ہے۔

جناب ابوذرؓ کا غصہ

جناب ابوذرؓ نے جب یہ سنا تو اُن کو غصہ آگیا اور وہ فوراً جناب معاویہؓ کے پاس پہنچے اور اُن کے ساتھ الجھ پڑے۔ لیکن جناب معاویہؓ اولین صحابہ کرام کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔ انہوں نے جناب ابوذرؓ کو عرض کی کہ آئندہ اس کو مال المسلمین کہہ دیں گے۔ ویسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ کا مال بھی مسلمانوں کا مال ہے اور مسلمانوں کے مال و جان بھی اللہ کے ہیں۔ جناب ابوذرؓ کو کچھ تسلی تو آئی لیکن ابن سبا نے کہا کہ یہ سب کہنے والی باتیں ہیں۔ دل میں کچھ اور ہے۔ لوگوں کو دیکھو تو سہی وہ کس شان و شوکت سے رہتے ہیں۔ ابوذرؓ پہلے بھی لوگوں کو سادگی اختیار کرنے کی تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ اور جناب فاروقؓ جو جناب خالدؓ اور جناب یزیدؓ پر برس پڑے تھے اس کا حوالہ بھی دیا کہ ایسا نہ کیا جائے۔ لیکن لوگوں کا کہنا تھا کہ جناب خالدؓ اور جناب یزیدؓ نے اپنی حالت کی وضاحت کر دی تھی اور اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کچھ نہ کہا تھا۔ لیکن ابوذرؓ کو یہ طور طریقے ناپسند تھے۔ کچھ ابن سبا کی سازش نے کام کیا اور جناب ابوذرؓ نے لوگوں کے ساتھ الجھنا شروع کر دیا۔ یعنی زیادہ سختی سے منع کرنے لگ گئے۔ چنانچہ امیر معاویہؓ کی سفارش پر جناب عثمانؓ نے جناب ابوذرؓ کو مدینہ طلب کر لیا اور انہوں نے اسلام میں اطاعتِ امیر کے اصول کے تحت یہ حکم مان لیا۔ اب ابن سبا نے سازش کو اور آگے بڑھایا کہ سچی بات کرنے والے کیلئے کوئی ٹھکانہ بھی نہیں ہے کہ دیکھو جناب ابوذرؓ کو شام سے نکال دیا گیا ہے۔

جناب ابوذرؓ مدینہ میں

بہر حال جب جناب ابوذرؓ مدینہ شریف پہنچے تو حیران رہ گئے یہاں پر بھی حالات اور معاملات تبدیل ہو چکے تھے۔ مدینہ وہ پہلا مدینہ نہ تھا۔ بہت کم صحابہ کرامؓ مدینہ شریف

Marfat.com

میں باقی رہ گئے تھے اکثر صحابہ کرامؓ یا اُن کے خاندان کے لوگ دوسرے ملکوں میں جا چکے تھے۔ کافی غیر ملکیوں اور کاریگروں نے مدینہ میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ غلاموں کی تعداد کافی تھی اور مجاہدین غلاموں کو آزاد کرتے رہتے تھے لیکن محاذ سے پھر اتنے ہی اور غلام آجاتے تھے۔ آزاد شدہ غلام بھی مدینہ ہی میں رہائش اختیار کر چکے تھے۔ مال و دولت کی بھی کوئی کمی نہ تھی۔ کچھ لوگ بہت امیر ہو چکے تھے لیکن غریب لوگ بھی تھے۔ جو چیز جناب ابوذرؓ کو سخت نا پسند آئی وہ یہ تھی کہ لوگ مال و دولت اکٹھا کرتے تھے اور اپنے غریب ہمسایہ کی پروا نہ کرتے تھے۔ غریب بھی کچھ خود غرض تھے اور ان کے دلوں میں اپنے ہمسایوں کی یا مہربانی کرنے والوں کی وہ عزت نہ تھی۔ یعنی جناب ابوذرؓ نے حضور پاکؐ کے زمانے میں مسلمانوں میں جو ربط و ضبط دیکھا تھا یا جس طرح مسلمانوں کے دل جڑے ہوئے تھے وہ بات ختم ہوتی نظر آتی تھی۔ چنانچہ جناب ابوذرؓ نے کھلم کھلا تبلیغ شروع کر دی کہ مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟۔ اور حضرت عثمانؓ کے سامنے جب مجلس میں یہ بات کی۔ تو جناب کعب احبارؓ نے کہا کہ "جس نے اپنے فرائض ادا کر دیئے اس نے گویا کل حقوق اللہ ادا کر دیئے"

کعب پہلے یہودی تھے اور نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے وہ بڑے اعلےٰ پایہ کے عالم تھے۔ تو جناب ابوذرؓ سخت ناراض ہوئے اور اس کو دبوچ لینے پر بھی تیار ہو گئے تھے کہ یہ اسلام کے چند فرائض پر اکتفا کرنے والا کون ہوتا ہے۔

لیکن جس چیز سے جناب ابوذر غفاریؓ کو زیادہ تکلیف ہوئی وہ کانا پھوسیاں اور نجی محفلیں تھیں۔ اس سلسلے میں کچھ لوگوں کے خفیہ اڈے بھی تھے کہ وہاں ہر قسم کی مجلسیں لگائی جاتی تھیں۔ اور کوئی چیز حکومت سے حاصل کرنا ہوتی تھی تو وہاں کھچڑی پکتی تھی کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے کسی کے خلاف محاذ بنانا ہوتا تو بھی ایسے مقامات پر صلاح و مشورہ ہوتا اور تمام گروہ بندیوں کی بنیاد ایسے ہی خفیہ اڈوں میں باندھی جاتی۔ عبداللہ بن سبا کے پھیلائے ہوئے عقائد بھی وہاں پر زیر بحث آتے تھے۔

چنانچہ جناب ابوذرؓ نے جناب عثمانؓ سے عرض کی کہ اُن کو مدینہ سے باہر ربذہ کے مقام پر رہنے کی اجازت دی جائے کہ حضور پاکؐ نے فرمایا تھا کہ جب مدینہ کے مکانات سلع پہاڑی

Marfat.com

تک پہنچ جائیں یا مدینہ کی عمارتیں خفیہ اڈے بن جائیں تو تم وہاں سے نکل جانا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اپنے آقاؐ کا حکم سر آنکھوں پر اور اُس کی ضرور تعمیل کی جائے گی لیکن لوگ کہیں گے کہ خلیفہ نے جناب ابوذرؓ کو جلاوطن کر دیا یا مدینہ بدر کر دیا۔ لیکن جناب ابوذرؓ نے فرمایا لوگ خواہ کچھ کہیں وہ مدینہ میں نہیں رہ سکتے۔ تو حضرت عثمانؓ نے پھر بھی کوشش کی۔ جناب ابوذرؓ مدینہ میں رہیں اور فرمایا کہ لوگ یہ تو کہیں گے، کہ حکومت کے حالات اتنے خراب تھے کہ جناب ابوذرؓ جیسے آدمی گوشہ نشین ہو گئے۔ لیکن جناب ابوذرؓ نے فرمایا کہ وہ اپنے آقاؐ کا حکم مانیں گے اور مدینہ کو چھوڑنے پر تیار ہو گئے جناب عثمانؓ نے جناب ابوذرؓ کا وظیفہ مقرر کیا، دو خدمت گار اور ایک اونٹ دیا اور جناب ابوذرؓ ربذہ چلے گئے۔ اور وہیں پر آپؓ نے وفات پائی جس کا ذکر جلالِ مصطفٰےؐ میں موجود ہے۔

جناب ابوذرؓ اور اسلام

ویسے تو سارے صحابہ کرامؓ چلتا پھرتا اسلام تھے۔ اور تاریخ کے اس بامقصد مطالعہ اور تحقیق میں ہم نے ان چاروں کتابوں میں صحابہ کرامؓ کی کارکردگی سے عملی اسلام پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اُن میں کوئی سپہ سالارِ اعظم تھا اور کوئی سپہ سالار۔ کئی امرا تھے اور کئی دستوں کے امیر تھے۔ لیکن اب ہم ایک سپاہی کی کہانی پیش کر رہے ہیں۔ اور عظیم سپاہی کی کہانی۔ انصاف تو یہ تھا کہ آپؓ کے احوال کو بھی جناب مثنیٰؓ بن حارث کی طرح ایک الگ باب میں بیان کیا جاتا۔ لیکن آپؓ چونکہ ہماری ہر کتاب میں ایک طرح سے چھائے رہے کہ عاشقِ رسولؐ تھے۔ تو ہم نے آپ کے حالات کو واقعات کے تحت بیان کیا ہے۔ اور یہاں پر وہ واقعات بیان کریں گے جہاں مختلف حالات میں آپ نے ایک عملی مسلمان والے رویہ کا مظاہرہ کیا۔ اور گہرے مطالعے اور تحقیق کے بعد ان عملی مثالوں سے امت کی کئی تفرقہ والی باتوں کو بھی ختم کیا جا سکتا ہے کہ ابوذرؓ بھی چلتا پھرتا اسلام تھے۔

جناب ابوذرؓ کی شان

آپؓ کے بارے ہمارے آقاؐ نے فرمایا "کہ ابوذرؓ سے زیادہ

۱؎ صفحہ ۲۷۱

سیسے آدمی کو نہ زمین نے اٹھایا اور نہ آسمان نے سایہ ڈالا " آپؓ جناب فاطمہ زہرہؓ کے علاوہ دوسری شخصیت ہیں۔ جن کے کان میں بھری مجلس میں حضور پاکؐ نے سرگوشی کی۔ حالانکہ حضور پاکؐ نے ایسی سرگوشی سے منع فرمایا۔ لیکن ساتھ ہی فرما دیا " کہ ہاں! میری بیٹی فاطمہؓ اور ابوذرؓ اس سے مبرا ہیں۔ جب جناب ابوذرؓ کسی گلی سے گزر رہے ہوتے اور جناب عمرؓ کا ان کے ساتھ سامنا ہو جاتا تو حضرت عمرؓ گلی میں دبک کر ایک طرف کھڑے ہو جاتے اور آپؓ کو پہلے گذرنے کی گذارش کرتے۔

جناب ابوذرؓ کا اسلام لانا

جناب ابوذرؓ کا تعلق قبیلہ غفارت تھا۔ آپؓ نے اسلام سے پہلے کبھی کسی بت کی پوجا نہ کی تھی۔ آپؓ جب مکہ شریف، حضور پاکؐ کی تلاش میں آئے تو کئی روز بغیر کچھ کھائے آپؓ نے آبِ زمزم پر گذارہ کیا۔ خانہ کعبہ میں جب جناب ابوذرؓ نے حضور پاکؐ اور جناب صدیق اکبرؓ کو دیکھا۔ تو آپؓ نے اُن کو اسلامی طریقہ سے سلام کیا۔ یعنی " اسلام علیکم" کے الفاظ کہے۔ حضور پاکؐ نے "علیکم اسلام " کے الفاظ فرمائے اور ساتھ ہی مسکرا بھی دیئے۔ اور جناب صدیق اکبرؓ کو فرمایا کہ وہ اُنؓ کو مہمان ٹھہرائیں۔ جناب صدیقؓ نے آپؓ کی تواضع کشمش سے کی۔ جو ابوذرؓ کے لئے ایک ماہ میں پہلا کھانا تھا۔ روایت ہے کہ آپؓ کا اسلام چوتھا یا پانچواں ہے کہ آپؓ تلاش میں مکہ شریف آئے تھے۔ باقی لمبی کہانی ہے۔ البتہ حضور پاکؐ نے فرمایا کہ اب کھجوروں والی زمین میں ملنا اور جناب ابوذرؓ جنگ اُحد کے بعد مدینہ شریف پہنچے۔

جناب ابوذرؓ اور جہاد

اُس کے بعد حضور پاکؐ کے زمانے میں جہاد میں باقاعدگی سے شرکت کی۔ ایک دفعہ امارت طلب کی۔ حضور پاکؐ نے فرمایا "اے اباذرؓ! جس نے اسلام میں امارت طلب کی۔ اُس کو نہ ملی"۔ اُس کے بعد جناب ابوذرؓ ہمیشہ سپاہی رہے۔ دوسری کتاب اور اس

Marfat.com

کتاب کے پہلے ابواب میں آپؓ کی جہاد میں بھرپور شرکت کا ذکر ہو چکا ہے۔

اطاعتِ امیر

آپؓ نے جہاد کے دوران نوجوانوں کے ماتحت کام کیا۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کا حکم ملا کہ شام کے ملک سے واپس آجائیں تو ذرا دیر نہ لگائی اور آگے حالات کیوجہ سے مدینہ شریف کو بھی چھوڑ کر ربذہ کے مقام پر "گوشہ نشینی" اختیار کر لی۔ ویسے اسلام گوشہ نشینی کے حق میں نہیں۔ لیکن جب فتنہ فسادات بہت زیادہ ہو جائے تو اس کی اجازت ہے۔ جناب ابوذرؓ خود بھی صاحبِ نظر تھے اور حضور پاکؐ آپؓ کے لئے اس زمانے کی نشاندہی بھی فرما گئے تھے۔

حضور پاکؐ اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں ہر محلہ، ہر بستی اور ہر گاؤں کا ایک امیر ہوتا تھا جو مسجد میں نماز کی امامت بھی کرتا تھا۔ ربذہ کے امیر جناب مجاشعؓ تھے جو آزاد کردہ غلام تھے۔ جب جناب ابوذرؓ اس مسجد میں پہنچے تو جناب مجاشعؓ پیچھے ہٹے اور جناب ابوذرؓ کو گزارش کی کہ وہ نماز کی امامت کرائیں۔ جناب ابوذرؓ نے فرمایا "آپ میرے بھی امیر ہیں آپ ہی امامت کرائیں۔ میرے آقا اور مخبر صادقؐ حضرت محمد مصطفیٰؐ فرما گئے ہیں کہ امیر کی اطاعت کرو۔ خواہ کان اور ناک کٹا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو!"

انہی دنوں حج کا وقت آگیا۔ جنابِ ابوذرؓ نے حضرت عثمانؓ سے اجازت چاہی کہ اُن کو بھی حج پر جانے کی اجازت دی جائے۔ جناب عثمانؓ از خود اُس سال حج پر جا رہے تھے۔ اور مفسدین نے یہ بات پھیلا دی تھی کہ حضرت عثمانؓ نے جناب ابوذرؓ کو مدینہ شریف سے دیس نکالا دے دیا ہے۔ اس لئے حضرت عثمانؓ یہ نہ چاہتے تھے کہ مکہ شریف میں حج کے دوران مفسدین اس بات کو اور اچھالیں۔ اس لئے انہوں نے جناب ابوذرؓ کو مشورہ دیا کہ وہ حج کی بجائے چند ماہ بعد عمرہ کر لیں۔ جناب ابوذرؓ نے اس مشورہ کو حکم کے طور پر مان کر اطاعتِ امیر کا ایک اور مظاہرہ کیا۔

Marfat.com

فلسفہ نماز اور اُمت میں وحدت

چند ماہ بعد جناب ابوذرؓ عمرہ کے لئے مکہ شریف گئے تو آپؓ کے گرد لوگوں کا جمگھٹا ہو گیا۔ اور باتوں ہی باتوں میں نمازِ عصر کا وقت ہو گیا۔ زائرین اور مشتاقین نے آپؓ سے گزارش کی کہ آپؓ عصر کی نماز پڑھائیں۔ آپؓ نے فرمایا۔ وہ مسافر ہیں دو رکعت پڑھیں گے اور آپؓ میں سے اکثر لوگ مقامی ہیں۔ اُن کو دو رکعت بغیر جماعت کے پڑھنا ہو گا۔ لوگوں نے عرض کی کہ جناب عثمانؓ تو مکہ شریف میں بھی چار رکعتیں پڑھ گئے کہ یہ بھی اپنا گھر ہے۔ آپؓ نے فرمایا۔ آپ لوگوں کو انہیں منع کرنا چاہیئے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے جو چھوٹ دی ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ بہرحال کافی باتیں ہوئیں اور آخر لوگوں نے آپؓ ہی کو امامت کے لئے کھڑا کر دیا۔ لیکن لوگوں کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی جب آپؓ نے بھی چار رکعتیں پڑھیں۔ لوگوں کی پرسشش پر آپؓ نے جواب دیا" اب خلیفہؓ وقت جو چار رکعتیں پڑھ گیا تو امت میں وحدت کے لئے ضروری ہے کہ میں بھی ایسا کروں ہاں یہ الگ بات ہے کہ میں اگر اس دن ہوتا تو حضرت عثمانؓ کو ایسا کرنے سے ضرور روکتا

اس سلسلہ میں جنگِ خندق کے بعد کا ایک بیان ضروری ہے۔ حضور پاکؐ نے صحابہ کرامؓ کو اُسی دن بنو قریظہ کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ کہ گو عصر کی نماز کا وقت قریب تھا لیکن حکم تھا کہ اتنی تیزی سے جائیں کہ عصر کی نماز بنو قریظہ کے قلعوں کے باہر پڑھیں اب سورج غروب ہونے والا تھا اس لئے وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے کچھ صحابہ کرامؓ نے عصر کی نماز راستہ میں پڑھ لی اور کچھ نے بنو قریظہ کے قلعوں کے باہر۔ بعد میں حضور پاکؐ سے پوچھا گیا کہ کون صحیح تھا۔ آپؐ نے فرمایا" دونوں گروہ ٹھیک تھے کہ دونوں کی نیت ٹھیک تھی۔ ہاں البتہ مشورہ کر کے ایک فیصلہ کر لیتے تو زیادہ بہتر ہوتا"

یہ ہے اسلام کا فلسفہ نماز اور اطاعت امیر۔ ہم اس پر مزید تبصرہ نہ کریں گے سوائے اس کے کہ جو لوگ اس مسئلہ میں امت میں تفرقہ ڈالتے ہیں۔ اُن کو اللہ تعالےٰ صراطِ مستقیم پر لگائے۔

Marfat.com

عبداللہ بن سبا اور ملکِ شام

ظاہر ہے کہ ملک شام سے جناب ابوذر غفاریؓ کے آجانے کے بعد۔ ابن سبا نے اور لوگوں کے سامنے فتنہ فساد کو بڑھانے کی کوشش کی۔ لیکن عظیم صحابی جناب عبادہؓ بن صامت اور جناب الوالدرداؓ نے اُس کو پکڑ کر جناب معاویہؓ کے سامنے پیش کر دیا۔ تو جناب معاویہؓ نے ابن سبا کو شام بدر کر دیا۔ اور اس کے بعد ابن سبا کوفہ روانہ ہو گیا۔

کوفہ میں فساد

کوفہ کے بارے میں کوئی صحیح رائے قائم کرنا مشکل ہے کہ اس جگہ کی مٹی ہی ایسی ہے کہ وہاں ہمیشہ فساد ہوتا ہے۔ لیکن وہاں ہی پر حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہؓ جیسے عظیم صحابہ نے اسلامی درسوں کی بنیاد رکھی۔ اور امام اعظمؒ سمیت متعدد فقہائے نے وہاں سے اسلام کی روشنی کو پھیلایا۔ البتہ حضور پاکؐ نے جناب سعدؓ کے لئے فرمایا تھا کہ اُن کی زبان بھی تلوار ہے اور انہی کو حق کے راستے میں پہلا تیر چلانے کی سعادت بھی حاصل ہوئی شاید جناب سعدؓ کی زبان سے یہ نکل گیا " کہ اہلِ کوفہ تم فتنہ سے باز نہ آؤ گے " تو اس کے اثرات بھی ہو سکتے ہیں کہ اہل کوفہ نے جناب سعدؓ جیسے عظیم صحابی کے خلاف غلط الزام لگائے۔ اسی لئے کوفہ میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ فسادات ضرور ہوتے رہے۔

ہم پچھلے باب میں لکھ چکے ہیں کہ کوفہ میں فتنہ و فساد شروع ہو چکا تھا۔ جناب سعیدؓ نے حضرت عثمانؓ کو اطلاع بھی دی تھی اور جہاد پر جانے کی وجہ سے حالات کچھ ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ لیکن جہاد سے واپسی کے بعد مجلسوں اور محفلوں میں بحث اب تفرقہ کا رخ اختیار کر چکی تھی ــــ جناب سعیدؓ نے خلیفہ سوم کے پاس چند لوگوں کے نام لکھ کر بھیجے کہ وہ فتنہ سے باز نہیں آتے۔ اُن میں اشتر نخعی، ابن ذی الجبکہ، جندب، صعصعہ او ابن الکواؒ وغیرہ

---

[1] یہی ابن الکوا بعد خارجیوں کا امیر بن گیا

Marfat.com

شامل تھے۔ ان لوگوں کی آزادیٔ فکر کی یہ حالت تھی کہ ہر بات کو بحث کا موضوع بنا لیتے تھے اور ہر چیز میں کیڑے نکالنا ان کی عادت میں شامل ہو چکا تھا

جناب عثمان رضؓ نے حکم دیا کہ ان تمام لوگوں کو ملک شام میں جناب معاویہؓ کے پاس بھیج دیا جائے۔ جو ان کی اصلاح کریں اور نگرانی بھی کہ دراصل یہ لوگ چاہتے کیا ہیں اور ان کے دل میں کیا بات ہے اگر یہ لوگ ٹھیک ہو جائیں تو بہتر ورنہ ان کو شام سے میرے پاس مدینہ شریف بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اُن سب لوگوں کو ملک شام بھیجا گیا۔ اور جناب معاویہؓ اُن کے ساتھ بڑے اخلاق کے ساتھ پیش آئے۔ اُن کی خاطر مدارات کی اور ان کو اپنی مجلس میں شریک کیا۔ ان سے بات چیت کے بعد پتہ چلا کہ اُن لوگوں کا خیال تھا کہ اہل قریش یا انصار اسلام میں اولین حیثیت تو ضرور رکھتے ہیں۔ لیکن زیادہ ملک اس وقت فتح ہوئے جب عراق اور کوفہ کے گرد و نواح کے لوگ مسلمان ہوئے اور ان کے اسلام پر بڑے احسان ہیں۔ جناب معاویہؓ نے اُن کو سمجھایا کہ اسلام پر احسان مت جتاؤ۔ اللہ کا شکر کرو کہ اُس نے تمہیں اسلام کی خدمت کا موقع دیا ہے۔ یہ بات سن کر صعصہ جناب معاویہؓ پر جھپٹ پڑا اور اُن کی داڑھی پکڑ لی جناب معاویہؓ نے اس کی حرکت پر درگذر کی اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اہل شام نے یہ شرارت نہیں دیکھی

امیر معاویہؓ ویسے بھی بہت سنجیدہ انسان تھے۔ انہوں نے اُن کی خوب نگرانی کی اور آخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ اُن لوگوں کے سر پہ بھوت سوار تھا۔ فتح اور کامیابیوں نے اُن کے دماغ خراب کر دیئے تھے علم الکلام کے وہ پہلے ہی ماہر تھے۔ لیکن آزادیٔ فکر کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو افلاطون سمجھتے تھے اور ہر معاملہ میں اپنی ٹانگ ضرور اڑاتے۔

جناب معاویہؓ سمجھ چکے تھے کہ یہ لوگ لاعلاج ہیں۔ لیکن انہوں نے ایک اور کوشش کی کہ اُن کو حمص میں جناب عبدالرحمٰنؓ بن خالدؓ بن ولید کے پاس بھیج دیا۔ آپ حمص کے امیر تھے۔ اور جزیرہ اور رقہ کے حاکم جن کا نام حران تھا۔ اُن کا بھی جناب عبدالرحمٰنؓ کے ساتھ رابطہ تھا۔ جناب معاویہؓ نے دونوں امراء کو خط لکھا کہ میں آپ کے پاس کچھ لوگوں کو بھیج رہا ہوں۔ ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ یہ لوگ جاہلیت کے زمانے کے

Marfat.com

باتوں کی طرف جا رہے ہیں اور انہوں نے اپنی فکر کو آزاد کر دیا ہے۔ اور ہر بات کو بغیر سوچے سمجھے اُس پہ رائے دینا شروع کر دیتے ہیں۔ کسی چیز کی گہرائی میں بھی نہیں جاتے اور ہر بات میں اِن کے ردِ عمل غلط اور تیز ہوتے ہیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ یہ لوگ اپنے آپ کو سمجھیں۔ اور اپنے آپ کو دینِ فطرت کی اجتماعی مفادات کے تابع کریں یہ لوگ حقوق العباد کو غلط معنی پہنائے پھرتے ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ بغاوت، سازش گستاخی، فتنہ و فساد یا شور و غل سب حقوق العباد کے تحت آتے ہیں۔ اور کسی کے ساتھ اُلجھ پڑنے کو یہ غلط نہیں سمجھتے۔ احکام کو نبھانا یا ذمہ داری کو پورا کرنے والی بات ان کے ذہنوں سے نکل گئی ہے۔

جناب عبدالرحمٰنؓ کی شخصیت سے البتہ یہ لوگ کچھ مرعوب تھے کہ اللہ کی تلوارؓ کے بیٹے ہیں۔ اور چونکہ جناب امیر معاویہؓ جناب عبدالرحمٰنؓ کو مکمل تصویر سے آگاہ کر چکے تھے۔ اس لئے جناب عبدالرحمٰنؓ نے بھی جب دہی باتیں کیں جو جناب معاویہؓ کر چکے تھے تو اُن لوگوں پر کچھ اثر ہو گیا۔ اور سب نے توبہ کی۔ اشتر کو جناب عثمانؓ کے پاس بھیجا گیا کہ سب کی طرف سے معافی مانگے اور باقی کوفہ چلے گئے۔ اشتر مدینہ شریف میں حضرت عثمانؓ کے پاس حاضر ہوا۔ اور اپنے کئے پر پچھتایا۔ جناب عثمانؓ نے اُن سب کو معاف کر دیا اور اشتر کوفہ چلا گیا۔

یہ سب نتیجہ ہے غلط آزادیِ فکر اور آزادیِ عمل کا۔ اور بدقسمتی یہ ہے کہ جب زر زن اور زمین تینوں چیزیں میسر ہو جائیں تو لوگ اپنے آپ سے باہر نکل جاتے ہیں۔ اور وہ ضرور کچھ نہ کچھ کرنا چاہیں گے۔ یا تو وہ لیڈر بننے کی کوشش کریں گے۔ یا کوئی فساد کریں گے۔ یعنی اُن میں "میں" آجاتی ہے اور وہ اپنی "میں" کو کسی طرح ضرور ظاہر کرنے کی کوشش کریں گے۔ علاوہ اس کے وہ زر، زمین اور زن حاصل کرنے کے زیادہ مشتاق نظر آئیں گے۔ اور جن لوگوں کے پاس یہ تینوں چیزیں ہوں تو دل سے وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوتے ہیں ہر وقت ایک دوسرے کے خلاف حسد کی آگ میں جلتے رہتے ہیں اور سازش میں لگے رہتے ہیں۔ اور چھپے ہاتھوں سے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں لگ پڑیں گے وغیرہ حضرت عمرؓ ایسے لوگوں پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ خود بہت دولتمند

Marfat.com

تھے اور اُن کے دل میں کسی دوسرے کے لئے حسد کا تو سوال ہی نہ پیدا ہوتا تھا۔ وہ تو رقابت کے بارے میں بھی سوچ نہ سکتے تھے۔ وہ ہر امیر آدمی کو اپنے معیار سے پرکھتے تھے۔ اور اُن کی شرافت کو لوگوں نے کمزوری سمجھ لیا۔ اصل بات یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کو غصہ آتا ہی نہ تھا۔ اس لئے وہ نہ تو سختی کرتے تھے اور نہ ہی سختی کرنا چاہتے تھے۔ بدقسمتی سے پچھلے چودہ سو سالوں سے یہ مسئلہ زیرِ بحث ہے اور ہمارے بیچ تفرقہ ڈالنے والے اس اختلاف کو آگے ہی بڑھا رہے ہیں اور جناب عثمانؓ کی شان کو سمجھنے کی بہت کم کوششیں ہوئی ہیں۔

جناب عثمانؓ کی شان

جناب عثمانؓ کی شان کو کوئی قلم بیان نہ کر سکے گا۔ حضرت علیؓ اس بات کے راوی ہیں کہ حضرت اُمِ کلثومؓ کی وفات کے بعد ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰؐ نے فرمایا کہ "بخدا اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں اور ایک کے بعد دوسری کی وفات ہوتی رہتی تو میں اُن کو یکے بعد دیگرے جناب عثمانؓ کے نکاح میں دیتا رہتا" یہی الفاظ اتنی وسعت رکھتے ہیں کہ اور کچھ بیان کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ کہ یہ ہمارے آقاؐ کے اپنے الفاظ ہیں۔ لیکن ذرا بیعتِ رضوان پر دھیان دیں جس کا نتیجہ فتحِ مبین کی صورت میں نکلا۔ حضور پاکؐ نے اور تو کسی کام یا صحابیؓ کے لئے کبھی بیعت نہ لی۔ صرف اللہ اور رسولؐ کے احکام کی پابندی کے وعدہ کی بیعت لی۔ یا حضرت عثمانؓ کی شہادت کا بدلہ لینے کے سلسلہ میں بیعت لی۔ پھر جناب عثمانؓ کا مدینہ شریف میں بیر رومہ کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دینا۔ جہاد کے لئے سامان مہیا کرنا وغیرہ۔ آپؓ کے ایک ایک عمل پر کئی مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ جہاں تک حیا کا تعلق ہے تو یہ لفظ ہی حضرت عثمانؓ کے نام سے وابستہ ہو گیا کہ ہمارے آقاؐ بھی حضرت عثمانؓ کے حیا کی وسعتوں کو بیان کر گئے۔

بہرحال حضرت عثمانؓ کے آخری زمانے کے واقعات اور آپؓ کی شہادت بھی اسی طرح بڑے وسیع مضامین ہیں اور اس پر ایک الگ کتاب لکھنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہوا اور

Marfat.com

ایسا کیوں ہوا ؟ ۔ افسوس کہ ایسے تجزیئے کی طرف بہت کم دھیان دیا گیا ہے۔

حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے آخری سال اور آخری ماہ جس صبر کا مظاہرہ کیا اس کی تفصیل میں جانے کے بعد ہر مسلمان پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا ہے۔ کہ حضور پاکؐ کے ایک عظیم رفیقؓ کے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا اور وہ صبر کرتے رہے۔ آپؓ نے جو تکالیف برداشت کیں۔ ایسی تکالیف دنیا کا کوئی حاکم بھی برداشت نہیں کر سکتا اور اس وقت دنیاوی لحاظ سے بھی وہ دنیا کے عظیم ترین بادشاہ تھے۔ اگر وہ چاہتے تو فتنہ فساد والوں کو ایک دن میں ختم کر سکتے تھے۔ کچھ مورخین اور راوی یہ تاثر بھی دیتے ہیں کہ شاید آخری دنوں میں حضرت عثمانؓ بے یار و مددگار ہو گئے تھے۔ اور باغیوں کے خلاف کچھ نہ کر سکتے تھے۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ اگر حضرت عثمانؓ جنگ کی اجازت دیتے تو اہل مدینہ تمام باغیوں کو تہس نہس کر دیتے۔ باغی یا فتنہ والوں کی تعداد ہزار ڈیڑھ ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ باقی سب "تماشہ بین" تھے یا تالیاں بجانے والے تھے گو ان لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ جب گڑ بڑ شروع ہوتی تو کس طرف جاتے اور ایسے لوگوں کے بارے میں آج بھی یہی حال ہے۔ لیکن ہمارا تجزیہ ہے کہ مدینہ شریف میں کافی زیادہ صحابہ کرامؓ اور ان کے خاندان کے لوگ موجود تھے۔ اگر حضرت عثمانؓ جنگ کی اجازت دے دیتے تو یہ باغی چند لمحے بھی نہ ٹھہرتے اور آگے ہم واقعات کے ساتھ اس نظریہ کو ثابت کریں گے۔

یہ نقطہ مشیت ایزدی تھی۔ اور اللہ تعالےٰ ہمارے لئے اسباق پیدا کر رہا تھا کہ ہم اپنے عمل کے بارے میں سوچیں۔ ویسے اگر حضرت عثمانؓ باغیوں کو تہس نہس کر دیتے تو پھر یہ ایک روایت بن جاتی کہ ہر مسلمان امیر اپنے مخالفین کو معمولی بات پر تہس نہس کر دیتا ہے۔ اور آئندہ لوگ ایسے ڈر جاتے کہ صحیح بات بھی حاکم وقت کے سامنے پیش نہ کرتے۔ لیکن اگر حضرت عثمانؓ نے سخت کارروائی کرتے تو اسلام میں اندھی آمریت یا فرعونیت کا رواج پڑ جاتا۔ اس لئے حضرت عثمانؓ نے صبر سے کام لے کر آئندہ کے مسلمان امیروں کے لئے ایک نمونہ پیش کیا۔ کہ لوگوں کو فتنہ سے باز رکھنے کے سلسلہ میں تبلیغ کرو۔ انہیں سمجھاؤ اور نرمی سے پیش آؤ۔ لیکن ساتھ ہی اللہ تعالےٰ نے نتیجہ بھی نکال دیا کہ ایسے فتنے کے نتائج کیا ہوتے ہیں اور ان نتائج کے اثرات

Marfat.com

کتنے بھیانک ہوتے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہو گیا کہ جب عوام اُٹھ کر قومی معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں تو داخلی انتشار کس طرح پوری قوم کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ ہم خود اپنے ملک میں تجربہ کر چکے ہیں یہاں بھی گھیراؤ اور جلاؤ کے نعرے لگے لوگوں کو مکمل آزادی تھی۔ اور نتیجہ قوم کے سامنے ہے کہ ملک دو لخت ہو گیا۔

جو لوگ حضرت عثمانؓ کو ہٹانا چاہتے تھے۔ انہوں نے کبھی یہ نہ سوچا کہ آگے کیا ہو گا۔ اور فتنہ والوں یا سازشیوں کو چھوڑ کر جو لوگ بے وقوفی سے ایسا کر رہے تھے۔ انہوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ حضرت عثمانؓ تو آخری عمر میں پہنچ چکے ہیں۔ اُن کی طبعی موت بھی دور نہ تھی۔ تو وہ خواہ مخواہ ہڑ بونگ کیوں مچا رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ہر روز حکومت کی تبدیلی کا فلسفہ موجود نہیں ہے۔ حضرت عثمانؓ امارت سے دستبردار ہونے کو تیار نہ تھے کہ حضور پاکؐ آپؓ کو آنے والے واقعات سے آگاہ فرما گئے تھے۔

کچھ روایات طبقات ابن سعد کے مطابق اُم یوسف بن مالک نے اپنی والدہ سے روایت کی کہ لوگ اُس حالت میں حضرت عثمانؓ کے گھر جاتے تھے جب تقریباً وہ محصور حالت میں تھے اور کہتے تھے کہ لباسِ خلافت اتار دیجئے۔ آپؓ فرماتے تھے کہ میں اس کُرتے کو نہ اتاروں گا جو مجھے اللہ تعالیٰ نے پہنایا۔ البتہ اِس چیز سے باز رہوں گا۔ جسے تم لوگ ناپسند کرتے ہو

عبدالرحمٰنؓ بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ حضور پاکؐ نے جناب عثمانؓ سے فرمایا کہ اللہ تمہیں ایک روز ایک کُرتہ پہنائے گا۔ اگر منافقین تم سے اتروانا چاہئیں تو تم اُسے کسی ظالم کیلئے نہ اتارنا۔

ابو سہلہؓ مولائے جناب عثمانؓ سے مروی ہے کہ حضور پاکؐ نے اپنی بیماری کے زمانے میں فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ بعض اصحاب میرے پاس ہوں۔ جناب عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی "یا رسول اللہؐ کیا میں جناب ابو بکرؓ کو بلاؤں" تو حضور پاکؐ خاموش رہے۔ جناب عائشہؓ نے فرمایا کہ وہ سمجھ گیئں کہ آپؐ کے خیال میں کوئی اور صاحب ہیں۔ پھر عرض کی یا رسول اللہؐ کیا میں جناب عمر فاروقؓ کو بلاؤں تو حضور پاکؐ خاموش ہی رہے۔ تو تیسری بار میں نے عرض کی کہ "یا رسول اللہؐ! کیا میں جناب علی المرتضیٰؓ کو بلاؤں؟

Marfat.com

تو حضور پاکؐ سکوت ہی میں رہے۔ آخر میں نے عرض کی کہ "یا رسولؐ اللہ! کیا میں عثمانؓ بن عفان کو بلاؤں۔ حضور پاکؐ نے فرمایا۔ ہاں"

"جب جناب عثمانؓ حضور پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور پاکؐ نے مجھے اشارہ کیا۔ جس کا مطلب تھا کہ آپؐ حضرت عثمانؓ کے ساتھ تنہائی میں بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں وہاں سے ہٹ گئی۔ میں دور تھی اور حضرت عثمانؓ حضور پاکؐ کے پاس بیٹھے تھے اور حضور پاکؐ کی باتوں سے اُن کا رنگ متغیر ہو رہا تھا"

جناب عائشہ صدیقہؓ کی یہ روایت یہاں ختم ہوتی ہے۔ لیکن جناب ابو سہلہؓ نے جناب قیسؓ سمیت کئی لوگوں کو بعد میں بتلایا کہ جب حضرت عثمانؓ گوشہ نشین ہو گئے تو لوگ اُن کو کہتے کہ آپ جنگ کیوں نہیں کرتے؟ تو آپ فرماتے کہ حضور پاکؐ نے اُن سے ایک عہد لیا ہے اور وہ اُس پر صابر ہیں۔ یعنی اُس عہد کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے اپنے ہاتھ روکے ہوئے ہیں۔ جناب ابو سہلہؓ کا خیال تھا کہ اکثر لوگ بعد میں کہتے تھے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جو حضور پاکؐ کی حضرت عثمانؓ کے ساتھ تخلیہ میں بات کا ذکر کیا ہے۔ وہ شاید یہی وعدہ تھا یا حضور پاکؐ نے حضرت عثمانؓ کو آنے والے واقعات سے آگاہ کیا۔

تبصرہ

ہم نے پہلی کتاب کے پیش لفظ میں گزارش کر دی تھی کہ ہمارے لحاظ سے حضور پاکؐ کے عظیم رفقاءؓ کے تمام عمل قرآن پاک اور حضور پاکؐ کی سنت کے مطابق ہیں اور جو چیز ہم نہ سمجھ سکیں اُس میں کوئی راز ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے گھر میں بیٹھ کر راضی برضا اپنی جان اللہ کے سامنے پیش کر دی اور ہاتھ تک نہ اٹھایا۔ جناب امام حسینؓ نے بھی اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دی اور شہادت اُن کو بھی نظر آ رہی تھی۔ لیکن آخری وقت تک وہ باطل کے مقابلے میں لڑتے رہے۔ حضرت عثمانؓ نے اسی طرح آگے سے لڑائی کیوں نہ کی حالانکہ مدینہ شریف میں اُن کے ساتھیوں کی تعداد اگر فسادیوں سے زیادہ نہ تھی تو کم بھی نہ تھی تو یہ مشیت ایزدی تھی۔

Marfat.com

اللہ کا راز تھا۔ جس کو ہم صرف اتنا سمجھ سکتے ہیں کہ مسلمان امیر گمراہوں کو سمجھانے کی بے شک اتنی کوشش کریں کہ اگر اس میں جان کے جانے کا خطرہ ہو تو پھر بھی پروا نہ کریں ہم اس سلسلہ میں پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ حضرت عثمانؓ اگر باغیوں کو تہس نہس کر دیتے تو آئندہ کسی کو شاید سچی بات کرنے کی ہمت بھی نہ ہوتی اور اسلام میں اندھی آمریت کا رواج پڑ جاتا۔

ہم نے آنے والے حالات کے بیان سے پہلے کچھ روایتوں کو اس لئے لکھ دیا ہے کہ قارئین اُن واقعات کو ان روایت کے تحت اور ہمارے تجزیہ کو مدنظر رکھ کر جانچیں تاکہ خواہ مخواہ کسی عظیم صحابی کے بارے میں کوئی غلط تاثر قائم نہ کرلیں۔ یہ نکتہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن حضرات کو اپنے حبیبؐ کی رفاقت کا شرف بخشا اُن کی شان کو ہم اپنے اور دنیاوی پیمانوں سے نہیں ناپ سکتے۔ یہ عشق و محبت کے معاملات ہیں جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہیں۔

ہوئی نہ عام جہاں میں کبھی حکومتِ عشق
سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں
(اقبالؒ)

تاریخ کے بامقصد مطالعہ میں ایک بہت بڑا مدعا یہ ہے کہ ہم حضور پاکؐ کے عظیم رفقا کی شان کو سمجھیں۔ مکمل ذات صرف حضور پاکؐ کی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے رسولؐ ہیں اور انہوں نے وہی کچھ فرمایا جس کا اللہ تعالےٰ نے انہیں حکم دیا۔ آپؐ کو خیر البشر کے نام مبارک سے یاد کریں یا محسنِ انسانیت یا رحمتہ اللعالمین کے ناموں سے۔ آپؐ کی شان کو بیان کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہے۔ اب آپؐ نے جو رفقا چنے ان کی شان کو بھی بیان کرنا ناممکن ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ حضور پاکؐ کے رفقاء کو بھی انسانی کمزوریوں سے بالاتر کر دیتا۔ لیکن یہاں امتیاز کی ضرورت تھی۔ حضور پاکؐ اور آپؐ کے رفقا میں جو حضور پاکؐ کے غلام اور فدائی تھے۔ کچھ فرق کی ضرورت تھی۔ اب ہم حضور پاکؐ کے غلاموں کے غلام بھی اگر ہو جائیں تو اس کو اللہ تعالےٰ کی بڑی رحمت

Marfat.com

سمجھیں۔

حضور پاکؐ کا فرمان ہے :۔ بہترین زمانہ میرا ہے۔ اس کے بعد بہتر زمانہ میرے رفقا کا ہے۔ اس کے بعد بہتر زمانہ میرے رفقا کے رفقا کا اور پھر تابعین اور تبع تابعین کا وغیرہ اور یہ ہم تو درحقیقت بالکل گئے گذرے لوگوں میں آتے ہیں۔ سورۃ واقعہ میں صاف بیان ہے کہ مقربین میں زیادہ تعداد پہلے زمانوں کے لوگوں میں سے ہوگی۔ اور گنہ گاروں میں زیادہ تعداد پچھلے زمانے کے لوگوں کی ہوگی۔ اور ان کو اللہ تعالےٰ نے اصحاب شمال کا نام دیا۔ یعنی بائیں بازو والے۔ اور آج ہمارے ملک میں کئی آدمی خود تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بائیں بازو والے ہیں اور ادھر اسلام کا لبادہ بھی اوڑھے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ فرد کے آزاد یا باغی ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ اور سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے علماٗ سمیت کچھ لوگ اپنی فکر اس قدر آزاد کر چکے ہیں کہ حضور پاکؐ کے رفقا پر بھی تنقید کرتے ہیں۔

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریل امین کا

ہر فکر نہیں طائر فردوس کا صیاد

گو فکر خدا داد سے روشن ہے زمانہ

آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد (اقبالؒ)

مصر میں فتنہ و فساد

کوفہ کے فساد کا ذکر ہو چکا ہے۔ شام میں کوئی فساد نہ ہوا اور کوفہ سے جو لوگ وہاں آئے وہ بھی اُس وقت تو نادم ہو کر چلے گئے۔ لیکن کوفہ کی آب و ہوا نے پھر ان کے اندر شر پیدا کر دیا مصر میں البتہ فتنہ فساد والے کامیاب ہو رہے تھے۔ اور افسوسناک پہلو یہ تھا کہ فتنہ و فساد والوں میں دو عظیم صحابہؓ کے بیٹے بھی شریک ہو گئے۔ ان میں ایک جناب صدیق اکبرؓ کے بیٹے محمدؓ تھے۔ محمدؓ کی پرورش جناب علیؓ کے گھر ہوئی تھی۔

جناب محمدؓ بن ابوبکرؓ کو شاید یہ رنجش تھی کہ حضرت عثمانؓ نے ان کو کہیں امارت نہ دی تھی اس لئے جناب محمدؓ کا یہ رویہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے اور اس سلسلے میں آگے واقعات بیان کرنے کے بعد ہم اپنا جائزہ پیش کریں گے۔

Marfat.com

حیرانی کی بات یہ ہے کہ دوسرے صاحب جو مصر میں حضرت عثمانؓ کے خلاف باتیں کرنے والوں میں شامل تھے وہ محمدؓ بن ابو حذیفہؓ تھے۔ جناب ابو حذیفہؓ اوّل مسلمانوں میں سے ہیں۔ جنگ بدر میں شرکت کی۔ جناب ابو حذیفہؓ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تو اُن کے بیٹے محمدؓ کی پرورش بھی حضرت عثمانؓ نے کی کہ وہ بھی بنو عبد شمس سے تھے۔ یہی نہیں بلکہ ہندہؓ زوجہ ابو سفیانؓ، محمدؓ بن ابو حذیفہؓ کی پھوپھی تھیں اور ظاہر ہے کہ امیر معاویہؓ جناب محمدؓ بن ابو حذیفہؓ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اُن کو شاید یہ شکایت تھی کہ اُن کو کوئی امارت نہیں ملی۔ اس لئے وہ بھی جناب عثمانؓ کے خلاف باتیں کرتے تھے۔ چلو اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے قرابت داروں کو بھی اُن کے خلاف "شکایات" تھیں۔

جناب عمروؓ بن عاص

اس کے علاوہ یہ بھی روایت ہے کہ جناب عمروؓ بن عاص بھی حضرت عثمانؓ سے دلی طور پر خوش نہ تھے کہ اُن کی جگہ جناب عثمانؓ نے جناب عبداللہؓ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر بنادیا جناب عمروؓ بن عاص نے ایک شادی حضرت عثمانؓ کی اخیافی یا سوتیلی بہن کے ساتھ کی ہوئی تھی اور روایت ہے کہ جناب عمروؓ کو جب گورنری سے ہٹایا گیا تو انہوں نے اُس بیوی کو طلاق دے دی۔ طلاق کے سلسلے میں ہم تفصیل میں نہیں جانا چاہتے۔ طلاق دینے کے کئی اور واقعات بھی ہیں اور طلاق کے بعد اُن خاندانوں کے تعلقات میں کوئی فرق نہ پڑا۔ بلکہ کبھی کسی نے سابقہ بیوی یا سابقہ خاوند کی برائی بھی نہ کی۔ اس سلسلے میں ہم مغیرہؓ بن شعبہ کی مثال پچھلی کتابوں میں دے چکے ہیں۔ اور اس سلسلے میں جناب امام حسنؓ کے رویہ کے بارے میں ہم چوتھی کتاب میں ذکر کریں گے۔ بہر حال جناب عمروؓ بن عاص، حضرت عثمانؓ سے شاید زیادہ خوش نہ ہوں۔ لیکن ہم یہ روایت ماننے کو تیار نہیں کہ جناب عمروؓ بن عاص نے خود تسلیم کیا کہ گورنری سے ہٹ جانے کے بعد انہوں نے حضرت عثمانؓ کے ہر کام پر نکتہ چینی کی۔ ایسی کارروائی کلمہ کے زمرہ میں آتی ہے۔ اور ہم نہیں سمجھتے کہ جناب عمروؓ بن عاص نے ایسا کیا ہو۔ کیونکہ آگے ذکر آئے گا کہ جناب عثمانؓ نے جناب عمروؓ بن عاص کو مشورہ کیلئے بھی طلب کیا تھا۔ اور

Marfat.com

جناب عثمانؓ کی شہادت کے بعد جناب عمروؓ بن عاص، حضرت عثمانؓ کے قریبی جناب معاویہؓ کے دایئں بازو بن گئے۔ جس کا ذکر چوتھی کتاب میں ہوگا۔ اس لئے ہم کوئی روایات پر یقین نہیں آتا کہ جناب عمروؓ بن عاص بھی حضرت عثمانؓ کے خلاف نفرت پھیلاتے رہے (واللہ اعلم بالصواب)

خاتم مبارک کی گمشدگی

جب حالات خراب ہونے لگیں تو ہر طرف خرابی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ حالات میں خرابی کی ابتدا ۳۱ ہجری میں ہوئی۔ ۳۰ ہجری میں حضور پاکؐ کی خاتم مبارک، جو حضرت عثمانؓ نے پہنی ہوئی تھی، وہ کنوئیں میں گر گئی۔ اس کنوئیں کو بیرادلیں کہتے ہیں اور یہ کنواں مدینہ شریف سے باہر دو میل دور تھا۔ جناب عثمانؓ اس کے کنارے پر کھڑے تھے اور خاتم مبارک پر ہاتھ لگا کر اس کو ڈھیلا کرنے لگے تو وہ انگلی سے پھسل کر کنوئیں میں گر گئی۔

یہ خاتم مبارک چاندی کی تھی جو حضور پاکؐ نے بنوائی تھی اس پر **محمد الرسول اللہ** کے الفاظ کندہ تھے۔ اور جو خط بھی حضور پاکؐ کی طرف سے کہیں لکھا جاتا تھا۔ اس پر یہی مہر لگا دی جاتی تھی۔ اسی خاتم مبارک کو جناب ابوبکر صدیقؓ اور جناب فاروق اعظمؓ نے بھی اپنے خلافت کے دوران استعمال کیا۔ وہ اس خاتم مبارک کو ہمیشہ اپنے ہاتھ میں پہنے رکھتے تھے اور جب کوئی خط باہر بھیجتے تھے تو اپنے دستخطوں کے علاوہ ہر خط پر یہ مہر مبارک یا خاتم مبارک لگائی جاتی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے بھی یہی خاتم مبارک پہنے رکھی اور اس کو کبھی ہاتھ سے نہیں اتارتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ حضرت عثمانؓ نے ایک نیا کنواں کھدوایا کہ لوگوں کو پینے کے پانی کی دستیابی میں آسانی ہو۔ اور آپ اس کنوئیں پر بیٹھے ہی تھے اور شاید خاتم مبارک کو آگے پیچھے ہلایا تو وہ انگلی سے گر گئی۔ بڑی تلاش کی گئی لیکن وہ خاتم مبارک دوبارہ نہ مل سکی۔ اس واقعہ نے کافی لوگوں کا سکون ختم کر دیا تھا اور کافی باتیں مشہور ہو گئیں کہ مشکل وقت آنے والے ہیں۔ فتنہ فساد والے تو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ انہوں نے طرح طرح کی کہانیاں گھڑنا شروع کر دیں اور اس گمشدگی کو کوئی رنگ دیئے اور فتنہ کو خوب اچھالا۔ البتہ ہم ایسی باتیں لکھنے سے گریز کر رہے ہیں

Marfat.com

کہ وہ فضول باتیں تھیں ۔ اور دراصل اعمال و احوال ظاہر کر رہے تھے کہ مشکل وقت آنے والا ہے ۔

وفدوں کی تشکیل

ہر ملک کے حالات کو بیان کر دیا گیا ہے اور کسی جگہ دراصل کوئی خرابی نہ تھی ، لیکن مدینہ شریف میں ہر روز ایک نیا شوشہ چھوڑا جاتا تھا کہ فلاں جگہ یہ ہو گیا اور فلاں جگہ وہ ہو گیا ۔ ایسی باتیں صحابہ کرامؓ تک پہنچائی جاتیں کہ حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ امراء لوگوں کے ساتھ انصاف نہیں کرتے ۔ صحابہ کرامؓ یہ باتیں حضرت عثمانؓ تک پہنچا دیتے تھے ۔ اور جب ایسی باتیں کچھ زیادہ بڑھیں تو حضرت عثمانؓ نے مشاورت طلب کی کہ لوگوں کی شکایات کی حقیقت میں جایا جائے تاکہ یہ معلوم ہو کہ ان الزامات میں کتنی سچائی ہے ۔ چنانچہ چند عظیم صحابہؓ کو الگ الگ ملکوں میں بھیجا گیا تاکہ حالات کا مطالعہ کریں کہ امراء یا عامل لوگوں کو کونسے حقوق نہیں دے رہے ۔ یا کسی قسم کی بے انصافی ہو رہی ہے ۔ اس وفد میں جن صحابہ کرامؓ کو بھیجا گیا ان کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

۱ ۔ جناب عبداللہؓ بن عمر فاروقؓ آپ کو شام کی طرف بھیجا گیا ۔ آپ کسی تعارف کے محتاج نہیں جلال مصطفےٰ اور پہلی دو کتابوں میں آپؓ کا ذکر کثرت سے ہے ۔

۲ ۔ جناب اسامہؓ بن زیدؓ ۔ آپ کو بصرہ کے عملداری میں بھیجا گیا ۔ آپ حضور پاکؐ کے غلام جناب زیدؓ شہید کے بیٹے تھے ۔ آپؓ کا ذکر بھی جلالِ مصطفےٰ[۲] اور پہلی کتاب میں ہو چکا ہے ۔

۳ ۔ جناب محمدؓ بن مسلمہ ۔ آپ کو کوفہ کی طرف بھیجا گیا ۔ آپ عظیم صحابی جناب محمودؓ کے بھائی تھے جو جنگِ خیبر میں شہید ہوئے ۔ آپ ہی نے کعب بن اشرف کو قتل کیا اور جنگِ احد میں حفاظتی دستوں کے کمانڈر تھے ۔ آپ کا ذکر جلالِ مصطفےٰ[۳] میں کثرت سے آیا ہے

---

۱ : صفحہ ۲۰۸ ، ۲۴۲ ، ۳۲۰ ، اور ۳۷۱

۲ : صفحہ ۶۱ ، ۲۴۳ ، ۲۷۸ ، ۲۹۳ ، ۳۲۶ ، ۳۹۷ ، ۴۳۵

۳ : صفحہ ۸۲ ، ۸۷ ، ۲۶۷ ، ۲۶۸ ، ۳۱۳ ، ۳۱۷ ، ۳۱۸ ، اور ۳۷۹

Marfat.com

۴۔ جناب عمارؓ بن یاسرؓ۔ آپ کو ملک مصر کی طرف بھیجا گیا۔ جناب عمارؓ کا ذکر پہلی کتاب میں کثرت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ آپ کوفہ کے گورنر بھی تھے اور آپ ہی کے عہد میں حضرت نعمانؓ بن مقرنؓ کو ایران میں نہاوند کے مقام پر عظیم فتح نصیب ہوئی۔ آپ اول اسلام لانے والوں سے ہیں۔

جو عظیم صحابہ کرامؓ تحقیقاتی طور پر بھیجے گئے ان کی عظمت بیان کرنے میں ایک مقصد یہ ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کے رشتہ دار نہ تھے اور باقی صحابہ کرامؓ کی صلاح سے جناب عثمانؓ نے ان کو اس تحقیق کے لئے نامزد کیا یہ صحابہ کرامؓ جب اُن ملکوں میں گئے تو انہوں نے لوگوں کو بلایا اور تفصیل سے تحقیقات کی کہ کس جگہ کیا خرابی ہے۔ لیکن کوئی خرابی کیسے بتاتا۔ خرابی تو کوئی نہ تھی بلکہ یہ مفسدوں کی شرارت تھی۔ اور تمام صحابہ کرامؓ نے واپس آکر اپنی رپورٹ پیش کی کہ کسی جگہ کوئی بے انصافی نہیں ہو رہی۔

حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو البتہ مصر میں کچھ دیر لگ گئی۔ حضرت محمدؓ بن ابوبکرؓ اور حضرت محمدؓ بن ابو حذیفہؓ نے کچھ شکایات کیں۔ البتہ خالد بن ملجم سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر کے قسم کے لوگوں کو آگے کر دیا گیا اور انہوں نے چیونٹی کو ہاتھی بنا دیا جناب عمارؓ نے تفتیش پر کچھ وقت لگایا تو مشہور کر دیا گیا کہ مصر میں جناب عمارؓ کے پاس شکایات کے انبار لگ گئے ہیں۔ بہر حال وہاں بھی کوئی بات نہ نکلی اور حضرت عمارؓ واپس تشریف لائے اور انہوں نے بھی یہی رپورٹ پیش کی کہ وہاں کوئی خرابی نہ تھی۔

ان حالات میں ہم تو صرف یہ تبصرہ کر سکتے ہیں کہ بات کوئی نہ تھی۔ سازش والے لوگوں کو گمراہ کر رہے تھے۔ خواہ مخواہ فضول باتیں پھیلائی جاتی تھیں اور لوگ اُن پر یقین کر لیتے تھے مکمل طور پر آزادئ فکر تھی اور لوگ اپنے آپ سے باہر ہو رہے تھے۔ بقول جناب امیر معاویہؓ جہالت والی باتیں لوگوں میں واپس آنا شروع ہو گئی تھیں۔ اب پینتیس ہجری بھی شروع ہو چکی تھی اور ہم نے واقعات کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بات کچھ بھی نہ تھی۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ موثر نہ تھے۔ یہ اُن کی غلط فہمی ہے۔ حضرت عثمانؓ بہت موثر تھے صبح و شام فتنہ کو ختم کرنے کی کوشش میں لگے تھے اور جتنی کوشش انہوں نے کی۔ شاید کوئی

Marfat.com

دوسرا کر ہی نہ سکتا ۔ یہ اُن کا صبر تھا کہ وہ ایسے حالات کو برداشت کر رہے تھے ۔ ہاں وہ طبعاً سخت نہ تھے ۔ اُن میں حیا اس طرح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کہ وہ سختی کر ہی نہ سکتے تھے ۔

ایک اور کوشش

حضرت عثمانؓ نے حالات کو سنبھالا دینے کی ایک اور کوشش کی ۔ آپ نے تمام عاملوں کو لکھا کہ ۳۴ ہجری میں حج کے موقعہ کے بعد وہ پہلے مکہ مکرمہ یا بعد میں مدینہ شریف میں اکٹھے ہوں اور وہاں ایک مشاورت کے طور پر تمام عامل اپنے اپنے صوبوں کے حالات بتائیں گے اور یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ ان حالات سے کیسے نپٹا جائے ۔ اور کوئی لائحہ عمل تیار کیا جائے کہ اسلامی ملکوں میں جو فتنہ پھیل رہا ہے اُس کا قلع وقمع کیسے کیا جائے —— چاروں صوبوں کے عاملوں یعنی جناب معاویہؓ ، جناب عبداللہؓ بن ابی سرح جناب عبداللہؓ بن عامر اور جناب سعیدؓ بن العاص کو اس مشاورت میں اکٹھا ہونا تھا یہ بھی روایت ہے کہ جناب عمروؓ بن عاص کو خاص طور پر طلب کیا گیا کہ وہ نہایت سلجھے ہوئے سیاستدان تھے اور وہ شاید اس سلسلہ میں کچھ بہتر اور صحیح مشورہ دیں ۔

چنانچہ جب تمام عامل اکٹھے ہوئے تو سب عاملوں نے عرض کی کہ "آپ تحقیقاتی طور پر عظیم صحابہؓ کو بھیج چکے ہیں ۔ انہوں نے آپؓ کو حالات سے آگاہ کیا ہوگا ۔ تو اُس سلسلہ میں آپؓ کا ردِعمل کیا ہے " ۔ جناب عثمانؓ نے فرمایا "کہ انہوں نے خبر دی ہے کہ سب افواہیں ہیں ۔ اور تمام تر الزامات جھوٹے ہیں ۔ لیکن لوگ ان پر یقین کر لیتے ہیں ۔ اب آپ یہ مشورہ دیں کہ ان حالات سے کیسے نپٹا جائے" ۔

جناب سعیدؓ بن العاص نے کہا " یہ جعلی اور بناوٹی معاملہ ہے جو پوشیدہ طور پر تیار کیا جاتا ہے ۔ اور ایسی باتیں جب نادانوں یا جاہلین کے پاس پہنچتی ہیں تو وہ ردِعمل کے طور پر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور خواہ مخواہ فتنہ میں شامل ہو جاتے ہیں " !

حضرت عثمانؓ " پھر اس کا علاج کیا ہے " ؟

Marfat.com

جناب سعیدؓ بن العاص ۔ "یہ افواہیں پھیلانے والوں اور خواہ مخواہ ایسی باتوں پر یقین کرنے والے جب کوئی غلط کام کریں تو اُن سب کو قتل کر دیا جائے۔"

تبصرہ :۔ جناب سعیدؓ کی رائے ٹھیک تھی اگر قتل نہ کرتے تو کم از کم کچھ سزا دیتے یا ڈر پیدا کرتے ۔ اس لئے حضرت عثمانؓ نے باقی لوگوں سے رائے پوچھی ۔

جناب عبداللہؓ بن عامرؓ "اے امیر المومنینؓ ! میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو جہاد کا حکم دیں جس میں وہ مشغول رہیں گے ۔ آپؓ انہیں فوجی مہموں کی طرف آمادہ کریں تاکہ وہ آپ کے مطیع رہیں اور اپنے کاموں میں لگے رہیں ۔"

جناب عبداللہؓ بن ابی سرح ابن خلدون کے مطابق ابن ابی سرحؓ نے کہا کہ یہ لوگ اکثر لالچی ہوتے ہیں ان کو مال دے کر اپنا بنا لیا جائے لیکن طبری کے مطابق الفاظ یہ ہیں "کہ آپؓ اگر ان کو حقوق عطا کرتے ہیں تو اُن سے انکے واجبات بھی وصول کریں"

ہمارا خیال ہے کہ طبری والا قول زیادہ صحیح ہے اور متابلتہً پُرانا بھی ہے۔

بہر حال جناب عثمانؓ پھر سعیدؓ بن العاص کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان تجاویز کے بارے میں اُن کی کیا رائے ہے۔ جناب سعیدؓ نے فرمایا "کہ ہر قوم کی قیادت کرنے والی چند شخصیتں ہوتی ہیں جب وہ رخصت ہو جاتی ہیں تو قوم میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے ۔ اور پھر اُن کی شیرازہ بندی مشکل سے ہوتی ہے"۔

تبصرہ

جناب سعیدؓ کی رائے بڑی سلجھی ہوئی تھی اور اصل بات یہ تھی کہ عظیم صحابہ کرامؓ کی وفات سے ایک خلا پیدا ہو چکا تھا ۔ اب نئی نسل کو کچھ نئی قسم کے لیڈروں اور امراء کی ضرورت تھی جو اُن کو قابو میں رکھ سکتے ۔ حضور پاکؐ نے جس بہترین زمانے کا ذکر کیا وہ ختم ہونے والا تھا بہر حال حضرت عثمانؓ بھانپ چکے تھے کہ حالات کو سنبھالا دینا مشکل ہے اور سب سے آخر میں انہوں نے جناب معاویہؓ سے رائے پوچھی ۔

Marfat.com

جناب معاویہؓ

جناب معاویہؓ نے فرمایا :-

" اے امیرالمومنین ! میری رائے یہ ہے کہ آپ تمام معاملات کو اپنے حکام پر چھوڑ دیں میں اپنے علاقے کے معاملات کا ذمہ دار رہوں. میں اہل شام کو ہر طرح سے قابو میں رکھوں گا اُن کے حالات ٹھیک کروں گا . اور ہر علاقے کا عامل یا سپہ سالار اپنے علاقے کا ذمہ دار اور مؤثر ہونا چاہیئے."

جناب عثمانؓ نے یہ رائے پسند کی اور اسی پر فیصلہ ہوا کہ خلیفۂ وقت نضول باتوں کو سننے کی بجائے اپنے اعمال پر بھروسہ کرے کہ وہ حالات کو ٹھیک کریں. لیکن اہل سازش زیادہ ہوشیار تھے اب انہوں نے اپنی سازش کا رُخ مرکز کی طرف موڑ دیا جس کا ذکر اگلے باب میں آئے گا.

جناب عمروؓ بن عاص

اول تو جناب عمروؓ بن عاص کے بارے اختلاف ہے کہ آپ اس مجلسِ مشاورت میں شریک بھی ہوئے یا نہیں. اور طبری نے اپنی تاریخ میں اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب کافی شکیہ باتیں ہیں. طبری کے مطابق جناب عمروؓ بن عاص نے یہ کہا :-

" میری رائے ہے کہ آپؓ لوگوں پر بری طرح سوار ہو گئے ہیں. آپؓ اعتدال کے ساتھ کام کرنے کا قصد کریں. اگر آپؓ یہ نہ کر سکیں، تو الگ ہو جائیں. اور اگر الگ نہیں ہونا چاہتے تو پھر مضبوطی اور سخت دلی سے کام کریں."

جناب عثمانؓ نے جناب عمروؓ سے پوچھا کہ کیا وہ سنجیدگی سے باتیں کر رہے ہیں اور اپنے جلے دل کے پھپھولے تو نہیں پھوڑ رہے ؟

جناب عمرؓ اس وقت تو خاموش ہو گئے لیکن جب باقی لوگ چلے گئے تو عمروؓ بن عاص نے کہا. " اے امیرالمومنینؓ ! آپؓ مجھے بہت عزیز ہیں. میرا مطلب یہ تھا کہ یہ بات لوگوں کے کانوں تک پہنچے گی. کہ میں نے آپؓ پر تنقید کی اور اس کے بعد وہ لوگ مجھ پر اعتماد کریں گے کہ میں آپؓ کے کام آسکوں اور آپؓ کی طرف سے شر و فساد کو دور کر سکوں "

Marfat.com

تبصرہ

اول تو یہ کہانی کسی زرخیز دماغ کی اختراع تھی۔ اور کیا حالات اس ڈگر پر پہنچ چکے تھے کہ لوگ صرف اس آدمی پر بھروسہ کرنے کو تیار تھے جو خلیفہ وقت کی تنقید کرتا۔ اور پھر لوگ کون تھے، جن کے سامنے جناب عمرؓ نے تنقید کی۔ یہ تو گورنروں یا عاملوں کا اجلاس تھا۔ تو ظاہر ہے کہ ہر جگہ مفسدین بات کا بتنگڑ بناتے پھرتے تھے اور کچھ باتیں ایسے ہی تاریخ میں شامل کر دی گئیں۔

جناب معاویہؓ کی عظیم صحابہ کے ساتھ ملاقات

جناب معاویہؓ نے ملکِ شام واپس جانے کے لئے مدینہ شریف والا راستہ اختیار کیا۔ اور وہاں پر عظیم صحابہؓ کے ساتھ ملاقات کی اور اُن کو اپنے جائزوں سے آگاہ کیا۔ اس سلسلہ میں دو روایات ہیں اور دونوں کا الگ الگ ذکر ضروری ہے۔

پہلی روایات

ایک روایت کے مطابق جب امیر معاویہؓ شام کی طرف کوچ کرنے والے تھے اور حضرت عثمانؓ کے گھر پر قیام پذیر تھے تو حضرت عثمانؓ نے عظیم صحابہؓ جناب علیؓ، جناب طلحہؓ، جناب زبیرؓ، جناب سعدؓ اور اُن کے فرزندوں کو اپنے گھر بلایا کہ جناب معاویہؓ اُن کے ساتھ کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے عظیم صحابہؓ کے سامنے یہ تقریر کی:۔

"آپؓ لوگ حضور پاک کے صحابیؓ ہیں۔ کیونکہ آپؓ لوگوں کے علاوہ اور کوئی حکمرانی کی توقع نہیں سکتا۔ آپؓ نے جناب عثمانؓ کا جبر اور طمع کے بغیر انتخاب کیا۔ جناب عثمانؓ سن رسیدہ ہو گئے ہیں۔ اور اُن کی عمر ختم ہونے والی ہے۔ اور اگر آپؓ ان کے بڑھاپے کی انتہائی عمر کا انتظار کریں گے۔ تو وہ بھی قریب ہے۔ تاہم مجھے توقع ہے کہ اللہ تعالٰے کو وہ اس قدر عزیز ہیں کہ وہ انہیں اس عمر یعنی بہت زیادہ بڑھاپے تک نہ پہنچائے گا۔

Marfat.com

" وہ افواہ بھی پھیل گئی ہے جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ آپؓ لوگ اس کے لئے قابلِ ملامت نہیں ہیں۔ میرا یہ ہاتھ بھی تمہارے ساتھ ہے۔ تاہم آپؓ لوگ عوام کو اپنے بارے میں کوئی توقع نہ دلائیں۔ کیونکہ اگر وہ اس چکر میں پڑ گئے تو آپ ہمیشہ اس میں تنزل و ادبار دیکھیں گے"

(ظاہر ہے کہ جناب معاویہؓ کا مطلب آئندہ خلیفہ کے بارے کی افواہ سے تھا)

دوسری روایت

دوسری روایت یہ ہے کہ جناب معاویہؓ نے ملک شام کی طرف جانے وقت مدینہ شریف میں حضرت عثمانؓ کے ہاں کافی روز قیام کیا۔ اور جب دمشق جانے لگے تو آپ نے سفری لباس پہنا ہوا تھا۔ گلے میں تلوار تھی۔ تیر کمان سے لیس تھے کہ آپؓ کی نظر مہاجرین میں سے جناب علیؓ جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ پر پڑ گئی۔ جناب معاویہؓ نے انہیں سلام کرنے کے بعد اپنی کمان کا سہارا لیا اور عظیم صحابہؓ کے ساتھ یوں مخاطب ہوئے :۔

" جاہلیت کے عہد میں چند گنتی کے لوگ حکومت کرتے تھے اور وہ کسی سے مشورہ نہ لیتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے حضور پاک محمد مصطفےٰؐ کو مبعوث فرمایا۔ اور اُن کی پیروی کرنے والوں کو عزت بخشی۔ اس کے بعد مسلمان باہمی مشورہ سے حاکم مقرر کرنے لگے۔ اور اس سلسلہ میں حاکم کے چناؤ کیلئے اس کی بزرگی، سابق اسلامی خدمات اور ذاتی صلاحیت و محنت کو ترجیح دیتے تھے۔ اگر آئندہ بھی ہم نے یہی طریقہ اختیار کیا اور اس پر قائم رہے تو ہماری حکومت برقرار رہے گی۔ اور لوگ ہماری پیروی کریں گے۔

" اگر مسلمان دنیادار بن گئے اور طاقت کے ذریعے دنیا طلبی میں لگ گئے تو اُن سے یہ نعمت چھین لی جائے گی۔ اور اللہ تعالےٰ اُن پر رئیسانہ نظام قائم کرے گا اور ہمیں غیروں کے تسلط سے بھی ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ تبدیل کرنے پر قادر ہیں اور اپنی خدائی سے اُسے ہر طرح کا اختیار حاصل ہے۔"

جناب معاویہؓ کے آخری الفاظ یہ تھے :۔ " میں اس " بوڑھے " کو تمہارے سپرد کرکے جا رہا ہوں۔ انؓ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اُن کے ساتھ تعاون کرو

Marfat.com

اور اس کی وجہ سے تم زیادہ خوشحال رہو گے" (ظاہر ہے کہ جناب معاویہؓ کا "بوڑھے" سے مطلب جناب عثمانؓ تھے)۔

تبصرہ اور ردِ عمل

ان دونوں روایتوں میں کچھ تضاد ضرور نظر آتا ہے۔ لیکن وہ طرزِ بیان بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں فرق ہو۔ پہلی روایت میں سنجیدگی زیادہ ہے۔ دوسری روایت میں جناب معاویہؓ کے تفاخر اور زیرکی کا اظہار کیا گیا ہے۔ بہر حال اگر دونوں روایات کے اندر سے جھانکا جائے تو دونوں ایک ہی مطلب کا اظہار کرتی ہیں۔ اب طبری کے مطابق جناب زبیرؓ نے جب امیر معاویہؓ کی تقریر سنی تو ان پر بڑا اچھا اثر ہوا اور کہنے لگے کہ اُن کے دل میں امیر معاویہؓ کی قدر اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔

جناب علیؓ کا ردِ عمل

طبری کے مطابق جناب علیؓ نے جناب معاویہؓ کے پہلی روایت والے بیان کی اُن کے سامنے سخت تنقید کی۔ اور پوچھا کہ امیر معاویہؓ کو یہ بات کیسے اور کہاں سے معلوم ہوئی کہ کچھ لوگ خلافت کے دعویدار ہیں اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کر رہے ہیں اور دوسری روایت کے بیان کے خلاف تو جناب علیؓ نے فرمایا۔

"اے ابن ابو سفیانؓ! تمہاری اس تقریر میں کوئی بھلائی والی بات موجود نہیں۔

تبصرہ اب قارئین ضرور حیران ہوں گے کہ جناب زبیرؓ، امیر معاویہؓ کی باتوں سے اتنے متاثر ہو گئے اور جناب علیؓ نے پہلے بیان پر بھی تنقید کی اور دوسرے بیان کو تو بالکل رد کر دیا۔ تو یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ جناب زبیرؓ جذباتی اور سادہ انسان تھے اور جناب معاویہؓ کے بیان میں ظاہراً کوئی خرابی نہ نظر آتی تھی تو انہوں نے جناب معاویہؓ کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ جناب علیؓ اُس علم کے شہر کے دروازہ تھے جس کے حضور پاکؐ خود شہر تھے۔ آپ امیر معاویہؓ

Marfat.com

کے بیانات کے لفظ لفظ کی تحقیق کر رہے تھے۔ اور قارئین خود سوچیں کہ امیر معاویہ رضؓ کی جان کو نصیحتیں کر رہے تھے۔ اور وہ کیسے حضرت عثمان رضؓ کے "رکھوالے" بن گئے کہ جو عظیم صحابہ رضؓ کو کہہ رہے تھے۔ کہ میں اس "بوڑھے" کو آپ کے "سپرد" کئے جا رہا ہوں حضرت عثمان رضؓ تو امیر معاویہ رضؓ اور اُن کے والد کے مسلمان ہونے سے پندرہ سال پہلے اپنے آپ کو سرکار دو عالم کے "سپرد" کر چکے تھے۔ جہاں پر آپ رضؓ جناب علیؓ، جناب طلحہ رضؓ اور جناب زبیر رضؓ کے ساتھ صف بندھے کئی سال امیر معاویہ رضؓ اور ان کے والد کے خلاف جنگ کرتے رہے۔

پھر جناب معاویہ رضؓ کا یہ کہنا بھی جناب علیؓ نے ناپسند کیا کہ عظیم صحابہ رضؓ لوگوں کو یقین دلائیں کہ وہ خلافت کے دعویدار نہیں۔ ہمارے لئے جناب معاویہ رضؓ بھی ہمارے سردار ہیں اور ہم صرف واقعات کو دہرائیں گے اور اس سلسلہ میں ایک اور واقعہ لکھنا ضروری ہے کہ مکہ شریف میں حضرت عثمان رضؓ نے اپنے مشرقی صوبوں کے عاملوں کو الوداع کیا۔ اور جناب معاویہ رضؓ کے ساتھ مدینہ شریف روانہ ہونے لگے تو کسی نے ایک شعر پڑھ دیا۔ جس کے معنی یہ تھے۔

"یہ سب لاغر سواریاں ہیں اور لوگ جانتے ہیں کہ حضرت عثمان رضؓ کے بعد حضرت علی رضؓ خلیفہ ہوں گے۔ جناب زبیر رضؓ بھی پسندیدہ جانشین ہیں اور جناب طلحہ رضؓ بھی اس کے حق دار ہیں"۔

یہ شعر پڑھنے والا کون تھا۔ اس میں کچھ طنز تھی اور کچھ حقیقت کہ حضرت عثمان رضؓ کی عمر کافی ہو چکی تھی اور فتنہ فساد والوں نے سر اٹھایا ہوا تھا۔ اور امرا کو لوگ کمزور کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ کعب احبار رضؓ، حضرت عثمان رضؓ کے ہم سفروں میں سے تھا اور ہمدرد بھی اُس نے جواباً یہ شعر پڑھ دیا۔

"بخدا تم جھوٹ بولتے ہو۔ اس کے بعد سفید خچر والے خلیفہ ہوں گے۔

کعب رضؓ کا اشارہ جناب معاویہ رضؓ کی طرف تھا اور قارئین خود اندازہ لگا سکتے تھے کہ خلافت کی جانشینی کی بات کس طرح کھل کر کی جاتی تھی اور اس میں کوئی شک نہ تھا کہ کچھ پہلی پیشگوئیوں کی وجہ سے اور کچھ حالات کی وجہ سے جناب معاویہ رضؓ کو امید تھی کہ وہ ایک نہ ایک دن خلیفہ ضرور بن جائیں گے۔ لیکن ساتھ ہی اُن کو خطرہ بھی تھا کہ اگر حضرت عثمان رضؓ کے بعد جناب علیؓ یا جناب

Marfat.com

طلحہؓ یا کوئی اور عظیم صحابی خلیفہ بن گیا تو وہ اُن کو شام کی امارت سے سبکدوش کر دے گا تو پھر اُن کو موقع نہ ملے گا۔ علاوہ بنوامیہ میں ایک گروہ تھا جو چاہتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف جتنا فساد زیادہ ہوگا۔ بنوامیہ بعد میں جناب عثمانؓ کو "مظلوم" ظاہر کر کے خود فائدہ اٹھائیں گے۔ قارئینؒ یہ سب باتیں ذہن میں رکھنا تو اگلے جائزے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

نتائج و اسباق

بتیس ہجری سے لے کر چھتیس ہجری تک آزادیٔ فکر اور آزادیٔ عمل کا یہ باب ہر لحاظ سے بڑا اہم ہے۔ جس کا مطالعہ قارئینؒ کے سامنے جگہ جگہ نتائج اور اسباق ظاہر کرتا رہا ہے۔ اس کا صرف ایک علاج تھا کہ فتنہ پھیلانے والوں کو قتل کر دیا جاتا۔ جناب سعیدؓ بن العاصؓ نے یہ رائے دی تھی۔ لیکن جناب عثمانؓ نے یہ بات نہ مانی۔

۲۔ اگر فتنہ کرنے والوں میں سے چند کو قتل کر دیا جاتا تو بھی حالات ٹھیک ہو سکتے تھے لیکن یہ بھی خدشہ تھا کہ فتنہ اور پھیل جائے اور یہ بڑے مشکل معاملات ہوتے ہیں۔

۳۔ حضرت عثمانؓ از خود فتنہ پھیلانے والوں کو قتل اس لئے نہیں کرتے تھے کہ یہ روایت نہ بن جائے کہ ہر امیر آئندہ ذرا بھی سر اٹھانے والے کو تہ تیغ نہ کر دے عظیم صحابہؓ میں کوئی بھی حضرت عثمانؓ کو ایسا مشورہ دینے کو تیار نہ تھا اور اگر وہ خود ان حالات میں ہوتے تو بھی یہی کرتے جو حضرت عثمانؓ نے کیا ہے۔ چوتھی کتاب میں حضرت علیؓ خود ایسے واقعات سے دوچار ہوئے۔

۴۔ آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی۔ اہل سازش چوری چھپے کام کرتے تھے۔ اُن کو پکڑنا تو آسان تھا لیکن اُن پر یہ جرم ثابت کرنا مشکل تھا کہ یہ لوگ سازش کر رہے ہیں کیونکہ زبانی بات چیت ہوتی تھی اور وہ لوگ افواہیں پھیلاتے تھے۔ یا غلط قسم کی الزام تراشی ہوتی تھی لوگ ان باتوں پہ یقین کر لیتے تھے اور حکومت کے خلاف محاذ بنا لیتے تھے۔ اُن کا پکڑا بھی نہ جا سکتا تھا کہ تماشہ بین زیادہ تھے اور جب ان کو کچھ کہا جاتا تھا کہ تمہاری غلطی ہے تو وہ خاموش ہو جاتے تھے

Marfat.com

لیکن فساد والے پھر ان لوگوں کو استعمال کر لیتے تھے۔

۵ - خلا ہر جگہ پیدا ہو گیا تھا۔ ایک زمانہ گذر گیا۔ وہ لوگ جنہوں نے جاہلیت کا دور بھی دیکھا تھا اور پھر اسلام میں آئے تھے اُن میں سے چند لوگ باقی رہ گئے تھے جو موازنہ کرتے کہ اللہ نے اُن پر کتنی رحمت کی ہے۔ نوجوان لوگ تھے اور اپنے حقوق کے غلط چکر میں پڑ کر ہر بات پر شتر بے مہار کی طرح الجھ جاتے تھے۔ تو ظاہر ہوا کہ اسلام کسی ایسی آزادیٔ فکر یا آزادیٔ عمل کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ اُس کے نتیجے بڑے بھیانک ہوتے ہیں۔

۶ - اسباق حسب ذیل ہیں

ا - جہاد بالنفس کی جناب ابوذر غفاریؓ کی عملی کہانی میں ہمارے لئے نشانِ راہ ہے

ب - تو پھر کیا اسلام میں گوشہ نشینی کی اجازت ہے؟ بے شک جب معاملات اس حد تک پہنچ جائیں کہ انسان وہاں کچھ نہ کر سکے تو پھر گوشہ نشینی کے بغیر چارہ نہیں

ج - حکومت کا ہاتھ بٹانا البتہ ہمارا فرض ہے۔ اور اطاعتِ امیر کے فلسفہ سے روگردانی کی اجازت نہیں۔ لیکن اگر حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں چلی جائے جو اللہ اور رسولؐ کے احکام کو پورا نہیں کرتے تو پھر حکومت کی مخالفت کی اجازت ہے۔ اس کی تفصیل چوتھی کتاب میں آئے گی۔

د - اب یہ فیصلہ کون کرے گا کہ حاکم اللہ اور رسولؐ کے احکام کو مان رہا ہے یا نہیں تو اسلام کے لحاظ سے یہ فیصلہ عدلیہ کرتی ہے یا اونچی سطح کے علما یا اہلِ فکر یا مجلسِ مشاورت۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ جناب مغیرہؓ اور جناب ولیدؓ جو گورنر تھے اُن کے خلاف الزامات کی چھان بین مدینہ شریف میں خود خلیفۂ وقت نے کی۔

ر - آزادیِ فکر کی وجہ سے پہلے خارجی گروہ پیدا ہوا۔ پھر معتزلہ اور ساتھ ہی کئی اور گروہ پیدا ہوئے جو اپنے آپ کو جبریہ یا قدریہ وغیرہ کہتے تھے۔ ایسے سب گروہوں کے عقائد پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اب یہ لوگ خود بخود ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن اپنے زمانے میں ان لوگوں نے قرآن پاک کے مخلوق یا غیر مخلوق ہونے۔ قضا و قدر کے مباحثوں اور اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے بحثوں کے ذریعہ سے امت میں ایسا تفرقہ مچایا

Marfat.com

کہ ہم اب تک ان تفرقوں اور گروہ بندیوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔

ہے۔ اسلام کسی دوعملی کا قائل نہیں۔ یہاں دین و دنیا ایک ہیں اور احکام حکومت کے چلنے چاہئیں۔ عوام اپنی الگ بنسری نہیں بجا سکتے۔

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری! ہوس کی وزیری
دوئی ملک و دین کے لئے نامرادی
دوئی چشم تہذیب کی نابصیری!
یہ اعجاز ہے ایک صحرانشین کا
بشیری ہے آئینہ دار نذیری!

(اقبالؒ)

دسواں باب

فتنہ وفساد کا مرکزِ اسلام کی طرف رُخ

ہر فتنہ وفساد کا اصلی ھدف کوئی مرکز ہی ہوتا ہے ۔ عام طور پر فتنہ وفساد کی بنیاد بھی اُسی مرکز میں ہی رکھی جاتی ہے ۔ اگر اس فتنہ کو باہر سے کسی ملک یا قوم کی امداد بھی حاصل ہو، تو پھر بھی ضروری ہے کہ اس فتنہ کی بنیاد کو اپنے اصلی ہدف کے مرکز کے ساتھ وابستہ کیا جائے ۔ دوسری جنگِ عظیم سے تھوڑا پہلے جب سپین میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو جنرل فرانکو میڈرڈ شہر کی چار اطراف سے پیش قدمی کر رہا تھا ۔ اخبار نویسوں کو اپنی تجاویز بتاتے ہوئے اُس نے کہا کہ اس کی فوج کی چار کالمیں چاروں اطراف سے پیش قدمی کر رہی ہیں اور "پانچویں کالم" شہر کے اندر ہے ۔ ظاہر ہے کہ جب تک مرکز کے اندر کوئی چوٹ نہ ماری جائے تو مرکز کو ختم کرنا مشکل ہو جاتا ہے ۔ اور "پانچویں کالم" کا لفظ اندرونی چوٹ یا جاسوسی یا اندرونی سازش کیلئے استعمال ہونا شروع ہو گیا ہے

چنانچہ حضرت عمرؓ کی شہادت ایسی ہی سازش کے تحت ہوئی لیکن سازشیوں کا جلد قلع قمع ہو گیا پھر عبداللہ بن سبا بھی مدینہ شریف میں ظاہر ہوا ۔ بعد میں مصر، بصرہ ، کوفہ اور شام ہر جگہ پر گیا ۔ ملک شام میں تو اس کو کامیابی نہ ہوئی ۔ لیکن مصر ، کوفہ اور بصرہ میں ہر جگہ اُس کو کچھ نادان اور کچھ شر پسند لوگ مل گئے ۔ اب اگلا مرحلہ یہ تھا کہ ان گمراہوں، نادانوں اور شرپسندوں کا کوئی استعمال کیا جائے اور اُن کو اسلام کے مرکز مدینہ شریف بھیجا جائے کہ وہاں پر شر پھیلائیں ۔ بہرحال مرکز کی حفاظت اس زمانے میں بھی ایک الگ کتاب کا مضمون ہے جس سلسلہ میں چند اشارے چوتھی کتاب میں موجود ہیں اور اُس زمانے کے حالات تو یہ تھے کہ خلیفۂ وقت اپنی حفاظت کا بندوبست بھی نہ کرتا تھا ۔

مدینہ شریف میں اُس وحدتِ فکر اور مرکزیت کو دھچکا لگ چکا تھا ۔ اول تو صحابہ کرامؓ کی نفری کم ہو گئی تھی اور مدینہ شریف میں غلاموں یا غلامی سے تازہ آزاد شدہ لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تھی ۔ ان میں شاید کچھ غیر مسلم بھی ہوں لیکن اکثر کی مسلمانی نئی اور وقتی تھی لیکن

Marfat.com

زیادہ بدقسمتی کی بات یہ تھی کہ پرانے مسلمان بھی گروہوں میں بٹ چکے تھے۔ کانا پھوسیاں شروع تھیں۔ نادانوں کی تعداد کافی تھی۔ اور صحابہ کرامؓ میں سے اکثر دور دراز ملکوں میں جاکر آباد ہوگئے تھے۔

فتنہ والوں کا ہدف جناب عثمانؓ تھے۔ جو لوگ حضرت عثمانؓ کے امراء کے خلاف الزامات کی بھرمار کر رہے تھے، دراصل وہ فکری اور ذہنی طور پر حضرت عثمانؓ کو مفلوج کرنا چاہتے تھے۔ عام آدمی کو یہ بات سمجھ نہ آئی کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف سازش دراصل اسلام اور اسلام کے مرکز کے خلاف سازش تھی۔ حضرت عثمانؓ کے اس طرح منظر سے ہٹ جانے سے اسلام کی مرکزی وحدت پارہ پارہ ہو رہی تھی اور قوم بڑے بڑے گروہوں میں بٹ رہی تھی بدقسمتی سے کئی صحابہ کرامؓ بھی سازش کے اس پہلو کو نہ سمجھ سکے۔ کہ اُن کو فتنہ والوں کے اصل ارادوں کے بارے میں صحیح خبر نہ تھی۔ دوم اُن کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ فتنہ پرداز اس طرح حضرت عثمانؓ کو شہید کردیں گے۔

فتنہ برپا کرنے والے تو بڑے مظلوموں کی طرح آگے بڑھ رہے تھے "کہ اُن کے ساتھ بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ بڑی بے انصافی ہو رہی ہے اور یہ ظلم ختم ہونا چاہیئے"۔ اور ہر جگہ فتنہ پرداز ایسا ہی کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی یہی ہو چکا ہے کہ کچھ لوگ بڑے مظلوم بن کر آگے آئے اور اس ملک کی جڑیں اکھیڑ کر رکھ دیں۔ یہ لوگ جو اپنے آپ کو مظلوم ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی مدد کرنے والا ایک گروہ آجکل بڑا مشہور ہے جس کو "سیاستدانوں کا گروہ" کہتے ہیں ہر "مظلوم" کی مدد ان کا حق ہے اور ملک کی جڑیں اکھیڑنے کے بعد بھی ان لوگوں کی حُبُ الوطنی پر حرف نہیں آتا۔ ان لوگوں کو کھلی چھٹی ہوتی ہے کہ وہ غیروں کا باطل فلسفہ پیش کرکے قوم کو "گمراہ" کریں۔ یہ اُن کا حق ہے کہ میکاویلی یا چانکیا کے طریقے اپنا کر یہ لوگ قوم پر مسلط ہو جائیں۔ ذرائع ابلاغ ان لوگوں کے پیچھے پیچھے پھر رہے ہوتے ہیں کہ اُن کا دانت بھی دکھ جائے تو اخبار میں خبر شائع ہو جاتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کی وجہ سے شیطان کو بھی کافی آرام ہو گیا ہے اور وہ پکار اٹھتا ہے:۔

Marfat.com

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہِ افلاک!
(اقبالؒ)

مفسدین کی تجویز

اب اندر ہی اندر ایک تجویز بنائی گئی اور تمام مفسدین ایک ہی وقت شوال کے مہینے میں مصر کوفہ اور بصرہ سے نکل کھڑے ہوئے کہ حج کو جا رہے ہیں اور حج سے پہلے یا بعد حضرت عثمانؓ کو ملیں گے اور اپنے اسرار کی شکایات بیان کریں گے۔ اہل مصر نے تو مدینہ شریف والا راستہ استعمال کرنا تھا اور وہ مدینہ شریف کے نزدیک آکر ذوالمرہ میں رُک گئے اُن لوگ کے پاس ایسے خطوط تھے جو اُن کے مطابق حضرت علیؓ کی مرضی سے لکھے گئے تھے اور حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ بننے پر تیار تھے۔ اسی دوران بصرہ سے ایک گروہ وارد ہوا اور ذوخشب کے مقام پر آکر ٹھہر گیا۔ ان کے پاس ایسے خطوط تھے جو اُن کے مطابق جناب طلحہؓ کی مرضی سے لکھے گئے تھے اور جناب عثمانؓ کے بعد جناب طلحہؓ خلیفہ بننے پر تیار تھے۔ اب تیسرا گروہ کوفہ سے آیا اور انہوں نے اعوص کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ ان کے پاس ایسے خطوط تھے جو اُن کے مطابق حضرت زبیرؓ کی مرضی سے لکھے گئے تھے اور وہ جناب عثمانؓ کے بعد خلیفہ بننے پر تیار تھے۔ طبری کے مطابق عبداللہ بن سبا بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ لیکن اسے اندر ہی اندر کام کرنا تھا کسی جگہ سامنے ظاہر نہ ہوا۔

اہل مدینہ کا ردِ عمل

جب اہلِ مدینہ کو پتہ چلا کہ اس قسم کے گروہ مدینہ کے گرد و نواح میں پہنچ چکے ہیں اور ان کی نیت کچھ فساد کی ہے تو اہل مدینہ تیار ہو گئے کہ ان فسادیوں کو مدینہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے اور اگر انہوں نے کوئی ایسی کوشش کی تو ان کا سخت مقابلہ کیا جائے گا۔ لیکن مفسدوں کی باگ ڈور عبداللہ بن سبا اور اس کے بنائے ہوئے گروہ کے ہاتھ میں تھی کہ اُن کی ہر کاروائی کسی تجویز کے تحت ہوئی تھی۔ وہ ہیل کاری حاصل کر چکے تھے اور ان میں اتحاد اور وحدتِ فکر تھی گو یہ وحدتِ فکر

Marfat.com

بڑی دقتی قسم کی تھی اور منفی بنیادوں پر قائم تھی۔ لیکن پھر بھی ایسی صورت میں وحدت فکر کے تحت تباہی اور فساد تو مچایا جا سکتا ہے، صرف کوئی ٹھوس کام نہیں کیا جا سکتا۔ تمام مفسد حضرت عثمانؓ کو خلافت سے ہٹانا چاہتے تھے۔ آگے کیا ہوگا اس سلسلہ میں وہ خود گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اور یہی فسادیوں کو شہ دینے والے سازشیوں نے جان بوجھ کر کیا تھا کہ فساد سے فساد نکلے۔ بہرحال اُن کی اس "وحدت فکر" نے اُن کو پہل کاری ضرور دے دی

ادھر حضرت عثمانؓ یا مدنیہ کے رہنے والے عظیم صحابہؓ اپنی وحدت فکر کھو چکے تھے۔ اُن کی تمام تر کارروائیاں ردِعمل کے طور پر تھیں اور ردِعمل کسی وحدت فکر کے تحت نہ تھا۔ ہر صحابی کا ردِعمل مختلف رُخ میں تھا اور یہ نکتہ یاد رکھنے سے تعلق رکھتا ہے کہ جب کسی جگہ کسی قوم کی وحدت فکر کو دھچکا لگ جائے تو کبھی بھی کوئی ملے جلے یا متحدہ ردِعمل نہیں ہو سکتے۔ اور زوال چند دنوں کی بات ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کے لحاظ سے آزادی فکر کو حدود کے اندر رکھا جاتا ہے

اہل مدنیہ کے ردِعمل کے بعد مفسدین کی کارروائی

تمام مفسدین کی باگ ڈور جس کے ہاتھ میں تھی وہ بڑی ہوشیاری سے اپنا کام کر رہا تھا۔ جب اُس کو پتہ چلا کہ اہل مدنیہ کا ردِعمل بڑا سخت ہے اور وہ ان کو مدنیہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ تو انہوں نے دو نمائندے چنے جن کا نام زیاد بن النضر اور عبداللہ بن اصم تھے۔ یہ دونوں آدمی باری باری جناب علیؓ، جناب طلحہؓ، جناب زبیرؓ اور جناب امہات المومنینؓ میں سے کسی ایک کے خدمت میں حاضر ہوئے اور مظلوم بن کر عرض کی کہ دراصل وہ تو حج پر جا رہے تھے اور راستہ میں ایسے ہی رک گئے ہیں۔ تاکہ آپ لوگوں کو اپنی تکالیف سے آگاہ کریں کہ ہم حضرت عثمانؓ کے عاملوں سے بہت تنگ ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر کسی طرح سے ان عاملوں سے ہمارا چھٹکارا کرائیں

تمام صحابہ کرامؓ اور امہات المومنینؓ نے مفسدین کو بڑے سخت جواب دیئے۔ کہ ابھی ابھی تحقیقاتی وفد گئے تھے اور وہاں تمہارا کوئی الزام بھی صحیح ثابت نہیں ہوا۔ ہر ملک سے عظیم صحابہ کرامؓ نے آکر رپورٹ دی ہے کہ ہر جگہ حالات ٹھیک ہیں اور پھر یہ شکایات کس سلسلہ میں ہے بہرحال مفسدین کے وفد کے یہ دونوں آدمی ناکام لوٹے۔

ؔ اسلام کبھی منفی بنیادوں پر کسی اتحاد کی اجازت نہیں دیتا

Marfat.com

اب مفسدین نے پینترا تبدیل کر لیا اور مصر کے مفسدین سے ایک وفد حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ وہ حضرت عثمانؓ کو معزول کر کے آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ان پر لعنت بھیجی اور فرمایا کہ تم لوگ ذومرہ، ذوخشب اور اعوص میں قیام پذیر ہو اور حضور پاکؐ نے اس جگہ قیام کرنے والے لشکروں پر لعنت بھیجی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تمہارے وہی لشکر تھے اور اب تمہارا فتنہ ظاہر ہو گیا ہے۔ اہل مصر میں سے کچھ لوگ یہ سن کر حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ پھر آپ ہمیں خط کیوں بھیجتے رہے۔ حضرت علیؓ یہ سن کر حیران ہو گئے اور انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے کبھی کوئی خط نہ بھیجا اور نہ کسی کو اجازت دی کہ وہ اُن کے نام کو استعمال کرے۔ یہ سب سازش ہے پھر آپ نے اہل مصر کے وفد کو منتشر کر دیا۔

مفسدین کی پہلی کامیابی

بعینہٖ یہی واقعات جناب طلحہؓ اور بصرہ والوں کے درمیان ہوئے اور اسی طرح کے واقعات جناب زبیرؓ اور کوفہ والوں کے درمیان ہوئے تینوں عظیم صحابہؓ نے نہ صرف مفسدین پر لعنت بھیجی بلکہ اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ وہ شر پسندوں کے مدینہ شریف میں داخلہ کو روکیں اور حضرت عثمانؓ کی حفاظت کریں۔ لیکن شر پسند اپنا کام کر گئے تھے۔ وہ تفرقہ کا بیج بونا چاہتے تھے۔ وہ یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ اہل مصر حضرت علیؓ کے ساتھ ہیں۔ اہل بصرہ حضرت طلحہؓ کے ساتھ اور اہل کوفہ حضرت زبیرؓ کے ساتھ۔ وہ حضرت عثمانؓ کے دل میں بھی شکوک پیدا کرنا چاہتے تھے۔ اب ایک طرف حضرت عثمانؓ کی معزولی کی باتیں ہو رہی تھیں۔ تو دوسری طرف خلافت کے زیادہ امیدوار پیدا کر کے مفسدین نے اہل مدینہ کی رہی سہی وحدتِ فکر کو بھی پاش پاش کر دیا۔ بلکہ یہ خبر بھی پھیلائی گئی کہ حضرت عثمانؓ جناب معاویہؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ یا اُن کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو رہے ہیں۔ اور امیر معاویہؓ ہی ایک دن مسلمانوں کے خلیفہ ہوں گے۔ اس سلسلہ میں حضور پاکؐ کی کسی پیشگوئی کو بھی آگے لایا گیا اور پچھلے باب میں ہم کعب احبار کے ایک شعر کا بھی ذکر کر چکے ہیں۔

Marfat.com

جناب عثمانؓ اور جناب علیؓ کی بات چیت

اب فتنہ مرکز اسلام میں داخل ہوگیا تھا تو عظیم صحابہ کرامؓ جناب عثمانؓ اور جناب علیؓ نے الجھے ہوئے معاملات کو سلجھانے کیلئے ایک کوشش کی۔ اُن کے درمیان جو بات چیت ہوئی اُس کے کچھ اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔

جناب علیؓ: "آپؓ کے اُمرا میں سے اکثر وہ کچھ کرتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔"

جناب عثمانؓ: "ان عاملوں اور امرا میں سے اکثر کو جناب عمرؓ نے بھی کچھ عہدہ دیا اور اس وقت بھی دور دراز ہوتے ہوئے زیادہ کام اپنی مرضی سے کرتے تھے"

حضرت علیؓ۔ "یہ صحیح ہے لیکن امیر معاویہؓ حضرت عمرؓ سے اتنا ڈرتے تھے جتنا حضرت عمرؓ کا غلام یرفا بھی نہیں ڈرتا تھا۔ لیکن آج امیر معاویہؓ جو کچھ چاہتے ہیں کرتے ہیں اور نام آپؓ کا استعمال کرتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ۔ "یہ صحیح ہو سکتا ہے لیکن جہاں امیر معاویہؓ موجود ہیں وہاں کوئی گڑبڑ نہیں اور باقی جگہوں پر فتنہ ہی فتنہ ہے۔ میں ہر جگہ حاضر تو نہیں ہو سکتا۔ مجھے تو نتائج دیکھنے ہوتے ہیں جس جگہ نتائج اچھے نکل رہے ہیں وہاں سے دخل اندازی پسند نہ کروں گا۔

حضرت علیؓ۔ "یہ آپ کی مرضی۔ میں نے حقیقت بتا دی ہے۔

حضرت عثمانؓ۔ "اے ابن ابی طالبؓ! حکومت کے اندر اور باہر کے حالات میں کچھ فرق ہوتا ہے جس زمانے میں میں بھی خالی مشیر تھا۔ تو میرا حالات کا اندازہ کچھ اور قسم کا تھا۔ لیکن اب حالات کی شکل وصورت ہی مختلف نظر آتی ہے بہرحال میں بہت جلد سب لوگوں کے اعتراضات کے جواب مسجد نبوی میں دوں گا۔"

جناب عثمانؓ کے جوابات

جناب عثمانؓ نے جمعہ کے دن اعتراضات کا جواب دینے کی ٹھانی اور مفسدین یعنی باہر

Marfat.com

سے آئے ہوئے لوگوں میں سے بھی چند کو اجازت مل گئی کہ وہ مسجد میں آکر حضرت عثمانؓ کے جوابات سنیں اور فیصلہ ہوا کہ اُس کے بعد حضرت علیؓ اور مدنیہ سے باقی صحابہ کرامؓ مفسدین کو تتر بتر کرادیں گے۔ چنانچہ جمعہ کے اجتماع میں حضرت عثمانؓ نے جو وضاحتیں بیان کیں۔ وہ حسبِ ذیل تھیں۔

۱۔ نمازِ قصر[۱]

لوگ کہتے ہیں کہ میں نے سفر میں پوری نماز پڑھی۔ یعنی مکہ شریف میں میں نے نمازِ قصر نہ پڑھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس شہر میں میرے اہل وعیال تھے تو میں نے گھر سمجھ کر پوری نماز پڑھی اور یہ میرا ذاتی اجتہاد بھی تھا کہ ان کے کچھ لوگ جو اب مکہ شریف میں آباد ہو گئے ہیں اب بھی نمازِ قصر پڑھتے ہیں۔ میں اس کو روکنا چاہتا تھا۔

۲۔ محفوظ چراگاہ

لوگ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے لئے کوئی چراگاہ محفوظ کرلی ہے۔ یہ غلط الزام ہے صدقہ کے جانوروں کے لئے میں نے کچھ علاقہ مخصوص کیا۔ اور مسلمانوں کو جو جانور حج کے لئے صدقہ پر دیئے جاتے ہیں وہ جگہ اُن مخصوص جانوروں کے لئے حج سے چند ماہ پہلے استعمال ہوتی رہتی ہے۔

۳۔ مال ودولت

کہا جاتا ہے کہ میں نے بہت مال اکٹھا کر لیا ہے۔ بخدا میں جب خلیفہ بنا تو میرے پاس تمام مسلمانوں سے زیادہ بھیڑ اور بکریاں تھیں۔ لیکن اب حج کی سواری کے لئے دو اونٹوں کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے۔

---

[۱] حضرت عثمانؓ کی ایک زوجہ محترمہ بھی مکہ شریف رہتی تھیں اس سلسلہ میں جناب ابوذرؓ کے فتوے اور عمل کا ذکر پہلے ہو چکا ہے

Marfat.com

۴۔ قرآن پاک کی اشاعت

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی کئی کتابیں تھیں میں نے ایک قرآن کر دیا۔ قرآن پاک ایک ہے جو ایک خدا کی طرف سے نازل ہوا۔ یہ میرے سابق رفقاؓ اکٹھا کر گئے اور میں نے آپ لوگوں کے ساتھ مشاورت کے بعد اس کی اشاعت کی۔

۵۔ میرے چچا حکم کا معاملہ

میرے چچا حکم کو مکہ سے حضور پاکؐ نے جلاوطن کر دیا تھا۔ پھر حضور پاکؐ ہی نے اپنے زمانے میں اُس کی جلاوطنی ختم کر دی تھی حضور پاکؐ ہی نے اُن کو مکہ سے طائف بھیجا اور طائف سے پھر مکہ جانے کی اجازت دے دی۔ حضور پاکؐ کی ذات ان معاملات کو بہتر سمجھتی تھی۔ لیکن اب بہتان میرے اوپر لگ رہا ہے کہ میں نے اُن کی جلاوطنی ختم کی۔ نعوذ باللہ۔ میں کون ہوتا ہوں کہ حضور پاکؐ کے احکام میں تبدیلی کر دوں۔

۶۔ نو عمر حکام

لوگ کہتے ہیں کہ میں نے نوعمر لوگوں کو حاکم بنایا۔ بے شک میں نے سعیدؓ بن العاص اور عبداللہؓ بن عامر کو حاکم بنایا جو نوعمر تھے لیکن انہوں نے جو فتوحات حاصل کیں وہ بھی آپ لوگ دیکھ چکے ہیں۔ حضور پاکؐ نے جب اسامہؓ بن زیدؓ کو حاکم بنایا تھا تو بھی لوگوں نے اعتراضات کئے۔ لیکن اسامہؓ نے بڑی کامیابی دکھائی۔ تو لوگ تو ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں۔

۷۔ عبداللہؓ بن ابی سرح کو انعام

بے شک میں نے افریقہ کے مالِ غنیمت سے ایک لاکھ روپیہ کا انعام افریقہ کی مہم کے سالار عبداللہؓ بن ابی سرح کو دیا تھا۔ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ میں نے یہ رقم اُن سے واپس لے کر اہل لشکر میں بانٹنے کا حکم دے دیا۔

Marfat.com

تبصرہ :- اس سلسلہ میں کچھ مورخین نے مروان کا نام لیا ہے کہ اُس نے ایک لاکھ روپے کی رقم لے لی۔ کچھ کا خیال ہے کہ افریقہ کا سارا مالِ غنیمت مروان نے سستے داموں یعنی پانچ لاکھ میں خرید لیا۔ یہ سب کہانیاں ہیں۔ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ مالِ غنیمت لے کر ہی جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ مدینہ آئے تھے۔

۸۔ رشتہ داروں کو عطیات

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ میں نے عطیات دے کر اپنے رشتہ داروں کے دماغ خراب کر دیئے ہیں۔ اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ میں سرکاری خزانے سے رشتہ داروں کو انعامات دیتا ہوں بخدا سرکاری خزانہ یا بیت المال تو میرے ہاتھ میں ہے بھی نہیں۔ یہ مسلمانوں کا مال ہے اور کسی کو اگر میں یہ مال دوں گا تو یہ اُن پر حلال نہ ہوگا۔ ہاں البتہ میں نے اپنا مال اپنے رشتہ داروں میں بانٹ دیا ہے میں نے اپنی اراضی بھی اُن کو دے دی ہے۔ آپ اس سلسلے میں یہ کہیں کہ میں نے گھر والوں یا رشتہ داروں سے زیادہ محبت کرتا ہوں یا جو کچھ بھی کہیں۔ میرے لئے یہ سب ہمارے آقا حضورِ پاکؐ کی تعلیم کے تحت ہے اور میں اس کو صلہ رحمی کہوں گا۔

خطبہ کے اثرات

اسی طرح سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کئی اور باتیں بھی کیں۔ اور سارے جوابات بڑی عاجزی کے ساتھ دیئے۔ لوگوں پر اتنا زیادہ اثر ہوا کہ کئی لوگ اتنے روئے کہ آنسوؤں سے اُن کی داڑھیاں تر ہوگیئں۔ مفسدین بھی ٹھنڈے پڑ گئے اور اُن کو کچھ خطوط بھی دیئے گئے جو ان کے حکام کے نام تھے، کہ اُن لوگوں کی شکایات کا ازالہ کریں۔ لیکن قارئین یہ یاد رکھیں کہ وہ "مفسدین" ٹھنڈے پڑے جو نادان تھے۔ سازش والوں پر اس کا کیا اثر ہونا تھا۔

حضرت علیؓ و مہاجرین و انصار کا وفد

چنانچہ حضرت علیؓ تیس چیدہ چیدہ مہاجرین اور انصار کے ساتھ مفسدین کے پاس گئے ان

Marfat.com

صحابہ کرامؓ میں سے کچھ نام یہ ہیں۔ جناب محمدؓ بن مسلمہ۔ جناب سعیدؓ بن زید (حضرت عمرؓ کے بہنوئی) جناب زیدؓ بن ثابت جو کاتب وحی تھے جناب سعیدؓ بن العاص (سابق گورنر کوفہ) اسلام کے عظیم شاعر جناب حسانؓ بن ثابت عالم دین جناب کعبؓ بن مالک ۔ عظیم صحابی جناب جبیرؓ بن مطعم اور حکیمؓ بن حزام کچھ مورخین نے مردان بن حکم، عبدالرحمٰن بن عتاب، ابواسید ساعدی ابوحمید اور نیاز بن کرز کے نام بھی لکھے ہیں۔ بہرحال چونکہ تیس کا ذکر ہے اس لئے صحابہ کرامؓ اور بھی ہو سکتے ہیں اور روایت ہے کہ سب سے پہلے اس وفد میں سے جناب علیؓ اور محمدؓ بن مسلمہ نے مصریوں سے بات کی اور مصری واپس جانے پر تیار ہو گئے۔ اور پھر باقی مفسدین بھی جانے پر تیار ہو گئے۔ اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ فتنہ ختم ہو گیا ہے۔ کیونکہ مفسدین نے اپنے پڑاؤ چھوڑ دیئے اور ظاہر کیا کہ وطن واپس جا رہے ہیں۔ لیکن یہ دھوکہ اور سازش تھے۔ سازش والوں میں زیادہ تعداد مصریوں کی تھی اُن کی تعداد کم سے کم چھ سو اور زیادہ سے زیادہ ایک ہزار بتائی جاتی ہے۔ بصرہ اور کوفہ سے سازش والوں کی تعداد فی مقام تقریباً دو سو تھی۔ اور سازشیوں کی کل تعداد ڈیڑھ[۱] ہزار کے لگ بھگ تھی۔ پہلی دفعہ وہ مدینہ میں داخل نہ ہو سکے۔ اب وہ کسی اور طریقہ کو اختیار کرنے والے تھے جس کا ذکر اگلے باب میں ہو گا۔

نتائج و اسباق

اس باب میں مفسدین کی تجویز اور اُس پر عمل پیرا ہونے کے لئے جو ہتھکنڈے انہوں نے استعمال کیے خاص مطالعہ کا موضوع ہے ہمارے سرسری مطالعہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ بات سمجھ آ جائے کہ یہ ایک سازش ہے۔ اور مفسدین بڑے منجھے اور سلجھے ہوئے طریقے سے اپنی تجویز کو آگے بڑھا رہے تھے۔ شیطان نے اُن کو کوئی بڑے چنے ہوئے "ابوجہل" دے دیئے کہ اُن کی ہر کارروائی سے وہ اسلام کے مرکز پر چوٹ کر رہے تھے۔ اور یہ سب کچھ عبداللہ بن سبا

۱؎ طبری نے ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ ہر مقام سے سازشیوں کی تعداد تقریباً برابر تھی تو پھر مفسدین کی کل تعداد اٹھارہ سو سے اڑھائی ہزار تک ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

کے اشارے پر ہو رہا تھا۔ جو خود آگے نہ ہوتا تھا۔

۲۔ ایک آدمی کو نظر آئے گا اور مدینہ میں بھی اکثر سادہ لوگوں نے یہ تاثر لیا کہ مفسدین نے کچھ مطالبے صحیح کئے تھے یا وہ غلط فہمی کا شکار تھے۔ اور جب حضرت عثمانؓ نے مسجد میں وضاحت کر دی اور حضرت علیؓ نے مفسدین کو تسلی کر دی تو وہ واپس چلے گئے۔ لیکن یہ ڈرامہ تھا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ مفسدین اپنا پہلا وار کر چکے تھے۔ وہ مدینہ کی "دیکھ بھال" کر گئے تھے۔ اُن کو اُس وقت کسی نے مدینہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ لیکن اب وہ مدینہ کے اندر "مظلوم" بن کر داخل ہونے کا ڈرامہ رچانے والے تھے۔ اگر مفسدین پر انہی دنوں کوئی کاری ضرب پڑ جاتی تو شاید سازش ختم ہو جاتی۔

کھلتے نہیں اس قلزمِ خاموش کے اسرار
جب تک تُو اسے ضربِ کلیمی سے نہ چیرے

(اقبالؒ)

لیکن ہمارے اللہ کو ایسے ہی منظور تھا

Marfat.com

گیارھواں باب

مفسدین کا مرکزِ اسلام میں داخلہ

اور

حضرت عثمانؓ کی شہادت

مفسدین کی سازش اتنی گہری تھی کہ اُس کو سمجھا نہ جا سکا۔ وہ اپنی قیام گاہوں کو چھوڑ گئے تھے لیکن کس طرف گئے؟

روایت ہے کہ مصر والے مصر کی طرف روانہ ہوگئے اور کوفہ و بصرہ والے کوفہ اور بصرہ کی طرف۔ اور ان لوگوں کو مکہ شریف سے گزر کر جانا تھا۔ لیکن مصر والے مصر کی طرف کیوں روانہ ہوگئے؟ وہ بھی تو حج کرنے آئے تھے اور ان کو بھی مکہ شریف جانا چاہیئے تھا۔ کسی مورخ نے آج تک اس پہلو پر روشنی نہیں ڈالی کہ مفسدین کب اور کس وقت اور کس سمت کو روانہ ہوئے۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ حضرت علیؓ اور باقی صحابہ کرامؓ کے سمجھانے پر وہ اپنی قیام گاہوں کو چھوڑ گئے اور تین دن اہل مدینہ نے امن کا سانس لیا۔

لیکن چوتھے دن مدینہ کی گلیوں میں مفسدین ایک ایک کر کے داخل ہو رہے تھے۔ انہوں نے بڑی مظلومانہ شکل بنائی ہوئی تھی۔ اور ایک تجویز کے تحت شور مچ گیا۔ "کہ دیکھو جی ظلم کی کوئی حد ہوتی ہے۔ وعدہ کا کوئی پاس ہوتا ہے۔ دغا بازی کی کوئی وجہ ہوتی ہے۔ خلیفۂ وقت نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ وہ ہماری جان کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ وہ ہمیں قتل کروا دینا چاہتے ہیں۔ یہ دیکھو یہ خط ہے۔ یہ حاکم مصر کے نام ہے۔ اس خط پر خلیفۂ وقت کی مہر لگی ہوئی ہے آپ خط کا مضمون پڑھیں۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ فلاں فلاں کے مصر پہنچتے ہی اُن کو قتل کر دیا جائے۔ خلیفۂ وقت کی دو زبانیں ہیں۔ خلیفۂ وقت بہروپیا ہے۔ ہمیں کچھ کہتا ہے اور اندر اندر کچھ اور کرتا ہے یہ خط ہم نے ان کے ایک تیز رفتار قاصد سے چھینا ہے۔ اور وہ قاصد مصر جا رہا تھا۔ اور ہم سے پہلے مصر پہنچ جاتا۔"

Marfat.com

"اور پھر ایک گروہ آگے نکلا اور کہنے لگا: نہیں! نہیں۔ حضرت عثمانؓ ایسے نہیں ہو سکتے۔ وہ کمزور طبیعت ضرور ہیں لیکن اس حد تک نہیں جا سکتے۔ یہ سب شرارت مروان کی ہے۔ اس میں حضرت عثمانؓ کا قصور اتنا ضرور ہے کہ مروان جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور انہوں نے مروان کو اتنا سر پر چڑھا دیا ہے یا اتنے اختیار دے دیئے ہیں کہ مروان اس حد تک جا سکتا ہے لیکن خلیفہ سوم کو ان کارروائیوں سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔"

"کہاں ہیں جناب علیؓ؟ کہاں ہیں جناب طلحہؓ و زبیرؓ۔ اے حضور پاکؐ کے عظیم صحابیو! ہم انصاف چاہتے ہیں۔ آپ لوگوں نے ہمیں واپس کیا تھا۔ اور اب ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ ہمارے ساتھ بڑا دھوکا ہوا۔ اچھا ہوا۔ وقت پر پتہ چل گیا۔ لیکن اب ہم دھوکا کھانے والے نہیں ہیں۔ مومن ایک سوراخ سے صرف ایک دفعہ ڈسا جا سکتا ہے۔ اب نہ ہمیں حضرت عثمانؓ پر بھروسہ ہے اور نہ اُن کے امراء پر۔ اب ہم خود فیصلہ کریں گے کہ ہمارا خلیفہ کون ہو اور ہمارے باقی امراء کون ہوں۔ اے اہل مدینہ آپ پر فرض ہے کہ آپ ہماری مدد کریں"

مفسدین مدینہ شریف میں

اور اس قسم کی مظلومیت اور آہ و پکار کر کے تقریباً ڈیڑھ دو ہزار مفسدین مدینہ شریف میں داخل ہو گئے۔ مدینہ شریف کے حالات ہم بیان کر چکے ہیں کہ کچھ غلام یا غلامی سے تازہ تازہ آزاد شدہ لوگ بھی آباد تھے۔ اُن میں سے اکثر "تماشہ بین" بن کر مفسدوں کے ساتھ شامل ہو گئے ویسے بھی جب کوئی گروہ کسی وقت حاکموں کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو تو کئی لوگ ہڑبونگ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ حیران تھے کہ کیا ماجرا ہے۔ لیکن کچھ روایات کے مطابق جناب محمد بن ابوبکرؓ جیسے لوگوں کی مفسدین کے ساتھ شرکت یا حوصلہ افزائی کا ذکر ضرور ہے۔

جعلی خط

وہ خط جس کا ذکر اہل مصر کرتے تھے۔ اس کا کوئی وجود بھی تھا یا نہیں مورخین اس نکتہ کو واضح نہیں کر سکے۔ کہ یہ خط ایسا تھا یا اس کا متن حسب ذیل تھا؟ اس لئے خط کے وجود سے بھی انکار ہو سکتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ خط میں لکھا تھا کہ مصریوں میں سے

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن عدیس عمرؓو بن الحق اور عمرو بن البیاع کو درے لگائے جائیں اور قید کر کے ان کے سر اور داڑھیاں مونڈلی جائیں۔ اور بعضوں کو سولی دینے کے بارے میں لکھا تھا۔ وہ کون تھے مورخین اس سلسلہ میں خاموش ہیں۔ خط لے جانے والا کون تھا۔ کچھ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کا کوئی غلام تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ جناب ابوالاعور اسلمیؓ تھے۔ طبری اور ابن خلدون تو خط کے سلسلہ میں صرف یہ کچھ لکھتے ہیں۔

البتہ کچھ مبصرین اور مغربی مورخین نے متعدد دوسرے مسلمان مورخین کے حوالے سے یہ بات بھی لکھی ہے کہ یہ سارا خط جناب محمدؓ بن ابوبکرؓ کے خلاف لکھا گیا تھا۔ کہ حضرت عثمانؓ نے جناب عبداللہؓ کو لکھا کہ وہ مجبوری کے تحت محمدؓ بن ابوبکرؓ کو عامل مقرر کر رہے ہیں اور جیسے وہ مصر پہنچے اُس کو قتل کر دیا جائے۔

ہم اس کا جائزہ نہ پیش کریں گے۔ ہمارے لحاظ سے خط کا کوئی وجود ہی نہیں اور اگر کوئی کاغذ کا ٹکڑا مفسدین اٹھائے پھرتے تھے تو وہ جعلی یا جھوٹا خط تھا۔ تمام مورخین نے یہ لکھا ہے کہ جناب علیؓ اور جناب محمدؓ بن مسلمہ نے تمام مفسدین کے سامنے یہ صفائی پیش کی کہ یہ خط حضرت عثمانؓ نے نہیں لکھوایا۔ لیکن مفسدین نہیں مانتے تھے۔ تو حضرت علیؓ نے پوچھا کہ ذرا یہ تو بتاؤ کہ اہل مصر کو تو یہ خط واپس لے آیا۔ کوفہ اور بصرہ والے جو مشرق یا جنوب مشرق کی طرف دوسرے راستے پر جا رہے تھے۔ وہ کیوں واپس آ گئے۔ لیکن مفسدین کا طریقہ سب دنیا کو معلوم ہے کہ وہ کہتے تھے کہ فلاں سے پوچھو یا یہ بات فلاں کو پتہ ہے۔ اب ٹرنک پی تھی کوئی کسی سے کیا پوچھتا اور بھلا ان حالات میں مروان کو ایسا خط لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

طبری کے مطابق جب مصری واپس جا رہے تھے تو انہوں نے ایک سوار کو دیکھا۔ جو کبھی اُن کے سامنے آتا تھا اور کبھی الگ ہو جاتا تھا پھر لوٹ کر آتا تھا۔ اور پھر چلا جاتا تھا۔ جب اس سوار سے پوچھا گیا۔ تو اس نے بتایا کہ وہ امیر المومنینؓ کا قاصد ہے اور ایک اہم کام پر جا رہا تھا۔ جب اس کی تلاشی لی گئی تو یہ خط ملا۔

ؓ عمرو بن الحق کو میسرہ بھی کہتے تھے اور اس نے بعد میں جناب عثمانؓ پر حملہ کیا

Marfat.com

تبصرہ

طبری یا کسی پرانے مورخ نے اس بات پر تبصرہ نہیں کیا۔ تو کیا یہ قاصد خط کو ظاہر کرنے کے لئے مفسدین کے قافلہ کے آگے پیچھے پھرتا تھا؟ دراصل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفسدین یا سازشی تو تھوڑے تھے۔ نادانوں کو بتانے کے لئے قاصد کا ڈرامہ بھی رچایا گیا۔ اور مصر کے قافلہ کے ساتھ یہ ڈرامہ اس لئے کیا گیا کہ کوفہ میں لوگوں کی مرضی کے حاکم جناب ابوموسیٰ رضؓ عامل بن چکے تھے بصرہ میں جناب عبداللہ بنؓ عامر کے خلاف کوئی خاص شکایت نہ تھی۔ اور مصر میں جناب عبداللہ رضؓ بن ابی سرح کے خلاف ہی شکایات تھیں اور صرف انہی کو تبدیل کرنے کی تگ و دو ہو رہی تھی۔ کچھ مورخین کے لحاظ سے مصر کے اندر بھی فساد تھا۔ اور جناب عبداللہؓ مصر سے فرار ہو کر فلسطین پہنچ چکے تھے۔ واللہ اعلم۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر تو خط یقینی طور پر جعلی معلوم ہوتا ہے۔

ایک ڈرامہ

ہمارے لحاظ سے یہ سب ڈرامہ تھا اور اس ڈرامے کا ایک ایک منظر ایسا جچا تلا تھا کہ کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ مفسدین چلے گئے تو کہاں اور کس سمت؟ تو کوئی جواب نہیں! مفسدین واپس آ گئے؟ سارے کیسے واپس آ گئے؟ کوئی جواب نہیں؟ معلوم یہ ہوتا ہے کہ مفسدین کا کنٹرول ایک آدمیؓ کے ہاتھ میں تھا اور آگے اس کے ماتحت مفسدین اندر ہی اندر کام کر رہے تھے۔ مفسدین نے اپنے پڑاؤ چھوڑے ضرور، لیکن زیادہ دور نہ گئے۔ راستے بھی الگ الگ اختیار کئے گئے اور مصر والے حج کے لئے مکہ نہ گئے کہ خط کا ڈرامہ بنانا تھا۔

مصر والے قافلہ کے ڈرامہ کی خبر کوفہ اور بصرہ کے مفسدین کے لیڈروں کو پہلے سے تھی اور شاید کوئی تیز رفتار قاصد بھی بھیج دیا ہو گا۔ مفسدین مدینہ شریف چوتھے دن آ گئے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ مدینہ سے ڈیڑھ دن کے فاصلہ پر سے واپس آئے۔ ایک دن سفر کیا۔ دوسرے دن

ؓ اور یہ ایک آدمی عبداللہ بن سبا ہی ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

جعلی خط کا ڈرامہ کیا اور مصری واپس ہوئے اور کوفہ و بصرہ والوں کو خبر دے دی گئی کہ وہاں بھی کوئی ڈرامہ کیا جائے۔ تینوں گروہ تیسرے دن شام کو اپنے پرانے پڑاؤ میں ہوں گے اور چوتھے دن ایک ایک کر کے مدینہ شریف میں مظلوموں کی صورت بنا کر داخل ہو گئے۔

مفسدین کی پہلی بڑی کامیابی

مفسدین نے مدینہ شریف کے اندر داخل ہو کر ایک بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی تھی۔ وہ مظلوموں کی صورت میں مدینہ شریف داخل ہوئے تھے۔ مدینہ شریف کے تماشہ بین بھی اُن کے ساتھ شریک ہو گئے۔ عظیم صحابہ کرامؓ کو بات سمجھ نہ آ رہی تھی کہ کیا کیا جائے۔ اور مفسدین لوگوں کے جذبات بھڑکا رہے تھے کہ خلیفۂ وقت نے عہد شکنی کی ہے۔ اس لیے اُن کا خون حلال ہو گیا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو یہ کام مروان نے کیا ہے اس خط پر خلیفۂ وقت کی مہر ہے اور یہ مہر مروان کے پاس ہوتی تھی۔ تو خلیفۂ وقت مروان کو ان کے حوالے کریں اور ان کو اجازت دیں کہ وہ مروان کے خلاف کارروائی کریں اب اوّل تو خط بھی کوئی تھا یا نہیں اور مہر کیسی تھی۔ کہ ان کو تو کوئی پوچھ بھی نہ سکتا تھا کہ بھائی کیا بات ہے؟ اور وہ ہڑبونگ مچائے پھرتے تھے۔

واقعات کا تسلسل

یہاں سے آگے کے واقعات طبری میں اتنے زیادہ لکھے گئے ہیں کہ اگر تمام واقعات کو لکھ دیا جائے تو آدمی بھول بھلیوں میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نہ صرف بیانات اور روایات میں تضاد ہے بلکہ واقعات میں تسلسل بھی نہیں اور آگے کی بات پیچھے۔ اور پیچھے کی آگے لکھی ہے۔ ابن خلدون کچھ بہتر ہیں۔ طبقات ابن سعد میں بھی ذکر کا سلسلہ کچھ بہتر ہے۔ اور ان واقعات کے سلسلہ میں کئی مورخین نے بھی کچھ تجزیے پیش کئے ہیں۔ اُن سب کتابوں کو پڑھنے کے بعد ہمارا تجزیہ یہ ہے۔

مفسدین کے سامنے دو مقصد تھے۔ اوّل مقصد یہ تھا کہ اُن کو مدینہ میں داخلہ مل جائے اور دوم حضرت عثمانؓ کو وہ قصوروار کہہ سکیں یا اُن پر الزام لگا سکیں کہ سب قصور اُن کا ہے۔ انہوں

Marfat.com

نے یہ دونوں مقصد حاصل کرلئے۔ اس کے بعد انہوں نے تین شرطیں پیش کر دیں۔ وہ شرطیں پیش کرنے کی پوزیشن میں ہوگئے تھے اور من مانی کر سکتے تھے جس کو موجودہ زمانے میں DICTATING TERMS کہتے ہیں۔ وہ تین شرطیں کیا تھیں؟

۱۔ حضرت عثمانؓ مستعفی ہو جائیں۔ اگر یہ منظور نہیں تو:۔

۲۔ حضرت عثمانؓ تمام عاملوں کو معزول کر دیں۔ اور نئے عمال مقرر کرنے کا حق مفسدین کو دے دیا جائے۔ اگر یہ بھی منظور نہیں تو:۔

۳۔ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

مروان کا حصّہ

کچھ روایات میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ مفسدین کہتے تھے کہ خط اگر حضرت عثمانؓ نے نہیں لکھا تو مروان نے لکھوایا یا مروان کا اُس میں ہاتھ ہے اس لئے مروان ان کے حوالے کر دیا جائے اور وہ اس سے نپٹ لیں گے۔ ہمارے تجزیہ کے مطابق یہ بات کچھ صحیح نہیں۔ مروان کھلم کھلا حضرت عثمانؓ کی حفاظت کرتا رہا۔ اور آپؓ کی حفاظت کرتے ہوئے زخمی بھی ہوا۔ لبعد میں جناب عثمانؓ کے جنازہ میں بھی شریک ہوا۔ مروان کے اوپر تمام تر ذمہ داری عباسی خاندان نے کے زمانۂ خلافت میں ڈالی گئی۔ کہ انہوں نے مروان کی اولاد سے حکومت لی تھی اور ایسی روایتیں گھڑلیں اور مروان کو اتنا بدنام کیا گیا کہ ہر بری بات اس کے ذمہ لگا دی گئی اور پھر سارا بوجھ حضرت عثمانؓ پر پڑ گیا کہ انہوں نے ایسے خراب آدمی کو مشیر رکھا ہوا تھا۔ مروان اگر اتنا ہی بُرا آدمی ہوتا تو جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ اس کو اس طرح نہ چھوڑ دیتے۔ جس کا ذکر آگے چوتھی کتاب میں آئے گا۔ ہمارا تجزیہ ہے کہ سازشیوں کے لئے مروان ایک چھوٹا آدمی تھا۔ اُن کے ہدف جناب عثمانؓ تھے اور وہ اسلام کے مرکز پر وار کرنا چاہتے تھے۔

مدینہ شریف میں ہڑبونگ

مورخین نے مدینہ شریف میں سازشیوں کی ہڑبونگ کا عرصہ چالیس دن تک بتایا ہے۔ کہ

Marfat.com

تیس دن تک حضرت عثمانؓ امامت کرتے رہے اور آخری دس دن آپؓ اپنے گھر میں محصور ہو گئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مورخین اور مبصرین نے باغیوں کی مدینہ میں پہلی بار آمد اور دوسری بار آمد کو آپس میں ملا دیا ہے۔ مفسدین شوال کے مہینہ میں اپنے گھروں سے نکلے اور شوال کے آخر میں یا ذی قعدہ کے شروع میں مدینہ شریف پہنچے اگر پہلے ایک مہینہ مدینہ کے باہر ٹھہرے اور دوسری دفعہ مدینہ شریف کے اندر چالیس دن لگائے تو پھر حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ نئے سال محرم میں ہوتا۔

ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ مفسدین نے پہلی دفعہ مدینہ شریف کے باہر کوئی ایک مہینہ کا عرصہ گزارا اور دوسری دفعہ مدینہ شریف کے اندر کوئی پندرہ یا بیس دن ہڑبونگ مچاتے رہے زماں و مکاں کا حساب کچھ اس طرح بنتا رہا۔ پہلی دفعہ جب باغی آئے تو کافی لوگ ڈانواں ڈول ہو گئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ باغیوں کے مدینہ کے اندر داخل ہو جانے کے بعد بھی کچھ روز حضرت عثمانؓ خود امامت کرتے رہے۔ اور پھر جب آپ گھر میں "محصور" ہو گئے تو آپ نے ابوایوب انصاریؓ (میزبانِ رسولؐ) کو امامت کرنے کا حکم دیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ کچھ روز حضرت علیؓ نے امامت کی اور پھر آپ نے سہلؓ بن حنیف کو کہا کہ وہ امامت کیا کریں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس دوران بلوائیوں یا باغیوں کے لیڈروں غافقی بن حرب[1] امامت کراتا رہا۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو اس وقت تک تمام عظیم صحابہؓ گوشہ نشین ہو چکے تھے۔ اور ان میں سے کوئی بھی مسجد نبوی میں نہ آتا ہوگا۔

اس افراتفری کو مورخین نے جس طرح بیان کیا ہے۔ اس سے کسی صحیح صورت حال تک پہنچنا مشکل ہے۔ لیکن جو روایات ہمیں صحیح نظر آئیں ان کے مطابق جب باغی اور مفسدین مدینہ شریف میں داخل ہو گئے۔ تو انہوں نے حضرت علیؓ کے سامنے شکایت کی کہ وہ اُن کی مدد کریں۔ جناب علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ ملاقات کی اور فیصلہ ہوا کہ حضرت عثمانؓ مسجد نبوی میں ایک اور خطبہ دیں اور مفسدین کی تسلی کریں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے پھر مسجد نبوی میں خطبہ دیا اور جب مسلمانوں کی یک جہتی کا ذکر کیا تو کئی لوگوں پر رقت طاری ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ

---

[1] یہ آدمی آگے اُن لوگوں میں بھی شامل تھا جو دیوار توڑ کر حضرت عثمانؓ کے گھر میں گھس گئے تھے

Marfat.com

اس خط کے سلسلہ میں وہ تفتیش کریں گے اور اگر مروان کا اس خط میں کوئی حصہ ثابت ہوا تو اس کے خلاف کارروائی کریں گے۔

مسجد میں فتنہ

اب یہاں ایک فکری اختلاف واضح ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کو مروان کے سلسلہ میں یہ بات شاید اس لیے کہنا پڑی کہ مدینہ میں کچھ سنجیدہ لوگ بھی یہ سمجھتے تھے کہ مروان کا اس خط میں ضرور کچھ نہ کچھ حصہ ہے۔ جناب علیؓ اور جناب محمدؓ بن مسلمہ نے بھی جناب عثمانؓ کے بارے علی الاعلان فرما دیا کہ اُن کا اس خط کے ساتھ کوئی واسطہ نہ تھا۔ لیکن مروان کی بریت کا انہوں نے بھی ذکر نہ کیا۔ بات اتنی بڑی نہ تھی جب حضرت عثمانؓ فرما رہے تھے کہ اس خط کی کوئی حقیقت نہ تھی تو معاملہ ختم ہو جانا چاہیے تھا لیکن لوگ مان نہیں رہے تھے چنانچہ کچھ دن بعد حضرت عثمانؓ نے مسجد کے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ انہوں نے تفتیش کی ہے کہ مروان کا بھی ایسے کسی خط کے ساتھ واسطہ نہیں۔ آپؓ کا یہ کہنا تھا کہ مفسدین نے منبر پر ہلہ بول دیا۔ جناب محمدؓ بن مسلمہ اور جناب زیدؓ بن ثابت نے لوگوں کو صبر کی تلقین کی۔ لیکن مسجد میں بلوائیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو دھکے دے کر مسجد سے نکال دیا۔ اور پھر حضرت عثمانؓ پر پتھر پھینکنے شروع کر دیئے اس وقت جناب علیؓ یا جناب طلحہؓ یا جناب زبیرؓ تو مسجد میں نہ تھے۔ لیکن مورخین کے مطابق جناب سعدؓ بن ابی وقاص جناب حسینؓ بن علیؓ، جناب زیدؓ بن ثابت اور جناب ابوھریرہؓ نے اہل مدینہ کے ساتھ مل کر باغیوں پر ہلہ بول دیا اور ان کو وہاں سے بھگا دیا۔ اور حضرت عثمانؓ کو اٹھا کر اُن کے گھر لے گئے جناب علیؓ، جناب طلحہؓ اور جناب زبیرؓ جو باہر تھے جب اُن کو یہ خبر ملی تو وہ بھاگتے ہوئے حضرت انؓ کے گھر پہنچے۔ تاکہ حضرت عثمانؓ کی عیادت کریں اور اُن کے ساتھ صلاح ومشورہ کریں وہاں پر دامیہ کے کافی لوگ بیٹھے تھے۔ گو مورخین نے اُن کے نام نہیں لکھے۔ انہوں نے تینوں عظیم صحابہؓ کے خلاف بڑے سخت الفاظ استعمال کیئے اور کہا ''

'' تم نے ہم کو ہلاک کر ڈالا۔ تمہاری ہی یہ ساری کارروائیاں ہیں۔ واللہ تم لوگ اگر اپنے مقصد کو پہنچ گئے۔ تو دیکھیں گے کہ تم دنیا کو صحیح کر لو گے ''

Marfat.com

باغیوں کی ایک اور کامیابی

عظیم صحابہ یہ باتیں سن کر کچھ حیران ہوئے۔ جناب معاویہؓ بھی کچھ اس قسم کے اشارے کر گئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ تینوں صحابہ کرامؓ کو یہ باتیں بہت ناگوار گذریں اور وہ اپنے گھر چلے گئے مورخین اس سلسلہ میں خاموش ہیں کہ حضرت عثمانؓ کا کیا ردعمل تھا۔ یا یہ باتیں انہوں نے سنیں یا نہ سنیں۔ اب باغیوں نے تیسرا مقصد بھی حاصل کر لیا۔ کہ حضرت عثمانؓ اپنی مجلس شاورت کی مدد سے بھی محروم ہو گئے۔ تو باغیوں نے جناب عثمانؓ کے گھر کے باہر ڈیرے ڈال دیئے اس کو محاصرہ کہیں یا جو کچھ مناسب سمجھیں۔ لیکن میرا ذاتی تجزیہ یہ ہے کہ ابھی تک محاصرہ والی بات کوئی نہ تھی حضرت عثمانؓ کچھ زخمی تھے اور وہ گوشہ نشیں ہو گئے اور باغی جو اپنے آپ کو مظلوم کہتے تھے وہ دھرنا مار کر حضرت عثمانؓ کے گھر کے باہر بیٹھ گئے۔ تو اس کو "گھیراؤ" کہہ لیں۔

جناب عثمانؓ کی حفاظت

اب باغی چونکہ حضرت عثمانؓ پر ایک دفعہ ہاتھ اٹھا چکے تھے۔ اس لئے حفظِ ماتقدم کے طور پر چند مہاجرین اور انصار اور خاص کر بنو امیہ کے خاندان کے لوگ حضرت عثمانؓ کے گھر پہنچ گئے اور ان کی حفاظت کرنے لگ گئے۔ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ خود تو جناب عثمانؓ کے گھر نہ گئے کہ پہلے اُن کے ساتھ برتاؤ اچھا نہ ہوا تھا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ حضرت عثمانؓ کی حفاظت کریں۔ اس سلسلہ میں جناب امام حسنؓ، جناب عبداللہ بن زبیرؓ اور جناب محمدؓ بن طلحہؓ کا نام لیا جاتا ہے۔ لیکن یہ نہ حالتِ جنگ تھی اور نہ ایسا محاصرہ کہ باغی حضرت عثمانؓ کے گھر میں زبردستی داخل ہو کر حضرت عثمانؓ پر حملہ کرنا چاہتے ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو فیصلہ پہلے ہی دن ہو جاتا۔ یہ ایک عجیب و غریب حالت تھی کہ نہ جنگ تھی اور نہ صلح۔ یہ محاصرہ بھی نہ تھا۔ بلکہ آج کل کی زبان کے مطابق "گھیراؤ" تھا۔

اس دوران حج کا وقت بھی آ گیا۔ اور حضرت عثمانؓ نے جناب عبداللہ بن عباسؓ کو امیر حج مقرر کیا۔ تو ظاہر ہے کہ حضرت عثمانؓ کاروبارِ حکومت کو چلا رہے تھے۔ اور جناب عبداللہ بھی اُن

Marfat.com

پر پہرہ دے رہے تھے ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی حج پر جا رہی تھیں ۔ انہوں نے جناب عبداللہؓ کو مشورہ بھی دیا کہ وہ حج پر نہ جائیں ۔ وہ اچھے مقرر ہیں اور بلند آواز ہیں اور وہ بھی حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر ہی قائم رہیں ۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ مکہ شریف میں بھی جناب عبداللہؓ کے خطبہ کی ضرورت ہے ۔ اب ہم ایک چھوٹا سا تبصرہ کریں گے کہ جن لوگوں کے مطابق یہ بنوامیہ اور بنو ہاشم کی رقابت تھی ۔ اُن کے پاس کیا جواب ہے کہ حضرت علیؓ کے چچیرے بھائی کو حضرت عثمانؓ اُن حالات میں بھی امیر حج بنا کر بھیج رہے تھے ۔ تو ظاہر ہے کہ یہ الفاظ اور تفرقات بعد میں تراشے " گئے ۔ عظیم صحابہؓ ان باتوں سے بہت بلند تھے ۔

یہ بھی روایت ہے کہ جناب عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکرؓ نے جناب عائشہؓ کو رائے دی کہ وہ اپنے بھائی جناب محمدؓ کو بھی حج پر ساتھ لیتی جائیں کہ جناب عبدالرحمٰنؓ کو ڈر لگ رہا تھا کہ جناب محمدؓ اپنے آپ کو فسادیوں کے ہاتھ میں کھلونا بنا دیں گے ۔ اور روایت ہے کہ جناب عائشہؓ نے کوشش بھی کی لیکن جناب محمدؓ نہ مانے ۔

جنگ کی اجازت

اُس وقت تک حالات اتنے خراب نہ ہوئے تھے ۔ جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ نے جناب عثمانؓ کو عرض بھی کی کہ اجازت دی جائے تاکہ اہل مدینہ کو دعوت دے کر مدینہ شریف کو بلوائیوں سے پاک کیا جائے حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ وہ مدینہ النبیؐ (حضور پاکؐ کے شہر) میں خون خرابہ کی اجازت نہیں دے سکتے ۔ تو ان حالات میں جو بلوائی نزدیک آئے تھے ۔ اُن کو وہاں سے مزدور بھگا دیا جاتا تھا اور گو چند مفسدوں نے زیادتیاں بھی کیں لیکن حضرت عثمانؓ نے جنگ کی اجازت نہ دی ۔ ان زیادتیوں میں یہ بات بھی شامل تھی کہ مفسدین جناب ام المومنین ام حبیبہؓ سے بھی بدتمیزی سے پیش آئے ۔

کچھ مورخین نے لکھا ہے کہ ملک شام میں خبر دے دی گئی اور وہاں سے فوج مدینہ شریف کی طرف روانہ بھی ہوئی ۔ لیکن اُن کے پہنچنے سے پہلے حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے تھے اور وہ لوگ واپس مڑ گئے ۔ اسی طرح یہ بھی لکھا ہے کہ بصرہ میں جناب عبداللہؓ بن عامر نے ایک فوج تیار کی ۔ اُن میں چیدہ مجاہدین کے نام گرامی بھی تاریخوں میں موجود ہیں کہ وہ بصرہ سے چل پڑے تھے

Marfat.com

لیکن ہم یہ ماننے کو تیار نہیں کہ حضرت عثمانؓ نے کسی فوج کو کوئی دعوت دی۔ اگر وہ اہل مدینہ کو جنگ کی دعوت دینے پر آمادہ نہ تھے تو باہر سے فوج کیسے منگواتے۔ ممکن ہے کہ مدینہ کے حالات سن کر کوئی فوج دمشق اور بصرہ سے چل پڑی ہو۔ لیکن یہ بھی باغی لوگوں کی پھیلائی ہوئی افواہ معلوم ہوتی ہے اور مورخین نے بعد میں اس کو سچ سمجھ کر تاریخ کا حصہ بنا دیا۔

باغیوں کا نیا ہتھکنڈہ

اصل بات یہ تھی کہ مفسدین اس حد تک جا چکے تھے کہ اب اگر وہ حضرت عثمانؓ کو شہید کیے بغیر یا شرطیں منوائے بغیر مدینہ سے چلے جاتے تو ان کی خیریت نہ تھی۔ ان کی تمام سازش ظاہر ہو جاتی۔ اب حج سے بھی لوگ واپس آنے والے تھے۔ اس لئے باغی جلدی میں تھے۔ وہ اہل مدینہ کے تیور بھی دیکھ چکے تھے اس لئے مفسدین کے اندر سازشیوں نے ایک نیا ہتھکنڈا استعمال کیا۔ اپنے لوگوں کو کہا کہ دمشق اور بصرہ سے افواج چل پڑی ہیں۔ حج والے واپس آنے والے ہیں۔ اب ہم حضرت عثمانؓ سے اپنے مطالبات منوالیں۔ ورنہ ہماری خیر نہیں۔ انہوں نے جناب محمدؒ بن ابوبکرؓ کو بھی ساتھ ملا لیا۔ کہ تمہاری بھی خیر نہیں۔ سامنے سے ہم اندر داخل نہیں ہو سکتے کہ متعدد لوگ دروازہ پر پہرہ دے رہے ہیں حضرت عثمانؓ کے مکان کا گھیراؤ کیا جائے اور کچھ لوگ عقب سے داخل ہو کر ان سے اپنی شرطیں منوالیں۔ ورنہ وقت ہمارے خلاف جا رہا ہے۔

حالات میں بھیانک تبدیلی

اب حالات میں بھیانک تبدیلی آگئی۔ مفسدین جلدی میں تھے اور کچھ کرنا چاہتے تھے حضرت عثمانؓ اہل مدینہ کو جنگ کی اجازت نہ دے رہے تھے کہ وہ اپنی قوم کو جنگ و جدل سے بچانا چاہتے تھے کہ ان پر الزام آتا کہ انہوں نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے قوم میں خانہ جنگی کی بنیاد رکھی۔ اور شاید یہی وعدہ تھا جو حضور پاکؐ نے حضرت عثمانؓ سے لیا تھا۔ جس کے بعد آپ کا رنگ متغیر ہو گیا تھا اور جس کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے کہ حضور پاکؐ یہ نہ چاہتے تھے کہ ان کی قوم میں خانہ جنگی کی بنیاد ان کے ایک رفیق خاصؓ کی طرف سے رکھی جائے۔

Marfat.com

دوسری طرف حضورِ پاکؐ کے باقی عظیم رفیقؓ عجیب تذبذب میں گرفتار تھے۔ ایک روایت ہے کہ جناب طلحہؓ، جناب زبیرؓ اور جناب سعدؓ بن ابی وقاص گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اور مدینہ سے باہر جا کر کسی مقام پر قیام پذیر تھے۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ حالات کو بھانپ چکے تھے اور انہوں نے جناب علیؓ کو مشورہ دیا کہ وہ بھی مدینہ سے باہر چلے جائیں۔ ورنہ حضرت عثمانؓ کے خلاف جو کچھ ہونے والا ہے اس کا الزام ان کے سر آ جائے گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرا معاملہ میرے اللہ کے سپرد ہے۔ ویسے اگر میں آج سے چھ ماہ پہلے بھی مدینہ چھوڑ چکا ہوتا تو بھی جو کچھ حضرت عثمانؓ کے خلاف ہو رہا ہے۔ اُن کے رشتہ دار اس تمام کارروائی کے ذمہ دار مجھے ہی ٹھہراتے۔

یہ بھی روایت ہے کہ جناب سعدؓ بن ابی وقاص مدینہ ہی میں تھے اور جب انہوں نے دیکھا کہ حالات بہت خراب ہو گئے ہیں تو وہ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا کہ اے ابن ابی طالبؓ۔ اب اگر ابن عفانؓ اجازت نہ بھی دیں تو ہماری عزت کا سوال ہے اور جنگ کے بغیر چارہ نہیں آئیں مل کر باغیوں کی سرکوبی کریں اور ان کو مدینہ شریف سے جس طرح بھی ممکن ہو نکال دیا جائے

جناب عثمانؓ کی شہادت کی اچانک خبر

جناب علیؓ اور جناب سعدؓ ابھی صلاح و مشورہ کر رہے تھے کہ جناب محمدؓ بن ابوبکرؓ دوڑتے ہوئے ان کے پاس پہنچے اور کہا کہ معاملات ہاتھ سے نکل گئے ہیں اور حضرت عثمانؓ شہید ہو چکے ہیں۔ جناب محمدؓ نے تسلیم کیا کہ وہ اُن تیرہ افراد میں شریک تھے جو حضرت عثمانؓ کے گھر داخل ہو گئے تھے۔ یہ داخلہ عمرؓ بن حزم انصاری کے گھر کی طرف سے تھا کہ انہوں نے ڈر سے دروازہ کھول دیا اور اس طرف سے دیوار پھاڑ کر ہم لوگ اندر چلے گئے۔ لیکن ہم تو حضرت عثمانؓ کے ساتھ صرف بات چیت کرنا چاہتے تھے اور اپنی شرطیں تسلیم کروانا چاہتے تھے حضرت عثمانؓ نے ہماری شرطیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور مجھے شرم بھی دلائی۔ اس پر میں تو واپس آ گیا۔ لیکن باقی لوگوں کو میں ساتھ واپس نہ لا سکا۔ اور جھگڑا ہو گیا جس میں حضرت عثمانؓ بھی شہید ہو گئے اور ایک ان کا غلام بھی اور ایک آدھ باغی بھی مارا گیا

Marfat.com

بخدا مجھ سے اُن کے گھر میں گھس جانے کی غلطی ضرور ہوئی۔ لیکن آگے معاملات میرے بس سے باہر ہو گئے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت میں میرا کوئی ہاتھ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اُن کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سیدھا ذمہ دار نہ ٹھہرایا۔ بالواسطہ طور پر کون کون ذمہ دار تھے۔ تو یہ معاملہ قارئین پر چھوڑا جاتا ہے اور وہ بھی چوتھی کتاب کے پڑھنے کے بعد کہ اس سلسلے میں ابھی بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔

شہادت کا واقعہ

حالات کچھ اس طرح واقعہ ہوئے۔ اہل مصر نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا گھیراؤ کیا ہوا تھا لیکن مصریوں میں سے کسی شخص کو یہ ہمت نہ ہو رہی تھی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کرے۔ اور شہادت والا معاملہ دراصل چند مفسدوں اور چند سازشیوں کے دل میں تھا۔ اب اگر وہ حضرت عثمانؓ کو شہید کرتے تو اُن کی خیر نہ تھی۔ اہل کوفہ زیادہ تر مالکؒ اشتر کے کنٹرول میں تھے۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے مکان کی چھت سے مالکؒ اشتر کو بلا کر شرمندہ کیا کہ وہ تو پہلے توبہ کر کے واپس چلا گیا تھا۔ اب کس منہ سے واپس آیا تھا۔ اب مالکؒ اشتر خود عجیب و غریب تذبذب میں گرفتار تھا۔ اگر وہ مفسدوں کو اس حالت میں چھوڑ کر واپس جانے کی کوشش کرتا تو مفسدین اس کو قتل کر دیتے کہ پہلے اُن کو وہاں لایا کیوں گیا۔ لیکن ساتھ ہی اشتر کو حضرت عثمانؓ پر ہاتھ اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہو رہی تھی۔ لیکن کوفہ کے لوگوں میں کافی ایسے آدمی موجود تھے جو حضرت عثمانؓ کو شہید کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

نیارؓ بن عیاض کی موت

واقعات نے کچھ یہ صورت اختیار کی۔ کہ ایک صحابی نیارؓ بن عیاض بھی وہاں پر آئے۔ جہاں لوگوں نے حضرت عثمانؓ کا گھیراؤ کیا ہوا تھا۔ وہ دراصل حضرت عثمانؓ کے ساتھ کچھ صلح و صفائی کی بات کرنا چاہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے محافظوں میں سے کسی نے تیر مارا اور وہ نیارؓ کو لگ گیا اور وہ فوت ہو گئے۔ اُن کی موت حادثاتی تھی یا کیسی (واللہ اعلم) جناب

Marfat.com

نیارؓ تماشہ بین تھے یا مفسدین کے ساتھ تھے یا واقعی صلح وصفائی کی بات کرنا چاہتے تھے۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ البتہ آپ کی موت نے مفسدین کو ایک اور "ہتھیار" مہیا کر دیا۔ مفسدین پکار اٹھے قصاص! قصاص! کہ جس آدمی نے جناب نیارؓ کو پتھر مارا ہے وہ اُن کے حوالے کر دیا جائے۔ حضرت عثمانؓ یا اُن کے گھر کے محافظ یہ کیسے کر سکتے تھے۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ اب مفسدین نے قصاص! قصاص! کے نعرے لگاتے ہوئے سامنے والے دروازہ پر حملہ کر دیا۔ جس سے مغیرہؓ بن اخنس ثقفی اور زیادؓ بن نعیم مہری، جو دروازہ پر تھے وہ شہید ہو گئے اور جناب عبداللہؓ بن زبیرؓ اور مروان زخمی ہو گئے۔ لیکن امام حسنؓ اور محمدؓ بن طلحہؓ سمیت متعدد مہاجرین اور انصار نے باغیوں کو سامنے والے دروازہ سے گھر کے اندر داخل ہونے سے روک لیا۔

عقب سے داخلہ

البتہ تیرہ مفسد جناب عمرؓ بن حزم انصاری کے گھر والے راستے جناب عثمانؓ کے گھر داخل ہو گئے۔ جن میں محمدؓ بن ابوبکرؓ بھی تھے۔ روایت ہے کہ غصّہ میں جناب محمدؓ نے حضرت عثمانؓ کی ڈاڑھی بھی پکڑ لی۔ تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ بھتیجے آپ کے والد بزرگوار اگر زندہ ہوتے تو اُن کو یہ بات سخت ناپسند آتی۔ تو محمدؓ بن ابوبکرؓ کو شرم آ گئی۔ اور وہ واپس چلے گئے۔ لیکن باقی مفسدین کو اپنے ساتھ نہ لے جا سکے کہ حالات ان کے بس سے باہر ہو گئے تھے ہم نے محمدؓ بن ابوبکرؓ کے بارے میں پہلے بھی بیان دے دیا ہے۔ اور ہم اس سلسلہ میں اپنا کوئی تجزیہ نہ پیش کریں گے البتہ امام حسنؓ ان کو اُس دن کے بعد ہمیشہ فاسق کہتے تھے۔ کہ وہ فاسق نکلا کہ اس حد تک چلا گیا۔

بہر حال واقعات کچھ اس طرح پیش آئے کہ جو تیرہ شخص اندر داخل ہوئے ان میں سودان بن حمران اور ایک قتیرہ یا عمر تھے جو کوفہ کے قبیلہ سکون سے تعلق رکھتے تھے اور انہی لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر حملہ کر کے ان کو شہید کیا۔ تیسرا شخص جس نے حضرت عثمانؓ پر وار کیا وہ غافقی بن حرب مصری بتایا جاتا ہے۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ حضرت عثمانؓ کا ایک غلام بھی

Marfat.com

اُن کے پاس تھا اور جیسے ہی قتیرہ نے حضرت عثمانؓ پر وار کیا تو آپ کے اس غلام نے قتیرہ کو قتل کر دیا۔ لیکن سودان بن حمران نے آگے بڑھ کے اس غلام کو شہید کر دیا۔ اور حضرت عثمانؓ پر بھی سخت وار کیا۔ ایک اور غلام نے آگے بڑھ کر سودان کو بھی قتل کر دیا۔ لیکن اسی دوران سودان اور غافقی یا باقی مفسد حضرت عثمانؓ پر اتنے وار کر چکے تھے کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، اور پھر کہرام مچ گیا۔

کچھ روایات کے مطابق جناب عثمانؓ کو شہید کرنے والوں میں کنانہ بن بشیر بھی تھے اور قتیرہ کا نام مورخین نے عمر بن الحق بھی لکھا ہے۔ ایک اور شخص نہران اصبحی کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ اور آپ کو شہید کرنے کی تجویز بنانے والوں میں عبداللہ بن بسر کا نام بھی لیا جاتا ہے علاوہ دروازے پر جو لڑائی ہوئی اس کے حکم دینے والے کا نام عروہ بن شیم لیا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے لحاظ سے یہ سب کچھ چھپے ہاتھ سے عبداللہ بن سبا کرا رہا تھا۔ جو سامنے نہ آیا۔

حضرت عثمانؓ جنت البقیع میں دفن کئے گئے۔ جنازہ میں کتنے لوگ شریک ہوئے اس میں بے حد اختلافات ہیں۔ وقت اور طریقِ کار کے بیان میں بھی اختلاف ہے۔ لیکن ہم ان اختلافات میں نہ جائیں گے۔ جب قوم کی وحدتِ فکر اور وحدتِ عمل ہی ختم ہو جائے اور دنیا میں اپنے زمانے کی عظیم اسلامی حکومت کے حاکم کے ساتھ ایسے واقعات پیش آئیں تو قصور پھر بھی ہمارا ہی ہے۔ کہ اس وقت بھی کچھ نہ سوچا جا سکا اور نہ آج کچھ سوچ رہے ہیں یہ سب کچھ آزادیٔ فکر اور آزادیٔ عمل کی وجہ سے ہوا۔ اور دنیا میں صرف وہی قومیں کامیاب رہتی ہیں جن میں وحدتِ فکر و وحدتِ عمل ہو۔ اور وہ مکمل ربط و ضبط کا مظاہرہ کریں۔

تبصرہ

قارئین! تاریخ کے بامقصد مطالعہ سے ہمارا ایک مدعا یہ تھا کہ ہم مسلمانوں کی فتوحات اور فوجی حکمتِ عملی سے سبق سیکھیں۔ اور یہ مقصد بالکل نہ تھا کہ اندرونی خلفشار کی اتنی تفصیل میں جائیں۔ لیکن اس اندرونی خلفشار نے چونکہ فتوحات کو روک دیا۔ مسلمانوں کا مرکز پارہ پارہ ہو ہو گیا۔ تو ان حالات کی نشاندہی ضروری تھی جو اس کا سبب بنے۔ افراتفری اور واقعات کا سرسری

Marfat.com

بیان ضروری تھا تاکہ ہم معاملات کی تہ تک پہنچ سکیں۔ ہمارے کچھ دانشوروں نے عظیم صحابہؓ پر تنقید بھی کی ہے۔ ہمارے لحاظ سے کسی عظیم صحابیؓ پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ہاں محمدؓ بن ابوبکرؓ اور اشتر نخعی کی واقعات میں شرکت کا ذکر ہم نے ضروری سمجھ کے کردیا کہ آگے یہ دونوں حضرت علیؓ کے لشکر میں شریک ہوگئے اور حضرت علیؓ پر اعتراض ہوتے کہ انہوں نے جناب عثمانؓ کے قاتلوں میں سے محمدؓ بن ابوبکرؓ اور اشتر نخعی کو پناہ دی۔ اس سلسلے میں چوتھی کتاب میں بھی کچھ واقعات اور تبصرے آئیں گے۔ اور ہم اپنا اختتامی تجزیہ اس وقت بیان کریں گے۔ یہاں اتنا کہیں گے کہ جناب علیؓ کو معلوم تھا کہ جناب محمدؓ اور اشتر سیدھے طور پر حضرت عثمانؓ کی شہادت میں شریک نہ تھے۔

بالواسطہ طور پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کی ذمہ داری کس کس پر ڈالی جائے۔ یہ بڑا وسیع مضمون ہے اور شاید مشیتِ ایزدی بھی یہی تھی۔ گو ہر معاملہ میں مشیتِ ایزدی ہی کارفرما ہوتی ہے۔ اس لئے ہمیں یہ اسباق سیکھنے چاہئیں کہ کون کون سی چیزیں حالات کو اس حد تک لے گئیں۔ صرف یہ یاد رکھیں کہ جب ایسے واقعات ہونے لگیں تو ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ ہم خود اپنے گریبان میں منہ ڈالیں کہ چودہ سو سال کے بعد اسلام کے نام پر ایک ملک بنایا تھا اور اس کو بھی دولخت کر بیٹھے ہیں۔ کیا ہمیں نظر نہیں آ رہا تھا کہ ایسا ہونے والا ہے۔ راقم نے ۲۴ ستمبر ۱۹۷۰ء بھرے ایوب ہال میں جنرل یحییٰ خان کو زبانی کہا کہ خدارا شراب کی بوتلوں کو توڑو اور قوم کو اسلام کے راستے پر لگاؤ۔ ورنہ یہ ملک ختم ہونے والا ہے۔ اور یہ انتخابات ہمیں ختم کردیں گے۔ پھر ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو لکھ کر دے آیا اور کاغذات جنرل یحییٰ کے ملٹری سیکرٹری کے ہاتھ میں دیئے کہ ملک کو بچاؤ۔ یہ کاغذات آج بھی میرے پاس موجود ہیں اور آگے کیا ہوا یہ ایک لمبی کہانی ہے۔

تو ان تفرقات کو بڑھانے کی بجائے۔ آیئے ہم تاریخ اسلام اور اپنی موجودہ تاریخ سے سبق سیکھیں۔

Marfat.com

جناب عثمانؓ کی شہادت پر چند تاثرات (۱۸، ذوالحجہ ۳۵ ہجری)

جناب عثمانؓ کی شہادت ایک عظیم سانحہ ہے اور رہتی دنیا تک اہل دل اس سانحہ پر اپنے اثرات بیان کرتے رہیں گے۔ ہم صرف چند تاثرات ابن سعد اور طبری سے نقل کر رہے ہیں

۱۔ جناب علیؓ - "اے اللہ میں حضرت عثمانؓ سے تیرے سامنے اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ نہ میں نے قتل کیا۔ نہ میں نے حکم دیا۔ لیکن میں مغلوب ہو گیا" روایت ہے کہ ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے جناب علیؓ نے یہ کلمات تین دفعہ ادا کئے۔ (ابن سعد)

۲۔ جناب عائشہ صدیقہؓ "تم لوگوں نے انہیں میل کچیل سے پاک صاف کپڑے کی طرح کر دیا۔" (ابن سعد)

۳۔ جناب عبداللہؓ بن عباسؓ: "اگر لوگوں نے خونِ عثمانؓ کا مطالبہ نہ کیا تو ضرور ان پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے" (ابن سعد)

۴۔ جناب سعدؓ بن ابی وقاص: "اے اللہ جناب عثمانؓ کے قاتلوں کو اپنی گرفت میں لے (طبری)

۵۔ جناب زبیرؓ - "اللہ تعالیٰ جناب عثمانؓ پر رحم کرے اور ان کا مددگار رہے۔ (طبری)

۶۔ جناب خذیفہؓ بن الیمانؓ: "اسلام میں شگاف ہو گیا اور اس شگاف کو پہاڑ بھی نہیں پُر کر سکتا۔" (ابن سعد)

۷۔ "جناب ثمامہؓ بن عدی امیر صنعاء" خلافت امتِ محمدؐ سے چھین لی گئی۔ اب جبری سلطنت ہو گی اور آپ اتنے روئے جس کی کوئی حد نہ تھی۔" (ابن سعد)

۸۔ جناب ابوحمیدؓ ساعدی اصحاب بدر۔ اے اللہ میں آج کے بعد نہ ہنس سکوں گا"

۹۔ جناب ابوھریرہؓ کے سامنے جب شہادت عثمان کا ذکر ہوتا ہے تو وہ رونا شروع کر دیتے تھے اور ان کی ہچکیاں بند نہ ہوتی تھیں! (ابن سعد)

۱۰۔ جناب زیدؓ بن ثابت کاتب وحی۔ شہادت عثمانؓ پر اس قدر روئے کہ جس کو بیان میں نہیں لایا جا سکتا۔ (ابن سعد)

Marfat.com

جناب عثمانؓ کے عہد کی فتوحات کا اجمالی جائزہ

ہم موجودہ باب کے اسباق یا نتائج کے بارے میں صرف ایک فقرہ کہیں گے کہ ہمیں تاریخ کے مطالعہ سے بامقصد اسباق حاصل کرنا چاہییں۔ اور چونکہ ہماری کتاب کا موضوع خلفاء راشدین کے زمانے کی فتوحات کی حکمت عملی ہے تو ہم صرف جناب عثمانؓ کے عہد کی فتوحات کا اجمالی جائزہ پیش کرنے پر اکتفا کریں گے تفصیلات پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ چند دن کم پورے بارہ برس ہے۔ آپ کی خلافت کے زمانے میں اوّل تو چند مقامات پر بغاوتیں ہوئیں اور آپ نے اُن کو فرو کیا۔ سب سے پہلے ہمدان میں بغاوت ہوئی جس کو کوفہ کے گورنر جناب مغیرہؓ بن شعبہ نے فرو کیا۔ اس کے بعد رے میں بغاوت ہوئی جس کو بصرہ کے گورنر جناب ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرو کیا۔ اس کے بعد آذربائیجان میں بغاوت ہوئی تو اس کو جناب ولیدؓ بن عقبہ نے فرو کیا اور پھر جناب ولیدؓ بن عقبہ اور سلمانؓ بن ربیعہ نے آگے بڑھ کر آرمینیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس علاقے میں بعد میں جناب سعیدؓ بن العاص کی فتوحات ہوئیں۔

بصرہ کے محاذ پر جناب عبداللہؓ بن عامر نے پہلے فارس کے علاقوں کی بغاوت کو فرو کیا اور اصطخر وغیرہ متعدد مقامات پر دوبارہ قبضہ کیا۔ اس کے بعد جناب عبداللہؓ نے دراستوں آگے بڑھ کر جناب احنفؓ بن قیس جناب ہرمؓ بن حیان اور جناب مجاشعؓ بن مسعود کے لشکروں سے سیستان خراسان اور دریائے جیحوں تک کے علاقوں میں اللہ اور رسولؐ کے نام کو بلند کر دیا۔ ہرات رے، نیشاپور، اور بلخ وغیرہ تک کے تمام شہروں پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا کہ جناب عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ نے مشرق کی طرف بڑھ کر کابل، زابلستان اور بلادِ غزنی اور موجودہ وزیرستان تک کے علاقوں کو فتح کر ڈالا۔ مصر و افریقہ کے محاذ پر آپ کی خلافت میں سب سے پہلے جناب عمروؓ بن عاص نے اہل روم کو دوبارہ بحیرہ روم کے اندر پھینک دیا اور سکندریہ و مصر کو دوبارہ فتح کرنے کی رومی کوشش کے پرخچے اڑا دیئے۔ اس کے بعد جناب عبداللہؓ بن ابی سرح نے ٹیونس تک تمام افریقہ کے ممالک فتح کر ڈالے اور کسی عسکری تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ اپنے ملک سے اتنی دور کسی لشکر

Marfat.com

نے اس طرح ممالک فتح ہوں۔ مدینہ شریف سے ٹیولس تک سفر کوئی تین ہزار میل کے قریب ہے شام کے محاذ پر جناب امیر معاویہؓ اگر ایک طرف اناطولیہ، اناطاکیہ اور آرمینیہ کے قلعوں پر قبضہ کر رہے تھے۔ تو دوسری طرف اسلام کی تاریخ میں پہلی دفعہ بحری جنگ کی طرح ڈالی گئی اور سمندر کے راستے قبرص کو دو دفعہ فتح کیا۔ اور جناب عثمانؓ کی خلافت میں مسلمان نہ صرف ایک بحری طاقت بنے بلکہ انہوں نے دو بحری جنگوں میں اہل روم کو شکست دے کر اپنے آپ کو دنیا کی ایک مانی ہوئی بحری طاقت تسلیم کروایا اور رومیوں کو ایسی شکست دی کہ قیصر روم قسطنطین اس لڑائی میں سخت زخمی ہوا۔ اور بعد میں قتل کر دیا گیا یا انہی زخموں سے جاں بحق ہوا۔

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جتنی جنگیں ہوئیں شاید ہی دنیا کی تاریخ میں کسی ایک حکمران کے زمانے میں ہوئی ہوں۔ اور ان سب جنگوں میں کامیابی ہی کامیابی نصیب ہوئی۔ سوائے معمولی جھڑپوں کے جن میں کسی جگہ وقتی طور پر مسلمانوں نے کوئی نقصان اٹھایا ہو۔ لیکن کوئی مقابلہ یا جھڑپ یا لڑائی شکست کی صورت نہ لائی۔ جناب عثمانؓ کے ماتحت جن لوگوں نے جنگی حکمت عملی کو آگے بڑھایا اور ان کو سپہ سالار اعظم کہا جا سکتا ہے ان کی تعداد بھی آٹھ ہے۔ جن میں جناب مغیرہؓ بن شعبہ، ابو موسیٰ اشعریؓ، ولیدؓ بن عقبہ، سعیدؓ بن العاص، عبداللہؓ بن عامر، عمروؓ بن عاص، معاویہؓ بن ابو سفیانؓ اور عبداللہؓ بن ابی سرح شامل ہیں! ان میں سے ہر ایک کے ماتحت ایک وقت میں تین سے چار لشکر برسرپیکار رہے۔ ورنہ ان چھوٹے امرا یا چھوٹے سپہ سالاروں کی تعداد تو کئی دفعہ سات سے بھی تجاوز کر گئی تھی۔

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جتنے جنگی سفر ہوئے۔ دنیا کے کسی حاکم کے زمانے میں سفروں کی مسافت اتنی نہیں بنتی۔ اکیلے طور پر جناب محمود غزنویؒ جنگی سفروں میں دنیا میں پہلے نمبر پر آتے ہیں۔ امیر تیمور دوسرے پر، چنگیز خان اور نپولین تیسرے پر اور سکندر یونانی چوتھے نمبر پر۔ لیکن اگر کسی حاکم کے تمام لشکروں کے جنگی سفروں کا حساب کیا جائے تو اس سلسلہ میں حضرت عثمانؓ کے لشکروں کے سفروں کی مسافت سب سے زیادہ بنتی ہے۔ ایسے فاصلے افریقہ کے محاذ پر کوئی دس بارہ ہزار میل بنتے ہیں شام کے محاذ پر تین ہزار میل، کوفہ کے محاذ پر پندرہ ہزار میل اور بصرہ کے محاذ پر کوئی بیس ہزار میل ہیں۔ بصرہ کے محاذ پر اکیلے جناب عبداللہؓ بن عامر کا سفر تین ہزار میل بنتا ہے اور اس علاقہ میں دس

Marfat.com

سے زیادہ لشکروں نے سفر کیے۔ اس لیے سفروں کی مسافت میں قارئین کو کوئی مبالغہ نہیں نظر آنا چاہیے اور ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسے سفروں کی مسافت کوئی پچاس ہزار میل بنتی ہے۔ جو دنیا میں اول نمبر پر ہے ہاں وقت کے لحاظ سے جیسا کہ ہم دوسری کتاب میں گزارش کر چکے ہیں جناب صدیقؓ کے زمانے کے لشکروں کے سفر اوسط لحاظ سے ان سے بہتر اور دنیا میں اول نمبر پر ہیں اور سلطنت کی وسعت کا پہلو ہم اس کتاب کے تیسرے باب میں جناب عمرؓ کے زمانے کے حالات کے تحت بیان کر چکے ہیں۔ اب مزید نقشوں کے مطالعے سے قارئین اس پہلو کو بہتر طور پر سمجھ گئے ہوں گے۔

جناب عثمانؓ کے زمانے میں عظیم صحابہؓ کے فرزندوں نے افریقہ اور ایران و عراق کے محاذ پر جنگ میں شرکت کی۔ جن میں جناب امام حسنؓ، امام حسینؓ، عبداللہؓ بن عباسؓ، عبداللہؓ بن عمرؓ، عبداللہؓ بن زبیرؓ، عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ وغیرہ متعدد صحابہؓ ابن صحابہؓ شامل ہیں گو جناب عبدالرحمٰنؓ بن ابو بکرؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن خالدؓ وغیرہ جناب ابوبکرؓ یا جناب فاروق اعظمؓ کے زمانے سے جنگوں میں شرکت کر رہے تھے۔ لیکن افسوس ان کے کارناموں پہ پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں تحقیق اور مطالعہ کر کے ان کارروائیوں کو قوم کے سامنے لانا چاہیے۔

اس کتاب کو ختم کرنے سے پہلے یہ یاد کرایا جاتا ہے کہ جو پیدا ہوا ہے اس نے موت کا مزہ ضرور چکھنا ہے۔ اور موت سے فرار نہیں اور جو فوت ہو گئے اُن کی وفات پر اب آنسو بہانے کی ضرورت نہیں۔ بس یہ یاد رکھیں کہ وہ ہمارے لئے بہترین مثالیں چھوڑ گئے اور ہمیں اُن پر عمل کرنا چاہیے۔ وہ عاجز بھی تھے اور عزت کی زندگی گزار کر راہیٔ عدم ہوئے۔ اور ہم بھی عزت کی زندگی اختیار کریں۔

خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ

نہیں ممکن امیری بے فقیری

اقبالؒ

خلفائے راشدینؓ کی جنگی حکمتِ عملی اور تدبیرات کا تجزیہ

(کتاب سوم)

فتوحاتِ مصر، افریقہ اور متفرق

اشاریہ

(الف)

ابراہیمؑ: حضرت ابراہیم پیغمبر): ص، ۳، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۳۶

ابراہیمؓ (حضور پاکؐ کے بیٹے): ص، ۲

ابراہیم (سورۃ): ص، ۶۷

ایلہ (مقام) ص، ۷، ۱۸۸

ابن اسحٰق (مورخ): ص، ۳۰، ۱۰۴، ۱۴۶

ابن الکوا (مفسد۔ بعد خارجی): ص، ۲۳۰

آبنائے باسفورس: ص، ۱۴۸

ابن حکیم (مورخ): ص، ۱۷۸

ابن حلیمان فراعی شہید: ص، ۱۷۱

ابن خلدون (مورخ): ص، ط، ۱۲۴، ۲۵، ۱۳۸، ۱۷۸، ۱۸۰، ۲۱۲، ۲۴۴، ۲۶۷، ۲۶۹

ابن ذالجبکہ (مفسد): ص، ۲۳۰

ابن سعد (مورخ): ص، ۲۰، ۱۴۶، ۲۳۵، ۲۶۹، ۲۸۱

ابن ہشام (مورخ): ص، ۳۰، ۱۰۴

ابوسعید ساعدی (امن کی تلاش): ص ۲۶۲

ابوایوب انصاریؓ (میزبانِ رسولؐ): ص، ۵۹، ۶۲، ۲۷۱

ابوالحسن ندوی (مصنف): ص، ۶۶

ابوبرزہ اسلمیؓ (دستہ کا کمانڈار): ص، ۱۹۰

ابوبکر صدیقؓ (یارِ غار، خلیفہ اوّل): ص ۶، ۱۰، ۱۸، ۴۵، ۸۱، ۸۴، ۸۶، ۹۱، ۹۳، ۹۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۹، ۱۳۶، ۱۴۰، ۱۵۹، ۱۶۳، ۱۷۲، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۳، ۲۱۶، ۲۳۵، ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۸۴۔

ابوجہل (عدوُاللہ): ص ۱۶۳، ۲۶۲

Marfat.com

ابوحمید اساعدیؓ (حضرت عثمانؓ کو خراج تحسین) ص ۲۶۲، ۲۸۱

ابوحذیفہؓ بن عتبہ (بدری صحابی) :- ص ۸۴، ۸۵، ۱۶۲، ۱۶۸، ۱۶۹، ۲۳۹

ابوغنشہ غفاری (مفسد) :- ص ۱۷۲، ۱۷۵

ابوذر غفاریؓ (عاشق رسولﷺ) :- ص ۵۹، ۶۲، ۷۱، ۸۵، ۱۳۵، ۱۸۲، ۲۲۳ تا ۲۳۰، ۲۵۱، ۲۵۹

ابوزبید (شاعر) :- ص ۱۷۱، ۲۲۰

ابوزینب :- ص ۱۷۲

ابوسفیانؓ بن حرب (ام المومنین ام حبیبہ کے والد) :- ص ۱۰۵، ۱۶۵، ۱۶۸، ۱۶۹

ابوسہلہ مولائے عثمانؓ غنیؓ :- ص ۲۳۵، ۲۳۶

ابوطلحہؓ (عظیم انصار صحابی) :- ص ۸۳، ۹۰

ابوعبید ثقفیؓ (شہید ایران) :- ص ۱۶۵

ابوعبیدہؓ بن جراح (امین الامت، فاتح شام) ص :- ۶، ۹، ۸۴، ۸۶، ۹۵، ۱۱۵، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۶۳

ابوموسیٰ اشعریؓ (کوفہ و بصرہ کے عامل) ص ۱۸۱، ۱۸۸، ۱۸۹، ۲۱۷، ۲۸۲، ۲۸۳

ابومسلم الغفاقیؓ (فسطاط کی مسجد کے پہلے موذن) :- ص ۶۲

ابومورع (مفسد) :- ص ۱۷۲

ابولاعور سلمیؓ (انصار صحابی) :- ص ۱۳۷، ۲۶۷

ابوہریرہؓ (عظیم محدث) :- ص ۱۷۶ تا ۱۷۸، ۲۷۲، ۲۸۱

ابی عمر بن امیہ (شجرہ و نسب) :- ص ۱۶۸

ابی محیط بن ابی عمر (شجرہ و نسب) :- ص ۱۶۸

اجنادین (جنگ) :- ص ۵، ۷، ۱۴، ۱۷، ۲۰۴

احد (جنگ) : ص ۳۴، ۳۴، ۸۷، ۱۲۶، ۲۲۷، ۲۴۱

احنفؓ بن قیس (خراسان میں جہاد) :- ص ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۰۰، ۲۸۲

آدمؑ (حضرت آدمؑ پیغمبر) :- ص ۵۴

ادھمؓ بن کلثوم (بیہق کی فتح) :- ص ۱۹۴

آذربائیجان (علاقہ) :- ص ۶۹، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۶۰، ۱۷۰، ۱۷۷، ۱۹۳، ۲۸۲

اردن (ملک) :- ص ۱۳۶

اردشیر (جور) - شہر :- ص ۱۹۰

آرمینیا یا آرمینیہ (علاقہ) :- ص، ص، ۴، ۱۵، ۳۰، ۵۴، ۶۹، ۱۰۱، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۷۰، ۱۷۵، ۲۸۲ - ۲۸۳

Marfat.com

آرنلڈ (متعصب مغربی دانشور) ص ۴۲، ۴۴،
۸۰
اروٰیؓ بنت کریز (جنابِ عثمانؓ کی والدہ)
ص ۱۶۲
آریہ (قوم) :- ص ۹۹
ازد (بنو) قبیلہ :- ص ۱۵۱
اسامہؓ بن زیدؓ (حضور پاکؐ کے منظورِ نظر)
ص :- ۲۴۱، ۲۶۰
استاق رام (مقام) :- ص ۱۹۴
استنبول (قسطنطنیہ) :- ص ۱۴
اسحٰقؑ (حضرت اسحٰقؑ پیغمبر) :- ص ۳، ۳۶
اسد (بنو) قبیلہ :- ص ۱۸۰
اسرائیل (بنو) قوم :- ص ۳، ۱۳
اسمٰعیلؑ (حضرت اسمٰعیلؑ پیغمبر) :- ص ۳
اسودؓ بن کلثوم (شہید) :- ص ۱۹۴
اُسیدؓ بن المنتم (بلخ کا امیر) :- ص ۱۹۶
اشتر نخعی (مالک اشتر) :- ص ۱۷۵، ۱۸۰،
۱۸۱، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۷۷، ۲۸۰
اشعثؓ بن قیس (ارتداد کے بعد توبہ)
ص ۱۶۰
اصحاب شمال (بائیں بازو والے) :- ص ۲۳۸
اصطخر (مقام) :- ص ۸۴، ۱۹۰، ۱۹۲،
۲۸۲
اصفہان (شہر) :- ص ۱۶۰، ۱۹۲، ۲۰۵
اصفہانی (مورّخ) :- ص ۱۷۸
اطابلس (طرابلس) مقام :- ص ۱۹۲
اطالیہ (اٹلی) ملک :- ص ۱۱۳، ۱۱۷، ۱۲۰
اعظمؒ (امام ابوحنیفہؒ) :- ص ۲۳۰
اعوص (مقام) مفسدین کی جمگاہ :- ص
۲۵۵، ۲۵۷
آغاخان مرحوم (اسماعیلی امام) :- ص ۹۸
آغاخان کریم (موجودہ اسماعیلی امام) :-
ص ۹۸
افریقہ (براعظم) :- ص، ص، ظ، ۴،
۵، ۸، ۳۶، ۶۴، ۶۵، ۶۸، ۶۹،
۹۹، ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۱۳، ۱۱۵ تا ۱۲۳،
۱۲۵، ۱۳۰ تا ۱۳۲، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۷،
۲۱۱، ۲۶۰، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴
افغانستان (ملک) :- ص ۱۹۵، ۱۹۸
افلاطون (فلاسفر) :- ص ۲۱۷
اقبالؒ (حکیم الامت) :- ص، ط، ۲،
۳۳، ۳۸، ۴۹، ۵۰، ۶۳، ۶۶،
۶۸، ۷۰، ۷۱، ۷۸، ۸۱، ۸۹، ۹۶،
۹۸، ۱۱۵، ۱۲۳، ۱۲۷، ۱۳۷، ۱۵۳،
۱۵۵، ۱۵۷، ۱۶۴، ۱۷۳، ۲۱۴، ۲۱۵،
۲۳۷، ۲۳۸، ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۶۳،

Marfat.com

۲۸۴

اقرعؓ (جرجان میں امارت) :- ص ۱۹۵

آکنلیک (انگریز فیلڈ مارشل) :- ص ۶۴

آگسٹس (قیصر روم قسطنطین کا خطاب) :- ص ۱۵۱

البسیرا (آذربائیجان میں مقام) :- ص ۱۷۰

الدردؓ (قبرص کے جہاد میں شرکت) :- ص ۱۴۵، ۲۴۰

العاص بن ہشام (جناب عمرؓ کے ماموں اور ان کے ہاتھوں قتل) :- ص ۱۶۳، ۱۷۴

العاص بن امیہ (حضرت عثمانؓ کے دادا) ص ۱۶۸

العاص بن سعید (حضرت عثمانؓ کے چچیرے بھائی) :- ص ۱۶۸

العیشرہ (مہم) :- ص ۲۲۰

المغازی (فلسفہ جنگ) :- ص ۱۴۶

المقدادؓ بن اسود (بدری صحابی) :- ص ۱۴۰، ۱۴۵

الیمانؓ (جنگ احد میں شہادت) :- ص ۲۱۰

ام ذنین (دریائے نیل پر مقام) :- ص ۱۴، ۲۲

امِ حبیبہؓ (ام المومنین) :- ص ۲۷۴

ام حرامؓ (زوجہ عبادہ بن صامت) ص ۱۴۵

ام حکیمؓ (حضور پاکؐ کی پھوپھی، حضرت عثمانؓ کی نانی) :- ص ۱۶۲، ۱۸۹

ام عبداللہؓ (زوجہ حبیبؓ (شب خون میں موریان کا سر قلم کیا) :- ص ۱۴۳

امریکہ (ملک) :- ص ۱۱۲

ام کلثومؓ (بنت جناب علیؓ) :- ص ۸۱

ام ہانیؓ (بنت ابی طالبؓ حضور پاکؐ کی منہ بولی بہن) :- ص ۱۰۵

امیہ (خود یا بنو امیہ قبیلہ) :- ص ۸۸، ۱۲۰، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۵۴، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۹۰، ۲۲۳، ۲۵۰، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴

امیرؓ بن احمر (بصرہ کا محاذ لشکر کی کمانڈ) ص ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۶، ۲۰۰

امیر تیمور (عظیم فاتح) :ص ۲۸۳

امیر علی (وزیرستان میں مقام) :- ص ۲۰۱

ام یوسف (حضرت عثمانؓ کے بارے روایت) ص ۲۳۵

اناطولیہ (علاقہ) :- ص، ص، ۶۴، ۹۴، ۹۹، ۱۰۰، ۱۱۹، ۱۳۵، ۱۴۳، ۱۴۸، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۷۷، ۲۸۴

انبار (دریائے فرات پر مقام) :- ص ۲۸

اندلس (سپین) :ص ۱۲۰

Marfat.com

انس رضؓ بن مالک (حضور پاکؐ کے خادم اور عظیم محدث):۔ ص ۸۳

انطاکیہ (شام اور ترکی کا سرحدی مقام):۔ ص ۷، ۴۶، ۴۳، ۱۴۳، ۲۸۳

انگریز (قوم):۔ ص ۱۱۲، ۱۲۱

اہواز (جنوبی ایران کا مقام):۔ ص ۱۴۵، ۱۸۸

آبرش (مصر اور فلسطین کا سرحدی مقام) ص ۱۶، ۲۰

ایشیا (براعظم):۔ ص ۳۰، ۹۹، ۱۰۰، ۱۱۹، ۱۹۶، ۲۰۶

ایران (ملک):۔ ص، ص، ض، ۳، ۴، ۹، ۱۵، ۱۹، ۴۱، ۴۵ تا ۴۹، ۶۰، ۶۵، ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۷۹، ۸۷، ۹۴، ۹۵، ۱۰۳، ۱۱۶، ۱۳۶، ۱۵۴، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۷۵ تا ۱۷۷، ۱۸۱، ۱۸۷، ۱۹۰، ۱۹۷، ۲۰۲، ۲۱۸، ۲۴۲، ۲۸۴

ایوب خان (فیلڈ مارشل):۔ ص ۲۰۳

(ب)

باب الیون (مصر کا دل):۔ ص ۱۲، ۱۴، ۱۶، ۲۱، ۲۳ تا ۲۹، ۳۳ تا ۳۵، ۳۷، ۴۴، ۵۷ تا ۶۱، ۶۳، ۷۰

بازنطینی (چھوٹا روم):۔ ص ۴، ۶۵

بابل (عراق کی پرانی تہذیب کا مقام):۔ ص ۱۳

بٹلر (انگریز مورخ):۔ ص ۱۰۲

بحرین (علاقہ یا صوبہ):۔ ص ۸، ۳۸، ۱۸۹

بحیرہ اسود:۔ ص ۱۵۴

بحیرہ اوقیانوس:۔ ص ۶۴، ۱۱۳

بحیرہ عرب:۔ ص ۱۵۳

بخت نصر (قبل مسیح کی تاریخی شخصیت) ص ۳، ۱۳

بدر (جنگ):۔ ص ۹، ۴۹، ۱۲۶، ۱۴۰، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۷، ۱۶۹، ۲۲۳، ۲۳۹

بربر (قوم):۔ ص ۱۴، ۱۱۹، ۱۲۰

برق الغمند (جنگِ بدر) تمثیلی بیان:۔ ص ۱۴۰

برقہ (موجودہ لیبیا کا اہم مقام):۔ ص ۶۴، ۶۵، ۷۸، ۹۹، ۱۰۳، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۱، ۱۷۵،

بروعہ (آرمینیا کا مقام):۔ ص ۱۴۳

برہما (ملک):۔ ص ۱۱۲

بصرہ (چھاؤنی اور بندرگاہ):۔ ص ۷، ۶۱، ۱۱۶، ۱۳۶، ۱۸۷، ۱۸۹ تا ۱۹۲، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۱۷، ۲۴۱، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۵۷، ۲۶۲، ۲۶۵، ۲۶۷ تا ۲۶۹،

Marfat.com

۲۷۴، ۲۷۵، ۲۸۲، ۲۸۳

بطر (جھیل) :- ص ۳۵

بطریق جندران (رومی جنرل) :- ص ۱۴۲، ۱۴۳

بکر (بنو) قبیلہ :- ص ۱۸۰

بلاذوری (مورخ) :- ص ۱۷۸

بلال رضؓ (سیدنا حضرت بلال حبشیؓ) :- ص ۸۵

بلارس (بازنطینی یا رومی جنرل) :- ص ۱۲۰، ۱۲۱

بلخ (وسط ایشیا کا مقام) :- ص ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۸۲

بلقان (جزیرہ نما) علاقہ :- ص ۴، ۱۵، ۲۰۶

بلوچستان (ایرانی) ص ۴۵، ۱۹۰

بلھبیب (مصر کا مقام) :- ص ۲۱، ۳۵، ۳۷

بلھسب (مصر، علاقہ ڈیلٹا کا مقام) :- ص ۶۰

بمبئی (بھارت کا شہر) ص ۶۲، ۱۸۸

بنجمین (مصر کا پادری) :- ص ۱۵

بن غازی (لیبیا کا مقام) :- ص ۵۶، ۶۴

بنوں (شہر) :- ص، ص، ۲۰۱

بھارت (ملک) :- ص ۲۰۳

بیت المقدس (یروشلم) :- ص ۶، ۸

بیر اولیس (کنواں) :- ص ۲۴۰

بیر روم (کنواں) :- ص ۲۳۳

بیروت (لبنان) :- ص ۷، ۸، ۲۶، ۴۳، ۱۴۴

بیعت رضوان (فتح مبین) :- ص ۲۳۳

بیعت عقبہ ثانی (مکہ) :- ص ۳۰، ۸۳

بیاس (دریا) :- ص ۶۵

بیور (خراسان کا مقام) :- ص ۱۹۴

بیہق :- خراسان کا مقام :- ص ۱۹۴

(پ)

پاکستان :- ص ۹۸، ۱۵۶، ۱۷۳، ۱۸۴

پانچویں کالم (جاسوسی) :- ص ۲۵۳

پشاور (شہر) :- ص ۲۰۱

پلاسیم (فرما) مصر کی بندرگاہ :- ص ۱۶

پیگو (برہما کا مقام) :- ص ۱۱۲

پیونک (قبل مسیح) روم اور کارتھیج کی جنگیں :- ص ۳، ۱۱۹

(ت)

تبوک (حضور پاکؐ کی مہم) :- ص ۶

نبیشہ بن لیعاذ (انصاریہ) :- ص ۸۴

ترانہ (مصر کا اہم مقام) :- ص ۵۲، ۱۰۹

ترکستان (علاقہ) ص ۱۷۸، ۱۹۳

ترکی (ملک) :- ص ۱۰۰

Marfat.com

تغلب (بنو) قبیلہ :- ص ۱۷۱

تمیم (بنو) قبیلہ :- ص ۱۸۰

تمامہؓ بن عدی :- ص ۲۸۱

توج (مصر، ڈیلٹا کا مقام :- ص ۶۰

توران (علاقہ) :- ص ۷۱

تنجیر (مراکو کا مشہور شہر) :- ص ۹۹، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۰

(ٹ)

ٹوان بی (مورخ) :- ص ۷۱

ٹیونس (کارتھیج) :- ص ۴، ۱۰۰، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۳، ۱۳۲، ۱۴۱، ۱۵۵، ۲۸۳، ۲۸۴

(ث)

ثقیف یا ثقفی (قبیلہ) :- ص ۱۶۵

(ج)

جابیہ (چھاؤنی) :- ص ۹، ۶۱، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۸۷

جاپان (ملک) :- ص ۱۱۲، ۱۱۴

جادوناتھ سرکار (انگریز کا پروردہ مورخ) :- ص ۱۹۹

جالوت (حضرت داؤدؑ نے قتل کیا) :- ص ۱۱۹

جالینوس (ایرانی جرنیل) :- ص ۷۳

جبریہ (تفرقہ اور مکتب فکر) :- ص ۱۸۰، ۲۵۱

جبل زور کا بت خانہ :- ص ۱۹۸، ۱۹۹

جبلہ (غسانی) :- ص ۱

جبیرؓ بن معطم (حسب ونسب کے ماہر) :- ص ۱۷۱، ۲۶۲

جرجان (علاقہ) :- ص ۱۶۰، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۹۳، ۱۹۵، ۲۰۵

جرجیر (گریگوری) افریقیہ کا باجگذار بادشاہ ص ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۲، ۱۳۰

جدہ (بندرگاہ) :- ص ۸

جرعہ (قادسیہ کے نزدیک مقام) :- ص ۱۸۰

جرمنی (ملک) :- ص ۱۱۴، ۱۱۹، ۱۸۴

جریرؓ بن عبداللہ (قرقیسیا کے امیر) : ص ۱۶۱

جزیرہ (عراق میں علاقے کا نام) :- ص ۹، ۴۲، ۱۳۵، ۱۴۱، ۱۶۷، ۲۲۳، ۲۳۱

جسر کی جنگ :- ص ۴۳، ۱۲۷، ۲۱۶

جفینہ (حیرہ کا سازشی عیسائی) ص ۷۳ تا ۷۵

جلال الدین خوارزم (آخری چٹان) :- ص ۱۹۴، ۱۹۶

جلال الدین سیوطی (مورخ اور صوفی) :ص ۱۹

جلولہ کی جنگ :- ص ۲۸، ۴۵

جمل (جنگ) :- ص ۲۸، ۴۵

Marfat.com

جنت البقیع :- ص ۲۷۹
جندب (مفسد) :- ص ۱۶۲، ۱۷۵، ۲۳۰
جنگ سوسالہ (یورپ) :- ص ۶۹
جنگ ہفت سالہ :- ص ۶۹
جہینہ (مدینہ شریف کے نزدیک مقام) :- ص ۳۵
جہاد بالنفس :- ص ۲۲۳، ۲۵۱
جور، اردشیر (فارس کا مقام) :- ص ۱۹۰
جیرفت (نیشاپور کے نزدیک مقام) :- ص ۱۹۴
جیحوں (دریا) :- ص ۷۸، ۱۴۱، ۱۶۰، ۲۸۲
جیزہ (مصر کا شہر) :- ص، ص، ۱۲، ۲۷، ۳۷، ۱۰۹، ۱۲۱
جینوا (بین الاقوامی شہر) :- ص ۳۶

(چ)

چارلس (سولہویں صدی کا انگریز بادشاہ) ص ۱۸۳
چانکیا (میکاویلی قسم کا ہندو سیاستدان) ص ۲۵۴
چٹاگانگ (بندرگاہ) :- ص ۶۲
چڈ (افریقی ملک) :- ص ۹۹
چرچل (سابق اور آنجہانی انگریز وزیر اعظم) ص ۱۲۱
چلاس (اپنا علاقہ) :- ص ۲۱۹
چنگیز خان (عظیم فاتح) :- ص ۱۲۱، ۲۸۳

(ح)

حاتم بن باہلی (سرج کا امیر) :- ص ۲۶۲
حارث بن حکم (حضرت عثمانؓ کا چچیرا بھائی) ص ۱۱۸
حاطبؓ بن ابو بالتہ (مصر میں حضور پاکؐ کا قاصد) :- ص ۱
حبیب بن عبد شمس (حضرت عثمانؓ کے ننھیال) :- ص ۱۶۲
حبیبؓ بن قرۃ (بصرہ کے محاذ پر امارت) ص ۲۰۰
حبیبؓ بن مسلمہ (شام کے اگلے محاذ پر امارت) ص ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۷۰، ۱۷۷
حران (رقہ کے حاکم) :- ص ۲۳۱
حرثؓ بن راشد (فارس میں امارت) :- ص ۱۹۱، ۲۰۰
حسامہ بن صحب (مفسد) :- ص ۱۶۲
حسانؓ بن ثابت (حضور پاکؐ کے شاعر) ص ۲، ۲۶۲
حسنؓ (امام حسنؓ بن علیؓ) :- ص ۱۱۸، ۱۳۳، ۱۶۷، ۱۷۹، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۲۲، ۲۷۸
حسن ماہان برمکی :- ص ۱۷۹، ۲۰۱
حسینؓ (امام حسینؓ بن علیؓ) :- ص ۹۶

Marfat.com

۱۱۸، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۴۵، ۱۷۶،
۱۷۹، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۳۶، ۲۴۲

حفصہؓ (ام المومنین حفصہؓ بنت فاروق اعظمؓ) :- ص ۲۱۰، ۲۱۱

حکم بن العاص :- حضرت عثمانؓ کا چچا
ص ۱۶۸، ۱۶۹، ۲۶۰

حکیمؓ بن حزام (فتنہ رکوانے کی کوشش)
ص ۲۶۲

حمالؓ (مبارزت میں نام اور شہادت)
ص ۶۳، ۱۱۰، ۱۱۱

حمزہؓ (سید الشہداء حضرت حمزہؓ، حضور پاکؐ کے چچا) ص ۱۰۵

حمص (مقام اور صوبہ) :- ص ۱۰، ۳۶،
۱۴۲، ۲۳۱

حلوان (ایران میں مقام) :- ص ۴۵، ۱۶۱،

حیرہ (عراق کا تاریخی مقام) :- ص ۲۷، ۴۳،
۷۴، ۱۲۷، ۱۸۸، ۲۲۰

(خ)

خاتم مبارک (حضور پاکؐ کی مہر گم ہونا) :-
ص ۲۴۰

خالدؓ بن سعید (بدری صحابی اور شام میں شہادت)
ص ۱۶۳، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۴

خالد بن ملجم (مفسد) :- ص ۲۴۲

خالدؓ بن عبداللہ (بصرہ کے محاذ کی امارت)
ص ۲۰۰

خالدؓ بن ولید (اللہ کی تلوار) :- ص ۶، ۹، ۴۰،
۱۱۵، ۱۲۷، ۱۸۸، ۲۱۸، ۲۲۴، ۲۳۲

حذیفہ بن الیمانؓ (انصار صحابی۔ لشکروں کی سپہ سالاری، اشاعتِ قرآن کا مشورہ)
ص ۱۷۰، ۱۷۶، ۱۷۷، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۸۱

خرطوم (سوڈان کا دار الخلافہ) :- ص ۴، ۶

خراسان (علاقہ) :- ص ، صف ، ۱۷۵،
۱۷۶، ۱۸۸، ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۸۲

خریجہؓ بن خذافہ (مصر کے جہاد میں بھرپور شرکت) :- ص ۱۹، ۲۵، ۵۹، ۱۰۷

خوزستان (علاقہ) :- ص ۴۵، ۴۳، ۱۸۸

خسرو پرویز (کسریٰ ایران) :- ص ۳۳

خندق (جنگ) :- ص ۲۲۹

خیبر (جنگ) :- ص ۲۴۱

(د)

دار البحر (مقام اور علاقہ) :- ص ۱۹۰، ۱۹۲،
۱۹۵

داؤدؑ (حضرت داؤدؑ پیغمبر) :- ص ۱۱۹،
۲۲۲

دراوڑ (قوم) :- ص ۹۹

دمیس (مصر) :- ص ۶۰

Marfat.com

دمشق (شام) :- ص ۵۶، ۱۸۷، ۲۴۷، ۲۷۵

دہلی (بھارت) :- ص ۶۲، ۱۸۸

(ڈ)

ڈھاکہ (سابق مشرقی پاکستان کا علاقہ) :- ص ۶۲

(ذ)

ذوخشب (مقام) مفسدین کا اجتماع :- ص ۲۵۵، ۲۵۷

ذومرہ (مقام) مفسدین کا اجتماع :- ص ۲۵۵، ۲۵۷

(ر)

ربذہ (جناب ابوذرؓ کی قیام گاہ) :- ص ۲۲۶، ۲۲۸

ربیعہ بن عبدشمس (شجرہ نسب) :- ص ۱۶۸، ۱۶۹

رزمک (وزیرستان میں مقام) :- ص، صف، ۲۰۱

رستم (پہلوان) :- ص ۹۷

رستم (ایرانی جنرل) :- ص ۷۳

رقوتی (اسکندریہ کے نزدیک پرانا شہر) ص ۱۲

رقہ (جزیرہ کے نزدیک مقام) :- ص ۲۳۱

رماہ (کوفہ کے محاذ پر مقام) :- ص ۱۶۰

رنگون (برما کا دارالخلافہ) :- ص ۱۱۲

روضہ (دریائے نیل میں جزیرہ :- ص ۱۴، ۲۴، ۲۸، ۲۹

روڈس (جزیرہ) :- ص، صف، ۶، ۴، ۱۳۲، ۱۴۸، ۱۵۱

روم (اہل روم، رومی، بحیرہ روم وغیرہ) ص، ص، صف، ۱ تا ۴، ۷، ۸، ۱۴ تا ۱۷، ۱۹ تا ۲۷، ۳۰، ۳۳ تا ۳۵، ۳۷، ۳۹ تا ۴۲، ۴۴، ۴۶، ۵۲، ۵۳، ۵۵، ۵۶ تا ۵۸، ۶۴، ۶۵، ۶۸، ۶۹، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۹۹، ۱۰۰ تا ۱۰۳، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۹ تا ۱۱۴، ۱۱۷، ۱۱۹ تا ۱۲۲، ۱۲۸، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۳، ۱۴۷ تا ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۷، ۲۸۲، ۲۹۳

رومیل (جرمن جنرل) :- ص ۶۴

رے (خراسان میں مقام) :- ص ۱۹۴، ۲۸۲

(ز)

زبلستان (افغانستان کا علاقہ) :- ص ۱۴۱، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۸۲

زبیرؓ (حضرت زبیرؓ بن عوام۔ عشرہ مبشرہ) ص ۹، ۱۰، ۱۶، ۱۸، ۱۹، ۲۲، ۲۳، ۲۹، ۳۴، ۳۵، ۳۸، ۵۹، ۶۲، ۸۷،

Marfat.com

۸۹، ۹۵، ۱۶۳، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۶، ۲۴۶ تا
۲۴۹، ۲۵۵ تا ۲۵۷، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۷۲
۲۷۳، ۲۷۶، ۲۸۱

زرنج کا بت خانہ :۔ ص ۱۹۷

زناتہ (بربر) قوم :۔ ص ۱۱۹

زویلہ (مقام) عقبہؓ کا حربی مظاہرہ :۔
ص ۶۴، ۱۱۷، ۱۱۸

زیاد بن ابی (بعد میں زیاد بن ابوسفیان) :۔
ص ۱۶۴، ۱۶۵

زیاد بن النصر (مفسد) :۔ ص ۲۵۶

زیادؓ بن عامر (بصرہ میں نائب) :۔ ص ۱۹۲

زیادؓ بن نعیم (حضرت عثمانؓ کی حفاظت میں
شہادت) :۔ ص ۲۷۸

زینبؓ (ام المومنین حضرت زینبؓ) ،
حضور پاکؐ کی پھوپھی زاد :۔ ص ۱۶۳

زیدؓ بن ثابت (انصار) قرآن پاک کے کاتب
ص ۲۰۹، ۲۱۱، ۲۱۳، ۲۶۲، ۲۷۲، ۲۸۱

زیدؓ بن حارث (حضور پاکؐ کے آزاد کردہ
غلام اور شہید موتہ) :۔ ص ۲۴۱

(س)

سارنیکا (موجودہ لیبیا میں علاقہ) :۔ ص ۱۱۹

ساریہؓ (لشکر کا امیر) :۔ ص ۹۴

سام بن نوحؑ پیغمبر :۔ ص ۱۳

سالمؓ مولائے ابوحذیفہؓ :۔ ص ۸۴، ۸۶، ۲۰۹

سائبؓ بن اقرع (اصفہان کے امیر) :۔ ص ۱۶۰

سائرہ (زوجہ ابراہیمؑ پیغمبر) :۔ ص ۳

سائرس (مقوقس کا یورپین نام) :۔ ص ۱۱۵، ۱۰۱

سباطرہ (لیبیا میں ایک مقام) :۔ ص ۶۵

سبیطلہ (طیونس میں مقام اور جنگ) :۔ ص
۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۹، ۱۳۳

سپین (اندلس) ملک :۔ ص ۱۱۹، ۱۲۰،
۱۳۲، ۱۵۳، ۱۵۶، ۲۰۶

سحز (مصر میں مقام) :۔ ص ۶۰

سڈی برانی (مصر اور لیبیا کا مقام) :۔ ص
۶۴، ۹۹، ۱۱۷

سرخ (خراسان کا مقام) :۔ ص ۱۹۴

سسلی (بحیرہ روم کا جزیرہ) :۔ ص ۱۱۳،
۱۱۷، ۱۳۲

سعدؓ بن ابی وقاص (عشرہ مبشرہ، فاتح ایران)
ص ۹، ۷۴، ۸۲، ۸۷، ۸۹، ۹۰، ۹۵،
۱۱۶، ۱۴۴، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۸۲، ۲۳۰،
۲۴۶، ۲۷۲، ۲۷۶

سعدؓ بن معاذ (عظیم انصار صحابی (جنگِ
خندق کے زخموں سے شہادت) :۔ ص ۱۴۰

سعید (نخلا مصر) :۔ ص ۱۰۰

سعیدؓ بن العاص بن سعید (کوفہ کے عامل)

Marfat.com

ص ۱۶۳، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۴ تا ۱۷۷،
۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۹۳، ۱۹۶، ۲۰۱، ۲۱۰،
۲۱۱، ۲۲۳، ۲۳۰، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۵۰،
۲۶۰، ۲۶۲، ۲۸۲، ۲۸۳

سعید بن العاص بن امیہ (شجرۂ نسب کی وضاحت) :- ص ۱۶۸، ۱۶۹

سعیدؓ بن زید (حضرت عمرؓ کے بہنوئی) :- ص ۸۷، ۲۶۲

سفیانؓ بن عوف ازدی (بحری کارروائیاں) ص ۱۴۵، ۱۵۱، ۱۷۶

سکندر یونانی :- ص ۱۲، ۱۶، ۶۵، ۱۱۴، ۱۲۱، ۲۸۳

سکندریہ (مصر) :- ص ۱، ۲، ۵، ۶، ۱۰ تا ۱۲، ۱۶، ۱۹، ۲۸، ۲۹، ۳۲ تا ۳۶، ۳۹، ۴۰، ۴۳، ۴۴، ۴۶، ۴۸، ۴۹، ۵۱، ۵۲، ۵۴، ۵۶ تا ۶۴، ۷۰، ۱۰۱ تا ۱۰۴، ۱۰۶ تا ۱۰۸، ۱۱۱ تا ۱۱۵، ۱۲۱، ۱۳۹، ۱۴۹، ۱۵۲، ۲۸۲

سکیپیو (ہنی بال کے بالمقابل رومی جنرل) :- ص ۴، ۱۱۹

سلاسل (کاظمہ) جنگ :- ص ۷

سلطین (مصر میں مقام اور جنگ) :- ص ۵۴

سلع کی پہاڑی (مدینہ شریف) :- ص ۲۲۵

سلمانؓ بن ربیعہ (آرمینیا کی فتح) :- ص ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۶۱، ۱۷۰، ۱۷۷، ۲۸۲

سلمانؓ فارسی (حق کی تلاش اور عاشقِ رسولؐ) ص ۷۱، ۷۶، ۷۷ تا ۱۷۸، ۲۱۸

سندھ (صوبہ) :- ص، صن، ۷۸، ۱۴۱

سوات (علاقہ) :- ص ۲۱۹

سواص (آرمینیا میں مقام) :- ص ۱۴۲

سودان بن حمران (مفسد) :- ص ۲۴۴، ۲۷۸، ۲۷۹

سوڈان (نوبیہ) ملک :- ص ۱۴، ۶۴

سویز (مصر میں مقام) :- ص ۲۱

سہلہؓ بنت سہیل (زوجہ ابوحذیفہؓ) :- ص ۸۴

سینا یا سینائی (صحرا) :- ص ۵، ۶

سیستان (علاقہ) :- ص ۱۸۸، ۱۹۳، ۲۰۵، ۲۸۲

سیرین (حضور پاکؐ نے حسانؓ کو عطا کر دی) ص ۲

سیزر (روم کا آمر) :- ص ۱۳۷

(ش)

شام (ملک) :- ص، ص، ۱، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۶، ۲۰، ۳۰، ۳۱، ۴۱، ۴۳، ۴۶، ۴۸، ۵۴، ۶۰، ۶۸، ۹۵، ۹۹، ۱۰۳، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۸

Marfat.com

۱۴۰ ، ۱۴۲ ، ۱۴۴ ، ۱۴۴ تا ۱۴۷ ، ۱۵۱ ، ۱۵۳ تا ۱۵۵ ، ۱۵۷ ، ۱۵۹ ، ۱۶۰ ، ۱۶۱ ، ۱۷۰ ، ۱۷۴ ، ۱۷۵ ، ۱۷۸ ، ۱۸۷ ، ۲۱۰ ، ۲۱۷ ، ۲۲۳ ، ۲۲۴ ، ۲۲۸ ، ۲۳۰ ؛ ۲۳۱ ، ۲۳۸ ، ۲۴۱ ، ۲۴۲ ، ۲۴۶ ، ۲۴۷ ، ۲۵۰ ، ۲۵۲ ، ۲۷۴ ، ۲۸۳

شبلیؒ (مولانا شبلیؒ سیرت النبیؐ کا مصنف) :- ص ۴۸

شدادؓ بن اوس (قبرص کے جہاد میں شرکت) ص ۱۴۵

شرجیل بن عمرو (مردود) حضور پاکؐ کے سفیر کا قاتل :- ص ۱

شرجیلؓ بن حسنہ (عظیم صحابی اور سالارِ لشکر طاعون سے وفات) :- ص ۹

شریقؓ (مصر میں دستہ کی کمانڈ) :- ص ۵۲ ، ۵۳ ، ۱۱۰

شریق (قوم شریق) مصر میں اہم ٹیکری :- ص ۵۲ ، ۵۳

شریکؓ بن اعور حارثی (اصطخر کے عامل) :- ص ۱۹۲

شمالی ہند (وادی گنگا اور سندھ) :- ص ۹۹

شودیلؓ (حضور پاکؐ کی طرف سے "حیرہ کی پری" کرامتہ کا عطا ہونا۔ ص ۱۲۷

شیبہ بن ربیعہ (جنگِ بدر میں ہلاکت) :- ص ۸۵ ، ۱۶۴ ، ۱۶۸ ، ۱۶۹

شیر برگ (جزیرہ نما) فرانس میں :- ص ۱۱۳

شیر بلہ (وزیرستان میں مقام) ص ۱۹۳

(ص)

صبیحہ بنت جریر (سبیطلہ کی جنگ) :- ص ۱۲۴ ، ۱۲۷ تا ۱۲۹

صہیبؓ (جناب صہیبؓ رومی) امامت کے لئے جناب فاروقؓ کی نامزدگی :- ص ۸۳ ، ۹۰

صفوانؓ بن امیہ (حضور پاکؐ کا معافی دینا) ص ۱۰۵

صفیہؓ (جناب صفیہ بنت عبدالمطلبؓ ، حضور پاکؐ کی پھوپھی) :- ص ۱۲۹

صقیلہ (قیصر روم کا فرار) :- ص ۱۵۲

صلیبی (جنگیں) :- ص ۱۵۶

صعصعہ (مفسد) :- ص ۲۳۰ ، ۲۳۱

صور (TYRE) مقام :- ص ۱۴۴

صواری کی جنگ (پہلی بحری جھڑپ) :- ص ۱۴۹ ، ۱۵۰

(ض)

ضحاکؓ بن قیس فہری (مجاہدہ ام عبداللہؓ سے نکاح کی عزت افزائی) :- ص ۱۴۳

Marfat.com

(ط)

طارقؒ بن زیاد (فاتح سپین) :- ص ۱۲۰

طالقان (خراسان میں مقام) :- ص ۱۹۵

طالوتؑ (حضرت طالوتؑ پیغمبر) :- ص ۱۱۹

طائف (شہر) :- ص ۱۶۵، ۱۶۸، ۲۶۰

طبرستان (علاقہ) :- ص، ص، ص، ۱۴۱،
۱۷۵ تا ۱۷۷، ۱۹۳

طبری (مورخ) :- ص ۴۲، ۷۹، ۸۱، ۱۰۲،
۱۰۴، ۱۳۸، ۱۷۵، ۱۹۸، ۲۴۴،
۲۴۵، ۲۶۲، ۲۶۷ تا ۲۶۹، ۲۸۱

طخارستان (علاقہ) :- ص ۱۹۵

طرابلس الشام :- ص ۱۴۴

طرابلس (افریقہ) :- ص ۵۶، ۶۵، ۷۸،
۹۹، ۱۰۳، ۱۱۷، ۱۱۹ تا ۱۲۳، ۱۳۱

طراجن نہر (نہر امیر المومنین) :- ص ۳۵،
۴۴، ۶۳

طراجن (رومی بادشاہ) :- ص ۴۴

طرطوس (اناطولیہ میں مقام) :- ص ۱۴۳

طلحہؓ (جناب طلحہؓ بن عبید اللہ عشرہ مبشرہ)
ص ۸۲، ۸۷، ۸۹، ۱۸۲، ۱۸۳، ۲۱۶،
۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۵ تا
۲۵۷، ۲۶۶، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۶

طلیبین (خراسان میں مقام) :- ص ۱۹۳

طلیسان (آرمینیا میں مقام) :- ص ۱۷۰

طلیحہؓ (ارتداد سے توبہ) شہید نہاوند :-
ص :- ۱۰۵

طمسہ (مصر میں جھیل) :- ص ۳۵، ۴۴

طمیسہ (جرجان اور طبرستان کا سرحدی
مقام) :- ص ۱۷۷

(ظ)

ظہیر الدین بابر (مغل بادشاہ) :- ص ۱۹۶

(ع)

عاص (عمروؓ فاتح مصر کے والد) :- ص ۶۴

عاصمؓ بن عمرو (قعقاعؓ کا دوسرا عظیم بھائی)
ص ۱۹۲

عافقی بن حرب (مفسدین کا سرغنہ) :-
ص ۲۷۱، ۲۷۸، ۲۷۹

عائشہؓ صدیقہ (ام المومنین جناب عائشہؓ
بنت ابوبکرؓ) :- ص ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۷۴

عبادؓ بن الحصین (فتح کابل کے عظیم مجاہد)
ص ۱۹۷

عبادہؓ بن صامت (عظیم انصار صحابی،
جہاد مصر اور قبرص میں اہم کاروائیاں)
ص ۱۹، ۲۹ تا ۳۱، ۳۸، ۵۹، ۶۲،
۷۰، ۱۴۵، ۲۳۰

عباسؓ یا عباسیہ (حضور پاکؐ کے چچا

Marfat.com

اوران کی اولاد کا خاندان) :- ص ۸۰، ۸۷،
۱۵۴، ۱۷۹، ۲۷۰
عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر صدیقؓ :- ص ۷۵،
۱۱۸، ۲۷۴، ۲۸۴
عبدالرحمٰنؓ بن جبیرؓ بن معطم :- ص ۲۳۵
عبدالرحمٰنؓ بن حارث (قرآن پاک کی کتابت)
ص ۲۱۱
عبدالرحمٰنؓ بن حسانؓ بن ثابت :- ص ۲
عبدالرحمٰنؓ بن خالدؓ بن ولید (حمص کے عامل)
ص ۱۳۶، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۸۴
عبدالرحمٰنؓ بن ربیعہ (آرمینیا میں کاروائی
بلنجر میں شہادت :- ص ۱۷۰، ۱۷۷، ۱۷۸
عبدالرحمٰن بن زبیرؓ (تاریخی غلطی کی نشاندہی)
ص ۱۲۵
عبدالرحمٰن بن عتاب (فساد رکوانے کی کوشش)
ص ۲۶۲
عبدالرحمٰن بن عدیس (مفسد) :- ص ۲۶۷
عبدالرحمٰنؓ بن علقمہ (فلسطین کے عامل) :-
ص ۱۳۶
عبدالرحمٰنؓ بن عوف عشرہ مبشرہ :- ص ۸۲
۸۸ تا ۹۳، ۹۵، ۱۷۴
عبدالرحمٰن (کوفہ کا پولیس افسر) :- ۱۸۰
عبدالملک بن مروان (اموی خلیفہ) ص ۴۵
عبداللہ بن اصم (مفسدین کا نمائندہ) :- ص ۲۵۶
عبداللہ بن بسر (مفسدین کا سرغنہ) :- ص ۲۷۹
عبداللہؓ بن جحش (حضور پاکؐ کے پھوپھی زاد
اور شہیدؓ احد) :- ص ۱۶۳
عبداللہؓ بن جعفر طیارؓ بن ابی طالبؓ :- ص
۱۱۸، ۱۳۰، ۱۷۳، ۲۸۴
عبداللہؓ بن حازم (خراسان میں لشکر کی کمانڈ)
ص ۱۹۵، ۱۹۷، ۲۰۰
عبداللہؓ بن زبیرؓ بن عوام :- ص ۱۱۸، ۱۲۴،
۱۲۵، ۱۲۷ تا ۱۳۰، ۱۷۶، ۲۱۱، ۲۶۱،
۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۸، ۲۸۴
عبداللہ بن سبا، السودا، یہودی، فتنہ کا باپ
ص ۲۲۰، ۲۲۲ تا ۲۲۵، ۲۳۰، ۲۵۵،
۲۶۲، ۲۶۸، ۲۷۹
عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح :- ص ۱۰۰ تا
۱۰۷، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۳ تا ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۳۰،
۱۳۱، ۱۳۹، ۱۴۴، ۱۴۶ تا ۱۵۰، ۱۵۲
۱۵۳ تا ۱۵۶، ۱۶۰، ۱۶۳، ۱۶۸، ۲۳۹
۲۴۳، ۲۴۴، ۲۶۰، ۲۶۷، ۲۶۸
۲۸۲، ۲۸۳
عبداللہؓ بن شبیل احمسی (آرمینیا میں
لشکر کی کمانڈ) :- ص ۱۷۰
عبداللہؓ بن عامر (حضرت عثمانؓ کے ماموں زاد

Marfat.com

اور بصرہ کے گورنر) :- ص ۱۶۲، ۱۶۳،
۱۶۸، ۱۸۱، ۱۸۸ تا ۱۹۶، ۲۰۰ تا ۲۰۲،
۲۰۵، ۲۳۳، ۲۴۴، ۲۶۰، ۲۶۸،
۲۷۴، ۲۸۲، ۲۸۳

عبداللہؓ بن عباسؓ (حضور پاکؐ کے
چچیرے بھائی) :- ص ۷۹، ۸۴، ۸۷،
۸۸، ۹۵، ۹۶، ۱۳۳، ۱۶۳، ۲۷۳،
۲۷۴، ۲۸۱، ۲۸۴

عبداللہؓ بن عمرؓ فاروق خلیفہ دوم :-
ص ۵۴، ۸۲، ۱۱۸، ۱۳۰، ۱۳۳،
۱۷۶، ۲۴۱، ۲۸۴

عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص :- ص ۵۴،
۱۱۶، ۱۱۸، ۱۳۰، ۱۷۶

عبداللہؓ بن قیس (امیر البحر، قبرص اور بحری
جنگوں میں شرکت اور شہادت) :- ص ۱۴۵،
۱۵۱

عبداللہؓ بن مسعود (حضور پاکؐ کے خادم،
اسلام کے عظیم عالم اور فقیہہ) :- ص ۱۱۶،
۱۶۶، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۹۳، ۲۰۱، ۲۱۰، ۲۳۰

عبداللہؓ بن معمر (خراسان سے فارس تبدیلی
اور شہادت) :- ص ۱۹۰

عبداللہؓ بن نافع بن الحصین (افریقہ کی فتح)
ص ۱۳۰

عبداللہ بن نافع بن عبد القیس (افریقہ کی فتح)
ص ۱۳۰

عبد شمس (امیہ کا باپ) :- ص ۱۶۲، ۱۶۸،
۱۶۹، ۱۸۹، ۲۳۹

عبد مناف۔ عبد شمس اور جناب ہاشمؓ کے والد
ص ۱۶۲، ۱۶۹

عبیداللہ بن زیاد (کربلا کے سانحہ کا ذمہ دار)
ص ۱۶۵

عبیدہ بن سعید (حالتِ کفر میں بدر میں ہلاکت)
ص ۱۶۸، ۱۶۹

عتبہؓ بن النہاس (حلوان کے امیر) :- ص ۱۶۱

عتبہ بن ربیعہ (جنگ بدر میں ہلاکت) :- ص
۸۵، ۱۶۲، ۱۶۹

عتبہؓ بن غزوان (بصرہ کے پہلے عامل) :-
ص ۱۶۳

عثمانؓ بن ابوالعاص (بحرین کے عامل) :-
ص ۱۸۹، ۱۹۰

عثمانؓ بن عفان (حضرت عثمانؓ ذوالنورین
خلیفہ سوم) :- ص، ص، ض، ط، ظ،
۱۷، ۶۵، ۶۹، ۷۳، ۸۲، ۸۶، ۸۸ تا
۹۳، ۹۵، ۹۶، ۹۸، ۱۰۰ تا ۱۰۲، ۱۰۴
تا ۱۰۶، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۵، ۱۳۶،
۱۳۷، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۴ تا ۱۴۶، ۱۵۳

Marfat.com

۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۹تا ۱۶۳، ۱۶۵، تا ۱۷۲،
۱۷۴تا ۱۷۶، ۱۷۹، تا ۱۸۴، ۱۸۸، ۱۸۹،
۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۶، ۲۰۰، تا ۲۰۳، ۲۰۵،
۲۰۸، ۲۱۳، ۲۱۵ تا ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۳،
تا ۲۲۶، ۲۲۸ تا ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۵۴،
۲۵۹، ۲۶۳، ۲۶۵ تا ۲۶۷، ۲۶۹ تا
۲۸۳

عراق (ملک):- ص، ص، ض، ۵، ۷،
۱۳، ۱۸، ۳۶، ۴۵، ۴۶، ۶۰، ۶۵،
۸۷، ۱۰۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۴۲، ۱۵۹
۱۶۰، ۱۷۵، ۱۸۱، ۱۸۷، ۲۳۱، ۲۸۴

عروہؓ بن مسعود (بنو ثقیف کے سردار):ص ۱۶۵

عزیزِ مصر (حضرت یوسفؑ کے زمانہ کا والیٔ مصر):- ص ۱۳

عشریب (مصر میں مقام):- ص ۲۷

عفان بن العاص (حضرت عثمانؓ کے والد)
ص - ۱۶۸

عقبہ بن ابی معیط (بدر میں ہلاکت):- ص۔ ۱۶۷، ۱۶۸

عقبہؓ بن عامر (قاصد):- ص ۱۷

عقبہؓ بن نافع (بحیرہ اوقیانوس میں گھوڑا ڈال دینا):- ص ۶۴، ۱۱۷، ۱۱۸

عقابہ (خلیج):- ص ۳۶

عقیلؓ بن ابی طالبؓ:- ص ۱۶۳

عکرمہؓ بن ابوجہل:- ص ۹۴، ۱۰۵

علاؓ بن الحضرمی (بحرین کے پہلے عامل):-
ص ۱۳۸

علقمہؓ بن حکیم (فلسطین میں عامل):ص ۱۳۷

علی المرتضیٰؓ (سیدنا اسداللہ، غالب حیدر کرار جناب ابن ابو طالبؓ، خلیفہ چہارم):-
ص، ط، ۹، ۱۷، ۷۶، ۷۷، ۸۲، ۸۶
۸۸تا ۹۳، ۹۵، ۱۰۵، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۷۲
۱۷۳، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۹۷، ۲۰۸، ۲۰۹،
۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۶، ۲۲۰، ۲۲۲ تا ۲۲۳، ۲۳۰
۲۳۳، ۲۳۸، ۲۴۶، ۲۴ تا- ۲۵، ۲۵۵ تا
۲۵۸، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۵ تا ۲۶۷،
۲۷۰ تا ۲۷۳، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۸۰،
۲۸۱

عمارؓ بن یاسرؓ (کوفہ کے گورنر):- ص ۹۶۴
۲۴۲

عمر فاروقؓ (سیدنا عمرؓ بن خطاب خلیفہ دوم)
ص، ص، ۶، ۸ تا ۱۱، ۱۷ تا ۱۹، ۲۳،
۴۲، ۴۴ تا ۴۹، ۵۸، ۶۱، ۶۵، ۶۷،
۶۸، ۷۲، ۷۳ تا ۸۰، ۸۲، ۸۶، ۸۷ تا
۹۱، ۹۳ تا ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۲،
۱۰۳، ۱۱۴، ۱۳۵ تا ۱۴۱، ۱۴۶، ۱۵۰

Marfat.com

۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۶، ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۲ تا ۱۷۵، ۱۸۴، ۲۰۸ تا ۲۱۰، ۲۱۳، ۲۱۶ تا ۲۱۸، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۷، ۲۳۲، ۲۳۵، ۲۴۰، ۲۵۳، ۲۵۸، ۲۶۲، ۲۸۴

عمرؓ بن سعید (اوّل مسلمان اور جنگ اجنادین میں شہادت) :- ص ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۴

عمرؓ بن عثمان (بصرہ کے محاذ پر امارت) :- ص ۲۰۰

عمرؓ بن حزم انصاری (حضرت عثمانؓ کے ہمسائے) :- ص ۲۷۶

عمرؓ بن معدیکرب (زاہد کے پہلوان) نہاوند میں شہادت :- ص ۱۰۵

عمرانؓ بن حصین (رسالے کے کمانڈر) :- ص ۱۹۰

عمرو بن البیاع (مفسد) :- ص ۲۶۷

عمرو بن الحق (مفسد) :- ص ۲۶۷، ۲۷۸، ۲۷۹

عمرو بن ہیثم یا عروہ بن ہیثم (مفسد) :- ص ۲۷۹

عمروؓ بن عاص (فاتح مصر) :- ص ۵، ۶، ۸، ۹، ۱۰، ۱۶، ۱۸ تا ۲۰، ۲۳ تا ۲۷، ۲۹، ۳۱، ۳۲، ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۳۹ تا ۴۳، ۴۶، ۴۹، ۵۰، ۵۳ تا ۵۹، ۶۱ تا ۶۵، ۶۷، ۷۱، ۱۰۰ تا ۱۰۳، ۱۰۷ تا ۱۱۱، ۱۱۴ تا ۱۱۷، ۱۲۲، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۶۳، ۱۶۵، ۲۱۷، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۵، ۲۸۲، ۲۸۳

عمروؓ بن عتبہ (بلنجر کی لڑائی میں شہادت) :- ص ۱۷۸

عموریہ (آرمینیا کی سرحد پر مقام) :- ص ۱۴۱

عمیرؓ بن سعد انصاری (حمص کے عامل) :- ص ۱۳۶

عیاضؓ بن غنم (عراق اور شام کے جہاد میں بھرپور شرکت) :- ص ۹، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۶۷

عیسیٰؑ (حضرت عیسیٰؑ پیغمبر) :- ص ۳، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۳۶، ۱۱۹، ۲۲۰

عین شمس (ہیلیو پولس) مصر میں اہم مقام) ص ۱۲، ۱۴، ۲۲ تا ۲۴، ۲۶، ۲۷، ۳۲، ۳۶، ۴۷، ۵۹، ۷۰

عیینہ بن حصن فزاری (ارتداد کے بعد توبہ) ص ۱۰۵

(غ)

غفار (قبیلہ) ص ۲۲۷،

غزنی (افغانستان میں اہم مقام) :- ص ۱۹۶

Marfat.com

١٩٨ ، ٢٠١ ، ٢٠٢ ، ٢٠٥ ، ٢٨٢

(ف)

فاطمۃ الزہراؓ (حضور پاکؐ کی پیاری بیٹی)
ص ٢٢٧

فارس (صوبہ علاقہ اور خلیج وغیرہ) :- ص ٧ ،
٤٦ ، ٨٤ ، ١٣٨ ، ١٤٠ ، ١٦٠ ، ١٨٨ تا
١٩٢ ، ٢٠٥ ، ٢١٢

فارياب (خراسان کا مقام) :- ص ١٩٥

فائقہ (شمالی ایران صحرائی علاقے کا مقام)
ص ١٧٧

فراعنہ یا فرعونِ مصر) :- ص ٣ ، ١٤ ، ١٤٤

فرانس (ملک) :- ص ١١٣ ، ١٨٤

فرانکو (بیسویں صدی کا سپین کا آمر)
ص ٢٥٣

فرغانہ (وسط ایشیا کا علاقہ) :- ص ١٩٥ ، ١٩٦

فرما (پلاسیم) مصر کی بندرگاہ :- ص ١٦ ، ٢٠ ،
٢١ ، ٢٧ ، ٣٩ ، ٤٣ ، ٤٤ ، ١١١ ،

فریدالدین عطارؒ (مسلمان صوفی) :- ص ١٩٤
٢٢٢

فریڈرک اعظم (اٹھارھویں صدی کا جرمن
بادشاہ) :- ص ٢١٤

فریق بن بسر ہام بن نوحؑ :- ص ٩٩

فسطاط (مصر کی چھاؤنی) :- ص ١٣ ، ٥٠

٦٢ ، ٦٣ ، ١٠٠ ، ١٠٢ ، ١٠٧ ، ١١٠ تا ١١٢
١١٨ ، ١٢١ ، ١٣٣ ، ١٣٦ ، ١٦٠ ، ١٨٧ ،

فلر (متعصب انگریز مصنف اور جنرل) :-
ص ٤٦

فلسطین (ملک) :- ص ، ص ، ١ ، ٣ ، ٥
تا ٧ ، ١١ ، ١٢ ، ١٤ ، ٣٠ ، ٣٦ ، ٤١ ، ٤٣
٤٦ ، ٤٨ ، ٦٠ ، ٦٨ ، ١٣٥ ، ١٣٦ ،
١٣٨ ، ١٥٦ ، ١٨٧ ، ٢٦٨

فناکس (اناطولیہ کے پرانے لوگ) :- ص ١٠٠ ،
١١٩ ، ١٥٢

فیرزان (ایرانی جنرل) :- ص ٤٣

فیروز (ابولولو) جناب فاروقؓ کو شہید کرنے
والا :- ص ٤٣ تا ٤٥ ، ٩٤

فیوم (مصر کا شہر) :- ص ١٤ ، ٢٢ ، ٢٣ ،
٢٧ ، ٣٧

فیض (اٹیولس کا شہر) :- ص ١٢٣

(ق)

قائد اعظمؒ (محمد علی جناح) :- ص ٢٠٣

قادسیہ (جنگ) :- ص ٣٧ ، ٤٣ ، ٧٣ ، ١٢٥
١٨٠ ، ٢٠٤ ، ٢١٦

قاہرہ (موجودہ قاہرہ) :- ص ١٣ ، ٣٩ ،
٦٣

قبرص (جزیرہ اور ملک) :- ص ، ض ، ٨ ،

Marfat.com

۴۲، ۵۶، ۱۳۲، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۳،
۱۴۴، ۱۴۶ تا ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۲، ۲۸۳
قبطی (مصر کے پرانے باشندے) :- ص ۲،
۴، ۵، ۱۴، ۱۵، ۲۵، ۲۹، ۳۳، ۳۵
۳۹، ۴۰، ۵۰، ۵۵، ۶۷، ۱۰۷، ۱۱۱
قدریہ (مکتبِ فکر) :- ص ۸۰، ۲۵۱
قریظہ (بنو) یہودی قبیلہ :- ص ۲۱۹
قرقیشیا (عراق اور شام کا سرحدی مقام)
ص ۱۴۲
قس (آرمینیا کا سرحدی مقام) :- ص ۱۴۲
قساریہ (بندرگاہ) :- ص ۷، ۸، ۳۹،
۴۶، ۱۳۵
قسطنیس (روم کا پرانا بادشاہ) :- ص ۱۴
قسطنین (ہرقل کا پوتا اور قیصر روم) :- ص ۵۱
۵۷، ۷۹، ۱۰۰، ۱۵۲، ۲۸۳
قسطنطین (آگستن) ہرقل کا پوتا :- ص ۵۱
قسطنطنیہ (استنبول) :- ص ۱۴، ۴۳، ۵۱
۵۴، ۶۸، ۶۹، ۸۰، ۱۰۰، ۱۲۰، ۱۲۲،
۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۶
قصی بن کلاب (حضور پاکؐ کے جدِ امجد)
ص ۱۶۹
قعقاعؓ بن عمرو (اسلام کے عظیم فرزند)
ص ۱۶۱، ۱۷۶، ۱۸۰، ۱۹۲
قلزم (مقام اور بحیرہ) :- ص ۸، ۲۰، ۲۱،
۳۵، ۳۶، ۶۸
قنسرین (شام اور عراق کے درمیان سرحدی
مقام) :- ص ۱۴۲
قومس (شمالی ایران کا مقام) :- ص ۱۷۷
قونیہ (اناطولیہ کا سرحدی مقام) اب
مولانا روم کی آخری آرام گاہ) :- ص ۱۴۲
قیرون کی لڑائی :- ص ۴۵، ۵۵، ۶۰
قیروان (افریقہ کی چھاؤنی) :- ص ۱۲۹، ۱۸۷
قیسؓ (راوی) :- ص ۲۳۶
قیسؓ بن ہیثم (بصرہ کے محاذ پر امارت) :-
ص ۱۹۴، ۲۰۰
قیسؓ بن ہبیرہ (بصرہ کے محاذ پر امارت) :-
ص ۲۰۰
قیصر جرمنی :- ص ۲۰۰
قیصر روم :- ص ۴، ۵، ۱۷، ۳۲، ۵۱،
۵۴، ۶۰، ۷۱، ۸۰، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۳۹
۱۴۰، ۱۵۲، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۷۰، ۲۸۳

(ک)

کابل کی فتح :- ص ۱۴۱، ۱۶۰، ۱۸۹، ۱۹۶،
۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۵، ۲۸۲
کارتھیج (طیونس) :- ص ۴، ۱۰۰، ۱۱۷،
۱۱۹، ۱۲۰، ۱۳۲، ۱۳۳
کاظمہ (مقام اور جنگ) :- ص ۷، ۱۸۸،

Marfat.com

۱۹۷

کاکیشیا (علاقہ) :- ص ۴۵

کراچی (بندرگاہ) :- ص ۱۱۲

کرام ویل (سترھویں صدی کا انگریز ڈکٹیٹر) :- ص ۱۸۳

کرامتہ (حیرہ کی پری)۔ حضور پاکؐ کی شویلؓ

کوعطا :- ص ۲۷

کربلا (سانحہ کربلا) :- ص ۶۹، ۱۳۱، ۱۴۵

کرمان (ایران میں مقام) :- ص ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۶، ۲۰۵

کریٹ (جزیرہ) :- ص ۵۶

کسریٰ ایران :- ص ۱۷، ۱۵۴

کڑیشنڈی (وزیرستان کا مقام) :- ص ۱۷۹، ۲۰۱

کلاسوٹز (جرمن جنگی ماہر) :- ص ۳۴، ۴۷، ۶۰، ۱۲۱

کعب احبارؓ (نومسلم یہودی عالم) :- ص ۲۲۵، ۲۴۹، ۲۵۷

کعبؓ بن مالک (عالم) :- ص ۲۶۲

کلکتہ (انگریزوں کا دارالخلافہ) :- ص ۱۸۸

کلیبؓ بن ابوبکر لیبی (فیروز کے ہاتھوں شہادت) ص ۷۵

کلیمؓ بن سلامہ (موصل کے امیر) :- ص ۱۶۱

کنانہ بن بشر (حضرت عثمانؓ کے گھیراؤ میں شرکت) :- ص ۲۴۲، ۲۷۹

کننک (بدھ راجہ) :- ص ۱۹۷

کنعان (شام) :- ص ۶۳

کوثیٰ (حضرت ابراہیمؑ کا شہر) :- ص ۳۶،

کوفہ (چھاؤنی) :- ص، ص، ۶۱، ۴۷، ۸۷، ۹۵، ۱۱۶، ۱۳۶، ۱۴۲، ۱۵۹ تا ۱۶۱، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۷، ۱۹۲، ۲۰۲، ۲۱۰، ۲۱۳، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۸، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۵۷، ۲۶۲، ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۷، ۲۸۲، ۲۸۳

کوہ سلیمان :- ص، ص

کیسپین (جھیل) :- ص، ص، ۱۴۱، ۱۶۰، ۱۹۶

(گ)

گلب (انگریز جنرل اور مورخ) :- ص ۲۹، ۴۳، ۶۰، ۷۱، ۱۴۶، ۱۵۰، ۱۸۳

گبن (انگریز مورخ) :- ص ۷۱، ۱۱۸

گھانا (ملک) :- ص ۹۹

گریگوری (جریر دیکھیں) :- ص ۱۱۷

Marfat.com

(ل)

لبنان (ملک) :- ص ۱۵۶

لیبیا (ملک) :- ص ۹۹، ۱۱۹، ۱۲۱

لوقان (شمالی ایران میں مقام) :- ص ۱۷۰

لوح محفوظ :- ص ۲۱۳

(م)

حضور پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب کے تقریباً تمام صفحات آپؐ کے کسی نہ کسی اسم سے مزین ہیں اور تمام کتاب آپؐ ہی کے جمال وجلال کا مظہر ہے۔ اس لئے صفحہ جات کا ذکر نہیں۔

مارٹینا (ہرقل کی بیوی) :- ص ۵۱

مارلبرو (چرچل کا جدامجد) ویول کی خوشامد ص :- ۱۲۱

ماریہ قبطیؓ (ام المومنین) مقوقس کا حضور پاکؐ کو تحفہ :- ص ۱

ماسکو (روس کا دارالخلافہ) :- ص ۱۱۴

مالک بن حبیب یربوئی (دماہ کی امامت) :- ص ۱۲۰

مالی (افریقہ کا ملک) :- ص ۹۹

مثنیٰ بن حارثؓ (میدانِ جنگ کا شکاری) ص ۱۸، ۲۱۶، ۲۲۶

مجاشع بن مسعودؓ (بصرہ کے محاذ پر امارت) ص ۱۹۳، ۱۹۶، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۲۸، ۲۸۲

محصلین (ٹیکس جمع کرنے والے) :- ص ۱۴۱

محمد بن ابوبکر صدیقؓ :- ص ۲۳۸، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۷۴ تا ۲۷۶، ۲۷۸، ۲۸۰

محمد بن طلحہؓ :- ص ۲۷۳، ۲۷۸

محمد بن مسلمہؓ (عظیم انصار صحابی) :- ص ۱۴۱، ۲۴۱، ۲۶۲، ۲۶۷، ۲۷۲

محمد بن ابوحذیفہؓ :- ص ۲۳۹، ۲۴۲

محمود بن مسلمہؓ (خیبر میں شہادت) :- ص ۲۴۱

محمود غزنویؒ (اس خطہ کا عظیم مجاہد) :- ص ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۹۳

مخزوم (بنو مخزوم) قبیلہ :- ص ۱۰۵، ۱۶۳

مدائن (ایرانی دارالحکومت) :- ص ۷، ۵۶، ۶۸، ۱۵۴، ۲۱۸

مدراس (بندرگاہ) :- ص ۶۲، ۹۹، ۱۸۷

مدینہ شریف :- ص ۸ تا ۱۱، ۱۸، ۲۱، ۲۲، ۳۵، ۳۶، ۴۴، ۴۵، ۴۹، ۵۰، ۶۱، ۶۳، ۶۸، ۷۳، ۷۴، ۸۰، ۸۲ تا ۸۴، ۸۷، ۹۵، ۱۰۲، ۱۰۷، ۱۱۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۴۴، ۱۶۷، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۶، ۱۸۹، ۲۱۱، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۲۲ تا ۲۲۴، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۶

Marfat.com

۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۱، ۲۵۳، ۲۵۵،
۲۵۶، ۲۶۳، ۲۶۶، ۲۶۸ تا ۲۷۱،
۲۷۲، ۲۷۴ تا ۲۷۶، ۲۸۳
مراکو (ملک) :- ص ۹۹
مراکشی (مورخ) :- ص ۱۷۸
مرج الصفر کی جنگ :- ۱۷۴
مردان شاہ (ایرانی جنرل) :- ص ۷۳
مرسا مطروح (افریقہ میں مقام) :- ص ۶۴
مرو (خراسان میں مقام) :- ص ۱۹۴، ۱۹۵
مروان بن حکم (حضرت عثمانؓ کا چچیرا بھائی)
ص ۱۱۸، ۱۶۸، ۱۶۹، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۶
۲۶۷، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۸
مریمؑ (حضرت مریمؑ) حضرت عیسٰیؑ کی والدہ
ص ۱۴
مسعودؓ بن نعیم (سعیدؓ بن العاص کے خسر) :-
ص ۱۷۴
مسلمہؓ بن مخلد (سکندریہ کی جنگ میں شرکت)
ص ۷۵
مشرقی پاکستان :- ص ۶۲
مشرقی (علامہ عنایت اللہ) :- ص ۲۱۸
مصحف صدیقی (قرآن پاک کی اشاعت) :-
ص ۲۱۲
مصحف عثمانی (قرآن پاک کی اشاعت) :- ص ۲۱۲

مصر بن بیصر بن حام بن نوحؑ :- ص ۱۳، ۲۵، ۹۹
مصر (ملک) :- ص، ص، ط، ظ، ۱ تا ۸،
۱۱ تا ۱۳، ۱۵ تا ۱۹، ۲۶، ۲۹، ۳۳، ۳۵
تا ۳۸، ۴۰ تا ۴۴، ۴۶، ۴۷، ۴۹ تا ۵۱
۵۵، ۵۸، ۵۹، ۶۱، ۶۳ تا ۶۵، ۶۷، ۶۸
۷۰، ۷۱، ۷۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴
۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۱ تا ۱۱۶، ۱۲۱، ۱۳۱، ۱۳۲،
۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۵،
۱۴۶، ۱۴۹ تا ۱۵۲، ۱۵۴ تا ۱۵۶، ۱۵۷
۱۵۹، ۱۶۰، ۱۷۸، ۱۸۳، ۱۸۷، ۲۲۳،
۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۲، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۵۷
۲۶۵، ۲۶۷ تا ۲۶۹، ۲۷۷، ۲۸۲
معاذؓ بن جبل (اسلام کے عظیم عالم مجاہد) :-
ص ۹، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۱۳۵
معاویہؓ (امیر معاویہؓ بن ابوسفیانؓ) :- ص ۹،
۴۶، ۴۷، ۶۹، ۱۰۳، ۱۳۵، ۱۴۰ تا ۱۴۲،
تا ۱۴۸، ۱۵۱ تا ۱۵۵، ۱۶۰ تا ۱۶۳، ۱۶۵،
۱۶۸ تا ۱۷۰، ۲۱۷، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۳۰
تا ۲۳۲، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۲، ۲۴۴
تا ۲۴۹، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۷۳، ۲۸۳
معبدؓ بن عباسؓ (حضور پاکؐ کے چچیرے
بھائی (افریقہ میں شہادت) :- ص ۱۳۰
معتزلہ (بقول حسن بصری "گرگئے" (یونانی

Marfat.com

فلسفہ سے متاثر مکتب فکر) :- ص ۸۰، ۲۵۱
معقل (جناب سالم رض کے والد) :- ص ۸۴
معقل رض بن یسار (بصرہ کے لشکر کے میمنہ پر
ص ۱۹۰
مغیرہ رض بن اخنس (حضرت عثمان رض کی حفاظت
کرتے ہوئے شہادت) :- ص ۲۷۸
مغیرہ رض بن شعبہ (کوفہ و بصرہ کی گورنری)
ص ۶، ۴۷، ۷۵، ۱۶۴ تا ۱۶۶، ۲۱۷،
۲۳۹، ۲۵۱، ۲۷۶، ۲۸۲، ۲۸۳
مقداد رض بن اسود (المقداد بھی دیکھیں) بدری
صحابی :- ص ۱۹، ۵۹
مقدم (مکتم، پہاڑی اور قبرستان) :-
ص ۲۴، ۲۵، ۶۳، ۱۱۱
مقدونیہ (یونان) :- ص ۶۵
مقوقس (سائرس) مصر کا باجگذار بادشاہ
ص ۱، ۲، ۴، ۱۱، ۱۵، ۲۳، ۲۹ تا ۳۰
۳۲ تا ۳۴، ۳۷، ۳۸، ۵۱، ۵۶، ۵۷
۶۰، ۱۰۱، ۱۰۷، ۱۱۱
مکہ مکرمہ :- ص ۳، ۳۵، ۴۹، ۵۳،
۸۴، ۱۰۰، ۱۰۴، ۲۰۰، ۲۰۸، ۲۲۷
تا ۲۲۹، ۲۴۳، ۲۴۹، ۲۵۹، ۲۶۰
۲۶۵، ۲۶۸، ۲۷۴
مکران (علاقہ) :- ص، ص ۵۴، ۱۴۱

۱۶۰، ۱۸۸، ۱۹۰
ملایا (ملک) :- ص ۱۱۴
منٹگمری (انگریز فیلڈ مارشل) :- ص ۶۴
منذفور (تھیوڈرس) زہریلا سانپ۔ رومی
جرنیل :- ص ۲۳، ۲۶، ۳۱، ۳۵، ۴۷،
۵۱، ۵۴، ۵۷، ۵۸
منصور رض شیبانی (بلنجر کی لڑائی میں شہادت)
ص ۱۷۸
منطق الطیر (فریدالدین عطارؒ کی کتاب اور
بلندیوں والا علم :- ص ۲۲۲
مناف (مصر میں مقام) :- ص ۲۷
منف (مصر میں مقام) :- ص ۱۲، ۱۳، ۱۴،
۱۶، ۲۲، ۲۳، ۲۷، ۴۷
منگول (وسط ایشیا کی قوم) :- ص ۱۱۴
منویل خصی (رومی جرنیل) :- ص ۱۰۰، ۱۰۲،
۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۳
منیاس (پادری) :- ص ۱۵
مواتہ (افریقہ کا شہر) :- ص ۱۱۹
موتہ (جنگ) :- ص ۱۷، ۱۲۷
موریان (رومی جرنیل اور اس کی ہلاکت) :-
ص ۱۴۲، ۱۴۳
موسیٰ ؑ (حضرت موسیٰ ؑ پیغمبر) :- ص ۳،
۱۳، ۱۴، ۳۶

Marfat.com

موسیٰؒ بن نصیر (فاتح سپین) :- ص ۱۲۰

موصل (عراق کا شہر) :- ص ۱۶۱

مہرالروز (خراسان کا شہر) :- ص ۱۹۵

مہلبؓ (کابل کی فتح میں کاروائی) :- ص ۱۹۷

میڈرڈ (سپین کا دارالخلافہ) :- ص ۲۵۳

میران شاہ (وزیرستان کا شہر) :- ص، ض

میکاویلی (سیاست باز) :- ص ۲۵۴

(ن)

نافع (عقبہؓ فاتح افریقہ کے والد) :- ص ۶۴

نائیجیریا (ملک) :- ص ۹۹

نپولین (فرانس کا جنرل) :- ص ۱۱۴، ۱۲۱،
۱۸۴، ۲۸۳

نخعی (قبیلہ) :- ص ۱۸۰

نخیرجان (خزانے والا ایرانی جنرل) :- ص ۷۳

نکیوس یا نخیوس (مصر کا اہم مقام) :- ص ۶۳
۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۹، ۱۱۱

نمازِ قصر (ابوذرؓ کا فتویٰ) :- ص ۲۵۹

نوبہ یا نوبین (سوڈان) :- ص ۱۴، ۶۴

نوحؑ (حضرت نوحؑ پیغمبر) :- ص ۱۳، ۱۴
۲۵، ۳۶، ۴۵

نوکیہ یا نوصنبہ (مصر کا مقام) :- ص ۵۰

نہاوند (جنگ) :- ص ۴۵، ۴۶، ۴۸، ۶۵،
۷۸، ۱۶۰، ۲۰۲، ۲۰۴، ۲۴۲

مہران ایجی (معتمد) :- ص ۲۷۹

نہرو (خاندان) :- ص ۲۰۳

نیارؓ بن عیاض (حضرت عثمانؓ کی حفاظت
اور شہادت) :- ص ۲۷۷، ۲۷۸

نیاز بن کرز (امن کی کوشش) :- ص ۲۶۲

نیشاپور (خراسان کا شہر) :- ص ۱۷۶، ۱۹۳،
۱۹۴، ۱۹۶، ۲۸۲

نیل (دریا) :- ص ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۲۲، ۲۴،
۲۶، ۲۷، ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۳۵، ۴۴،
۶۱، ۶۶، ۶۷، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹

نعمانؓ بن مقرنؓ (فاتح نہاوند) :- ص ۲۴۲

(و)

وادی لوبیہ (بالائی ڈور) وزیرستان کا
علاقہ :- ص ۱۷۹، ۲۰۱

وادی سینا (افغانستان) :- ص ۱۹۲

واقدی (مورخ) :- ص ۱۴۶

واقعہ (سورۃ) :- ص ۲۳۸

وردن (عمروؓ بن عاص کا نومسلم رومی خادم)
ص ۴۳

وزیرستان (علاقہ) :- ص ۱۷۹، ۱۹۳، ۱۹۴،
۲۰۱، ۲۰۲، ۲۸۲

ولید بن عتبہ (بدر میں ہلاکت) :- ص ۸۵،
۱۶۲، ۱۶۸، ۱۶۹

Marfat.com

ولیدؓ بن عقبہ (حضرت عثمانؓ کا اخیافی بھائی اور کوفہ کا گورنر) :- ص ۱۴۲، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹ تا ۱۷۴، ۱۷۷، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۵۱، ۲۸۲، ۲۸۳

وینس (بین الاقوامی شہر) :- ص ۳۶

ویول (انگریز فیلڈ مارشل اور لارڈ) :- ص ۶۴، ۱۲۰، ۱۲۱

(ہ)

ہاجرہؓ (ام المومنین ہاجرہؓ زوجہ ابراہیم پیغمبر) ص ۳، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۳۶

ہاشم یا ہاشمی (حضور پاکؐ کے پردادا اور انؐ کا خاندان) :- ص ۱۳۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۹، ۱۸۹، ۲۷۴

ہام (حضرت نوحؑ کا بیٹا) :- ص ۱۳، ۱۴

ہٹی (انگریز مورّخ) :- ص ۱۷

ہرات (افغانستان کا شہر) :- ص ۱۶۰، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۸۲

ہرقل (قیصر روم) :- ص ۱۵، ۳۳، ۴۳، ۵۱، ۵۷، ۱۰۰، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۵۴

ہرقلون (ہرقل کا بیٹا) :- ص ۵۱

ہرمز (ایرانی جنرل) :- ص ۳

ہرمز (خراسان میں ایک مقام) :- ص ۱۹۴

ہرمزانؑ (دغاباز ایرانی جنرل) :- ص ۴۳، ۴۷، ۷۵، ۲۲۰

ہرمؓ بن عیان (بصرہ کے محاذ پر لشکر کی کمانڈ) ص ۱۹۰، ۱۹۱، ۲۰۰، ۲۸۲

ہمدان (ایران میں مقام) :- ص ۲۸۲

ہمدانی (قبیلہ) :- ص ۱۸۰

ہندوستان (متحدہ) :- ص ۶۲، ۱۸۷، ۱۸۸، ۲۰۶

ہندو پاکستان (برصغیر) :- ص ۶۲

ہندوکش (افغانستان کا سرحدی پہاڑ) :- ص ۱۹۶

ہندہؓ زوجہ ابوسفیانؓ :- ص ۱۰۵، ۲۳۹

ہنی بال (قبل مسیح کا ٹیونس کا مشہور جرنیل) ص ۴، ۱۱۹ تا ۱۲۱

(ی)

یاکستان (مادر پدر آزاد علاقہ) :- ص ۲۱۹

یرجانؓ جہمی (بصرہ کے محاذ پر امارت) ص ۱۹۱

یرفا (حضرت عمرؓ کے خادم) :- ص ۲۵۸

یرموک (جنگ اور مقام) :- ص ۶، ۱۰، ۳۴، ۳۷، ۴۳، ۴۹، ۱۰۱، ۱۴۷، ۲۰۴، ۲۱۶

یزدجرد (ایرانی بادشاہ) :- ص ۳۳، ۴۶، ۱۸۱

Marfat.com

یزیدؓ بن ابو سفیانؓ (سالارِ لشکر) :- ص ۹،
۱۳۵، ۱۶۸، ۱۶۹، ۲۲۴

یزید بن قیس (مفسد) :- ص ۱۸۰

یزید بن معاویہؓ نخعی (بلنجر کی جنگ میں شہادت)
ص ۱۷۸

یزید بن معاویہؓ (سانحہ کربلا کا ذمہ دار)
ص ۱۴۵، ۱۶۵، ۱۷۳

یسوعؑ مسیح (حضرت عیسیٰؑ) :- ص ۱۵

یعقوبؑ (حضرت یعقوبؑ پیغمبر) :- ص ۳،
۱۳، ۳۹

یعنی (حضرت نوحؑ کا بیٹا) :- ص ۱۳

یلیقان (آذربائیجان کا سرحدی مقام)،
ص ۳۴

یمامہ (مقام اور جنگ) :- ص ۴، ۸، ۲۰۹،
۲۱۲، ۲۳۹

یمن (ملک) :- ص ۳۴، ۳۶، ۴۰، ۱۴۰، ۱۴۵،
۱۵۱

یوریشین (یورپ اور ایشیا کی سرحد کے
لوگ) :- ص ۱۱۹

یورپ (براعظم اور یورپ کے لوگ) :-
ص ۲، ۴، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۳۶، ۴۳،
۴۵ تا ۵۶، ۵۹، ۶۵، ۶۹، ۷۱، ۹۹،
۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۳، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۳۲،
۱۳۷، ۱۵۳، ۱۵۶، ۲۰۶

یوسفؑ (حضرت یوسفؑ پیغمبر) :- ص ۳،
۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۳۶، ۶۳

یونان (یونانی) :- ص ۴، ۱۴، ۱۵، ۲۳،
۳۰، ۴۳، ۵۵، ۱۰۱

(نوٹ) صفحات نمبر ۲۷، ۱۳۴، ۱۵۸، ۱۸۶، ۲۶۴ جو خالی تھے کتاب میں شامل نہیں کئے گئے۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔

☆☆☆

تمت بالخیر

Marfat.com

Marfat.com